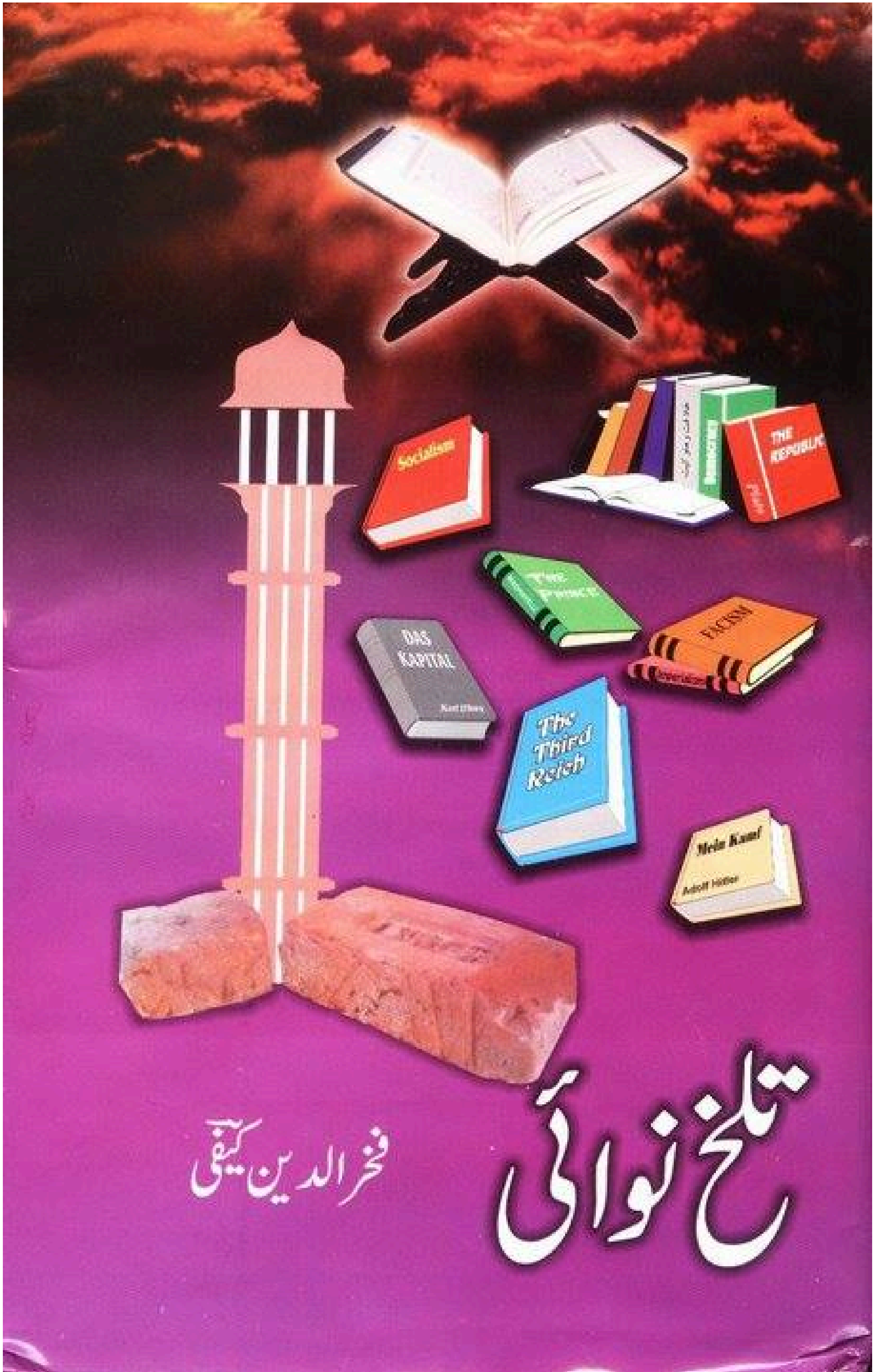

Socialism
THE REPUBLIC
DAS KAPITAL
FACISM
The Third Reich
تلخ نوائی
فخر الدین کیفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلخ نوائی

فخرالدین کیفی

Ñ

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

تلخ نوائی

کالموں کا مجموعہ جن میں کچھ اشاعت شدہ ہیں۔ کچھ منتظر اشاعت اور کچھ ناقابلِ اشاعت۔۔

اشاعت شدہ۔۔۔ نوائے وقت کے مرہونِ منت ہیں

منتظر اشاعت۔۔۔ابھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں

ناقابل اشاعت۔۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اخلاق سے گرے ہوئے ہیں بلکہ۔۔۔۔

اخبار کی پالیسی سے ہم آہنگ نہیں۔ یہ ہی کالمز تو۔وجہء 'تلخ نوائی' ہیں۔

فخرالدین کیفی



نام کتاب	:	تلخ نوائی
مصنف	:	فخرالدین کیفی
ای میل	:	kaifys@yahoo.com
		D-97۔میر خان کالونی آٹو بھان
		روڈ لطیف آباد نمبر 12 حیدر آباد سندھ
موبائیل	:	0333-2107138
سرورق ڈیزائن	:	جازبہ صدیقی
ناشر	:	ارسلان زبیر برادرز
		۱۷۔ریورروڈ ڈبلن آئرلینڈ
سن اشاعت	:	نومبر ۲۰۱۰
قیمت	:	۳۵۰روپے

انتساب

بانیء پاکستان **قائداعظم محمد علی جناحؒ** کے نام

☆ جنہوں نے نہ صرف اپنا تن من بلکہ دھن بھی پاکستان کے لیئے وقف کر دیا

} یہ اور بات کہ بعد والوں نے اپنا تن من بچایا اور دھن کمایا

☆ جنہوں نے کورٹ میرج کی بجائے پہلے غیر مسلمہ کو مسلمان کیا پھر نکاح کیا

} یہ اور بات کہ نام نہاد مولوی انہیں کافر گردانتے رہے

☆ جنہوں نے غیر مسلم سے شادی کرنے پر اپنی اکلوتی بیٹی سے ناطہ توڑ لیا

} یہ اور بات کہ بعد والے انہیں سیکیولر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں

فخرالدین کیفی

خودنوائی ---- 'کالم نگار' درمدح خودمی گوید
('کالم نگار' اپنی تعریف میں خود کہتا ہے)

مجموعہء کالمز (COLUMNS) ---آخر کیوں؟

کالم ہے تو انگریزی کا لفظ لیکن اردو میں بالکل اس طرح استعمال ہو رہا ہے جیسے گلاس (GLASS)! اس سے یہ مطلب نہیں کہ پانی پینے کے لیئے استعمال ہو رہا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ اسٹیشن یافٹ پاتھ وغیرہ کی طرح، اردو کا ہی لفظ بن گیا ہے۔ اس کی جمع 'کالمز' ہم جیسے جاہل ہی لکھتے ہیں ورنہ 'کالموں کا مجموعہ' مستند ہے۔ اس تمہید کے بعد عنوان کی طرف آتے ہیں کہ آخر کالمز ہی لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور لکھ بھی دیئے تھے تو کالموں کو کتابی شکل دینے کیوں بیٹھ گئے۔ اس کی وجہ مختصراً ہم اپنی پہلی مطبوعہ کتاب ''ایک غیر مطبوعہ کتاب'' میں بیان کر تو چکے ہیں مگر ضروری تو نہیں کہ وہ کتاب آپ کی نظروں سے بھی گذری ہو اس لیئے اب ذرا تفصیلاً عرض کریں گے لیکن اس سے پہلے ایک راز کی بات!!

ہم دوائیوں کی کمپنی میں ملازم تھے دوائیوں کے معاملے میں ایک اصول ہے جس پر ہر میڈیکل اسٹور کو کاربند رہنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ جو اسٹاک پہلے آئے اسے پہلے بیچا جائے

اسے 'FIFO' کا اصول کہتے ہیں یعنی فرسٹ ان فرسٹ آؤٹ (first IN first OUT) کیونکہ ایسا نہ ہو کہ پہلے آنے والی دوا پڑی رہ جائے اور ایکسپائر ہو جائے جبکہ ٹرینوں کا معاملہ دوسرا ہے وہاں اسٹیشنوں پر بعد میں پہنچنے والی گاڑی کو پہلے روانہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ بھی ظاہر ہے کوئی تکنیکی ہی ہوگی۔ اس اصول کو 'FILO' کہتے ہیں یعنی (First IN last OUT) ہمارا اور ہماری کتابوں کا معاملہ نہ 'Fifo' ہے نہ 'Filo' ہے۔ کونسی پہلے لکھی گئی اور کونسی پہلے چھپی، اس میں ان میں سے کسی بھی اصول کی پاسداری نہیں کی گئی بلکہ ہماری اپنی مجبوری ہی ہمارا اصول بنی۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی کسی بھی کتاب کے لیئے ہم

نہیں کہہ سکتے کہ پہلی کونسی ہے۔ جو پہلے شروع کی تھی وہ اب تک اختتام پذیر نہیں ہوئی۔ جبکہ تین کتابیں ساتھ ساتھ (simultaneously) لکھی جاتی رہیں اور پھر پہلے اختتام پذیر ہونے والی کتاب کو پہلے شائع ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ویسے یہ اور بات کہ اس مجموعے میں شامل کالم کافی عرصہ پہلے سے اخبار میں شائع ہو رہے ہیں اور ان کو کتابی شکل میں شائع کروانے کے لیئے ان کی سنچری کا انتظار رہا، وگرنہ 'تلخ نوائی' کو پہلی کتاب ہونے کا شرف حاصل ہوسکتا تھا۔

اپنے کالموں کو کتابی شکل دینے کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کالموں کے نوائے وقت میں شائع ہونے سے ہماری ہمت افزائی ہوئی جس کے نتیجے میں دوسری کتابوں پر کام کرنے میں تیزی آ گئی ورنہ ہم تو دلبرداشتہ ہو کر لکھنے لکھانے سے تائب ہو رہے تھے۔ ہم نے اپنے مضامین، کالم، اشعار وغیرہ مختلف اخبارات کو بھجوائے لیکن کہیں سے کوئی جواب تک نہیں آیا۔ ایسے میں قدرت خدا کی کہ نوائے وقت کے عثمان اجمیری سے ملاقات ہوئی اور ان کے مشورے سے دو تین کالم اور مضامین جناب مجید نظامی صاحب کو ارسال کر دیئے وہاں سے جو جواب آیا وہ ہمارے لیئے باعث افتخار تھا کیونکہ نظامی صاحب نے نہ صرف تعریف کی بلکہ ہمارے مضامین ریزیڈنٹ اڈیٹر نوائے وقت کراچی، جناب سعید خاور صاحب کو بھجوا دیئے اور ہمیں ان سے رابطے کے لیئے کہا۔ نظامی صاحب کا خط ہم اس مضمون کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔ جو خوشی ہمیں یہ خط پا کر ہوئی تھی ویسی ہی خوشی ہمیں جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ایس ایم ایس سے حاصل ہوئی جو انہوں نے ہماری کتاب 'ایک غیر مطبوعہ کتاب' کی تعریف میں بھیجا تھا۔ مشتاق احمد یوسفی حساب میں کم فہمی کو اپنے مسلمان ہونے کی دلیل سمجھ سکتے ہیں تو ہم بجا طور پر جناب ڈاکٹر صاحب اور جناب نظامی صاحب کی تعریفی اسناد کو اپنے مصنف اور کالم نگار ہونے کی دلیل سمجھ سکتے ہیں۔ (خوش فہمی کی بہترین مثال)

دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی کالمز بوجہ اخبار میں جگہ نہ پا سکے۔ شائد پالیسی آڑے آتی ہو یا اخبار میں لکھنے والے زیادہ اور جگہ کم ہو۔ کئی کالمز ایسے بھی ہیں جو شائع تو ہوئے لیکن وقت گزرنے کے بعد۔ اس لیئے وہ کوئی تاثر نہ چھوڑ سکے۔ اب چونکہ کئی کالم شائع نہیں ہوئے اور جو شائع ہوئے وہ صرف نوائے وقت کے قارئین ہی کی نظروں سے گزرے ہونگے اس لیئے ہم انہیں کتابی شکل دے رہے ہیں، تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے استفادہ حاصل کرسکیں۔ (خوش فہمی کی دوسری بہترین مثال ورنہ جن صاحبان کے ذوقِ نظر کے لیئے ہم نے اپنی پہلی کتاب نذر کی تھی ان میں سے بیشتر حضرات سال گذرنے کے باوجود اب تک عدیم الفرصت ہیں اتنے کہ شکریہ تو در کنار، کتاب ملنے کی رسید تک نہیں دی)۔

ایک بات اور اگر آپ اسے خود ستائی نہ سمجھیں تو ہمارا ذاتی خیال ہے (ذاتی خیال کی کیا اہمیت ؟) کہ ہمارے کالم کسی بھی مستند کالم نگار کے کالموں سے کسی طور کم نہیں (لکھنے میں کیا حرج ہے)۔ آخر میں ہم عرض کریں گے کہ ہمارے کالم محب وطن پاکستانی مسلمانوں کے لیئے ہیں جو قائداعظمؒ اور نظریہء پاکستان کے حامی ہیں۔ آمریت کے مخالف ہیں اور لوٹ کھسوٹ والی جمہوریت کی مذمت کرتے ہیں۔ جو آوازِ خلق کو نقارہء خدا نہیں سمجھتے کیونکہ ایسا سمجھا گیا ہوتا تو ۳۱۳، ہزاروں کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے۔ بہر حال یہ تو طے ہے کہ دوسری طرح کے لوگ تو ہمارا انتساب دیکھ کر ہی اس کتاب سے دور رہیں گے۔۔

فخرالدین کیفی ۲۰ اگست ۲۰۱۰ء

چند گذارشات

قارئین۔ گذارش ہے کہ اس مجموعے کی اشاعت سے ہمیں کسی کی بھی دل آزاری مقصود نہیں۔ اگر کہیں ہمارے سیاسی خیالات آپ کے سیاسی خیالات سے متصادم ہوں تو درگذر کر کے فقط کالم کی ٹریٹمنٹ، الفاظ کی بندش اور زبان کے استعمال کے ساتھ ساتھ ہماری نیک نیتی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ہمیں یہ کہنے میں عار نہیں کہ ہم نے کالم کو اپنی بات کہنے کا ایک بہانہ بنایا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے ایک مصنف کسی رومانی کہانی کو اپناتا ہے یا سراغرسانی کو۔ کوئی آپ بیتی کو یا پھر سفرنامے کو۔ مقصد اپنا پیغام پہنچانا ہوتا ہے ورنہ عوام کو کسی کی آپ بیتی سے یا سفر سے کیا مطلب؟

اس گزارش کے بعد، اس ہی عنوان کے تحت، ہم نے سوچا، کیوں نہ کچھ عرض بھی کر دیا جائے۔ تو عرض ہے کہ

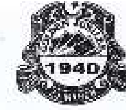
☆۔ ہم نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصّے میں ہمارے ان کرم فرماؤں کے تاثرات ہیں جو انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ہمیں ارسال کیے ہیں۔

☆۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں عاجزی اور انکساری عطا کی ہے ورنہ ان تاثرات کے بعد تو ہمارا دماغ آسمان پر بھی پہنچ سکتا تھا اور ہم عرض کرنے کی بجائے فرمانے لگتے اور راندہء درگاہ ہوتے۔

☆۔ دوسرے حصّے میں وہ کالم ہیں جو نوائے وقت میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ایک دو کالم دوسرے جریدوں میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ کچھ کالم ایسے بھی ہیں جو، اب تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئے اس لیئے ان کی طباعت کا اہتمام اس مجموعے کے ذریعے ہم نے خود کر لیا ہے

☆۔ دونوں حصّوں میں تاثرات اور مضامین کی ترتیب کے لیئے ہم نے ایک اصول اپنایا ہے اور اس پر قائم ہیں۔ ان سیاستداں مولانا کی طرز کا اصولی موقف نہیں اپنایا کہ ایک حصّے میں کچھ دوسرے میں کچھ اور۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے اصول پر کاربند رہنے کو ضرور سراہا جائے گا۔ ورنہ اس دور ابتلا میں کیسے اصول اور کہاں کے وعدے!!

☆۔ ہم نے پہلے حصّے میں اپنے کرمفرماؤں کے تاثرات کی ترتیب، موصول ہونے کی تاریخ کے تحت کی



Daily Nawa-i-Waqt

روزنامہ نوائے وقت

Nipco House, 4-Shahrey Fatima Jinnah, Lahore(Pakistan)
Phones: 111-222-007, 6302050, 6367551-54
FAX:(042) 6367583, Grams: NAWAAGENCY Lahore P.O. Box 2055

نمبر 7523



مکرمی!

سلام مسنون!

آپ کی دلچسپ تحریریں موصول ہوئیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے روزنامہ نوائے وقت کراچی کو برائے اشاعت ارسال کی جارہی ہیں۔ آپ اس ضمن میں کراچی میں نوائے وقت کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مسٹر سعید خاور سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ شکریہ

احقر

(مجید نظامی)

جناب فخرالدین کیفی،
97۔ڈی، آٹو بھان،
لطیف آباد 12،
حیدرآباد

کاپی: مسٹر سعید خاور، (11 صفحات پر مشتمل مواد برائے اشاعت)
ریذیڈنٹ ایڈیٹر، کراچی

A PUBLICATION OF NIDAI MILLAT (PVT) LIMITED

Pakistan's premier independent and most influential national daily
simultaneously published from Lahore, Karachi, Islamabad & Multan

Karachi
Block No.1, Phase-6, Khayaban-e-Shamsher, DHA.
Phones: 111-222-007, 5843720-23

Multan
59-Abdali Road.
Phones: 111-222-007, 540571-74

Islamabad
7-Mauve Area, Zero Point.
Phones: 111-222-007, 2202641-44

ہے ۔یعنی جومحبت نامہ پہلے آیا، وہ پہلے پیش کر دیا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ بلحاظ سنیاریٹی رکھتے لیکن اس میں قباحت تھی کون سینئیر ہے ۔اس ہی طرح کالموں کی ترتیب بھی ان کی تاریخِ پیدائش کے تحت ہے نہ کہ شائع ہونے کی ۔(اس کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ کئی کالم پہلے بھجوائے لیکن شائع بہت بعد میں ہوئے)

☆ ۔ہم نے اس کتاب کے فارمیٹ میں کہیں کہیں مروجہ طور طریقوں سے اجتناب بھی برتا ہے جس کے لیئے ہم ادبی حلقوں سے معذرت خواہ ہیں ۔اس کی وجہ ہماری خودسری نہیں بلکہ ہماری علم و ادب سے ناواقفیت ہے ۔جس طرح بے سرا گلوکار، اپنا عیب چھپانے کے لیے پاپ (ہندی والا نہیں) سنگر بن جاتا بالکل ویسے ہی ہم نے بھی اپنی ناواقفیت کو انفرادی رنگ دینے کی کوشش کی ہے ۔

امید ہے کہ قارئین اپنی سیاسی وابستگیوں سے بالا تر ہ کر اس مجموعے کو پڑھیں گے ۔سیاستدانوں کو ہمارے کالم سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ ووٹر حضرات کالم پڑھتے نہیں اور پڑھنے والے ووٹ دیتے نہیں ۔ویسے ہمارے اندر کے بغلول کا بھی یہ ہی کہنا ہے کہ ووٹ بینک کسی کے کہنے سے ٹوٹتے ہیں نہ بنتے ہیں ۔ووٹر بھی وہی ہوتے ہیں امیدوار بھی وہی ۔بس ہوتا وہی ہے جو نتیجہ بنانے والے چاہتے ہیں ۔ یہ ہی وجہ ہے ہر الیکشن کے بعد تبدیلی آجاتی ہے ورنہ ۔۔ واللہ اعلم

فخرالدین کیفی

کہتے ہیں کیا تجھے ۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔ دانشورانِ قوم :۔

جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان، محسن پاکستان



جب جناب فخرالدین کیؔفی کے چند کالم پڑھے تو میں ان سے بہت متاثر ہوا۔ یہ نہایت سلیس، سادہ اور شستہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ کوزہ میں دریا بند کر دیتے ہیں۔ان کی تحریروں میں پاکستان اور پاکستانی عوام سے بے انتہا محبت کی جھلک نظر آتی ہے ۔ وہ زہر ہلاہل کو کسی قیمت پر بھی قند نہیں کہتے اور اپنا ضمیر صاف رکھتے ہیں ۔عموماً کالم نگار کسی چھوٹی بات کو دُم چھلے لگا کر پیچیدہ بنا دیتے ہیں ۔فخرالدین کیفی صاحب بڑی بات کو مختصر الفاظ میں بیان کر کے آپ کی توجہ کو اس طرح مبذول کر لیتے ہیں کہ کالم ختم کیئے بغیر آپ کی تسکین نہیں ہوتی ۔



جناب سعید خاور ۔

ریزیڈنٹ اڈیٹر نوائے وقت کراچی

اچھی تحریر کا وصف یہی ہے کہ پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور آنکھوں کے راستے روح کے پاتال میں اتر جاتی ہے اور اندر کے سارے موسم بدل جاتے ہیں ۔کیفی صاحب کے کالم پڑھنے کے بعد کچھ یہی کیفیت مجھ پر بیت گئی ۔ یہ کیفی صاحب کی تحریروں کی اثر انگیزی تھی جس سے میں خود کو محفوظ نہ رکھ سکا ۔



جناب ڈاکٹر معین قریشی کالم نگار

روزنامہ ڈان، دی نیوز اور نوائے وقت

فخرالدین کیفی کے پاس اپنے خیالات کے ابلاغ کے لیے موضوعات کی کمی ہے نہ الفاظ کی۔ان کے موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے۔وہ بیک وقت سیاست،معیشت اور معاشرت پر کامیابی کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔کبھی کبھار کسی مطبوعہ خبر کا حوالہ بھی دیتے ہیں تو ضمناً، ورنہ وہ عام طور پر رجحانات و میلانات پر لکھتے ہیں جو شاذ و نادر ہی بدلتے ہیں۔اپنے کالموں کو بوجھل پن سے بچانے کی غرض سے کیفی بسا اوقات لطائف سے بھی کام لیتے ہیں۔آج کی اصطلاح میں ان کے بعض لطائف بہت ''بولڈ'' ہوتے ہیں۔البتہ جب وہ کوئی شعر استعمال کرتے ہیں تو اس کی صحت کی فکر اپنے قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔



جناب انوار احمد علوی

مدیر ادبیٔ مزاح پلس کراچی

ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ کیفی کی کالم نگاری میں متوجہ کرنے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔وہ چھوٹے چھوٹے بامعنی جملوں سے کالم کو دلچسپ بنا کر قاری کی توجہ بہ آسانی اپنی طرف مبذول کروا لیتے ہیں۔پھر اِن کے اِس عجلت میں لکھے گئے ادب میں بھی، فکر و فن کے ساتھ، زبان و بیان کی خوبیاں موجود ہیں۔وہ محض تفریحِ طبع کے لیے نہیں لکھتے، اصلاحِ معاشرہ کے لیے لکھتے ہیں۔



جناب معراج جامی،

مدیر منتظم ماہنامہ پرواز لندن و سہ ماہی ارتباط استنبول

کیفی صاحب پیشہ ور کالم نگار نہیں ہیں۔وہ ایک حساس دل انسان ہیں جو ہر اچھے عمل پر خوش اور بُرے عمل پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔وہ دین دار بھی ہیں اور محب وطن بھی۔اس لیے وہ حکمرانوں کی عیاشی، اداروں کی نااہلی، سیاست دانوں کی کم ظرفی، علمائے سو کی مکاری، محافظوں کی لاپرواہی، صحافیوں کی چشم پوشی اور عوام کی ازلی بے وقوفی پر کڑھتے رہتے ہیں۔کیوں کہ وہ اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ہم بھی ارباب اقتدار کے ہر فعلِ بد، پر زبانی احتجاج کرتے ہیں، اپنا خون کھولاتے ہیں، اللہ سے ایسے وطن فروشوں کے جہنم واصل ہونے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔



جناب معین کمالی۔

سینئر صحافی ادیب و کالم نگار

کیفی کے کالموں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ فقط کالم خانہ پری کے لیئے نہیں لکھتے۔بلکہ ان کے ہر کالم میں کوئی نئی بات، کوئی نیا پیغام تو ہوتا ہی ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ کوئی پرانی کہانی، کوئی لطیفہ یا کوئی شعر اس طرح کالم کی زینت بنتا ہے کہ قاری کو یاد ماضی کی ساری چھلکیاں نظر آنے لگتی ہیں۔کبھی کوئی کہاوت تو کبھی کسی پرانی فلم کا کوئی سین۔کبھی تاریخ کا کوئی بھولا بسرا کردار اس طرح سامنے آتا ہے کہ معلوم ہوتا کہ یہ بدکردار تو اب بھی زندہ ہے۔

جناب عثمان اجمیری۔

سینئر صحافی و بیورو چیف روزنامہ نوائے وقت



کیفی کے کالموں میں جو بات ہمیں پسند ہے وہ انکا اسٹائل ہے۔ وہ بڑی سادگی سے اپنا مدعا بیان کرنے کے لیئے کسی محاورے، کسی شعر یا کسی لطیفے کا سہارا لے کر تلخ سے تلخ بات کو بھی بڑے ہی مزیدار انداز میں لکھ دیتے ہیں۔ جب کالم شروع کرتے ہیں تو پتہ ہی نہیں لگنے دیتے کہ کالم کس کے بارے میں ہے۔ کبھی شروع میں کسی فلمی گانے کی بات کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب اور کیسے کالم کا رخ بدل کر حالات حاضرہ کے کسی واقع سے جا ملتا ہے۔ دوسری چیز جو ہمیں اچھی لگی وہ انکی حقیقت پسندی ہے۔ بڑی سچائی سے لگی لپٹی رکھے بغیر اپنا موقف بیان کر دیتے ہیں۔

جناب مرزا فرحت عباس چیئرمین بزم شباب



فخرالدین کیفی کے بارے میں کیا لکھوں۔ ایک اچھا شاعر یا نثر نگار! طنز و مزاح نگار لکھوں یا کالم نگار! یہ خوبیاں ایک طرف۔ اس سے بڑھ کر ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک اچھے انسان ہیں۔ شیریں گفتار خلیق و ملنسار۔ سمجھ نہیں آتی کہ ان سے ''تلخ نوائی'' کیسے سرزد ہوئی۔ ان کی پہلی مطبوعہ کتاب 'ایک غیر مطبوعہ کتاب' اگر واقعتاً غیر مطبوعہ رہ جاتی تو اردو ادب کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوتی۔ مذکورہ کتاب ہلکے و لطیف مزاح کی چاشنی اور طنز کے نشتر کی چبھن لیئے معاشرے کی اصلاح کے لیئے ایک بہترین کاوش ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کتاب کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے لیکن بقول کیفی۔ 'میرے لیئے اس کتاب کے شائع ہونے سے زیادہ خوشی

کا باعث ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا یہ جملہ "its a thought proving book" ہے جو انہوں نے کتاب کے بارے میں SMS پر ارسال کیا تھا



جناب امین جالندھری

کیفی کے کالموں میں آپ اپنے عصر، اخلاقی اقدار، حکومتی نظائر اور طریق سیاست کے چکر دار ان گنت دروازوں، امکانات، مفادات اور خوشامد پسندی کے احوال سے واقف ہوتے چلے جائیں گے۔ کیفی نے ایک درد مند، حساس مخلص قلم کار ہونے کے ناطے پاکستان سے اپنی محبت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے کہ دل درد سے بھر آتا ہے۔ کیفی کے کالموں میں آپ اپنے اسلاف کے کارناموں۔ خدمتوں اور تہذیبی اور تمدنی رویوں سے شناسائی پائیں گے اس لیے کہ کیفی کے دل و دماغ پر، اس کے جسم کی ہر نس نس میں صرف محبت سمائی ہوئی ہے۔

Daily
Nawa-i-Waqt
A Division Of Nida-i-Millat (Private) Limited

نوائے وقت

Karachi: Defence Hocky Stadium Khayaban-e-Shamsheer, Phase V, DHA, Karachi-75500 Tel: 584 3729, Fax: 585 4325, 583 4932

سماج کے لئے آئینہ

ٹھنڈی شاموں کے شہر حیدرآباد کے سخن ور فخر الدین کیفی صاحب سے میرا تعارف بھائی عثمان اجمیری کے توسط اور کیفی صاحب کی تحریروں کے حوالے سے ہوا۔ وہ نوائے وقت کے لئے کالم لکھنا چاہتے تھے۔ اور عثمان اجمیری صاحب نے ان کے بھرپور پس منظر کے ساتھ ان کے چند کالم بھی بھجوائے تھے۔ عثمان اجمیری صاحب کے توصیفی کلمات سنے اور کیفی صاحب کے کالم پڑھنے کے بعد میرے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ میں ان کی تحریریں نظر انداز کرسکوں۔ اچھی تحریر کا وصف یہی ہے کہ وہ پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور آنکھوں کے راستے روح کے پاتال میں اتر جاتی ہے اور اندر کے سارے موسم بدل جاتے ہیں۔ فخر الدین صاحب کے کالم پڑھنے کے بعد کچھ یہی کیفیت مجھ پر بیت گئی۔ یہ فخر الدین کیفی صاحب کی تحریروں کا اثر انگیزی تھی جس سے میں خود کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ کالم نگاری ہر لکھنے والے کے بس کی بات نہیں لیکن فخر الدین کیفی صاحب نے اپنی شستہ زبان، منفرد اسلوب، حقائق نگاری اور مقصدیت کے ذریعے اس صنف کو اعتبار بخش دیا ہے۔ اگر میں جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ آج کل کالم نگاری دکانداری ہو گئی ہے، ہمارا مقصد کسی کو ہر وقت خوش رکھنا اور کسی کے خلاف ہر حال میں صف آرا رہنا رہ گیا ہے، عام طور پر کالم نگار ذہنی تعطل اور کوتاہ بینی کا شکار ہو گئے ہیں۔ بیشتر کالم نگاروں کے ہاں اب مقصدیت کا عنصر باقی نہیں رہا، انہوں نے اپنی تحریروں کا دائرہ محض کسی کی توصیف یا کسی پر تنقید تک محدود کرلیا ہے جو کالم نگاری کی شان کے منافی ہے کیفی صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا پڑے گا کہ انہوں نے کالم نگاری کی روح سے بغاوت نہیں کی۔ اپنے سیاسی اور سماجی عقائد سے روگردانی کئے بغیر وہ بڑی سے بڑی بات اپنی تحریروں میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں

کیفی صاحب کے کالموں کی ایک اہم خوبی تو یہ ہے کہ یہ محب وطن ہیں اور اپنی تحریروں میں بھی وطن پرستی کا فرض ادا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سندھ یونیورسٹی میں سرگرم طالب علم رہنما رہے ہیں، پاکستان کے کئی اچھے برے ادوار کے چشم دید گواہ ہیں، ان کا مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ ان کی تحریروں میں واضح طور پر جھلکتا ہے اور سماج کی فکری رہنمائی کا وسیلہ بنتا ہے اس لئے مجھے یہ لکھنے میں کوئی باک نہیں کہ ان کی تحریریں ہمارے سماج کے لئے آئینہ ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، اب ان کے کالموں کا ایک اور مجموعہ چھپ رہا ہے، یہ خبر میرے لئے خوشی کا باعث ہے کہ میرے بزرگ دوست فخر الدین کیفی ایک اور کتاب لا رہے ہیں، میری دعا ہے کہ خدا لکھنے والے یہ اور وہ سارے ہاتھ سلامت رکھے جو انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر اجالوں میں لانے کے لئے برسرپیکار ہیں۔

سعید خاور

ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت کراچی

Lahore
NIPCO HOUSE,
4-Shahra Fatima Jinnah,
Lahore-54000 Tel: 636 7583,
Fax: 636 7583, 636 7616

Islamabad
NIPCO HOUSE,
7-Mouve Area, Zero Point,
Islamabad, Tel: 222 2641
Fax: 220 2645, 220 2646

Multan
NIPCO HOUSE,
53-Abdali Road, Multan
Tel: 54 5571,
Fax: 54 0565, 54 0566

DR. A.Q KHAN
N' & BAR, HI

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

0233-5213523
"Mountain View
207, Sillside Ro.
E-7, Islamabad
Pakistan.

"فخر الدین کیفی۔ ایک تبصرہ"

پنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اخبارات میں شائع ہونے والے کالم پڑھنے کا وقت مشکل سے ہی ملتا ہے مگر میں صبح سب سے پہلے اخبارات میں شائع ہونے والے تمام کالموں پر ایک نظر ضرور ڈال لیتا ہوں اور جو کالم دلچسپ نظر آتا ہے اس کی کاپی کروا کر رکھ لیتا ہوں اور پھر فرصت میں اس کا مطالعہ کر کے اپنی معلومات ور علم میں اضافہ کرتا ہوں۔ جناب عرفان صدیقی، جناب ہارون رشید، جناب عطاالحق قاسمی، جناب مجیب لرحمٰن شامی اور دوسرے معزز کالم نگاروں کے کالم ضرور پڑھتا ہوں۔

میں نے جب جناب فخر الدین کیفی کے چند کالم پڑھے تو میں ان سے بہت متاثر ہوا۔ یہ نہایت سلیس، سادہ ورشستہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ کوزہ میں دریا بند کر دیتے ہیں۔

ن کی تحریروں میں پاکستان اور پاکستانی عوام سے بے انتہا محبت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ زہر ہلاہل کو کسی قیمت پر بھی قند نہیں کہتے اور اپنا ضمیر صاف رکھتے ہیں۔ عموماً کالم نگار کسی چھوٹی بات کو دُم چھلے لگا کر پیچیدہ بنا یتے ہیں۔ فخر الدین کیفی صاحب بڑی بات کو مختصر الفاظ میں بیان کر کے آپ کی توجہ کو اس طرح مبذول کرلیتے ہیں کہ کالم کو ختم کیئے بغیر آپ کی تسکین نہیں ہوتی۔ میری تو یہی دعا ہے کہ

للہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔۔۔۔۔۔ آمین

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

Dr. S. M. Moin Qureshi
M.A. (Pol. Sc.) M.A. (Jour.),
LL.B, FBIM (London), Ph.D.

Hony. Professor
Deptt. of Mass Communication
UNIVERSITY OF KARACHI

Director
SINDH SOCIAL SECURITY (R)

Ex-Member Governing Body &
Chairman Literary Committee
ARTS COUNCIL OF PAKISTAN
KARACHI

Columnist
Daily "Nawa-i-Waqt", "Dawn" &
"Daily News"

Phone : (92-21) 5854366
5853666
Cell : 0300-9295077
Fax : (92 21) 5348702
Email : mrsfawspk@yahoo.com

SIDDIQ HOUSE,
39 / 1, Khayaban-e-Sahar,
Phase VI, D.H.A.,
Karachi-75500.

تجربات، مشاہدات و محسوسات کا نچوڑ

جناب فخر الدین کیفی پاکستان کے ایک سینئر کالم نویس ہیں۔ میں ان کے کالم روز نامہ ''نوائے وقت'' میں اکثر پڑھتا رہتا ہوں۔ (میں خود بھی ''نوائے وقت'' کے لیے گذشتہ بیس سال سے لکھ رہا ہوں۔) میں نے کیفی صاحب کے کالموں میں انکے تجربات، مشاہدات اور محسوسات کا نچوڑ دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی سے ان کی وابستگی بہت گہری ہے اور وہ اپنی تحریروں میں اکثر اس کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی دردمند اہل قلم اپنے ماضی سے کٹ کر حالاتِ حاضرہ کا کما حقہ تجزیہ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ حال، ماضی کا تسلسل ہے۔ تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ کیفی 'NOSTALGIC' (ماضی پرست) نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کالموں میں رجائیت کا تاثر ملتا ہے۔ وہ یاس کی بجائے آس کے قائل اور علمبردار نظر آتے ہیں جیسا کہ اقبال نے کہا تھا۔ ؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

فخر الدین کیفی کے پاس اپنے خیالات کے ابلاغ کے لیے موضوعات کی کمی ہے نہ الفاظ کی۔ ان کے موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے۔ وہ بیک وقت سیاست، معیشت اور معاشرت پر کامیابی کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ کبھی کبھار کسی مطبوعہ خبر کا حوالہ بھی دیتے ہیں تو ضمناً، ورنہ وہ عام طور پر رجحانات و میلانات پر لکھتے ہیں جو شاذ و نادر ہی بدلتے ہیں۔ ان کے کالم پڑھ کر بے ساختہ ذہن میں یہ مصرعہ ابھرتا ہے۔ ؎ وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔

اپنے کالموں کو بوجھل پن سے بچانے کی غرض سے کیفی بسا اوقات لطائف سے بھی کام لیتے ہیں۔ آج کی اصطلاح میں ان کے بعض لطائف بہت 'بولڈ' ہوتے ہیں۔ البتہ جب وہ کوئی شعر استعمال کرتے ہیں تو اس کی صحت کی فکر اپنے قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کے قلم میں ایسی کاٹ ہے کہ قاری اس کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب وہ اپنے کسی موقف کی حمایت میں استدلالی رنگ اختیار کرتے ہیں تو اعداد و شمار کے دریا بہا دیتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ 'ELEPHANT'S MEMORY' (ہاتھی کا حافظہ) رکھتے ہیں یا بہت اچھے ریکارڈ کیپر ہیں۔ قارئین کو اپنے نقطہ نظر سے موثر انداز میں آگاہ کرنے کے لیے اعداد و شمار بہت مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

رائے عامہ کی تشکیل میں اخباری کالموں کی اہمیت مسلمہ ہے۔ فخر الدین کیفی اس ضمن میں جو کردار ادا کر رہے ہیں وہ لائق ستائش ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ اپنے کالموں کا مجموعہ شائع کرنے والے ہیں۔ میں اس کی اشاعت پر پیشگی مبارکباد کے ساتھ انھیں یہ مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ انتخاب کا معیار سخت رکھیں۔

ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ معین

جناب انوار احمد علوی مدیر ادبی مزاح پلس

مطبوعہ کالم!

ایک روز دفتر آ کر انٹرنیٹ کھولا تو ایک ای میل پر نظر پڑی، جو کچھ یوں تھی:

''گزارش ہے کہ ہم اپنے کالم، جو کہ 'نوائے وقت' میں شائع ہو رہے ہیں، اِنہیں کتابی صورت میں شائع کروانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ چند الفاظ اِن کالموں کے بارے میں مرحمت فرمادیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ آپ کا وقت قیمتی ہے، آپ کو فقط چند کالم ارسال کر رہے ہیں، تاکہ آپ اِنہیں ایک نظر دیکھ لیں۔ اُمید ہے، آپ مایوس نہیں کریں گے۔ اگر اپنی ایک عدد تصویر بھی بھجوا دیں تو کتاب کی خوب صورتی میں اضافہ ہوگا۔'' ۔۔۔۔۔۔کیفی

سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی ہماری تصویر بھی کسی کتاب کے حسن میں اضافے کا باعث بنے گی۔۔ تفریح کا باعث تو ہو سکتی ہے!

چوں کہ ملک میں سیلاب کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال، کراچی کے ناسدھرنے والے حالات اور ریٹائرمنٹ کے باعث گھر میں ہمارے حصص کی گرتی ہوئی قدر، مزاح لکھنے میں مانع تھی، اس لیے ہم نے جواباً عرض کیا کہ ہم آپ کے کالموں پر ضرور لکھیں گے، لیکن اِس میں کچھ وقت لگے گا۔ آپ ہمیں کوئی 'ٹارگٹ ڈیٹ' بتا دیں کہ تبصرہ کب تک بھیجنا ہے۔ 'ٹارگٹ' کا لفظ پڑھ کر کیفی گھبرا گئے، کیوں کہ 'ٹارگٹ کلنگ' کے دور میں کسی کو اَز خود 'ٹارگٹ ڈیٹ' دینا خودکشی کے مترادف تھا، لہٰذا فوراً جواب آیا: ''گزارش ہے کہ ہم آپ کو 'ٹارگٹ ڈیٹ' دینے کی گستاخی نہیں کر سکتے۔ بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کے عنایت ناموں کا انتظار ہے، جیسے ہی ملیں گے، کتاب پریس میں چلی جائے گی'' ۔۔۔۔کیفی

ای میل پڑھ کر اندازہ ہوا کہ گھر سے باہر اَب بھی ہماری خاصی عزت ہے!

کالم نگاری خاصا مشکل کام ہے۔ روزانہ یا ہفتہ وار کالم لکھنا بچوں کا کھیل نہیں۔ پھر کالم لکھنے کے لیے موضوع یا خبر کا انتخاب بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا۔ پہلے گنتی کے چند اخبار ہوا کرتے تھے۔ جس کالم نگار میں

ذراسی جان ہوتی، اُس کی شناخت بن جاتی تھی۔ اب اتنے اخبارات اور اتنے کالم نگار ہوگئے ہیں کہ کسی کے لیے اپنی شناخت کروانا مشکل ہوگیا ہے۔ اب تو مجرموں کی بھی شناخت نہیں ہو پاتی، غریب کالم نگار کو کون پہچانے گا۔ اب اُن کی پہچان کے لیے اُن کا شناختی کارڈ ہی کافی سمجھا جانے لگا ہے۔

قاری کسی کالم کی طرف یونہی متوجہ نہیں ہوتا۔ ارسال کردہ کالم پڑھنے کے بعد ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ کیفی کی کالم نگاری میں متوجہ کرنے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے بامعنی جملوں سے کالم کو دلچسپ بنا کر قاری کی توجہ بآسانی اپنی طرف مبذول کروا لیتے ہیں۔ پھر اِن کے اِس عجلت میں لکھے گئے ادب میں بھی، فکر وفن کے ساتھ ساتھ، زبان وبیان کی خوبیاں موجود ہیں۔ وہ محض تفریحِ طبع کے لیے نہیں رکھتے، اصلاحِ معاشرہ کے لیے لکھتے ہیں۔ اِن کی پہلی کاوش، 'ایک غیر مطبوعہ کتاب' مختصر نویسی کی عمدہ مثال ہے۔ نثر میں 'سہلِ ممتنع' اِسی کو کہتے ہیں۔ اُن کی اِس کتاب میں ایک چھوٹا سا سبق، یا کہانی بیان کرکے اُس پر 'مشقِ ستم' کے عنوان سے مختلف سوالات داغے گئے ہیں۔ کتاب پڑھ کر ہمیں میٹرک کا اُردو کا پرچہ یاد آ گیا، جس میں ایک 'اَن دیکھا' پیراگراف دے کر اُس سے متعلق چند سوال پوچھے جاتے تھے، تاکہ طالب علموں کی اُردو زبان سے واقفیت کا اندازہ کیا جا سکے، کیوں کہ باقی سوالات کے جوابات تو وہ رَٹ کر آجاتے تھے، مگر یہاں اپنے لکھے پر پکڑے جاتے تھے! لیکن کیفی نے اِن سوالات کے پس منظر میں 'جن' کی نشاندہی کی ہے، وہ پھر بھی نہیں پکڑے جائیں گے، 'جن' جو ٹھہرے! کیفی نے عرق ریزی سے ترتیب دیے گئے، اپنے اِن سوالات کے ذریعے سے ہماری تاریخ اور معاشرے کی منظر کشی بالکل ایک مختلف انداز سے کی ہے۔ قاری ہنسنے کے ساتھ ساتھ، کچھ سوچنے پر بھی مجبور ہوجاتا ہے، اور ہمارے نزدیک ایک کامیاب مزاح نگار کا کام بھی یہی ہے ہمیں یقین ہے کہ جن پر طنز کیا گیا ہے، وہ بھی محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے۔ اِن اسباق سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ بات مختصر اور جامع ہو تو لطف دیتی ہے۔ فضول اشعار اور اقتباسات کی بھرمار تحریر کو بدمزہ ہی نہیں، بے معنی بھی کر دیتی ہے۔ جس میں لکھنے کی صلاحیت فطری ہو وہ، اِس سے گریز کرتا ہے۔ اور یہ فطری صلاحیت کیفی میں بدرجۂ اتم موجود ہے، جس کا خیال وہ پنے کالموں میں بھی رکھتے ہیں۔ کیفی کے کالموں سے چند اقتباسات پڑھنے سے پہلے، اُن کے اسلوب کو سمجھنے کے لیے یہ واقعہ سن لیں: ایک روز ہم مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک بزرگ کسی نوجوان سے کہنے لگے، ''بھئی، کل آپ مجھے دیکھنے کے باوجود کترا کر گزر گئے!'' نوجوان اپنے تئیں اُن سے بہت ہی ادب کے ساتھ مخاطب ہوا، ''حضرت آپ کی جاہ وقات ہے، اُس کا تقاضا یہی تھا، دراصل اُس وقت میرا حلیہ کچھ صحیح نہیں تھا۔'' بس کچھ ایسا ہی مؤدبانہ انداز فخرالدین کیفی کا بھی ہے۔ وہ بڑی شستگی اور شائستگی سے اپنے ارد گرد پائی جانے والی ناہمواریوں کی نشاندہی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

- بھارت کا المیہ یہ ہے کہ اُسے اچھے پڑوسیوں کی طرح رہنا نہیں آتا، ورنہ اپنے پڑوسی ملک سے سیکھنے کے کئی مواقع ضائع نہیں کرتا۔ آج اُسے سابق صدر کے جوتے اُتروانے کے سلسلے میں جس جگ ہنسائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہ اُس کی اپنی حماقت کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ ہماری طرح اُصولوں پر کاربند رہتے ہوئے اپنے ایٹمی سائنسدان کو صدر بنانے کی بجائے نظر بند کر دیتا تو کسی کو انگلی اُٹھانے کا موقع نہیں ملتا!
- مراعات تو صدور کا حق ہوتی ہیں، اسی لیے ایک رعایت تو یہ ملی کہ اُسے آئین توڑنے کے جرم پر عدالت میں نہیں گھسیٹا گیا۔ سوچنے کی بات ہے، اگر صدر کو بھی عوام کی طرح ٹریٹ کیا جائے تو صدر بننے کے لیے کون راضی ہوگا!
- لانگ مارچ اور دھرنے، جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، حکومتوں کو مفلوج کرنے کے لیے ہوتے ہیں، لیکن ہماری حکومت نے یہ کمال کیا کہ لانگ مارچ اور دھرنے سے کئی دن پہلے ہی خود کو مفلوج کرلیا، اور اِس کے لیے کنٹینروں کی فراہمی کی مد میں اربوں روپے کا نقصان بھی کرلیا!
- آج 16 دسمبر ہے، اس لیے ہمیں مرحوم 'مشرقی پاکستان' کی ایک فلم کا یہ ڈائیلاگ یاد آ گیا، ''اگر غریب کو مارنا ہو تو اُس کی عزت چھین لو۔۔۔ مر جائے گا، اور امیر کو مارنا ہو تو اُس کی دولت چھین لو۔۔۔ ختم ہو جائے گا!'' یہاں تو دونوں ہی داؤ پر لگی ہوئی ہیں، عزت بھی، دولت بھی!
- لوگوں کی یادداشت ٹھیک نہیں، پارٹی کی قربانیوں کو بھول جاتے ہیں، آئے دن وزراء کو یاد دلانا پڑتا ہے۔

- ایسے میں جب ہمارے دانشور اور ٹی وی کے میزبان قائد کے قد کاٹھ کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے، جسونت سنگھ نے یہ کہہ کر کہ ''قائداعظم پاکستان کے نہیں، بلکہ پورے ہندوستان کے عظیم رہنما تھے اور گاندھی بھی اُنہیں قائداعظم کہہ کر مخاطب کرتے تھے،'' ہمیں شکریہ جسونت سنگھ، کہنے کا موقع فراہم کر دیا، ورنہ ہمارے اپنے تو گاندھی کو فوقیت دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایسے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب ہمیں بیانات بھی امپورٹ کرنے پڑیں گے۔ اِس سے توازن بھی برقرار رہے گا۔ سرپلس دانشور ایکسپورٹ...اور... پاکستان اور قائداعظم کے حق میں دیے گئے بیانات امپورٹ
- جہاں اللہ کارساز ہے، تو وہیں بندہ جعل ساز ہے

قصّہ مختصر یہ کہ ہمارے ہاں اچھے لکھنے والے جعلی رونمائیوں اور پذیرائیوں کی آڑ میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس کو اِس مثال سے سمجھ لیں۔ بینکوں میں پہلے پرافٹ بونس تمام اسٹاف ممبران کو اُن کی تنخواہ کے حساب سے دیا جاتا تھا، اس طرح سب کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہو جایا کرتا تھا۔ اب جب سے بونس 'کارکردگی' کی بنیاد پر دیا جانے لگا ہے، بے چارے 'کام کرنے والے' اِس مراعت سے محروم ہو گئے ہیں! اِن کام کرنے والوں میں ایک ہمارے فخرالدین کیفی بھی ہیں

انور احمد علوی
مدیر ادبیٔ مزاح پلس کراچی

سید معراج جامی
مدیر منتظم ماہنامہ پرواز لندن و سہ ماہی ارتباط استنبول
شاعر و افسانہ نگار

فخرالدین کیفی صاحب کے کالم

فخرالدین کیفی صاحب ہمارے نئے دوستوں میں سے ہیں۔ ان سے پہلا تعارف بہت مختصر رہا اور تفصیلی تعارف ان کی مطبوعہ کتاب ''ایک غیر مطبوعہ کتاب'' سے ہوا۔ کیفی صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ نوجوانوں کو جدید علم پڑھاتے ہیں۔ ایک دنیا دیکھے ہوئے ہیں، مہذب، تعلیم یافتہ اور معزز خاندان سے تعلق ہے۔ اس لیے ان کے دل میں اللہ، اللہ کے رسول، اللہ کی کتاب، اللہ کے احکامات اور اللہ کے بندوں کے لیے بڑا احترام ہے۔ تعلیم یافتہ اور علم کے جویا ہیں۔ مطالعہ خوب اور مشاہدہ غضب کا ہے۔ پڑھے لکھے ہیں اس لیے پڑھتے بھی خوب ہیں اور لکھتے بھی اچھا ہیں۔

کیفی صاحب پیشہ ور کالم نگار نہیں ہیں۔ وہ ایک حساس دل انسان ہیں جو ہر اچھے عمل پر خوش اور بُرے عمل پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ وہ دین دار بھی ہیں اور محب وطن بھی۔ اس لیے وہ حکمرانوں کی عیاشی، اداروں کی نااہلی، سیاست دانوں کی کم ظرفی، علمائے سو کی مکاری، محافظوں کی لاپرواہی، صحافیوں کی چشم پوشی اور عوام کی ازلی بے وقوفی پر کڑھتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ ہم بھی ارباب اقتدار کے ہر فعل بد پر زبانی احتجاج کرتے ہیں، اپنا خون کھولاتے ہیں، اللہ سے ایسے وطن فروشوں کے جہنم واصل ہونے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ غور کرنے پر پتا چلا کہ ہم ایسا اس لیے کرتے ہیں ہم بے اختیار ہیں، اسی لیے ہم نیک ہیں۔ مگر خیر ایسا بھی نہیں ہے میں نے تو یہ جملہ از راہ تفنن کہا ہے کیوں کہ ہم جب آپس میں

حکمرانوں، سیاست دانوں، علما اور اداروں کو بُرا بھلا کہتے ہیں تو آخر میں ہماری گفتگو اس جملے پر ختم ہو جاتی ہے کہ بھائی ہم اس لیے نیک ہیں کہ ہم کو بدی کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ کل حکومت ہمیں اپنے میں شامل کر لے تو پھر پوچھیں گے کہ اب بتاؤ کیا حال ہے۔

فخرالدین کیفی صاحب کی اسی حساسیت نے انھیں جب بہت زیادہ دل شکستہ کیا تو انھوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کالم کا سہارا لیا۔ اخبار نے ان کے کالموں کو پسند کیا اور وہ ہفتے میں کبھی دو بار کبھی تین بار اخبار میں ان کے کالم شائع ہونے لگے۔ کیفی صاحب کے کالم مکمل طور پر سیاسی نہیں ہوتے ہیں، بلکہ وہ معاشرے، ملک اور دنیا کے ان موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں اور کالم لکھتے ہیں جو خلاف عقل ہو، باعث حیرت ہو، قابل مذمت ہو یا باعث شرم۔ کیوں کہ انسان کی سرشت میں جو تجسس، تحیر، تکذیب، تکفیر اور تکبر ہے اس کا تقاضا انہی خبروں کا متلاشی اور متلذذ ہوتا ہے۔ دراصل ہمیں انسانی گوشت کی چاٹ تمام غذائی کھانوں سے کہیں زیادہ مرغوب ہے۔ اس لیے ہم ایسی خبریں ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ کیفی صاحب ایسی ہی ایجاد کردہ خبروں کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اور خبر کے اندر کے حال بتانے کے ساتھ ساتھ خبر بنانے والے کے اندر کا بھی پورا حال بیان کر دیتے ہیں۔

کالم دراصل روزمرہ کے ان واقعات، حادثات، سانحات، مشاہدات اور خیالات کا ایک مختصر مگر جامع منظرنامہ ہوتا ہے جس سے پڑھنے والوں کو نہ صرف خبر کا پس منظر معلوم ہو جائے بلکہ وہ اس پس منظر سے حقائق بھی تلاش کر لیں۔ کالم نگاری کی تاریخ کتنی پرانی ہے، میرے خیال کے مطابق کم از کم اخبار کے وجود میں آنے کے چند برس بعد یا کافی مدت بعد کالم وجود میں آیا ہوگا۔ پہلے اخبار بھی کم نکلتے تھے کہ ہر کوئی اس دریا کا شناور نہیں بن سکتا تھا۔ اسی طرح ایڈیٹر، صحافی اور خبر ساز بھی وہی لوگ ہوتے تھے جو تربیت یافتہ ہوتے تھے، فی زمانہ تو ہر شخص ہر فن مولا ہے۔ آج کا اخبار صرف دو چیزوں سے بھرا ہوا ہے، ایک اشتہارات دوسرے کالم۔ لکھنے والے بھی بھانت بھانت کے لوگ ہیں۔ ماضی میں لوگ صبح ہوتے ہی اخبار کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے کہ فلاں کا کالم پڑھیں گے کہ دیکھیں آج وہ کیا لکھتے ہیں۔ ماضی کے کالم نگاروں نے صحافت کے ساتھ ساتھ معاشرے، حکومت، عوام اور ادب کی جس طرح خدمت کی ہے، جس طرح انھیں راہ راست پر لانے کی کامیاب کوششیں کی ہیں، آج کے کالم نگار ان اوصاف پر پورا اترتے نظر نہیں آ رہے ہیں ماسوائے چند کالم نگاروں کے۔ مگر جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ کیفی صاحب پیشہ ور کالم نگار نہیں ہیں، وہ ایک مہذب اور باوقار تعلیم کے پیشے سے منسلک ہیں۔ کالم نگاری بھی ان کا شوق نہیں ہوتی اگر وہ ایک دل دردمند کے مالک نہ ہوتے۔ شریف انسان میں یہی تو خرابی ہوتی ہے کہ جب وہ پریشان ہوتا ہے، جب اسے زد پہنچتی ہے، جب وہ اپنے ملک کا بُرا حال ہوتے دیکھتا ہے، جب اسے انصاف، سچائی، محبت، خلوص اور بھائی چارے میں ملاوٹ نظر آتی ہے تو سڑکوں پر احتجاج کرنے، املاک کو آگ لگانے، توڑ پھوڑ کرنے، نعرے لگانے اور امن و قانون کو ہاتھوں میں لینے کے بجائے قلم کے ذریعے احتجاج کرتا ہے اور تاریخ میں اپنا نام لکھوا دیتا ہے کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ جب ظلم ہو رہا تھا تو تم کہاں تھے۔

حدیث شریف ہے کہ جب کسی کو ظلم کرتا دیکھو تو اسے ہاتھ سے روکو، ہاتھ سے نہ روک سکو تو منہ سے روکو اور منہ سے بھی نہ روک سکو تو دل میں اس کا اظہار کرو۔ کیفی صاحب ہاتھ سے تو ظلم کو روک نہیں سکتے کہ ہم سب اس فعل میں مجبور اور لاچار ہیں مگر وہ دوسرے معنوں میں ہاتھ ہی سے اس ظلم کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ میں قلم پکڑ کر اس بُرائی کا اظہار کرتے ہیں۔ کیفی صاحب کے تمام کالم سیاسی نہیں ہوتے ہیں، بلکہ وہ سماجی، معاشرتی، مذہبی، اخلاقی اور تعلیمی موضوع کی ہر خبر اور واقع پر ہوتے ہیں۔

کیفی صاحب کے کالموں کی ایک خاصیت یہ ہے کہ ان کے کالم میں نہ ترشی ہوتی ہے، نہ تلخی، نہ وہ ناصح بنتے ہیں اور نہ معلم بلکہ ان کے کالم کا انداز نیم طنزیہ نیم مزاحیہ بھی ہوتا ہے اور بیانیہ بھی۔ یہ انداز، کالم کو پڑھنے میں لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتا ہے۔ اسی لیے ملک کے ایک موقر اخبار نے ان کے کالم کو پسندیدگی کی سند دیتے ہوئے ان کے کالموں کو اپنے اخبار میں شائع کرتا ہے۔

اگر تنگیِ دامانِ کتاب آڑے نہ آتی تو میں کیفی صاحب کے چند کالموں سے اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر اقتباسات پیش کرتا مگر اس وقت ایسا ممکن نہیں ہے، ہاں کسی اور موقع پر ان کے کالموں کے حوالے سے گفتگو ہوگی تو ان کے کالموں کے اقتباسات بھی پیش کروں گا تا کہ قاری کو علم ہو کہ کالم کیسا ہونا چاہیے اور کالم نگار کیسے۔ میں کیفی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان کے کھاتے میں مزید ایک کتاب کا اضافہ

ہو گیا ہے اور میرے خیال کے مطابق آبادی میں اضافے سے کہیں اچھا ہے کہ کتابوں میں اضافہ ہو۔ رہی بات اچھی اور بُری کتاب کی تو انسان جس دن اچھا ہو جائے گا ہر چیز اچھی ہو جائے گی۔ ابھی تو انہی معدودے چند اچھے انسانوں اور اچھی کتابوں سے حظ اٹھایئے جو دستیاب ہیں کہ یہ بھی اس دور میں بہت غنیمت ہے۔

معراج جامی

معین کمالی۔ سینئر صحافی، ادیب و کالم نگار

فخر الدین کیفی کی کتاب 'ایک غیر مطبوعہ کتاب' اور زیرِ طبع 'تلخ نوائی' کے درمیان تقریباً ایک سال کا وقفہ ہے۔ اسے وقفہ کہنا زیادتی ہی ہے کیونکہ وقفے میں سب کچھ ہوتا ہے لیکن تخلیق نہیں ہوتی۔ اب تخلیق کی تشریح کرنے کی بجائے ہم یہ بتا دیں کہ اس دوران ان کے کالم ہر ہفتے باقاعدہ روزنامہ ''نوائے وقت کراچی'' میں شائع ہوتے رہے ہیں اس لیئے ہمارا ان سے رابطہ نہیں ٹوٹا بلکہ دو ایک بار بالمشافہ ملاقات بھی رہی۔ یہاں ہم مختصراً غیر مطبوعہ کتاب کے بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ اس پر کچھ نہ کچھ لکھنے کے ہم مقروض ہیں۔ ۔غیر مطبوعہ کتاب کو ہم نے پہلے تو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا لیکن جب ایک نظر سرسری سی ڈالی تو پائے نگاہ میں زنجیر سی پڑ گئی اور پوری کتاب ہی پڑھتے بنی۔ کتاب کے منفرد اسٹائل اور نفس مضمون کے پیش نظر ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ فقط حادثاتی تخلیق ہے اور بس۔ لیکن جب ان کے کالم نظر سے گذرے تو ہمیں اپنا خیال بدلنا پڑا کہ ان میں صلاحیت کی کمی نہیں۔

کیفی کے کالموں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ فقط کالم خانہ پری کے لیئے نہیں لکھتے۔ بلکہ ان کے ہر کالم میں کوئی نئی بات، کوئی نیا پیغام تو ہوتا ہی ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ کوئی پرانی کہانی، کوئی لطیفہ یا کوئی شعر اس طرح کالم کی زینت بنتا ہے کہ قاری کو یاد ماضی کی ساری جھلکیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ کبھی کوئی کہاوت تو کبھی کسی پرانی فلم کا کوئی سین۔ کبھی تاریخ کا کوئی بھولا بسرا کردار اس طرح سامنے آتا ہے کہ معلوم ہوتا کہ یہ بد کردار تو ابھی بھی زندہ ہے۔ بس۔ ع

ے نئے لباس میں نکلا ہے رہزنی کا جلوس

ان زندہ کرداروں کے سامنے میر صادق و میر جعفر طفل مکتب محسوس ہوتے ہیں۔ ان کے کالموں میں مخالفت برائے مخالفت نہیں ہوتی بلکہ ٹھوس دلیل ہوتی ہے کیفی کے کالموں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں۔ کسی بھی سیاسی پارٹی کے ہمنوا ہوں۔ آپ نفس مضمون سے متفق ہوں یا نہ ہوں آپ کالم کے انداز بیاں اور ٹریٹمنٹ سے ضرور متاثر ہو نگے۔ ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ کبھی کالموں کو ادب کی کسی صنف کا حصہ بننا نصیب ہوا تو کیفی کے کالموں کا اس میں بڑا حصہ ہوگا۔ اگر کسی کو ان کے کالموں

میں ادب کی چاشنی محسوس نہ ہوتو ہمارے خیال میں انہیں ان کالموں کو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ ہمیں یہ لکھنے میں کوئی عار نہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے کالموں کی شروعات اکثر وبیشتر کسی حکایت یا کسی بڑے فلسفی کے قول یا تاریخ کے کسی اہم واقعہ سے ہوتی ہے یا کسی انگریزی کے لفظ کی تشریح سے۔ کبھی وہ پرے سی ڈنٹ(president) اور پری سی ڈینٹ (precedent) کا موازنہ کرتے ہوئے وی وی آئی پی موومنٹ اور پھر پروٹوکول کے سائے میں بڑے کی آمد کا ذکر کرتے کرتے کسی چھوٹے کی رکشہ میں ولادت تک پہنچ جاتے ہیں تو کبھی شداد کی جنت کا تذکرہ کرتے ہوئے چک شہزاد کے محل کی یاسیت پر کف افسوس ملتے نظر آتے ہیں کہ بنوانے والے کو رہنا نصیب نہ ہوا۔ جعلی ڈاکٹریٹ کا معاملہ ہو یا ۵۶ کروڑ کی چوتھائی کا، حقائق مونہہ بولتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہاں ۵۶ کروڑ کی چوتھائی کی بھی چوتھائی حقیقت کا روپ دھارے کھڑی ہے۔ سٹھیائے ہوئے بچے کا ذکر ہو یا پٹواری گورنر کی حقیقت، جسونت سنگھ کا شکریہ ملحوظ خاطر ہو یا اس سے معذرت۔ ہر معاملے میں قاری کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ ان کالموں میں ۲۰۰۷ء سے ۲۰۱۰ء تک کا ہر اہم معاملہ زیر بحث آیا ہے۔ عدلیہ، محسن پاکستان، وزرا کی دروغ گوئی۔ مسنگ پرسنز، ڈرون حملے اور نتیجتاً بے گناہ اموات۔ غرض کونسا شو ہے جو نہیں اٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے نادرہ کو بھی نہیں چھوڑا۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ فلمسٹار نادرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیئے اب ہم سمجھتے ہیں کہ قارئین پر اپنی رائے مسلط کرنے کی بجائے انہیں خود اپنی رائے بنانے کا حق دینے کہ لیئے درمیان سے نکل جانا چاہیئے۔ نہ کہ کسی پیشہ ور گائڈ کی طرح سیاحوں کو اپنی مرضی کے مطابق سیر کروائی جائے۔

آخر میں ہم یہ دہرانا پسند کریں گے کہ ''اللہ کرے زور قلم اور زیادہ''

جناب عثمان اجمیری۔

بیورو چیف روزنامہ نوائے وقت حیدرآباد

کیفی، کالم کے آئینے میں

فخرالدین کیفی کے بارے میں مختصراً ہم ان کی پہلی مطبوعہ کتاب ''ایک غیرطبوعہ کتاب'' میں عرض کر چکے ہیں اس لیئے ان کی بجائے ہم ان کے کالموں کے بارے میں عرض کرنا چاہیں گے۔ جب ہمیں معلوم ہوا کہ کیفی صاحب کچھ کالمز حالات حاضرہ پر لکھ تو رہے ہیں لیکن کسی بھی اخبار میں انہیں پذیرائی نہیں مل رہی تو ہم نے یہ ہی سوچا کہ اس قابل ہی نہ ہونگے۔ اتفاق سے انہوں نے ایک دن ہمیں اپنے چند کالم دکھائے لیکن ہم نے کوئی خاص دھیان نہ دیا۔ ہم لوگ روزانہ رات کو بلاناغہ ملتے ہیں اس لیئے اب یہ ہونے لگا کہ وہ جب بھی کچھ لکھتے ہمیں ضرور دکھاتے۔ ایک روز انہوں نے ایک کالم دکھایا جو بی بی کی شہادت کے بعد بریگیڈیر چیمہ کی پریس کانفرنس سے متعلق تھا۔ جسکے عنوان(BB.BC & BM) نے ہماری توجہ حاصل کرلی تو ہم نے پورا مضمون پڑھ ڈالا۔ کافی مزیدار تھا۔ اس کے بعد انہوں نے جب دوسرا کالم ''شرلاک ہومز اور اسکاٹ لینڈ یارڈ'' دکھایا تو ہمیں اپنی رائے بدلنی پڑی کیونکہ ان کے یہ دونوں کالم کسی بھی کالم نگار کے کالموں سے کم نہ تھے۔ چار پانچ اور کالم دیکھنے کے بعد ہم نے انہیں مشورہ دیا کہ یہ کالم مدیر اعلیٰ نوائے وقت جناب مجید نظامی صاحب کو ارسال کردیں۔ انہوں نے ہماری تجویز پر عمل کیا اور وہاں سے بڑا مثبت جواب آیا۔ پھر اس دن سے ان کے کالم نوائے وقت کراچی سے شائع ہونا شروع ہو گئے۔

کیفی کے کالموں میں جو بات ہمیں پسند ہے وہ انکا اسٹائل ہے۔ وہ بڑی سادگی سے اپنا مدعا بیان کرنے کے لیئے کسی محاورے۔ کسی شعر یا کسی لطیفے کا سہارا لے کر تلخ سے تلخ بات کو بھی بڑے ہی مزیدار انداز میں لکھ دیتے ہیں۔ جب کالم شروع کرتے ہیں تو پتہ ہی نہیں لگنے دیتے کہ کالم کس کے بارے میں ہے۔ کبھی شروع میں کسی فلمی گانے کی بات کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب اور کیسے کالم کا رخ بدل کر حالات حاضرہ کے کسی واقع سے جاملتا ہے۔ دوسری چیز جو ہمیں اچھی لگی وہ انکی حقیقت پسندی ہے۔ بڑی

سچائی سے لگی لپٹی رکھے بغیر اپنا موقف بیان کر دیتے ہیں۔ ایک روز ہم نے ان سے انکی سادہ نگاری کی وجہ پوچھی تو جواب تھا کہ سارے کالم نگار دانشور بھی ہیں اس لیئے عقل و دانش کا برملا اظہار کرتے ہیں جبکہ ہم عوامی سوچ والے ہیں اس لیئے ہم نے عوامی انداز اپنایا ہے پھر قہقہہ لگا کر بولے ''یار اجمیری صاحب! آج کل لوگ یہ دیکھتے ہیں کون کہہ رہا ہے یہ نہیں دیکھتے کیا کہہ رہا ہے۔ ہم عوام میں سے ہیں اس لیئے عقل و دانش سے پرہیز کرتے ہیں۔ بس اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔ ع

جیب خالی ہو تو دانائی کی باتیں نہ کرو

ایسی باتوں کا بڑے لوگ برا مانتے ہیں

قاری ان کے خیالات سے متفق نہ بھی ہو تو کالم کے انداز تحریر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمیں یقین ہے اس مجموعے میں شاید ہی ایسا کوئی کالم ہوگا جو قاری کی دلچسپی کا باعث نہ بن سکے۔ اس لیئے اب ہم کتاب اور قاری کے درمیان سے ہٹنے کے لیئے اجازت لینا ضروری سمجھتے ہیں

وسلام

عثمان اجمیری

بیورو چیف نوائے وقت

مرزا فرحت عباس

چیرمین بزم شباب

تلخ نوائی اور تلخ نوا

فخرالدین کیفی کے بارے میں کیا لکھوں۔ ایک اچھا شاعر یا نثر نگار! طنز و مزاح نگار لکھوں یا کالم نگار! یہ خوبیاں ایک طرف۔ اس سے بڑھ کر ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک اچھے انسان ہیں۔ شیریں گفتار خلیق و ملنسار۔ سمجھ نہیں آتی کہ ان سے 'تلخ نوائی' کیسے سرزد ہو گئی۔ ان کی پہلی مطبوعہ کتاب 'ایک غیر مطبوعہ کتاب' اگر واقعتاً غیر مطبوعہ رہ جاتی تو اردو ادب کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوتی۔ مذکورہ کتاب ہلکے ولطیف مزاح کی چاشنی اور طنز کے نشتر کی چبھن لیئے معاشرے کی اصلاح کے لیئے ایک بہترین کاوش ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کتاب کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے لیکن بقول کیفی ''میرے لیئے اس کتاب کے شائع ہونے سے زیادہ خوشی کا باعث ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا یہ جملہ "its a thought proving book" ہے جو انہوں نے کتاب کے بارے میں SMS پر ارسال کیا تھا۔ کیفی کی زیر نظر کتاب 'تلخ نوائی' ان کالموں کا مجموعہ ہے جو روزنامہ نوائے وقت میں ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں۔ مجھے چونکہ سیاسی کالموں سے کوئی رغبت نہیں اس لیئے پڑھنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔ مجھے کیا خبر تھی کبھی ایسا نادر شاہی حکم بھی آئے گا کہ مرزا صاحب ہمارے کالموں پر آپ کو بھی اپنی رائے دینی ہو گی اور جلد ہی، کیونکہ کتاب پریس میں جا رہی ہے۔ اب یہ کیسے کہتے کہ ہم نے تو پڑھے ہی نہیں کیا خاک رائے دیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا بھئی اپنا مسودہ دکھلا دو، دو ایک روز میں حکم بجا لائیں گے۔ خیر کالم پڑھے اور افسوس کیا کہ اب تک کیوں نہیں پڑھے؟ ان کالموں نے ہمارا نظریہ ہی بدل دیا۔ سیاسی ہوتے ہوئے بھی کسی طور ادب سے عاری نہیں۔ ان کی تحریریں، حضرت علیؓ کے اس قول پر عمل پیرا ہیں کہ ''لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں مگر بولنے سے پہلے، بولنے کے بعد انسان اپنے لفظوں کا غلام بن جاتا ہے''۔ کیفی جو کچھ لکھتے ہیں اس سے یہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول ان کے ذہن نشیں رہتا ہے۔ کیفی کے کالموں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پہلے تولتے ہیں پھر لکھتے ہیں۔ ان

کی تحریروں میں تحقیق، جانچ پڑتال نمایاں ہوتی ہیں۔ کوئی بھی بات بغیر دلیل کے لکھنے سے اجتناب تو کرتے ہی ہیں لیکن ان کی تحریروں میں جرات اور دلیری بھی نمایاں ہوتی ہے۔ یہاں میں علامہ اقبال کا ایک مصرعہ 'جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی' کا ذکر ضرور کروں گا کیونکہ اس دور پر یہ مصرعہ بالکل صادق آتا ہے۔ اب دین تو دور دور تک نظر نہیں آتا ہاں چنگیزیت اور بربریت جا بجا نظر آتی ہے۔ اب سیلاب کو ہی لے لیجیے۔ ہزاروں غرق آب ہوئے، معصوم بچے بہہ گئے لیکن جاگیرداروں کی جاگیریں بچ گئیں۔ اپنی زمین بچانے کے لیئے غریبوں کو مروا دیا۔ ارے زمین بچانی تھی تو دو گز کافی تھی۔ بقایا کا کیا کرو گے۔ ان ہی لوگوں کے لیئے حضرت علی نے فرمایا تھا۔ ''دنیا میں تم اس قدر مشغول ہو گئے کہ یہ بھی خبر نہیں کہ تمہارے کفن کا کپڑا بازار میں آچکا ہے'' میری بات آپ کو تلخ تو ضرور لگے گی کیونکہ میرے پاس کیفی جیسا انداز تو ہے نہیں کہ کچھ بھی نہ کہا اور کہہ بھی گئے۔ ان کی تحریروں کا یہ ہی تو کمال ہے کہ مختصر جملوں میں بڑی سے بڑی بات لکھ دیتے ہیں اور کسی کو تلخ بھی نہیں لگتی۔ اب یہ اور بات کہ انہوں نے خود ہی تلخ نوائی کا الزام اپنے سر لے لیا ہے ورنہ تلخ نوائی کے بجائے 'شیریں لب' کیا برا ہوتا۔ کیفی کے سیاسی کالم بھی انکی دوسری تحریروں کی طرح طنز و مزاح سے بھرپور ہوتے ہیں۔ آیئے ان کے چند کالموں پر نظر ڈالتے ہیں:

☆ جب رات کے پچھلے پہر چیف صاحب کی بحالی کا عندیہ ملا تو ہمیں حکومت کا وہی حال دکھائی دیا جو اس گاہک کا تھا جس نے کھایا پیا تو کچھ نہیں لیکن گلاس توڑنے کا مرتکب ضرور ہوا تھا اور خوبی دیکھیئے کہ ابھی اس گلاس کی کرچیاں سمیٹی بھی نہیں گئی تھیں کہ دوسرے گلاس کی قیمت بھی ادا کرنی پڑ گئی جب پنجاب حکومت بحال ہو گئی۔

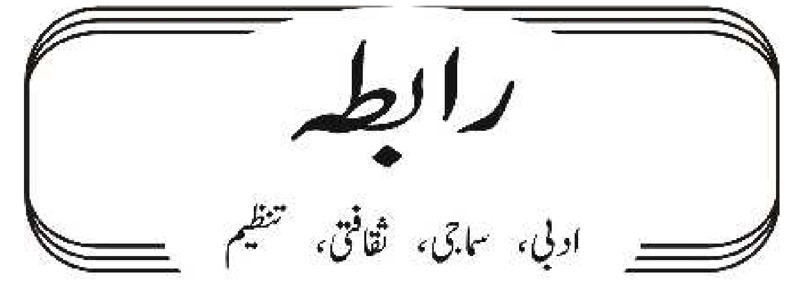
☆ ایک ڈکٹیٹر نے لوٹ کھسوٹ کے بعد اپنے لیئے ایک محل بنوایا اور حکومتی خرچ پر (دروغ بر گردنِ راوی) اسلام آباد سے اس چک شہزاد تک ایک بیش قیمت سڑک بھی بنوائی لیکن قدرت خدا کی اس میں رہنا نصیب نہ ہوا اور اسے دیار غیر میں رہتے ہوئے اپنی غیر موجودگی میں آرمی ہاؤس سے اپنا سامان منتقل کروانا پڑا۔ انشااللہ یہ ابتدا ہے۔ ہمیں یقین ہے کسی نہ کسی کا خون تو رنگ لائے گا۔ کسی نہ کسی کی آہ تو لگے گی۔ رنگ لانے کے لیئے صرف لال مسجد میں ہی کافی خون ہے۔ بددعا کے لیئے ڈاکٹر عافیہ یا بیگم جنجوعہ ہی کافی ہیں۔

کیفی کے کالموں کے بارے میں مختصر ترین تبصرے کے طور پر ڈاکٹر انیس الرحمٰن ایڈوکیٹ کا یہ شعر پیش خدمت ہے ع

ے اک کرب کے سفر سے سدا لوٹ کر انیسؔ
کاغذ کو سونپتے ہیں خزانے خیال کے

ہمارے خلیفہء دوئم حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ عمر کی خلافت میں فرات کے کنارے اگر کوئی کتا بھوکا مر جائے تو اللہ کے سامنے عمر جوابدہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں حضور ایک نظر اپنے حکمرانوں کی طرف بھی۔ ان کے دور میں خود کش حملے/نمازیوں پر حملے اور اب سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں لاکھوں جانوں کا ضیاع۔ کیا یہ اللہ کے سامنے جوابدہ نہ ہونگے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے کیفی کا ہی ایک شعر پیش ہے۔ ع

ے مجھ کو ہی نہیں، دل کو میرے، روح کو میری
بے چین جو کرتے ہیں وہ حالات بھلا دوں



امین جالندھری

افسانہ نگار، کالم نگار، مبصر

جھوٹ کا طوفان اور در بدر محبت

ایک انسان نے دوسرے سے پوچھا ’بھائی آپ نے زندگی میں پہلا جھوٹ کب بولا‘۔ دوسرے نے جواب دیا ’جس دن میں نے یہ اعلان کیا کہ میں ہمیشہ سچ بولتا ہوں‘۔ میں اس معاشرے میں بدقسمتی سے سانس لے رہا ہوں جہاں اب تکلفاً بھی سچ نہیں بولا جاتا۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہر روز دعائیں مانگتے ہیں، وہ منظور اور پوری نہیں ہوتیں۔ کیوں؟ اس لیئے کہ ہم اپنے سارے کام نمائشی کرتے ہیں۔ نام ونمو کی خاطر۔ شہرت کے لیئے۔۔بس اپنی ’ناک‘ کو اونچا رکھنے کے لیئے۔۔دوسری طرف ہمارا معاشرہ بری طرح سے کرپشن سے لت پت ہے۔ اصلاح صورت احوال کے لیئے ہر جانب سے جھوٹ کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ بے پر کی اڑائی جا رہی ہے۔ افواہوں کی ’فیکٹری‘ میں نت نئی سوغاتیں سامنے آ رہی ہیں۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اب ’ڈاکو‘ بھی انقلاب کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ دولت کی چوہا دوڑ نے ’انسانیت‘ کو بری طرح سے کچل کر رکھ دیا ہے۔ محبت در بدر پھر رہی ہے۔۔کیوں؟ اس کا جواب ’جھوٹے‘ اس طرح سے دیتے ہیں کہ مکاری، ہنر ٹھہرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

☆ وطن عزیز کے چپے چپے پر ہر جانب سکون، امن اور سلامتی اپنے جملہ لوازمات کے ساتھ موجود ہے۔

☆ وطن عزیز کے ہر فرد کو تمام تر آزادی حاصل ہے۔☆ وطن عزیز کے تمام ادارے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں اور سب کرپشن سے پاک ہیں۔☆ تمام تعلیمی اداروں میں طلبا کو حقیقی تعلیم دی جا رہی ہے۔ کاپی کلچر کا رواج قطعی نہیں

☆ ملک کے ابلاغ عامہ کے نمائندے، میڈیا کے لوگ ہر مظلوم پر ہونے والے ظلم پر نوحہ کناں ہیں۔☆ ہر فرد کو صحت عامہ کے حوالے سے تمام سہولیات کما حقہ، حاصل ہیں

☆ نوجوانوں کو ہر روز نت نئی آسامیوں کے ذریعے سے ملازمت فراہم کی جا رہی ہے۔☆ اہل سیاست ہر لمحہ عوام کی خدمت میں جتے ہوئے ہیں

☆ خوف خدا اور قانون کی حکمرانی کی بدولت ملک میں ظلم وزیادتی، لوٹ مار، بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ دور دور تک نظر نہیں آتی۔ غرض کہ یہاں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو کہ ایک مثالی معاشرے کے لیئے ضروری ہیں۔۔جی ہاں! یہ سب کہیں پڑھا تو ہے بس دیکھنے کی ہوس باقی ہے۔ جھوٹے، دغاباز، فریبی، رشوت خور، وطن فروش نہ جانے کیسے عیش وعشرت کر رہے ہیں اور تہذیب وتمدن کے ’جثے‘ پر بدنما داغ لگا رہے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں قطعی کوئی عار نہیں کہ موجودہ عصر میں سچ اور سچے کی قدر نہیں۔ تب ہی تو معاشرہ جوالہ مکھی بنا ہوا ہے۔۔۔یقین نہ آئے تو دیکھیے۔۔ایک فرد فرید، مخلص وغم گسار، پیکرِ علم۔ فخرالدین کیفی نے کس خوبی سے ہمارے معاشرتی احوال پر ’گرہ‘ لگائی ہے حاملان ادب، واقفان تہذیب وتمدن اش اش کر اٹھے۔۔فخرالدین کیفی کون ہیں؟ اس کا احوال آگے آئے گا، فی الحال ان کے ’’کالموں‘‘ سے چند پند سود مند۔۔مفت۔۔یارانِ نکتہ داں کے لیے پیش، خدمت ہیں

(تجربہ):۔ پانی کو شیشے کے گلاس سے پینے میں جو لطف ہے وہ اسٹیل کے گلاس سے پینے سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ چاندی کے کٹورے میں پینے سے لطف بڑھ جاتا ہے۔ آب خورے سے پیا جائے تو لطف دوبالا ہو جاتا ہے اور اس ہی پانی کو آپ چائے کے کپ میں پئیں گے تو بدمزہ محسوس کریں گے۔۔چھوٹے مونہہ کے کپ میں چائے وہ مزہ نہیں دیتی جو کھلے مونہہ کے کپ سے پینے میں ملتا ہے۔ چائے پیالے میں پی جائے تو کیا کہنے۔۔اس ہی لیئے کیفے ’’پیالہ‘‘ مشہور ہو رہے ہیں۔**(تہذیب وتمدن)**:۔ کچھ لوگ چائے ’ساسر‘ میں انڈیل کر پیتے ہیں لیکن اس طرح پینے میں آداب مجلس کا سوال کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب آداب

کیا ہیں اس کا تعین کون کرے گا؟ جو اعلیٰ (Upper) کلاس میں رائج ہے وہی آداب مجلس ہے۔ جو چیز بڑے گھرانوں میں رائج وہ تہذیب کا حصہ ہے اور غریب کے ہاں جہالت کا درجہ پاتی ہے۔**(استدلال)**:۔۔۔رہ گئے طالبان تو ان کو انٹرنیٹ سے کھیلنے کی فرصت کہاں؟

اس ہی لیے تو ہلیری کلنٹن کو تشویش ہے کہ پاکستانی ایٹم بم طالبان کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ یہ تو وہی بتا سکتی ہیں کہ وہ اسے استعمال کیسے کریں گے۔ کیا کسی راکٹ لانچر کو کاندھے پر رکھ کر ایٹم بم داغا جا سکتا ہے۔ یا امریکہ نے خفیہ طور پر F-16 طالبان کو دے رکھے ہیں۔**(ترجمان)**:۔فوزیہ وہاب نے ایک ہی سانس میں ایسے ایسے انکشافات کئے ہیں کہ ان کا شکریہ ادا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔انہوں نے ایک اینکر پرسن کو رحمٰن ملک کے حوالے سے بتایا کہ ۱۵ مارچ کے لانگ مارچ کے لیئے نواز شریف، امریکہ کی اس یقین دہانی پر باہر نکلے تھے کہ تمام رکاوٹیں ہٹا دی گئی ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ امریکی سفیر کا صبح ہی صبح رحمٰن ملک کو فون آیا کہ نواز شریف کو گرفتار مت کرنا۔ملک صاحب نے ایسا ہی کیا۔امریکن سفیر نے کوئی ڈکٹیشن نہیں دیا اور ملک صاحب نے فقط احترام میں این پیٹرسن کی بات مانی۔**(تازہ ہوا کے جھونکے)**:۔فخرالدین کیفی کے کالم اپنے اندر، ندرتِ خیال۔ رعنائِ فکر، گہرائی و گیرائی لیئے ہوتے ہیں۔ کیفی اپنے کالموں میں اکثر خوبصورت تخلیقی امر کے حامل جملے استعمال کرتے ہیں، جن کی بدولت، کالموں میں اثر پذیری کا عنصر بڑھ جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے چند جملے:۔

☆۔گراؤنڈ ریلیٹی (Ground reality) کا استعمال ہم نے ''دورِ مشرفی'' (دورِ پرویزی) میں سیکھا۔فنڈامینٹلزم (fundamentalism) کو ایک برائی کے طور پر بھی اس ہی دور میں پیش کیا گیا۔☆۔سبزی خور کو تو کہتے ہیں ویجی ٹیرین(vegetarian) لیکن آدم خور کو ہیومن ٹیرین(humanitarian) نہیں کہتے۔☆۔آج جتنا امریکی نمائندے ہمارے ملک میں رہتے ہیں اتنا تو ہمارے لیڈر بھی یہاں نہیں رہتے۔

☆۔ ہمارے پشاور اور اس کے گرد و نواح کے برادران اسلام نے تو اب وہ چشم بینا حاصل کر لی ہے کہ انہیں رمضان اور عید کا چاند ایک دن پہلے ہی نظر آجاتا ہے۔

☆۔ چاند نہ ہونے کی صورت میں تو دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ چاند ہو گیا، آپ کو نظر نہیں آیا تو ہم کیا کریں۔

☆۔مسلمانوں میں اچھا ہو تو امیر، برا ہو تو فقیر اور مر گیا تو پیر۔ جبکہ ہندوؤں میں اچھا ہو تو سپوت، برا ہو تو کپوت اور مر گیا تو بھوت۔☆۔شہنشاہ عالمگیر تو دیندار تھا اس نے حج ضرور کیا ہو گا، لیکن کہیں پڑھا نہیں۔

☆۔ہر الیکشن بوتھ میں کیمرے ہوں جو سارے دن کی کاروائی رکارڈ کریں تو جعلی ووٹ یا بیلٹ بکس کی تبدیلی کا غم نہیں رہے گا۔

صاحبو! فخرالدین کیفی کے کالموں کا مجموعہ ''تلخ نوائی'' آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ کیفی کے کمالاتِ فن سے مزین ہے۔اس سے قبل اپنی تخلیق ''ایک غیر مطبوعہ کتاب'' کو شائع کر کے خاصی دھومیں مچا چکے ہیں۔ بلا شبہ کیفی کے کالموں میں 'سارے جہاں کا درد' اور 'ملت کا غم' موجود ہے جس کو نہایت چابکدستی سے پیش کرنے کا ہنر کیفی جانتے ہیں۔مزے کی بات یہ ہے کہ کیفی کا ذہن رسا چونکہ دردمندی کی دولت سے مالا مال ہے اس لیئے ان کے کالموں میں تحیر، اثر پذیری، وسعت فکری، خلاقی، اجتماعی و قومی امنگوں کا احوال ملے گا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ کیفی کی شکل میں ہمیں ایک ذہین، فطین و خلاق قلم کار میسر آیا ہے جس کے قلم میں صداقت کا جادو اور شجاعت کا بانکپن موجود ہے۔ان کی تحریریں جو نوائے وقت میں شائع ہوتی رہی ہیں، ایک وسیع حلقے میں اپنے انداز، تازگی، ندرت خیال اور پاکستان سے اٹوٹ محبت کی بدولت پسند کی جاتی ہیں۔ان تحریروں میں کیفی نے اپنے تجربے، حوادث زندگی، جولانی طبع، جودت خیال اور فکر آفرینی کو اس انداز میں سمویا ہے کہ تہذیب و تمدن، اخلاص، اخلاق، کردار، ضمیر اور حق پرستی کے بہت سے مظاہر، آپ کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور آپ جان جاتے ہیں کہ احوال دل کو گردش زمانہ کے حوالے کرنے کے لیے کس حوصلے، جذبے، محنت اور سلیقے سے کام لینا پڑتا ہے۔کیفی کے کالموں میں آپ اپنے عصر۔اخلاقی اقدار، حکومتی نظائر اور طریق سیاست کے چکر دار، ان گنت دروازوں، امکانات، مفادات، اور خوشامد پسندی کے احوال سے واقف ہوتے چلے جاتے ہیں۔کیفی نے ایک دردمند، حساس و مخلص قلم کار ہونے کے ناطے پاکستان سے اپنی محبت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کیفی آگے چل کر مزید کامیابیاں حاصل کریں گے۔کیفی سچے انسان اور سچ سے محبت کرنے والے فرد فرید ہیں اس لیئے

ان کی تحریروں میں ابہام اور مانگے تانگے کی روشنی نہیں ہے۔ادب کا نام فیض ہے اوران کی تحریروں سے عوام الناس اورمحبت کرنے والے فیض پاتے رہیں گے۔ سچے کی عزت نہ کرنے والا جھوٹا ہوتا ہے۔ کیفی سچ کا بول بالا چاہتا ہے اس لیے اپنے کالموں کے ذریعے جھوٹوں کو آئینہ دکھاتا ہے تا کہ جھوٹ کے طوفان میں محبت در بدر نہ پھرتی پھرے۔اے وارثان علم و ادب! محبت حیرت ،محویت اور بیداری پیدا کرتی ہے۔زندگی کے عصری کرب سے نجات کا واحد راستہ محبت ہے جو کیفی نے اپنایا ہے اللہ پاک اسے کذب وو غا کے اندھیروں میں چراغ جلائے رکھنے کی ہمت اور قوت وافر کرے اور یہ رفیق، محبت کا اسیر، فقیر و دلگیر طوفانِ کذب کے سامنے ڈٹا رہے۔جن معاشروں میں لوگ اساتذہ کو بے وقعت اور بے عزت کرنے کو وطیرہ بنالیں، اسلاف اور اکابرینِ ملک وملت پر بہتان طرازی شروع کر دیں ایسے معاشروں کو علم سے محروم ہونا پڑتا ہے اور بے اطمینانی ، بے سکونی اور اضطراب ان معاشروں میں رچ بس جاتا ہے۔ایسے میں دردمند، خلیق، انسانی اقدار سے محبت کرنے والے قلم کار اپنی سی کوشش کرتے رہتے ہیں تا کہ جہل کا اندھیرا چھٹ جائے۔اور آیندگان اپنی زندگیوں میں سرمستی۔ سرشاری، خوشی اور مسرت پا سکیں۔ ”تلخ نوائی ‘‘میں آپ کے ذوق کے لیے بہت کچھ ہے صرف دل کشادہ کرنا شرط ہے

امین جالندھری

فہرست

پتہ نہیں کیوں؟۔۔۔

اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ ہم کسی دن غیر شعوری طور پر کوئی ایسی حرکت کر جاتے ہیں کہ جب اسکا شعوری احساس ہوتا ہے تو شرمندہ ہی نہیں ہوتے بلکہ اس کی تاویل پیش کرنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے بھی مشاہدے میں آیا ہو کہ کبھی کبھی ہمارا ذہن کسی ایسے گانے کی گردان شروع کر دیتا ہے جس کے بول نہایت بے ہودہ ہوتے ہیں۔ یہ ہی نہیں بلکہ یہ گردان باوجود شعوری کوشش کے رکتی نہیں اور تمام دن جاری رہتی ہے۔ اگر کوئی پسندیدہ گیت یا نغمہ ہو تو بات سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن ایسا گیت جس کے بولوں سے ہی شدید نفرت ہو، وہ لاشعور میں بس جائے تو پھر اس کی کیا توجیہ پیش کی جاسکتی ہے۔ ایک دفعہ ایک ایسا ہی بے ہودہ گیت جس کے بول تھے ع۔

گھونگھٹ نکالوں یا گھونگھٹ میں ڈالوں

سیاں جی کا کہنا میں مانوں کہ ٹالوں

ہمارے ذہن پر غیر شعوری طور پر قابض ہوگیا۔ اب ہم لاکھ اس کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ ایسا چمٹا کہ پورا دن وہی گنگناتے گذرا۔ وہ تو خیر ہوئی کہ دوسری صبح ہم سوکر اٹھے تو میدان، معاف کیجئے، ذہن صاف تھا۔ یہ ہی نہیں بلکہ کبھی کبھی کوئی پرانی بات، شعر، جملہ، لطیفہ یا واقعہ نہ جانے کیوں ہمارے تحت الشعور سے نکل کر شعور کے پردے پر دستک دینے لگتا ہے۔ کبھی تو اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احساس ہوجاتا ہے کہ اس کا محرک، کوئی حال ہی میں رونما ہونے والا واقعہ یا حادثہ ہے۔ ہاں یہ اور بات کہ اکثر اُس پرانے شعر، یا لطیفے کا اِس واقعہ سے تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لمبی چوڑی تمہید کا مقصد دراصل یہ ہے کہ حال ہی میں دو ایسے واقعات ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ہمیں ۵۰، ۶۰ سال پرانا بچکانہ لطیفہ یاد تو آگیا لیکن، پتہ نہیں کیوں؟ سمجھ نہیں آتا کہ اس لطیفے کا ان واقعات سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ بہر حال پہلے لطیفہ سنا دیتے ہیں پھر وہ واقعات جن پر یہ یاد آیا۔ پاکستان بننے کے بعد لوگوں کی عجیب ذہنی کیفیت تھی بھارتیوں اور

پاکستانیوں میں ایک دوسرے کے لیئے نفرت عروج پر تھی جس کا اظہار ہر ہر طرح سے ہوتا تھا۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں مندرجہ ذیل لطیفہ ہر زبان زد و عام تھا۔

واقعہ ہے کہ ایک بڑی کشتی میں ساٹھ ستر مسافر سفر کر رہے تھے۔ اچانک موسم کچھ خراب ہوگئی اور لانچ ہچکولے لینے لگی۔ کپتان نے اپنے عملے سے (جس میں ایک امریکن، ایک رشین، ایک پاکستانی اور ایک بھارتی تھا) کہا کہ کشتی میں وزن زیادہ ہے اس لیئے وزن کم کرنے کے لیئے آپ میں سے کوئی قربانی دے اور کود کر کشتی کو ڈوبنے سے بچالے۔ یہ سن کر امریکن اٹھا اور 'ان دا 4 آف امریکہ' (in the name of America) کہہ کر کود گیا۔ رشین بڑا خفیف ہوا لیکن جلد ہی اسے بھی موقع مل گیا۔ جب کپتان نے مزید قربانی مانگی۔ رشین اٹھا اور 'ان دا 4 آف رشیا' کہہ کر وہ بھی کود گیا لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔ کپتان نے کہا ایک اور قربانی چاہیئے یہ سن کر بھارتی اور پاکستانی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے حتیٰ کہ کپتان کو مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ شرم کی بات ہے آپ اپنے ملک کا نام روشن نہیں کرنا چاہتے۔ یہ سن کر پاکستانی پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہوئے اٹھا اور بھارتی کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اپنے ملک کا نعرہ بھی بلند ہوگیا اور جان بھی بچ گئی۔ یہ تھا وہ لطیفہ جو ہمیں اس رات پتہ نہیں کیوں یاد آیا جس رات ہم نے ٹی وی پر ڈاکٹر اے۔ کیو۔ خان صاحب کو قوم سے انگریزی میں معافی مانگتے اور چودھری شجاعت کو یہ کہتے سنا کہ ڈاکٹر صاحب نے آج معافی مانگ کر قوم پر دوسرا احسان کیا ہے۔ دوسری بار یہ لطیفہ ہمیں پھر یاد آیا جب ہم نے ٹی وی پر سنا کہ پاکستانی ٹیم کی شکست کے بعد غیر ملکی کوچ باب وولمر نے خودکشی کر لی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد آیا کہ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد تو ایسی کسی خودکشی کی اطلاع نہیں آئی تھی۔ ان واقعات کا اس لطیفے سے کوئی تعلق تو نہیں ہے لیکن یہ ہمیں دونوں بار یاد آیا۔۔۔

پتہ نہیں کیوں؟۔

۲۸ مارچ ۲۰۰۷ء

(نوٹ: یہ مضموں جس وقت لکھا گیا اس وقت تک خبر یہ ہی تھی کہ باب وولمر نے خودکشی کی ہے)

جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا۔۔۔

ہم اکثر فلمی عدالتوں میں دیکھتے اور g آئے ہیں کہ گواہ* یا ملزم کٹہرے میں آ* ہے اور پھر اس کا ہاتھ اسکی اپنی مقدس کتاب (* بائیبل، گیتا* یا قرآن مجید) پر رکھ کر یہ الفاظ دہرانے کو کہا جا* ہے۔۔'میں جو کہوں گا سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا' اور وہ شخص بغیر کسی * دّد کے یہ الفاظ دہرا دیتا ہے۔اس کے بعد جھوٹ کا وہ طُومار + ھتا ہے کہ الامان والحفیظ۔۔۔۔! جھوٹی گواہیوں کے بھی بڑے قصّے ہیں۔ایک ہم سے بھی سن لیجئے۔۔۔ایک پیشہ ور (Professional) گواہ، جھوٹی گواہی دینے میں بڑی مہارت رr تھا لوگ اچھے معاوضے پر اسکی : مات حاصل کرتے۔اور وہ جھوٹی قسمیں کھا کر بھی بے مزہ نہ ہو* ۔اپنے اس کام میں اسکی مہارت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اب وہ پیشی سے پہلے مقدمے کے* بارے میں 7 بھی گوارہ نہ کر* ۔یوں سمجھئے کہ عدا } میں برجستہ (Spontanious) جو* ب ت دیتا۔اور کامیاب بھی رہتا۔ایک دفعہ ایک سائل نے اس کو گواہی کے لیئے کہا۔۔فیس طے ہوگئی۔سائل نے وقوعے کی تفصیل بتا* چاہی 1 اس نے* ٹ ل ڈ یا اور کہا کل عدا } میں 5 قات ہوگی، اس وقت فرصت نہیں ہے، کچھ اور سائل بھی آنے والے ہیں۔میں معاملے کو دیکھ لوں گا۔۔۔: احافظ۔۔دوسرے دن عدا } نے اس سے . # سوالات کیئے تو وہ سمجھا کہ کسی لڑکی کی گمشدگی کا معاملہ ہے۔مجسٹر $ نے پوچھا 'تم نے خود دیکھی تھی'۔جواب * یا 'جی سرکار'۔۔سوال ہوا 'کیسی تھی'۔ جواب تیار تھا 'اچھی خاصی سرکار'۔۔

'بتا h ہو کتنی بڑی تھی'۔پریشانی عیاں تھی۔1 کہا 'جی کیوں نہیں'۔تو بتاؤ کتنی بڑی تھی'۔اب *1 یا اور اور اپنا ایک ہاتھ زمین سے تقریباً چار ساڑھے چار فٹ پر رکھ کر مجسٹر $ کی طرف دیکھا۔۔مجسٹر $ نے حیرت سے کہا 'کیا؟ مرغی اتنی بڑی؟'۔بڑے اطمینان سے فوراً دوسرا ہاتھ پہلے ہاتھ کے نیچے لاتے ہوئے گو* یا ہوا 'نہیں سرکار، دوسرا ہاتھ تو لانے دیجئے' تو دیکھا آپنے کہ لوگ کیسے جھو* ٹ حلف اٹھا e ہیں اور بظاہر ان کا کچھ نہیں

بگڑ* ۔۔ بظاہر اس لیئے کہ جھو* ٹ حلف اٹھانے کے ایسے نقصا* ت بھی ہوتے ہیں جنکا ہمیں علم ہی نہیں ہو* ۔ ہم تو صرف مادّی نفع نقصان کو ہی نفع* یا نقصان سمجھتے ہیں۔کوئی موزی بیماری، بگڑی ہوئی* فرمان اولاد، + کردار شوہر، + ز* بان بیوی* یا کوئی اور ذہنی* یا جسمانی پریشانی بھی تو ایک طرح کا عذاب ہی ہے جو کسی کی حق _ ، جھوٹ* یا بے ایمانی کی* پاداش میں ہم پر ہو* ہے۔۔خیر یہ تو ہوئی فلموں اور لطائف کی* باتیں لیکن ایک ایسا واقعہ بھی ہے جس نے ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر ڈ یا۔علی سردار جعفری روڈ، گلشن اقبال کراچی کا واقعہ ہے کہ ایک * پان کی دوکان پر پیسوں کے لین دین پہ جھگڑا ہو رہا تھا۔گاہک کہہ رہا تھا کہ اس نے پچاس کا نوٹ ڈ* یا ہے اور دکا+ ار بضد کہ کوئی نوٹ نہیں ڈ* یا* بات ہاتھا* پائی -- پہنچنے لگی تو کسی نے حلف اٹھانے کا مشورہ ڈ* یا۔ دوکا+ ار فوراً راضی ہو H یا، گاہک پہلے تو ہچکچا* یا۔پھر راضی ہو H یا۔قرآن مجید لانے کا کہا H یا۔کسی نے کہا سامنے کتابوں کی دکان ہے وہاں سے عاریتاً لے e ہیں۔1 ایک بزرگ فرمانے لگے 'نہیں + ہ قرآن ہو* چاہئے' & کو حیرت ہوئی 'کیا مطلب؟'۔۔۔فرما* یا 'ایسا قرآن جو روز آنہ پڑھا جا* ہو % دان میں بند طاق پر رکھا ہوا نہ ہو*'۔بات سمجھ نہ آئی لیکن کسی نے مسجد سے منگوانے کا مشورہ دے ڈ* یا۔مسجد سے قرآن مجید منگوا* یا H یا اور اس شخص نے حلفاً کہا کہ اسنے پچاس کا نوٹ دکا+ ار کو ڈ* یا تھا۔یہ سن کر دکا+ ار نے خاموشی سے پچاس کا نوٹ اس کے حوالے کر ڈ* یا۔اور وہ شخص نوٹ لیکر وہاں سے چل ڈ* یا۔لوگ ابھی خوش ہو ہی رہے تھے کہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے* پا H یا کہ روڈ پر بر یک % % o - انے کی آواز گو ~ اور & نے دیکھا کہ وہی شخص ویگن کی زد میں آ کر بری طرح زخمی ہو H یا ہے۔اسے امبولنس میں لے جا* یا H یا۔پھر معلوم نہیں وہ بچا* یا نہیں۔تو یہ ہے وہ واقعہ جس نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر ڈ* یا کہ کیا ایسا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا کہ عدالتوں میں بھی ایسے ہی + ہ قرآن مجید رکھے جا N جنہیں کوئی پڑھتا بھی ہو۔۔بلکہ + ہ قرآن مجید ٹی وی اسٹیشنوں کو بھی دیئے جا N اور ٹی وی* ٹاک شوز میں شرکاء کے ہاتھ پر رکھ کر یہ کہلوا* یا جائے کہ جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا۔۔۔ٹی وی پر اس لیئے کہ سنا ہے کہ پہلے شیطان عدالتوں میں جا کر گواہوں سے جھوٹ بولنے کی * M. حاصل کر* تھا 1 اب گھر بیٹھے* ٹاک شوز میں وزرا کے بیا* ت سے استفادہ کر رہا ہے۔

اسکے علاوہ اسمبلیوں کے ممبرز، وزیر اعظم، صدر اور دوسرے تمام اہم محکموں کے سربر اہوں کے لیئے

بھی ضروری کرد* یجائے کہ وہ حلف قرآن مجید پر ہی اٹھا N کہ وہ آ M کی* پ سداری کریں گے۔اس طرح آ M کی شق نمبر 6 کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ ہر آ M سے ردأ دانی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خود û لیں گے۔کیوè اب -- تو ہم نے اس شق پر عمل ہوتے نہیں دیکھا۔

۳۰ مارچ ۲۰۰۷ء

قومی ہیروز۔۔۔۔۔۔

بھلا ہو ہمارے جیمنی ’Gemini‘ ہونے کا جسکے* ۔رے میں علم ہوا کہ یہ لوگ روما Ž (Romantic) ہوتے ہیں۔اب ظاہر ہے کہ ہمارے رومینٹک ہونے میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں کیوè جیمنی ہونے کے* طے ہمارے دل N ہونے میں ہمارا کیا دوش۔اب چوè جیمنی ہیں اس لیئے ہر خوش شکل،خوش گلو،خوش لباس ہمارے دل میں بس جاتے ہیں۔جیمینی ہونے کی وجہ سے ہماری توجہ اس غزل نے اپنی طرف مبذول کرالی۔ع

ے یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے
وہ بُت ہے* : ا دیکھا نہ جائے

خوبصورت الفاظ،خوبصورت آواز،خوبصورت ادائیگی ہی کافی تھی لیکن . # گلوکارہ کو دیکھا تو "singer, not the song" کے مصداق مونہہ سے بے اختیار نکلا۔ع

ے ’ساغر کو میرے ہاتھ سے 8 کہ ` میں‘

اور ہم بقول شخصے سودائی ہو گئے۔کہاوت ہے کہ مجنوں کو لیلیٰ کا کتا بھی عزیز تھا تو ہمیں اس گلوکارہ کا شوہر کیوں نہ بھا*۔ہم بھی یتیم* زاری کے پر وأ اموں سے محظوظ ہونے لگے یہ گلوکارہ کا اعجاز تھا کہ ٹی وی نے اس شخص کی ہمت افزائی کی اور نہ دستی* مِ عروج پر پہنچاد* ی۔ورنہ اس جیسے لاکھوں لوگ ٹی وی کے چکر ہی لگاتے رہ جاتے ہیں۔ہمیں اس ’Mediocre‘ کی کمپیر ـَ قطعی پسند نہ تھی کیوè اس میں پنجاب کے میراثیوں کا رَ- ű یں ہو* تھا،لیکن ہم بھی دل کے ہاتھوں مجبور تھے* لکل ویسے ہی جیسے ٹیوی کے ار* ب اقتدار۔۔جنہوں نے شا+ صرف گلوکارہ کی خوشنودی کے لیئے اس جیسے مسخرے کو ٹی وی پر پر وأ امز دینا شروع کردیئے۔ہمیں پورا یقین ہے اس میں اسکی بیوی کا کوئی عمل دخل نہ رہا ہوگا۔ ٹیوی والوں نے اپنے طور پر یہ کا* مہ سرا • م د* ی ہوگا۔آپ نے بھی 5 حظہ فرما* یہوگا کہ اپنے پر وأ اموں میں یہ شخص خود کو ű یں ر p کے لیئے کیا کیا جتن نہیں

کرتا تھا اور میرے ن ہونے کے باوجود مہمانوں کی ہتک ، بڑے ہی بھونڈے انداز میں کرنے سے نہیں چوکتا تھا۔ اس ہی شخص نے ہماری ایک بہت ہی معتبر اور معزز شخصیت پر جس طرح کیچڑ اچھالی ہے وہ اس ہی جیسے ضمیر فروشوں کا خاصہ ہے۔ کیا خوب کہ

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے

الزام لگایا کہ چیف جسٹس نے اپنے بیٹے کو نوکری دلوائی۔ گویا اسے نہیں معلوم کہ خود اس کو ٹیوی پر بیوی کی سفارش کے بغیر ہی پروگرام مل گئے تھے اور بیگم کو علم ہی نہ تھا۔ ایک اور الزام کہ آنریبل چیف جسٹس کو گاڑیوں اور سیکیوریٹی گارڈز کے جلوس میں چلنے کا بہت شوق تھا۔ اس دعوے کی قلعی تو عباس اطہر نے اپنے کالم میں اس 'so called' جلوس کی تصویر شائع کر کے کھول دی۔ تصویر میں ایک پائلٹ کار کے علاوہ دو پولس وین کی معیت میں ملک کے تیسرے پلر، یعنی جوڈیشری کے سربراہ کی کار آرہی تھی۔ ایسے جلوس تو ہم تقریباً روز آنہ ہی دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم سب نے ہی نوٹس کیا ہے کہ یہ شخص خود کو لیڈر کا شوقین ہے۔ اور یہ شوق اسے لے ڈوبا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ چیف جسٹس کے خلاف لکھ کر وہ کوئی مقام حاصل کر لے گا۔ لیکن الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں۔ شہرت کے بھوکے ہونے کا الزام تو چورا ہے پر بیٹھنے والے ایک کالم نگار نے بھی ہمارے ایک اور قومی ہیرو پر لگایا تھا۔ بقول اس کالم نگار کے مسلمانوں میں کوئی (genuine) سائنسدان پیدا نہیں ہوا اور یہ کہ ہمارا قومی ہیرو ڈاکٹر قدیر نقلی سائنسداں ہے جو شہرت کا بھوکا بھی ہے۔ قربان جایئے۔ ع

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

اگر لفظ 'جہالت' 'سادگی' کا ہم وزن ہوتا تو ہم اس مصرع میں ترمیم کر دیتے۔ شاید اس کالم نگار نے مطالعہ کبھی نہیں کیا ورنہ اسے معلوم ہوتا کہ کیمسٹری الجبرا اور علم فلکیات مسلمانوں کی مرہونِ منت ہیں، یہ اور بات کہ سائنس کی کتابوں میں مسلمانوں کا نام اس طرح لکھا گیا ہے کہ وہ بھی غیر مسلم نظر آتے ہیں، وہاں تو موسیٰ اور عیسیٰ بھی "Moses & Jesus" ہو جاتے ہیں۔ حکیم اجمل خاں کی بلڈ پریشر کی بنائی ہوئی دوا بھی ملٹی نیشنل کمپنی میں اجملین کی بجائے ازمیلین (Ismelin) ہو جاتی ہے۔ بہر حال ہمارا یہ المیہ ہے کہ ہم جس شخصیت کو اپنا ہیرو مانتے ہیں اس پر اس قسم کے جوکر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہم نے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم کو اپنا

ہیرو مانا تو انٹلکچول 'Intellectuals' اور موڈرن لوگوں نے ان کو لٹیرا قرار دیا۔ پھر ہم نے ٹیپو سلطان اور نواب سراج الدولہ کو آزادی کا سپاہی کہا تو انہی انٹلکچول نے کہا کہ انہی حضرات کی وجہ سے آج مسلمانوں کو یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اگر یہ حماقت نہ کرتے اور انگریزوں سے مل جاتے تو ہندو ہمارے غلام ہوتے۔ قائدِ اعظم اور علامہ اقبالؒ کو پسند کیا تو کہا گیا کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو مسلمانوں کی طاقت تقسیم نہ ہوتی۔ گویا پاکستان بننے سے پہلے، انگریزوں کے زیرِ اقتدار مسلمان بڑی عزت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم اپنے ان قومی ہیروز میں سے کسی سے بھی نہ مل سکے۔ لیکن موجودہ دور کے ان دونوں ہیروز سے جن کے قد کم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، چاہے لمحے بھر کو سہی، مل چکے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ہماری ملاقات اتفاقیہ طور پر اسلام آباد سے واپس آتے ہوئے جہاز پر ہوئی۔ ہم کراچی ایئر پورٹ پر جہاز کی اکانومی کلاس سے نکل رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب سے آمنا سامنا ہوگیا۔ ہم نے اضطراری طور پر ہاتھ اٹھا کر سلام کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف سلام کا جواب دیا بلکہ آگے بڑھ کر ہاتھ بھی ملایا۔ ان کی انکساری دیکھئے کہ رعونت سے مونہہ پھیرنے کی بجائے ہم سے جھک کر مصافحہ کیا۔ دوسرے کی دلیری دیکھئے کہ جب بلوچستان کی ایک اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن نے نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد کے پرنسپل پر مقدمہ کر دیا کہ انہوں نے بلوچستان کے کوٹے پر ایسے طلباء کو داخلہ کیوں دیا جو کوئیٹہ ڈومیسائلڈ تو تھے لیکن ان کی سفارش اس آرگنائزیشن نے نہیں کی تھی۔ اب چونکہ صوبائی و فیڈرل گورنمنٹ اور سیاسی تنظیموں کا جھکاؤ بھی طلبا تنظیم کی طرف تھا اس لیئے صورتِ حال کافی دلچسپ اور پیچیدہ ہوگئی تھی۔ ہر کسی کی نظر اس مقدمہ کی طرف تھی کہ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ کہیں جج صاحبان دباؤ میں تو نہیں آجائیں گے۔ یہ ہی دیکھنے کے لیئے ہم بھی بلوچستان ہائی کورٹ میں موجود تھے۔ چیف جسٹس بلوچستان ہائی کورٹ کی سربراہی میں مقدمے کی کارروائی ہو رہی تھی۔ اسطرح ہمیں ایک بہادر منصف کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔ ہر کوئی سمجھ رہا تھا کہ فیصلہ کالج کے خلاف اور طلبا تنظیم کے حق میں ہوگا لیکن جسٹس افتخار چوہدری کے فیصلے نے تاریخ رقم کر دی اور ہر قسم کا دباؤ مسترد کر دیا۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ ایسے شخص پر یہ بھونڈے الزامات۔۔۔ ''کتنے گم گشتہ فسانوں کا پتہ دیتے ہیں''۔۔

۳۱ مارچ ۲۰۰۷ء

میڈیا، سائنس اور ہم

بچپن میں ایک فلم دیکھی تھی 'The Thief of Bhagdad' جس میں فلم کے ہیرو صابو کو جو بغداد کا ایک چور تھا، سمندر کے کنارے ایک بوتل ملتی ہے جسے وہ کھول دیتا ہے۔ بوتل میں سے دھواں نکلنا شروع ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک جن کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جن صابو کو قتل کرنے کے درپے ہوتا ہے لیکن صابو اسے بیوقوف بنا کر، اپنی حکمتِ عملی سے دوبارہ بوتل میں بند کر دیتا ہے۔ ایسی ہی کچھ صورت ہمارے الیکٹرونک میڈیا کی ہے جو جن کی طرح باہر تو آگیا ہے لیکن اب کسی کے باپ سے بھی بند نہیں ہوگا۔ کیونکہ بوتل والا جن صابو کی وجہ سے آزاد ہوا تھا اور دوبارہ بند بھی اس ہی کی ترکیب سے ہوا تھا۔ لیکن میڈیا کے جن کی آزادی کسی کی مرہونِ منت نہیں بلکہ درحقیقت یہ وقت اور حالات کے عین مطابق (Circumstantial) ہے۔ اس لیئے اسے کوئی ختم بھی نہیں کر سکتا۔

آج اگر کیبل پر پہرے بٹھا بھی دیئے جائیں تو سیٹیلائٹ ڈش، موبائل فون، انٹرنیٹ کو کون روک سکے گا۔ آج 'SMS' پر ایسے ایسے بیہودہ لطیفے آتے ہیں جنہیں پڑھنے کے لیئے ہمیں کانوں میں انگلیاں ڈالنی پڑتی ہیں کہ کوئی غلط بات کانوں میں نہ پڑ جائے۔ اس سارے قصّے میں لطیفہ یہ ہے کہ ہمارے وزراء بڑے طمطراق سے میڈیا کو آزادی دینے کا دعویٰ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، لیکن اس دعوے کی نفی ہوتے ہوئے ہم تقریباً روزانہ ہی ٹی وی کے ٹاک شوز میں دیکھتے ہیں۔ انفارمیشن کی بجائے ڈس انفارمیشن کا یہ حال ہے کہ ایک انفارمیشن منسٹر محمد علی درانی کا نام ہی 'ایم۔اے۔غلط بیانی' پڑ گیا تھا جیسا کہ ہم نے کہا کہ اب اس جن کو بند کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اس جن کو قابو کرنے کی کوئی ترکیب سمجھ نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ آج ابنِ صفی ہم میں نہیں رہے ورنہ ہم ان کے ذریعے نیوزی لینڈ کے سائینسدانوں سے 'زمین کے بادل' کے طرز پر کوئی چیز بنوا لیتے جو ہمارے ملک میں باہر سے در آنے والی خبروں کو روک دیتی۔

اس کے علاوہ ہم نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو نظر بند کر کے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جو کوئی ایسی چیز ایجاد کر سکتے ہیں جو سیٹیلائٹ سمیت تمام دوسرے الیکٹرونک آلات کو جام کر سکے۔ اب حکومت ان سے استفادہ نہ کرنا چاہے تو کسی کا کیا دوش۔ ڈاکٹر صاحب کی قابلیت اس سے ہی عیاں ہے کہ میزائل غوری کے بعد جو بھی اڑانیں ہو رہی ہیں وہ اس ہی کی Base میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ ہو رہے ہیں ڈاکٹر صاحب کے بعد ہمیں تو کوئی ایسا پاکستانی سائنسدان نظر نہیں آتا جو یہ کارنامہ کر دکھائے۔ ہمارے پاس تو ہود بھائی جیسے لیکچرر رہ گئے ہیں جو ٹی وی پر پاکستانی نیوکلیئر ٹیکنولاجی اور ڈاکٹر قدیر خان کے خلاف ہرزہ سرائی ہی کر سکتے ہیں۔ اور جنہیں یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ ہمارا ایٹم بم غلط ہاتھوں میں جا سکتا ہے۔ ایسے روٹی کمانے والے لیکچررز سے کسی ایجاد کی امید نہیں کی جا سکتی ہاں ایک آسان طریقہ میڈیا کے جن کو قابو کرنے کا ہے۔ اس طریقے سے نہ صرف ہم اس جن سے بے خوف ہو سکتے ہیں بلکہ دنیا میں سر بلند اور عزت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہیں۔ اس کے لیئے تھوڑی سی 'moral courage' کی ضرورت ہے۔ بس ہمیں آئین اور قانون کی پاسداری کرنی ہوگی۔ ایمانداری اور راست گوئی کو اپنانا ہوگا۔ جھوٹے وعدوں اور معاہدوں سے پرہیز کرنا ہوگا۔ پھر دیکھیئے یہ میڈیا ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ہمارے یہ حکمران بھی کہہ سکیں گے 'ارے یہ میڈیا ویڈیا کچھ نہیں۔ اس سے ڈرنے ورنے کی کوئی ضرورت نہیں' بالکل اس لطیفے کی طرح جس میں قبرستان کے علاقے سے گذرتے ہوئے ایک امریکن بھوت دوسرے سے کہہ رہا تھا 'بھائی ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ طالبان والبان کچھ نہیں ہوتے'۔

۴ اپریل ۲۰۰۷ء

The last crimes

. # ہم اپنے ارد اَ دA ڈالتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ تمام ۔ %ائم کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب *. قی ہ چھوٹے موٹے * یوں کہئے کہ بچے کچھے %ائم کا قلع قمع کیا جارہا ہے *. لکل اس ہی طرح جیسے گھروں میں خواتین صفائی کرتے وقت پہلے تمام اگند سمیٹتی ہیں پھر چھو* کچرا نکالتی ہیں اور پھر جا کر کہیں کونے کھدروں کی صفائی کی *. ری آتی ہے۔ ہمیں یہ خیال یوں * کہ پنجاب کے ا یـ *، ڈ پولس افسر نے اپنی کتاب ''The Ultimate crime'' میں جن ہوشر* %ائم کی K ہی کی ہے ان کے خلاف کسی بھی قسم کا اقدام ہو* Aنہیں * ۔ اب ہم چوèنہا $ ہی 'Optimist' واقع ہوئے ہیں اس لیئے یہ سمجھنے میں حق بجا $ ہیں کہ ہماری پولس اور حکومت نے ایسے تمام %ائم کو % سے اکھاڑ پھینکا ہے اور اب وہ صرف *. قی بچی کھچی گند کو دور کر کے * پکستان کو ا یـ مثالی ملک بنانے میں مشغول ہیں۔

ہمارے یہ سمجھنے کی* Gان مناظر سے ہوتی ہے جو ہم روزانہ صبح شام دیکھتے ہیں اور یقیناً آپ بھی دیکھتے ہونگے۔ اَ نہیں تو اب غور کیجیئے گا۔ ہر سگنل والے چوراہے کو کراس کرنے کے بعد تقریباً پندرہ بیس اَ کے فاصلے پ آپ کو دو تین ٹ یفک کانسٹبل اور ا یـ آدھ انسپکٹر، ہلمٹ لگائے موٹ سائکل پ الرٹ بیٹھا Aآئے گا۔ & کی توجہ کا مرا چوراہا ہوگا اور جیسی ہی کوئی موٹ سائیکل والا، سگنل کے زرد سے سرخ* سبز سے زرد ہوتے وقت آگے پیچھے ہH تو ان سپاہیوں میں. قی رو دوڑتی Aآئے گی اور یہ کمالِ تیزی سے آگے آ کو%م کے اس مرتکب کو پکڑ لیں گے اَ کسی نے شہ زوری دکھائی تو موٹ سائیکل حر ! میں آجائیگی اور مجرم پکڑا جائیگا۔ اس قسم کے چھوٹے موٹے %ائم پ بھرپور توجہ دینے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ شا اب تمام ۔ ے ۔ %ائم ختم ہو چکے ہیں۔ مثلاً تمام بسوں اور ٹیکسیوں کے ڈرائیوروں کے سارے کاغذات مکمل ہو چکے ہیں۔ & یونیفارم پہنتے ہیں او@ بھی لگاتے ہیں، ہارن کی آواز اور دھواں* پید ہو چکا۔ تیز رفتاری اور اوورٹیکینگ معدوم۔

بسوں کی چھتیں سواریوں کے بغیر، اور+ رمسافر یL* . ئی یL بیٹھ رہے ہیں۔ پیدل حضرات زQ کراسنگ کے علاوہ کہیں اور سے روڈ* پ رکرنے کا سوچتے بھی نہیں۔ اس کے علاوہ پولس جس طرح ہماری عوام کو تکالیف سے بچا* چاہتی ہے وہ ہم پہ اَ رے ہوئے اس واقعہ سے واضح ہو جائے گا۔ ہوا یہ کہ ہم شام کے وقت گھر جا رہے تھے، آئی آئی چندر v روڈ پ شاہین کمپلکس کے سگنل کو کراس کر ہی رہے تھے کہ زرد بتی جل گئی۔ ہم چوè اسٹاپ لاM کراس کر چکے تھے اس لیئے رکنے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن اتفاقاً ا یـ پیدل شخص ہمارے سامنے آH اور ہمیں @ چورا ہے پ رکنا پ ا اس ہی اثنا میں سگنل سرخ ہH اور سپاہی ۔ ڈی سر (سے آگے ۔ ھا اور ہمیں رکنے کا اشارہ کیا۔ ہم ابھی کار سائیڈ میں کر ہی رہے تھے کہ اسنے لپک کر موٹ سائیکل اسٹارٹ کی اور ہماری کار کے آگے لا کر موٹ سائیکل کھڑی کر دی، ہمارے* پ س * ، سلام کر کے ہاتھ5 یـ اور فر* یـ 'سر آپ کا لائیسنس ؟' ہم نے بحث کر* فضول جا . . . ہوئے لائیسنس دے* ۔ اس نے چالان ۔ نکالی اور کہا دو سو کا چالان کٹے گا۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے پنسل ۔ پ رکھی پھر ہم سے مخاطب ہوا 'سر کیا ضروری ہے کہ % مانہ بنک میں جمع کرا N' ۔ ہم نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا 'پھر؟' ۔ جواب 5' سو روپے یہیں دے دیجئے' ۔ اب *. ت سمجھ میں آ گئی تو ہم نے پچاس کی آفر دی۔ اس کے انکار پ ہم نے کہا ٹھیک ہے آپ چالان کریں۔ مسکراتے ہوئے اس نے چالان کی رسید ہمیں دی اور لا á رکھ لیا۔ دوسرے دن ہم نیشنل بنک گئے ۔ ڈی مشکل سے* پ رکنگ ملی۔ دس روپے* پ رکنگ فیس دی، بینک میں قطار میں لگے، تقریباً ا یـ گھنٹے بعد نمبر* یـ۔ معلوم ہوا *. رہ روپے بنک فیس بھی وا. # الا دا ہے، دو سو*. رہ روپے دیئے پھر یہ مژدہ 5 کے ہا کی اسٹیڈیم کے* پ س ٹ یفک آفس ہے وہاں سے رسید دکھا کر لائیسنس حاصل کیا جا سکتا ہے۔ م* کیا نہ کر* ۔ گئے اور لائیسنس لے کر آفس پہنچے تو معلوم ہوا ہاف ڈے لگے گا۔ بہر حال ہاف ڈے اور پیسے کے* یں کے بعد احساس ہوا کہ پولس والا ہماری مدد کر* چاہتا تھا اس ہی لیئے تو اس نے ہمیں چوئس دی تھی لیکن ہم سمجھ نہ سکے اور تکلیف اٹھائی۔ ٹ یفک کے علاوہ دوسرے کرپشن پ بھی Aڈال لیجئے۔ ختم ہو چکے ہیں۔ غبن، بے ایمانی، رشوت ستانی، دھا لی، اقر* پ وری، اسمگلنگ، لوٹ مار، اغوا. اے* وان، Đادی* یـ اجتماعی* یـ دتی، فحاشی* یـ ع* یـ نی، ڈکیتی، راہزنی، اسٹاک ا کسچیá یـ نج کاری کے گھپلے، قبضہ مافیہ، گیس و بجلی کی چوری اور وسیل ٹیکس میں اَ ۔ ۔ ، شراب اور جوئے کے

اڈّے وغیرہ & عنقا ہو چکے ہیں۔کوئی بینک قرضوں کا* دھندہ بھی نہیں رہا۔ جال ساز کیفرِ کردار کو پہنچ چکے ہیں۔مہنگائی کا عفری$ غا$ ہو چکا ہے۔اب ان حالات میں پولس چھوٹے موٹے %ائم کی طرف توجہ نہ دے تو کیا کرے۔اب تو عدالتوں کا بھی مصرف نہیں رہا۔ظاہر ہے کہ اب اَ/ کسی کے خلاف کچھ کر* ہو تو کوئی کیا کرے۔اس ہی لیئے لے دے کہ موٹ سائیکل سوار رہ گئے ہیں جو سگنل کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور چوè پولس کے* پ س کوئی. ٹا کام تو رہا نہیں اس لیئے ساری توجہ ان موٹ سائیکل والوں کی طرف ہی رہتی ہے۔ہماری حکومت بیچارے غری$ صنعت کاروں کا بھی وقتاً فوقتاً خیال کرتی رہتی ہے اور* ہمی تعاون سے ان کی مدد کرتی ہے۔مثلاً ا- دفعہ کسی غری$*% نے ہلمٹ کی ا- کھیپ درآمد کرلی* کوئی چھوٹی موٹی ہلمٹ سازی کی فیکٹری لگالی۔اس لیئے اس غری$ کی مدد کے لیئے ہلمٹ کے استعمال کولازمی قرار دی* H اور استعمال نہ کرنے کی صورت میں بھاری% مانے کا خوف غری$ پولس والوں کی کمائی کا ا- ذریعہ بھی بن H۔اب چوè ہمارا ملک r وَنے%ایئم سے* پ ک ہو H ہے اس لیئے پولس والے بیچارے اب کونے کھدروں کی صفائی میں مصروف رہتی ہے۔ ویسے کچھ+ گمانوں کا خیال ہے سرکار نے بے روزگاری دور کرنے کے لیئے ا- ,. ٹی تعداد پولس میں بھرتی کرلی ہے اور ان سے کہد* H ہے% انے, بوجھ W کی ضرورت نہیں،خود بھی کھاؤ اور افسران کو بھی کھلاؤ*. لکل اس ہی طرح جیسے کسی صا # نے 5زم ر p ہوئے کہد* کہ کام ز* دہ نہیں ہے اس لیئے تنخواہ نہیں ملے گی ، ہاں تین وقت کا کھا* پیٹ بھر کر ملے گا بلکہ دودھ وغیرہ بھی اَ/ ہمت کرو گے تو د7 ب ہوگا۔5زم نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔’جناب کام کیا ہوگا‘۔فر*ا ’ کچھ ز* دہ نہیں،بس د** در*. ,پ دن میں تین دفعہ حاضری دینا ہوگی اور وہاں سے اپنے اور ہمارے لیئے تبرک ل* ہوگا‘‘۔۔

۵ اپریل ۲۰۰۷ء

قوم نے ڈھو+ ٹ لی فلاح کی راہ۔۔۔

(وزیرِ مملکت نیلوفر بختیار کی فرانسیسی ا 2 کٹر کے ساتھ* ر [چھلا- ,پ لکھا H)

ہماری ز+ گی میں ا- ایسا واقعہ بھی ہوا جس سے ہمیں اپنی کم علمی کا شد+ احساس ہوا۔ہم اپنے آپ کو معلومات کا% انہ سمجھتے تھے اور ,. ٹی اوœ ہواؤں میں رہتے تھے،لیکن ا- پیراشوٹ، جسے ہم نے نہیں *+ ھا ہوا تھا ہمیں اس بلندی سے نیچے لے* ی۔ہمارا خیال تھا کہ وزیرِ سیا # کا کام نئے نئے تفریحی مقامات کی تلاش، ان کی ڈیویلپمنٹ، اور پھر ان مقامات کو عوام کے لیئے ’accessable‘ بنا* ، اور لوگوں کو اس طرف راغب کر* ہے۔لیکن ہمارا علم* قص نکلا۔ہمیں معلوم ہوا کہ وزیر سیا # کا یہ کام نہیں۔۔ بلکہ عوام کو محض تفریح پہنچا* ہے۔سیا # کی میڈم وزیر نے ا- کا* مہ کر دکھا* اور اپنے کا* مے کی چند تصاویر کے ذریعے ہم & کے لیئے جو تفریح بہم پہنچائی ہے، وہ قابلِ ستائش ہے۔اس قسم کے واقعات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ’ا- اچھا‘۔اور دوسرا ’بہت اچھا‘۔لیکن اس خاص واقعہ کا تیسرا پہلو بھی ہے ’بہت ہی اچھا‘۔ان پہلوؤں کی وضا # اس لیئے ضروری ہے کہ ہمیں تو خیر اپنی کم علمی کا احساس ہو H ہے لیکن کہیں آنے والے دنوں میں آپ کو ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا نہ کر* ,پڑے۔خیر پہلی اچھائی تو یہ ہے کہ موصوفہ کو تصاویر میں اتنے خوشگوار موڈ میں ہنستے ہوئے، پھرا 2 کٹر کے*. زوؤں کے سہارے کے*. وجود پیراشوٹ کا احسان e ہوئے بلندی سے پستی کی طرف آتے ہوئے ، اور پھر زمین ,پ پہنچ کر اپنے ا 2 کٹر سے بغل گیر ہوتے ہوئے دیکھ کر جو تقو ی$ آنکھوں کو اور جو آسودگی دل کو ملی وہ صرف اور صرف ا- اینلائیٹنڈ حکومت ہی کا خاصہ ہے۔

دوسرا پہلو یعنی ’بہت اچھا‘ یہ ہے کہ مسائل کی طرف سے قوم کی توجہ ہٹانے کے لیئے ا- اچھا حربہ ہاتھ آ H ، اور قوم جو پچھلے چند دنوں سے جن سنجیدہ مسائل میں الجھ کر رہ گئی تھی اس سے 3 میں شا+ کامیاب ہو جائے۔۔تیسرا پہلو یعنی ’بہت ہی اچھا‘ یہ ہے کہ ہمارے وزراء کو اب وفادا* ی* .$ کرنے اور ہمیں بحث

ومباحثوں سے استفادہ کرنے کے مزید مواقع ملیں گے۔ بلکہ کچھ بیا ت تو اس واقعہ کے بارے میں Āوں سے گذر شروع بھی ہو چکے ہیں% ب اختلاف نے روائتی مخالفت میں اسے بے حیائی اور اسلامی تشخص کے منافی گردا ہے۔ # کہ وزیر مملکت طارق عظیم کو ان تصاویر میں کوئی قابلِ اعتراض بات Āنہیں آئی۔ دیکھا آپ نے۔۔تصویر ایک۔ لیکن Āیت، دو۔ بالکل اس ہی طرح جیسے منی اسکرٹ کے بارے میں یہ لطیفہ۔۔پچھلے وقتوں میں کسی لڑکی نے اپنی ماں سے منی اسکرٹ پہننے کی اجازت مانگی تو جھاڑ پڑی کہ شرم وحیا بھی کوئی چیز ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور لڑکی کو قطعی اجازت نہ ملی۔ لیکن آج انلائٹمنٹ کی وجہ سے اگر کوئی لڑکی ماں سے منی اسکرٹ پہننے کی اجازت مانگے تو ماں خوشی سے کہے گی۔ ''ہاں ہاں بیٹی، کیوں نہیں۔۔۔کیوں نہیں۔۔۔کچھ نہ کچھ تو پہننا اچھا ہی ہے۔۔۔''

۷ اپریل ۲۰۰۸ء

بغیر اجازت۔۔۔۔۔۔

ہم بہ حیثیت ایک قوم کے عجیب مزاج رکھتے ہیں۔ ہر بات پر تنقید، اعتراض یا مخالفت میں ہماری مثال نہیں ملے گی لیکن کسی کے اچھے کام کی تعریف ہمارے لیئے نہایت مشکل چیز بن جاتی ہے۔ خاص کر کے حکومت کا کوئی اچھا قدم ہو تو ہمارے لیئے اس کے حق میں بولنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔ حکومت کے اچھے بیانات کو بھی نہیں سراہتے۔ اب دیکھیئے کہ حکومت ہر دہشت گردی، تخریب کاری، حتیٰ کہ اجتمائی زیادتیوں کے بعد صاف صاف کہہ دیتی ہے کہ اس قسم کی کسی بھی غیر قانونی حرکت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر اس تنبیہ کے باوجود کوئی بلا پیشگی اجازت اس قسم کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو ہمارے صدر اور وزیر اعظم فوراً متعلقہ تھانے کے انچارج ہی نہیں بلکہ ڈی آئی جی اور آئی جی تک کو فوری تحقیقات کا حکم صادر فرما دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ حکم نہیں دیں گے تو کارروائی کیسے ہوگی۔ بلکہ ہم نے تو وارداتوں کے بعد اعلیٰ حکام کے بیانات بھی دیکھے ہیں جن میں انہوں نے فخریہ بتایا کہ ''صدر یا وزیرِ اعظم کے حکم'' پر تحقیقات کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ (اگر حکم نہیں ہوتا تو؟)

اس کے علاوہ جو بات تعریف (appreciate) کرنے کی ہے وہ حکومت کا یہ ارادہ ہے جس کا حکومتی ارکان بشمول صدر، وزیرِ اعظم، ہر ایسے واقعہ کے بعد اعادہ کرتے رہتے ہیں کہ ملوث مجرمان کو جلد از جلد گرفتار کر کے ان سے سختی کے ساتھ نمٹا جائے گا۔ اب چونکہ سختی پلاسٹک، چمڑے، گوشت & پوست & سے لیکر لکڑی اور لوہے تک کی ہو سکتی ہے اس لیئے یہ بھی قابلِ تعریف ہے کہ بغیر کسی ابہام یا دھوکے کے یہ واشگاف لفظوں میں بتا دیا جاتا ہے کہ 'آہنی' ہاتھوں کے ساتھ نمٹا جائے گا۔ اس سے کم از کم یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سختی کتنی ہو سکتی ہے۔ دہشت گردی یا تخریب کاری کی اجازت نہ دینے کا ایک اور مضبوط اور مثبت پہلو بھی سامنے آتا ہے جس سے بے روزگاری میں بھی کسی حد تک کمی ہو سکتی ہے۔

آپ کے علم میں ہوگا کہ کچہری کے احاطے میں بیسیوں وینڈرز (Vendors) میز کرسی لگائے اسٹامپ، حلف

۔ ے اور مختلف اقسام کے اپلیکیشن فارمز (application forms)@ رہے ہوتے ہیں۔ اب اَ ان میں ا۔ اور درخوا & فارم کا اضافہ ہو جائے تو وینڈر حضرات کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے اور شر پسندوں کو اجازت مانگنے کی سہو) بھی حاصل ہو جائے گی۔ اَ حکومت چاہے تو ہر درخوا & کے لیئے 'fees' مقرر کر کے کچھ مالی فو+ بھی حاصل کر سکتی ہے۔ فارم میں درخوا &/ ارکو اجازت کے لیئے اپنے اس اقدام کے لیئے جواز پیش 'justify' کرنے کی سہو) بھی ہو گی۔ فارم میں درخوا & گذار کے تمام کوائف درج ہوں گے جس سے حکومت کو گھر بیٹھے کافی ڈیٹا (DATA) بھی مل جائے گا۔

اب آپ عادتاً اعتراض کریں گے کہ۔ # اجازت نہ دینے کا طے ہو چکا ہے تو پھر درخوا & کوئی کیوں دے گا اور اس سے حاصل کیا ہو گا تو عرض ہے کہ پتنگ*۔ زی پ بھی تو* پ بندی ہے لیکن درخوا & کرنے پ دو دن کے لیئے ہی سہی، پ اجازت مل تو جاتی ہے۔ ہاں پتنگ*۔ زی کی اجازت مل جانے سے یہ امید بھی ہو گئی ہے کہ اب درخوا &/ ار ہونے سے کئی اور اقسام کی قانون شکنیاں، مثلاً آتش*۔ زی، 'over speeding' *۔ سگنل کی خلاف ورزی کی بھی، وقتی طور پ اجازت مل سکتی ہے۔ مثلاً کسی کو کہیں جانے کی جلدی ہے تو ارجنٹ فیس کے ساتھ درخوا & دے سکتا ہے کہ جناب۔ ائے مہر*۔ نی دو گھنٹے کے لیئے کار تیز ` نے کی اجازت دی جائے، نیز سگنل کی خلاف ورزی کو بھی Ã+ از کر*۔ جائے۔ عین نوازش ہو گی اور احقر آپ کا یہ احسان* حیات نہیں بھولے گا۔ جناب عالی اس درخوا & کی مطلوبہ فیس بھی درخوا & کے ساتھ جمع کروادی ہے۔

ان پ ڑھ درخوا & گذاروں کی درخوا & لکھنے کے لیئے، ریٹا ٔ ڈ منشیوں کی بے روزگاری بھی دور کی جا سکتی ہے اور پھر درخوا & رد کرنے کا اختیار تو حکومت کے* پ س ہی رہے گا جس سے ہٰذا من فضل ربی کی گنجائش بھی نکل سکتی ہے۔ گا ہے بگاہے دو چار درخواستوں کو رد کر کے حکومتی رِٹ بھی قائم رکھی جا سکتی ہے۔

۱۱اپ یل ۲۰۰۷

کالم نویس

یہ ا۔ مسلمہ حقیقت ہے کہ ا۔ قاری اپنے اخبار کو چھوڑ کر کسی دوسرے اخبار کی طرف خبروں کی وجہ سے نہیں بلکہ+ W ریل* یہ کہیے کہ اڈیٹر اور پسند+ ہ کالم نویسوں کی وجہ سے آ* ہے۔ ہم نے بھی ا۔ نئے اخبار کو اس ہی لیئے اپنا* ۔ عبدالقادر حسن، جاو+ چودھری، زاہدہ حنا، اور* مقبول جان اور اطہر عباس کی ' کنکر* یں' ہمیں نئے اخبار کی طرف لے آئیں۔ اور ہم مجیب الرحمٰن شامی، » لحق قاسمی اور ڈاکٹر صفدر محمود کے کالموں سے محروم ہو گئے۔ اَ چہ کالم کی پسند+ گی قاری کے اپنے خیالات کی* جمانی سے مربوط ہوتی ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اَ کالم نویس کا علم سچا ہو اور وہ جھوٹ* بیوقوفی کی*۔ ت نہ لکھ رہا ہو* خود ستائی نہ کر رہا ہو تو اسے پ ڑھنے میں کوئی مضا B نہیں ہو*۔ لیکن۔ # کوئی کالم نویس اپنے مونہہ میاں مٹھو W ہوئے اپنی *۔ قص معلومات کو اپنی کنفیوژن کا* م دے۔ اور اپنے آپ کو اینگری ینگ مین (Angry young man) کے روپ میں پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کی تہذ$ ، اé عظمتِ رفتہ کا مذاق اور حال کے عظیم مسلمانوں کا قد کم کرنے کی کوشش کرے تو بہت ہی کوفت ہوتی ہے۔ ارے ہمارے دشمن ہی کیا کم ہیں جو ہم پ گند پھینک کر ہمیں رسوا کرنے میں ایسے کئی کالم نویس کوئی کسر نہیں اٹھار p ۔ نئے اخبار میں ہماری آشنائی ا۔ ایسے ہی کالم نویس سے ہوئی جس سے پہلے پہل ہم کافی مرعوب ہوئے۔ لیکن رفتہ رفتہ قلعی کھلتی گئی اور ان کے سطحی ہونے کا بھا+ کھلنے لگا۔ ا ê کالموں سے پتہ چلنے لگا کہ حا* تی طور پ یہ مقام ملH ہے۔ ہمیں تعجب تھا کہ وہ اس اخبار میں کیسے فٹ ہو گئے۔ کیوں کہ ان کے کالم تھالی کے بینگن والی* پ لیسی ر p والے اخبار ہی کے لیئے قابلِ قبول ہو h ہیں۔ اور ہمارا خیال*۔ لکل در & نکلا کہ موصوف چند ماہ ہی میں لوٹ گئے۔ ایسے کالم نویس تو اپنے آپ کو روشن خیال اور صاف گو* $ کرنے کے چکر میں قوم کو مایوسی کے غار میں ڈھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ا۔ وجہ تو شا+ اé طا) علمی کے زمانے کی اپنی* کامیاں ہوتی ہیں* پھر ا ê محبوب 'ازم' کی تباہی! اور وہ بھی اتنی جلدی۔ ہم ایسے کئی لوگوں کو جا ... ہیں جو یونیورسٹی اور کالج میں پ ڑے جغادری لیفٹسٹ

ہوتے تھے۔اسے اتفاق ہی کہیئے کہ انہیں عام طلبا میں بہت ہی کم پذیرائی ملی۔ڑ یدہ تر نمبر دو ہی رہے۔جبکہ ان کی مدد کے لیئے کئی سیاسی جماعتیں، اخبارات، اور سفارت خانے سرگرم عمل رہتے تھے۔ان میں خاص طور پر قائد اعظم کے ہاتھوں شکست کھائے ہوئے پیش پیش ہوتے تھے۔یہ لوگ بھارت نواز اور Ã یہ* پکستان کے مخالف تھے اور کھل کر سامنے آنے کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے غری$ گھرانوں کے محرومیوں کے شکار بچوں کو استعمال کرتے تھے۔ان بچوں کو سرمایہ داروں کے خلاف کام کرنے میں بڑا چارم Ã تھا۔کئی اخبارات کی سرپرستی کی وجہ سے یہ لوگ میڈیا میں جگہ بنا e تھے۔اور جلد ہی دانشوری کا تاج بھی سر پر سج جاتا تھا۔مذکورہ کالم نویس بھی شاید ان ہی قسم کے لوگوں میں سے ہیں۔انہوں نے اپنے ایک کالم میں لکھا کہ ان کے بنگلے میں چار چار کاریں ہونے کے باوجود ان کے Wکی شادی بڑی سادگی سے ا• م پذیر ہوئی تھی اور یہ بھی لکھا کہ ان کے اپنے گھر کے باغ میں انواع واقسام کے پھلوں کی موجودگی کا احساس انہیں گلہریوں کی آمدورفت سے ہوتا ہے۔موصوف اپنے کالموں میں اتنے تلخ ہو جاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے انگارے چبائے ہوئے ہیں۔ کہاوت ہے کہ ساون کے اندھے کو ہر چیز ہری Ã آتی ہے لیکن نہ جانے کیوں انہیں تو مسلمانوں میں عام طور پر اور پکستانیوں میں خاص طور پر صرف کیڑے ہی Ã آتے ہیں۔ان کی علمیت کا یہ حال ہے کہ انہیں علم ہی نہیں کہ یہ مسلمانوں کی تحقیقات واX دات ہی ہیں جو تمام موجودہ سائینسی علوم کو C یدفراہم کرتی ہیں ۔ الجبرا، ڈگنوaی کے بغیر سائینسداں ایک قدم بھی نہیں چل h ۔علم کیمیا اور علم الاجسام میں مسلمانوں کے کنٹربیوشن پر ہی آج کی بنیاد سائینس کی عمارت کھڑی ہے۔انہیں تو ہمارا سائنسداں بھی جعلی Ã ہے۔ شاید انہیں علم نہیں کہ ایٹمی 8بڑی کا معمولی کارکن بھی ان سے کہیں زیدہ پڑھا لکھا ہے۔ ہاں ہم اس بات پر ان سے متفق ہو h ہیں کہ ہم مسلمان . # بھی لٹے ہیں تو اپنوں ہی کی+ و) لٹے ہیں ورنہ باہر کا کوئی شخص ہم کو تباہ نہیں کرسکتا۔یہ ہماری بدقسمتی ہی تو ہے کہ ہمارے دانشور کبھی واہگہ پر موم C یں جلانے کے لیئے بے چین ہو جاتے ہیں تو کبھی بھارتی فلموں اور فنکاروں کے استقبال کے لیئے مرے جاتے ہیں۔پکستان کی تخلیق کے وقت ننانوے فی صد (۹۹٪) ہندو، تحریکِ پکستان کے مخالف تھے۔لیکن مسلمان مختلف حیلے بہانوں سے آپس میں بٹے ہوئے تھے۔کسی کو مسلمانوں کے کمزور پڑ جانے کا : شہ تھا۔تو کسی کو فکر تھی کہ پکستان W

کے بعد شاہی مسجد میں کون آئے گا۔کسی کو قائد اعظم کے سوٹ بوٹ پر اعتراض تھا تو کسی کو وہم کہ مسلم لیگ ٹوڈیوں کی جماعت ہے۔اور کچھ کا خیال تھا ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں۔افسوس انہیں اسٹیشنوں پر مسلم ٹی اسٹال اور ہندو چائے کے بورڈ Ã نہیں آتے تھے۔ان کے لیئے بنارس میں گائے کی @ پر مسلمانوں کا قتل عام کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔کاش اسوقت مسلمان بھی ہندوؤں کی طرح ایک ہوتے۔پکستان W سے مسلمانوں کی طاقت میں کمی کا خوف رp والے عقل کے اندھوں کو مسلمانوں کی کسمپرسی کا کیا احساس ہوتا جنہیں یہ ہی نہیں معلوم کہ کرکٹ اور ہاکی جیسے معمولی کھیلوں میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔پکستان W کے بعد پکستانیوں پر مشتمل ٹیموں نے بھارتیوں کو ان کی اپنی سرزمین پر شکست دn .$ کر ثابت کر دیا کہ پکستان W سے مسلمان کمزور نہیں ہوئے بلکہ مضبوط ہو گئے ہیں۔آج کے دور میں عجیب بات تو یہ ہے کہ تمام تر سہولتوں کے باوجود عوام کو سچ جھوٹ اور پروپگینڈا کا فرق نہیں معلوم ہوتا۔اس دور میں جس طرح سے واقعات جنم e ہیں ان سے حقائق معلوم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ایک ذاتی واقعہ بطور مثال پیشِ : مت ہے۔ہمارے طالب علمی کے زمانے میں . # ہم خود سندھ یونیورسٹی کی یو 2 میں تھے تو کمشنر ہمیں اور ڈپٹی کمشنر ہمارے مخالف گروپ کو لائن دیتے تھے اور ان دونوں کو گورنر مغربی پکستان کی G حاصل تھی اور . # دونوں گروپوں میں جھگڑے بڑھ گئے تو صلح کے لیئے دو وزراء کو بلوایا H ۔رات کے پچھلے پہر اس وقت کے وزیر W ے اور بعد کے وزیرِ اعظم جناب محمد خان جونیجو اور وزیر قانون جناب اللہ بچایو آخوند تشریف لائے۔ ان کے علاوہ کمشنر، دادوا اور حیدرآباد کے ڈپٹی کمشنر، وائس چانسلر بھی موجود تھے۔دونوں گروپوں کو نصیحتیں ہو N اور پھر گلے ملوایا H ۔اس سے پہلے ایوب خان کے نمائندے کی حیثیت سے آج کے ریٹائرڈ جنرل اور اس وقت کے کرنل رحیم الدین بھی تحقیقات کے لیئے تشریف لا چکے تھے چلیئے جھگڑا ختم۔اوپر رپورٹ پہنچی ہوگی۔'سر & کام خوش اسلوبی سے طے ہو گئے۔دونوں گروپ آپ کے ہاتھ مظبوط کرنے پر راضی ہیں'۔گمان ہے کہ اس سلسلے میں % چے کے مد میں کچھ نہ کچھ لے بھی مرے ہوں۔چہ خوب! ایشو بھی خود پیدا کیا۔اور 'resolve' بھی خود ہی کیا۔ہمیں . # ساری حقیقت کا علم ہوا تو ہم نے اس لیڈری سے توبہ کرلی۔اور پھر مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ہاں اس دور کے کچھ اور بھی قصے ہیں جو K للہ پھر کبھی گوش گذار کریں گے۔دودھ کا جلا چھاج بھی

پھو- پھو- کر پیتا ہے اور ہر معاملے کو سطحی C دوں پ نہیں r ۔ہم چو è ان اقسام کا تھوڑا بہت تجربہ ر p ہیں۔اس لیئے . # جامعہ حفصہ کا ایشو کھڑا ہوا تو ہمیں دال میں کالا A آنے لگا۔ پھر مذکورہ کالم نویس کا اس ایشو پ کالم پڑھا تو اسلام * دکی + * م زمانہ آ > ' کا انٹریو * دآ H جس میں اس عفیفہ نے سارے معاملے کو * ر- دینے کے لیئے شیعہ کافر والی تہمت کا لے. قعے والیوں سے منسوب کردی اور ٹی وی نے ٹیلی کا & بھی کردی کوئی بے وقوف ہی اس پ اعتبار کرسکتا ہے کیو è شیعہ و سنی آج جتنے متحد ہیں پہلے کبھی نہ تھے۔ . # کہ دونوں کو لڑانے کی جتنی سازشیں آج ہو رہی ہیں شا + پہلے کبھی نہیں ہو N ۔عراق کی . B شروع تو خطر * ک ہتھیاروں (Weapon of Mass destruction) کی مبینہ موجودگی سے ہوئی اور . # کچھ ہاتھ نہ * تو شیعہ سنّی کی C دوں پ تقسیمِ بغداد کی کوششیں شروع ہوگئی۔ دونوں کو علیحدہ نہ کر سکے تو اب دیوار ہی سہی۔ دیواریں اتنی ہی اچھی ہیں تو دیوار. لن میں کیو% ابی تھی۔ہم خود جامعہ حفصہ کے طرزِ عمل کے خلاف ہیں لیکن کوئی قدم اٹھانے سے پہلے سوچنا ضروری تھا کہ کہیں یہ 'TRAP' تو نہیں۔کیوں کہ کوئی اقدام کرتے * نہ کرتے ہر دو صورتوں میں نقصان مسلمانوں کا ہی ہو * تھا اس * ت سے ہی دشمن کی سازش کا پتہ چلتا ہے۔کسے خبر کے منتظمینِ جامعہ حفصہ بھی اس سازش کا شکار ہوئے ہوں۔ورنہ اس اقدام یعنی آ ذ شریعت کے لیئے یہ ہی وقت کیوں؟ اور اچا- ہی کیوں؟ ورنہ ایسے اقدام کے لیئے مہینوں راہ ہموار کی جاتی ہے۔کیا ا- لائبریری پ قبضہ اور ا- فاحشہ عورت کو پکڑ کر ز. دستی اپنے حق میں بیان دلوانے سے اسلام * فظ ہو سکتا تھا۔اور کیا ہم اس عورت کے بعد میں دیئے گئے انٹرویو سے بھی نہیں سمجھ h کہ در پ دہ کھیل تھا کیا؟ اس 'آ > نے تو اس اشو کو شیعہ سنی کا ر- دے * تھا۔کیا ہمیں نہیں معلوم کہ آج وہ کون ہے جو شیعہ سنی کو متحد نہیں دیکھنا چاہتا۔ ہم جیسے ا- عام شہری کو اس سارے معاملے میں خطرے کی بو آ رہی تھی اور اس ہی لیئے کئی کالم نویسوں نے اپنے کالموں میں اس اشو پ محتاط تبصرہ فرما * تھا۔لیکن اسلام اور * پ کستانیوں سے + ظن یہ کالم نویس نہ جانے کیوں اتنے % اغ * پ ہوئے تھے کہ محسوس ہو * تھا جیسے کہ. ائی اور بے حیائی کے اڈے بند ہونے سے انکا کوئی ذاتی نقصان ہوجائیگا۔

۲۵ اپریل ۲۰۰۷ء

منطق

منطق * لوجک 'Logic' اَ/ پڑھے لکھے لوگ استعمال کریں تو مفید لیکن پڑھے لکھے جاہل کے ہتھے % ھ جائے تو سوائے نقصان کے کچھ ہاتھ نہیں * * ۔ لکل اس ہی طرح جیسے نشتر سرجن کے ہاتھوں لگے تو مفید لیکن کسی 'unskilled' کے ہاتھوں نقصان کا + یشہ ہی رہتا ہے کہا جا * ہے کہ منطقی دلائل کے ذریعے { ئج ا: کرنے کے لیئے کامن سینس کا ہو * شرط ہے۔ا- دفعہ شیخ سعدی کے * پ س ا- شخص اپنے W کو لیکر حاضر ہوا * کہ اسے شیخ اپنی شاَ/ دی میں لے لیں۔شیخ سعدی نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ لڑکے میں کامن سینس کا فقدان ہے، معذرت کر * چاہی لیکن وہ شخص بضد ہوا تو شیخ سعدی نے * دلِ * خواستہ اسے شاَ/ دی میں لے لیا۔1 ساتھ ہی: شہ بھی ظاہر کر * کہ ان کی دی ہوئی تعلیم کا کوئی فا + ہ نہ ہوگا۔خیر تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور . # تعلیم مکمل ہوئی تو لڑکے کا امتحان مقصود ہوا۔لڑکے کے والد کو بھی دعوت دی گئی اور & کی موجودگی میں شیخ نے اپنی مٹھی میں ا- انگشتری چھپالی اور شاَ/ د سے کہا 'حساب لگا کر بتاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے' شاَ/ د نے حاصل کی ہوئی تعلیم کو. وئے کار لاتے ہوئے حساب لگا * اور بتلا * کہ ہتھیلی میں چھپی ہوئی چیز دھات کی ہے۔گول ہے۔اور @ میں سوراخ ہے شیخ نے کہا یہ & * ۔ لکل ٹھیک ہے۔اب بتاؤ کہ ہے کیا؟ شاَ/ د نے کچھ دیر سوچا اور کہا 'چکّی کا پ ٹ'۔شیخ سعدی نے لڑکے کے * پ سے کہا 'دیکھا میری دی ہوئی تعلیم * ۔ لکل ٹھیک ہے لیکن کامن سینس کی کمی، ہتھیلی سے چکی کا * پ ٹ ہی نکال سکتی ہے۔اس ہی طرح . # ہم حکومتی ارکان کو منطقی دلائل کے ذریعے خود کو حق بجا $ * . $ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ سردار جی * د آ جاتے ہیں جن کے ہاتھوں منطق کی مٹی پلید ہوئی تھی۔قصّہ ہے کوئی شخص گاؤں میں منطق میں ڈاکٹر $ کی ڈَ/ ی حاصل کر کے لو * تو مخالف چودھری کو تشویش ہوئی اور اس نے اپنے ا- سردار دو & کو یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ منطق ہوتی کیا ہے، ڈاکٹر صا # کے * پ س بھیجا۔ڈاکٹر نے سکھ کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ * ت سے * ت نکال کر کسی نتیجے پ پہنچنے کے علم کو منطق کہتے ہیں۔سردار جی کے کچھ پلے نہ پڑا تو ڈاکٹر نے کہا کہ دیکھو میں تم

سے کچھ سوالات کرونگا اور پھر کوئی منطقی نتیجہ ا: کرلونگا۔ ڈاکٹر نے سردار جی سی پوچھا کیا تمہارے گھر میں کتا ہے۔ جواب اثبات میں سن کر کہا اس کا مطلب گھر ڑا ہے اور رکھوالی کے لیئے کتا* پلاHا ہے۔ جواب 5 جی ہاں۔ فر*یا اس کا مطلب ٹھیک ٹھاک آمدنی اور خوشحالی ہے۔ پھر پوچھا کیا والدہ حیات ہیں۔ سکھ نے کہا جی ہاں۔۔ تو کہا وہ تمہارے لیئے دعا کرتی ہیں؟ جواب 5 جی* بلکل۔ ڈاکٹر نے کہا سردار جی اس کا مطلب ہوا کہ تمہاری ماں ا یـ نیک عورت ہے۔ دیکھو منطق کی رو سے میں نے معلوم کرلیا کہ تمہاری ماں نیک ہے اور اسکی دعاؤں سے تمہارے گھر میں خوشحالی ہے۔ اب سکھ کی سمجھ میں آHا کہ کتے کی موجودگی سے کیسے نتیجہ ا: کیا Hا۔ سکھ چودھری کے* پس لوٹ۔ چودھری نے پوچھا کیا معلوم ہHا کہ منطق کیا ہے۔ سردار جی نے جواب* یہ ہاں* بت سے* بت نکال کر کسی نتیجے پہ پہنچنا منطق ہے۔ چودھری کی سمجھ میں کچھ نہ* یا تو سردار جی نے پوچھا* یار تیرے گھر میں کتا ہے۔ چودھری نے کہا نہیں، کیوں؟ سردار نے سر کھجاتے ہوئے کہا* یار منطق کی رو سے تمہاری ماں نیک عورت نہیں ہے۔۔ ہمارے وزراء بھی اب ایسے ہی دلائل دیتے سنائی دیتے ہیں۔ ان کی دلیلوں کے بمو. # ۔۔۔الف% بِ اختلاف کو چیف جسٹس کی طرف داری نہیں کرنی چاہیئے کیوè پچھلے دور میں نواز شریف کی* پرٹی نے سپریم کورٹ پہ حملہ کیا تھا۔۔ (حالاè اب وہ سارے ممبرز حکومتی i ں کا حصہ ہیں) ب۔ سیاسی* پرٹیوں کو وردی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے کیوè یہ &* پرٹیاں فوجی حکومتوں کے بطن سے ہیں۔ (اب اسے کیا کیا جائے کہ خواجہ* ظم الدین کو. طرف کرنے سے لیکر آج -- عملاً فوج ہی کی عملداری ہے۔ اس لیئے اس دوران پیدا ہونے والا ہر لیڈر فوج ہی کا مرہونِ منت ہوگا) ج۔ رeنس کو سیاسی* پرٹیاں پولیٹیسا، (politicise) کررہی ہیں (اب اس کا کیا حل کہ رeنس کا پیش کیا جا* خود ہی ا یـ پولیٹیکل اشو ہے تو جوابی غزل تو سیاسی ہی ہوگی*) جمہوری$ فوجی آمر کے زیرِ سایہ ہی پMا سکتی ہے اس لیئے یہ آ M کے عین مطابق ہے۔ بہر حال یہ اور ایسے ہی دوسرے بیا* ت سے پتہ چلتا ہے سکھ اب بھی یہیں موجود ہیں۔۔

۳ مئی ۲۰۰۷

غلط بیانی۔۔۔

سنا ہے کہ اچھے زمانوں میں . # کوئی جھوٹ بولتا تھا تو مر جا* تھا لیکن آجکل غلط بیانی کرنے والے کو بخار -- نہیں ہو*۔ کہا جا* ہے کہ سیا & میں بغیر جھوٹ* یا غلط بیانی کے گذارا نہیں۔ حالاè مثال ہے کہ قائدِ اعظم نے کبھی دروغ گوئی* یا غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ . # کہ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ آج کل کے علماء -- جھوٹ کا سہارا e سے اَ ,یا نہیں کرتے۔ جھوٹے تو بہت دیکھے ہیں اور ا æ واقعات میں سے یہ واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ یہ شا+ ۱۹۶۲ کی* بت ہے ہم فر & ایر* یا انٹرنس میں تھے۔ الیکشن میں محترمہ فاطمہ جناح، ڈکٹیٹر ایوب خان کے مقابل صدارتی امیدوار تھیں۔ ڈکٹیٹر کے ساتھیوں میں امریکی پٹھو شعیب اور جمہوری$ کے چمپین بھٹو بھی تھے۔ جبکہ مادرِ ملت کے ساتھی خواجہ* ظم الدین* بقی بلوچ، مولوی فر+ اور جعفر خان جمالی جیسے لیڈران تھے۔ حیدر* باد میں مادرِ ملت کا جلسہ عیدگاہ میدان میں تھا۔

حکومت اپنے اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے جلسے کو* کام* $. کر* چاہتی تھی لیکن جلسہ نہای$ کامیاب رہا۔ ہمیں* یاد ہے کہ نومبر کی سردرات میں . # ہم جوش میں جلسے کے عین درمیان پہنچ گئے تو سانس 8* دوبھر ہHا اور ہم گھبرا کر پیچھے آ گئے تھے۔ ہجوم کا یہ عالم کہ اَ/ کوئی تھالی N دیتا تو سروں پہ سے پھسلتی ہوئی ا یـ سرے سے دوسرے سرے -- پہنچ جاتی۔ بشرطِ یہ کہ & لوگ ا یـ ہی قد کے ہوتے۔ مہاورۃً تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس جلسے کے کچھ ہی دن بعد آمر ایوب خان کا جلسہ اس ہی میدان میں ہوا۔ جس کے لیئے ,ڑے* پاپڑ بیلے گئے۔ پبلک ٹرانسپورٹ پہ قبضہ کیا Hا، اور گاؤں اور گوٹھوں سے عوام کو بھیڑ بکریوں کی طرح جلسہ گاہ میں ز. دستی لا* یا Hا 1 مادرِ ملت کے جلسے کے حاضرین کے دسویں حصے کے. ا. بھی لوگ جمع نہ کیئے جا سکے۔ تل تو کیا تلوں کی بوریں* یں آسانی سے رکھی جا سکتی تھیں۔

ایوب خان کی کنونشن لیگ کے ای- لیڈر حافظ مبارک علی شاہ*C تھے اور ڈکٹیٹر کی مدح سرائی میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے*C حافظ صا # نے اپنی تقری میں اپنا جوشِ خطا$ استعمال کرتے ہوئے یہ *ر [جملہ کہہ کر ہم جیسے، دونوں جلسوں کے چشم دی گواہوں، کو حیرت زدہ کر دی کہ انہوں نے اپنی زن گی میں اس سے ب ا مجمع نہیں 'دیکھا'۔ اس سے ملتا جلتا ای- اور واقعہ بھی وقوع پذ یر ہوا ہے۔

مسلم لیگ [ق] کے زی انتظام ای- جلسہ تھر میں منعقد کیا H گیا جو بلکل اس ہی طرز کا تھا جیسا ۱۹۶۲ء میں مسلم لیگ کنونشن کے زی انتظام، ایوب خان کے لیئے کیا H گیا تھا۔ اس میں ای- + ازے کے مطابق پچیس تیس ہزار افراد پکڑ دھکڑ کے لائے گئے تھے۔ اس تعداد کو پ وی مشرف نے ای- لاکھ جا*۔ لیکن وزی اعلیٰ نے اس کو دس سے ضرب دn سچائی کو کاری ضرب لگا کر ہماری اس* بت کی* G کر دی کہ اب جھوٹ بولنے والوں کو بخار بھی نہیں % ھتا۔ کہا جا* ہے کہ ساون کے + ھوں کو ہر چیز ہری Ã آتی ہے لیکن عقل کے + ھوں کو ہر چیز الٹی Ã آتی ہے بس یوں سمجھئے کہ ع۔

ے مجنوں Ã آتی ہے ، لیلیٰ Ã * ہے

کیوè جنہیں اپنا جلسہ دس پندرH ادکھائی دے رہا تھا، انہیں چیف جسٹس کا جلوس کئیH چھو* تو Ã * ہی تھا۔ ورنہ جھوٹ بولنے سے بخار تو کیا % ھتا۔ سچ دیکھنے سے دل کا دورہ ضرور پ سکتا تھا۔ دل کے ذکر سے* ید * ی کہ اس وقت کے وزی قانون کے دل میں واقعی درد اٹھا تھا اور انہیں ہسپتال جا کر انجیو پلاسٹی کرا* پ ی اور یہ بھی عین اس دن . # چیف جسٹس اسلام * . د سے لاہور کے لیئے محوِ سفر تھے۔ خیر دل کا درد تو کسی کو کسی بھی وقت ہو سکتا ہے اور اس کے لیئے اہلِ دل ہو* بھی ضروری نہیں، ورنہ حکومتی ارکان درد سے مستثنیٰ ہی رہتے۔ ویسے بھی بقول شاعر۔ ع

ے'' درد دل کے واسطے پیدا کیا K ن کو ''

اور حکومتی ارکان کا K M سے کیا* طہ!! لیکن اس تمام معاملے میں ای- نئی چیز مشاہدے میں آئی تھی کہ دردِ دل سے دماغ بھی ماؤف ہو سکتا ہے کیوè وزیرِ قانون نے جس طرح کے جو* بت ہسپتال میں جیو کے U ئندے کو دیئے وہ اس* بت کی K+ ہی کرتے تھے کہ موصوف ذہنی طور پ بھی ٹھیک نہیں تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس ہی لیئے کہا

H ی ہو کہ کبھی کبھی دل اور دماغ کو الگ الگ بھی رکھنا چاہئے کہ % بوزے کو دیکھ کر % بوزے کے رن- پکڑنے کے مصداق دل اور دماغ ای- دوسرے کی % ابی کا اث نہ لے سکیں۔

ہمارے خیال میں مندجہ ذیل شعر ہمارے خیال کی صحیح ت جمانی کر سکتا ہے۔۔ ع

بہتر ہے دل کے ساتھ رہے *پ سبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

۸ مئی ۲۰۰۷ء

پ لیس اڈوا K

پ یس اور پبلیکیشن کے ر رے میں ہر حکومت چاہتی ہے کہ یہ حکومتی کنٹرول میں رہے۔ جبکہ% ب اختلاف آزادیِ صحافت کے لیئے صرف اس قت -- کوشاں رہتی ہے ۔ # -- اسے اقتدار نہیں مل جا -سائنس اور ٹیکنالوجی کی و } خبروں کو روکنا اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا اب مشکل ہی نہیں ممکن ہو H ہے اور اس مجبوری کو حکومت آزادیِ صحافت کا م دیتی ہے۔ ع

عجزH ہ کے دم -- ہیں عصمتِ کامل کے جلوے

ہمارے خیال میں آزادیِ صحافت کا خواب صرف اس صورت میں پورا ہوسکتا ہے ۔ # حکومت صرف سچ بولے اور قوم کو پوری طرح حقائق سے آگاہ رکھے ورنہ نہیں۔ سینکڑوں ٹیوی چینلز، ڈش اینٹنا، انٹر M اور مو بَل فون کے جو حکومت صحافت کو مشکل میں ڈالے ر b ہے۔ اس سلسلے میں ا- ~ m پ مختلف چینلز کے میڈ ن اور اخبارات کے نمائندوں کے درمیان ا- مذاکرے سے معلوم ہوا کہ آج ہمارے ملک میں صحافت پہلے سے کہیں دہ مشکلات میں ہے۔ ہم تو پہلے ہی سے اس خیال کے حامی ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ میڈ جتنا آج آزاد ہے پہلے کبھی نہ تھا۔ میڈ کے ان نمائندوں نے گو ہماری G یہ کہہ کر کردی کہ بینظیر و نواز شریف کے ادوار میں بھی مشکلات کا سامنا رہتا تھا 1 اتنی بند یں جیسی اب ہیں کبھی نہ تھیں۔ ا- صا # نے بتا کہ اگر ٦٠٠ الفاظ کا کالم لکھنا ہو تو Advice ملتی ہے کہ اس میں ۳۰۰ الفاظ میں حکومتی ارکان کا ذکر چاہیئے ہم جا ... ہیں کہ پ ائیو $ چینلز کی وجہ سے حکومت اس ہی پ اکتفا کیے ہوئے ہے ورنہ ان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ یہ بھی پہلی ر معلوم ہوا کہ Talk shows میں مہمانوں کی شر حکومت کی منشاء سے ہوتی ہے۔ حکومت بتاتی ہے کہ ان کی نمائندگی کون کرے گا اور % ب اختلاف میں سے کس کس کو بلا ہے۔ ان حضرات نے یہ بھی بتا کہ کئی ر ا- آدھ کرسی مہمان سے بے * زبھی رہی ہے۔ کرسی کی محرومی کیا ہم

نے تو دورِ ضیاء میں اخبار کے صفحے کے صفحے الفاظ سے محروم دیکھے ہیں۔ یہ سعادت ہمیں اسٹوڈ $ پ لیٹکس کی وجہ سے نصیب ہوئی اور اس ہی لیئے # رکا حال جا ... ہیں۔ دورِ ایوبی سے دور پ و ی -- کے چشم دی گواہ ہونے کے طے ہم نے دیکھا ہے کہ ملٹری ڈکٹیٹر & کے بطن سے کیا کیا خوف اور کیسے کیسے لطائف جنم e ہیں۔

آج ہم آپ کو ان ادوار کے دو دلچسپ واقعات سناتے ہیں۔ ہم یہ بتاتے چلیں کہ اگر کوئی ہمیں یہ سنا تو شا ہمیں یقین کرنے میں مل ہو لیکن اپنی آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا کیسے رد کریں۔ ایوب خان کا مارشل لاء تھا، لوگوں میں خوف و ہراس تھا، تمام سیاستدانوں پ ایبڈو کے تحت پ بندی تھی، میڈ (اخبار اور ر یو) پ حکومت کا کنٹرول تھا، ایوب خان ہر ماہ کی پہلی کو قوم سے خطاب کرتے اور اپنا راگ الاپ کر چلے جاتے۔ ہاں شا یہ رسم بھی ان ہی کی ڈالی ہوئی ہے کہ صدر کی ہر تقر سے پہلے اور بعد میں قومی ترانہ سنا جائے۔ قوم اس کی اتنی عادی ہوگئی تھی کہ ترانہ اور صدر کی تقر لازم و ملزوم ٹھہرے۔ ہم اس زمانے میں گورنمنٹ کالج حیدر د میں پڑھ رہے تھے۔ ہمارے ا- کلاس فیلو عبدالسلام ر یو پ کستان حیدر د پ اردو کی مقامی خبریں پڑھتے تھے۔ یہ وہی عبدالسلام تھے جو بعد میں ٹیوی کے مشہور نیوز ر رہوئے۔ ہم اکثر ان کے ساتھ ر یو اسٹیشن جاتے رہتے تھے۔ ا- شام ہم لوگ وہاں لان پ پ وا ام مینیجر کے ساتھ بیٹھے & کرر ہے تھے کہ ا- چپراسی گھبر ہوا ا۔ اسکا سانس پھولا ہوا تھا۔ آتے ہی پ وا ام مینیجر سے گو ہوا سا N صدر صاب کا فون تھا ڈا کٹر صاب کا پوچھ رہے تھے۔ مینیجر صا # نے جواب کہ دماغ % اب ہے، صدر صا # یہاں فون کریں گے کیا؟ کہنے لگا ہاں سا N انہوں نے خود کہا تھا کہ میں ایوب خان بول رہا ہوں۔ ہم & ہنس پڑے کہ کوئی اور ایوب خان ہوگا تو خفیف ہو کر بولا سا N مرضی ہے آپ کی، مت یقین کرو 1 وہ صدر صاب ہی تھے۔ & نے اسے سمجھا کہ صدر کو یہاں کیا کام ہوسکتا ہے لیکن وہ ماننے کو تیار نہ تھا اور بضد تھا کہ صدر صا # ہی تھے۔ # کوئی نہ تو کہنے لگا سا N آپ لوگوں کی مرضی ہے پ وہ صدر ایوب خان ہی تھے کیو e ان کے بولنے سے پہلے ترانہ بھی بجا تھا اگر کوئی دوسرا ایوب ہو تو ترانہ کیوں بجتا ؟

دوسرا واقعہ ضیاء دور کا ہے۔ ہمارا اس زمانے میں پ یس کلب میں اٹھنا بیٹھنا کچھ دہ تھا۔ ہمارے ا- دو &

امجد جعفری 'Indus Times' میں رہ چکے تھے جن کے توسط سے ہماری دوستی ڈان کے ملک صا # سے ہوگئی اور پھر ہماری شامیں ﮈ یدہ ,ﺗ پریس کلب میں ہی گزرنے لگیں اور ہمارے حلقہ ء احباب میں " Pakistan Times "کے سلیم قریشی، "Indus Times" کے ایف ایم قریشی، "Business Recorder" کے عبدلحفیظ، نوائے وقت کے عثمان اجمیری کے علاوہ دوسرے نامور اخبار نویس شامل ہوگئے۔ان حضرات کے طفیل حکومت کی اندرونی کہانیاں جاننے کا کافی موقع 5۔پریس پر کس طرح کی پابندیاں تھیں۔کس طرح ایڈوائس ملتی تھیں اور خبریں کیسے سنسر یا 'kill' کردی جاتی تھیں، کیسے اچھے کو برا اور برے کو اچھا کیا جاتا ہے۔وہیں یہ معلوم ہوا کے عوام کے مراسلوں پر یہ کیوں لکھا جاتا ہے کہ اڈیٹر کا مراسلہ نگار سے متفق ہونا ضروری نہیں کیونکہ اگر ایسا کوئی مراسلہ جو حکومت کے خلاف ہو اور سہواً چھپ جائے تو قانونی آفت سے بچا جا سکے۔اس زمانے میں اکثر اخبارات کے کئی کئی کالم سادہ ہوتے تھے کیونکہ عین چھپائی کے وقت اڈوائس آجاتی اور خبر کو نکال کر اور وقت کی کمی کے سبب دوسری خبر کی کتابت کا موقع نہیں ملتا۔ کئی دفعہ اخبار اڈیٹوریل کے بغیر شائع ہوئے۔آخری وقت پر اداریہ منسوخ ہوا اور دوسرا اداریہ لکھا نہ جا سکا۔

ایک رات ایک لطیفہ ہوا۔ایک مقامی اخبار کی کاپیاں پریس میں جا چکی تھیں اڈیٹر صا # اڈیٹوریل لکھ کر جا چکے تھے کہ اڈیٹوریل روکنے کی اڈوائیس آگئی۔سارا اسٹاف پریشان ہوا کیونکہ کوئی ذمہ دار شخص وہاں موجود نہ تھا۔ایک صا # نے مشورہ دیا کہ ایسے ہی چھوڑ دو بس اتنا میں لکھ دو کہ اڈیٹر کا اڈیٹوریل سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔اس پر شاید عمل ہو بھی جاتا 1 اتفاق سے اڈیٹر صا # کسی کام سے آگئے اور اخبار بغیر اڈیٹوریل کے شائع ہوا ورنہ دوسرے دن 'Declaration' منسوخ ہو جاتا اور ادیٹر بمع مالکان کے رہوتے۔

اب ایک لطیفہ سن لیجئے جو صریحاً ہمارے ذہن کی اختراع ہے اور حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔شاید یہ لطیفہ اس وقت اتنا مزہ نہ دے لیکن اس رات کا تصّور کیجئے . # یحییٰ خان کی حرکتوں کے نتیجے میں سقوطِ ڈھاکہ ہوا، ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر شخص غم زدہ تھا۔تمام سیاستداں زہر لگ رہے تھے۔ریڈیو پر چیف مارشل لاء اڈمنسٹر کی تقریر کے بارے میں بتایا جارہا تھا لیکن تاخیر کی وجہ نہیں بتائی جارہی تھی۔ہر شخص بے چین تھا۔ہر ایک یہ سمجھ رہا تھا کہ ابھی کوئی اچھی خبر آئے گی۔لیکن۔ بسا آرزو کہ خاک شد۔اللہ اللہ کر کے تقریر شروع ہوئی اور

ساری امیدوں پر اوس پڑ گئی۔دوسرے دن لوگوں نے ہم سے تقریر میں تاخیر کی وجہ جاننا چاہی ہم پہلے ہی جلے بیٹھے تھے اس لیئے یہ ہوائی چھوڑ دی کہ صدر، نورالامین کو نائب صدر بنانا چاہ رہے تھے لیکن وہ مل نہیں رہے تھے اس لیے تقریر میں تاخیر ہو رہی تھی بعد میں فون پر ملے۔ملٹری سیکریٹری نے صدر کو بتایا کہ نورالامین لائن پر ہیں۔ابھی صدر صا # ریسیور اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ دو سیکریٹریوں میں جھگڑا ہوا۔ایک بضد تھا کہ پہلے ترانہ بجایا جائے . # کہ دوسرے کا خیال تھا کہ فون پر بات کرنے سے پہلے اس کی ضرورت نہیں۔اسی بحث میں مزید تاخیر ہوگئی۔۔۔

۲۱ جون ۲۰۰۷ء

حقوقِ 2 اں

الحمداللہ* ۔%۔ پرویز مشرف اور اé کابینہ کی کوششوں کے طفیل امریکہ کا ا۔ دیرینہ مطالبہ پورا ہوا اور حقوقِ 2 اں کا بل* پاس ہو ہی H‌ ۔قوم کو یہ مژدۂ جانفزا بھی مل H‌ کہ اب ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو H‌ ہے ۔نہا$ خوشی کا مقام ہے کہ ترقی کی راہ کی %ی رکاوٹ بھی دور ہوگئی اور اب یقیناً (فیض احمد فیض سے معذرت کے ساتھ)۔

ہم بھی دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
.# رقص کرے گی خلقِ : ا
اور راج کرے گا 'صوفی ازم'
ہم دیکھیں گے۔۔۔

عرض ہے کہ یہ بلِ تکّے میں نہیں* پاس ہوا بلکہ نہ جانے کتنی کشاکش اور کتنی کاوشوں کے بعد یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔درجنوں مذاکرات، بحث مباحثے، تقاریر اور مناظرے اس کے محرک بنے۔ہم نے R ں اس علمی بحث میں لگادیئے ۔سمیرا ملک اور کشمالہ کے فکر انگیز خیالات g کے لیئے، حافظ حسین احمد اور قاضی حسین احمد کو بھی داد& کیا۔سمیرا اور کشمالہ کے علاوہ نیلوفر بختیار کی بصیرت افروز معلومات، قران و سنّت واحاد$ سے آگاہی اور مولویوں کی کم علمی اور دین سے* واقفیت کا علم، اور اپنی کم مائیگی کا احساس بھی ہمیں، ٹی وی کے پروگرامز (کیپیٹل ٹاک، ویوز آن نیوز، الف، آغاز، اور ۵۰ منٹ) دیکھنے سے ہوا۔ان تمام* توں کا کریڈٹ پرویز مشرف کو جاتا ہے جو بقول ا ê سینٹ پیٹرکس کے پڑھے ہوئے ہیں۔خود ہم ا۔ مشنری 'Missionary' اسکول، سینٹ بونا وینچر کے پڑھے ہوئے ہیں اور یہ بھی ا۔ اتفاق ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے پرنسپل، فادر ٹوڈ (FatherTodd) ہمارے "vice Principal" رہ چکے تھے1 یہ ہماری

+قسمتی ہے کہ وہ ہیڈ آف اسٹیٹ (Head of State) اور ہم فقط ا۔ کمپنی کے بزنس یو$ ہیڈ (B.U.Head) ہی بن سکے۔یہ ان پروگراموں کا ہی ثمر ہے کہ آج ہم ان خواتین کی+ و)* لجبراو* لرضا کا تقابلی جائزہ e کے قابل ہو گئے ہیں۔ان پروگراموں سے ہماری دلچسپی اور ہمارا انہماک دیکھتے ہوئے ہمارے بچوں کو بھی ان مناظروں سے دلچسپی ہوگی جو ہمارے لیئے انتہائی خوشی کا* (بنی کیوں کہ ا۔ دن ہمارے بھتیجے نے ہم سے پوچھ ہی لیا۔'** ابو یہ* لرضا' ٹیوی آرٹسٹ (T.V Artist) شہزاد رضا کا رشتہ دار ہے* رضا شاہ پہلوی کا۔'' ہمارے ا۔ شاگرد نے تو حد ہی کر دی۔اپنی غزل پر اصلاح e ہوئے پوچھا ...''سر! کیا* لجبر بھی جانِ جگر۔وقتِ سحر۔زیرِ شجر کا ہم قافیہ ہوسکتا ہے۔'' خیر!۔۔ابھی 2 اں بل پہ صدر کے دستخط کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی ہوگی کہ اس کے ثمرات Ã آنے شروع ہوگئے۔اطلاع ملی کہ* پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے مابین کھیلے جانے والے میچ میں خواتین کے علیحدہ انکلوژر کو ختم کر کے خواتین کو مرد حضرات کے شانہ بہ شانہ چلنے کا ہی نہیں بلکہ شانے سے شانہ 5 کرنے اور میچ دیکھنے کا حق بھی مل H‌ ہے۔ہمیں قوی امید ہے کہ جلد ہی خواتین کے ساتھ روا، دوسرے امتیازی سلوک ختم کرنے کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔قوم جلد ہی مژدہ سنے گی کہ بسوں، ویگنوں اور ٹرینوں میں خواتین کی علیحدہ نشستوں کا امتیازی سلسلہ ختم کر کے خواتین کو مزید حقوق دے دیئے گئے ہیں۔ہم یہ بھی امید رp ہیں کہ خواتین کی طرح مردوں کو بھی مختصر ترین لباس پہنے کا پابند کر دیا جائے گا* کہ خواتین کو ان کی کم مائیگی* کم لباسی کے طعنوں سے ہمیشہ کے لیئے • ت مل جائے اور ان کا احساسِ محرومی ختم کر دیا جائے۔ہم یہ بھی امید کرتے ہیں کہ اب لیڈیز فر&* خواتین کے احترام میں کھڑے ہونے والی دقیانوسی روا* یت کا بھی سدِ* ب جلد ہی کر دیا جائے گا۔ع۔

پیوستہ رہ شجر سے، امیدِ بہار رکھ۔

ثمراتِ اینلائٹمنٹ (Enlightenment)

ابھی ہم، 2 اں بل کی کامیابی پر پوری طرح خوش بھی نہ ہو* پائے تھے کہ ا۔ اور خوش خبری ملی۔جس سے یہ کنفرم (Confirm) ہو H‌ کہ اب ترقی کی & ہی رکاوٹیں دور ہوچکی ہیں۔اب دقیانوسیت کا قلع قمع

ہونے میں کوئی شک ہی نہیں رہا۔خبر ہے کہ شاہ فیصل مسجد اسلام آباد میں عصر کی اذان ونماز بوجہ آمدِ ٹونی بلیر نہ ہو سکی۔ چلئے اب کوئی بادشاہِ وقت یہ تو نہ کہہ سکے گا کہ مرنے والے نے مرتے مرتے میرا راز افشا کر دیا۔ جب کوئی راز ہی نہ ہوگا تو افشا کیا ہوگا۔تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ایک بزرگ نے وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی عصر کی نماز قضا نہ کی ہو(ایک اور روایت ہے کہ جس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔واللہ اعلم) یہ سن کر جب کوئی ایسا شخص سامنے نہیں آیا تو بادشاہِ وقت مجبوراً آگے بڑھا اور نمازِ جنازہ پڑھانے سے پہلے یہ تاریخی جملہ کہا۔ ’مرنے والے نے مرتے مرتے میرا راز فاش کر دیا ‘۔

اب اسلام آباد کی حد تک تو کوئی ایسا شخص ملے گا نہیں، جسے اپنے راز کے افشا ہونے کا ڈر ہو۔کیونکہ ٹونی بلئیر کی آمد نے کم از کم فیصل مسجد کے نمازیوں کی ایک نمازِ عصر تو قضا کروا ہی دی۔۔ یہ بھی امیّد ہے کہ اب کوئی ایسی وصیّت کرنے والا بھی نہیں ملے گا۔۔۔

۱۸ دسمبر ۲۰۰۷ء

نوائے وقت مورخہ ۲۵ جنوری ۲۰۰۹ء

B.B ، B.M. اور B.C

بینظیر بھٹو ، بیت اللہ محسود اور بریگیڈیر چیمہ۔۔۔

ہم اکثر سوچتے تھے کہ یہ لطیفے کیسے وجود میں آتے ہیں اور کیا ان کا ہماری حقیقی زندگی سے کوئی تعلق بھی ہوتا ہے۔کیا ان سے ہم کچھ سیکھتے بھی ہیں یا بس یوں ہی ہنسنے ہنسانے کے لیئے ہوتے ہیں۔!ان سوالوں کا جواب اب ہمیں مل گیا ہے،شاید آپ کی تشفی بھی ہوجائے اس لیئے کچھ سطریں اس ضمن میں لکھ رہے ہیں۔ماضی میں کچھ لطیفے سنے تھے جن سے ہم قطعی محظوظ نہیں ہوئے تھے لیکن حال کے واقعات سے یہ یاد بھی آئے اور ہمیں ہنسی بھی آئی اور یہ بھی سمجھ گئے کہ ہماری زندگیوں پر ان کا اثر ہی نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے چند ایک تو بڑی بڑی منصوبہ بندیوں میں بھی کام آتے ہیں۔بہر حال واقعہ ہے کہ کسی نے ایک لال بجھکڑ سے شکایت کی کہ آجکل مچھر مارنے کے اسپرے بالکل بے اثر ہو گئے ہیں اور مچھروں پر انکا کوئی اثر نہیں ہوتا ،رات بھر خون چوستے ہیں۔فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہوئی۔آپ ہمارا نسخہ آزمائیں تیر بہدف ہے۔پوچھا گیا۔وہ کیا؟ کہا کہ راکھ اور کوئیلہ پیس کر رکھلو، مچھر کو پکڑو اور اس کے مونہہ میں یہ ملا ہوا آمیزہ ڈال دو، مچھر بیہوش ہو جائے تو اطمینان سے جوتا نکالو اور اسے (مچھر کو) کچل دو۔ظاہر ہے اس پر ہمیں ہنسی کیا آنی تھی لیکن بیت اللہ محسود کی بی بی کو قتل کرنے کی پلاننگ کا سن کر یہ لطیفہ بھی یاد آیا۔ہنسی بھی آئی اور یہ بھی ادراک ہوا کہ لطیفوں کا اثر بھی ہوتا ہے۔اب یہ اس لطیفے کا ہی تو اثر ہے کہ بیت اللہ نے لینڈ کروزر بنانے والوں کے ڈزائینر سے ۲۰۰۷ء میں ایسی گاڑی ڈزائن کروائی،جس کی سَن روف "sun roof" میں ۱۹۳۷ء کی کار کے دروازوں میں استعمال ہونے والا لیور فٹ کروا دیا۔پھر چند ایسے نوجوان تیار کیئے جنہوں نے بی بی کی گاڑی کے آگے آ کر ایسے جوشیلے انداز میں نعرے بازی کی کہ بی بی اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور سن روف کھول کر کھڑی ہوگئیں اور نعروں میں شامل ہوگئیں۔اب پلاننگ کی داد دیجئے کہ عین اس وقت ایک جوان نے پستول نکالا اور ہاتھ اتنا بلند کیا کہ گولیاں بی بی کو چھوئے بغیر سر اور آنکھوں کے اتنے قریب سے گذریں کہ بی بی گھبرا کر پیچھے ہٹیں اور اس ہی لمحے ایک

دوسرے جوان نے ایسا دھما کا کیا کہ خود ہی نہیں اڑا بلکہ گاڑی کو بھی پیچھے سے آگے کی طرف ا یہ شدید جھٹکا لگوا دیا۔ اب غور فرمایئے بی بی کے پیچھے کی طرف O اور گاڑی کے آگے کی طرف جھٹکا کھانے سے لیور کتنی شدّت سے لگا ہوگا کہ موت اپ 7 ل پہنچنے سے پہلے آگئی۔ اب *. ت چل نکلی ہے تو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو، جگت استاد، خلیفہ اور ہر فن مولا کہلاتے ہیں۔ جس کی وجہ تسمیہ ان کا ہر معاملے پر عبور p کا دعویٰ ہے۔

ایسے ہی ایک خلیفے کا آج ہی * یاد * بھی بی بی کی شہادت کا مرہونِ منّت ہے واقعہ ہے ایک علاقعہ میں ایک خلیفہ اپنی علمیت کی بڑی دھاک r تھا اور وہاں کی عوام اس سے بہت متاثر تھی۔ ایک دن اس علاقے میں کہیں سے ایک مینڈک آH۔ لوگوں نے چوè اس سے پہلے ایسا کوئی جانور نہیں دیکھا تھا اس لیئے فوراً اس عقلِ کل کو بلا * H۔ اتفاق سے خلیفہ صا # نے بھی ایسا جانور پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن کمالِ ہوشیاری سے حکم دیا *% ہ ڈالدو، اگر چگ لے تو سمجھو بٹیر ہے' *% ہ پھینکا H۔ مینڈک ٹس سے مس نہ ہوا تو بلا جھجھک فرمایا ' کوئی بات نہیں، گنا پھینکو، اگر چُوب لے تو جانو ہاتھی ہے'۔ خیر گنّا پھینکا تو مینڈک نے Ð لگائی اور یہ جا اور وہ جا۔ یہ وار بھی خالی جاتے دیکھا تو کہا 'لو جی مسئلہ ہی حل ہو H' اور فوراً ہی (پولیس کا Ðنس کا انتظام کیئے بغیر) حکومتی ترجمان کی طرح ر [فیصلہ صادر فرمادیا 'اوہ !اوہ !یہ تو چھلانگیں لگا رہا ہے۔ اس لیئے یہ ہرن ہی ہوسکتا ہے'۔ بعد میں سنا ہے (دروغ برگردنِ راوی) کہ انہوں نے چند تصاویر بھی پیش کیں جن میں مینڈک کو چھلانگیں مارتے ہوئے دکھایا H تھا۔ ہاں ایک * بات اور!! مچھر والے لطیفے کے * یاد آنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ ہماری سمجھ سے * بالا ہے کہ یہ خلیفہ ہمیں آج ہی کیوں * یاد * آیا، جبکہ ہم نے آج ٹیوی پر صرف وزارتِ داخلہ کے ترجمان بریگیڈیر چیمہ کی پولیس کا Ðنس دیکھنے اور g کے علاوہ کچھ نہیں کیا اور پولیس کا Ðنس بھی کیسی جس سے ہماری * ناقص معلومات میں بس اس قدر اضافہ ہوا کہ ڈاکٹر قدیر خان کی غیر موجودگی کے * باوجود * پاکستان نے سائینس میں حیرت انگیز ترقی کر لی ہے اور ایسا آلہ ا X ایجاد کر لیا ہے جس نے M. اللہ محسود کی کسی مولوی سے ہونے والی گفتگو k رڈ کر لی اور وہ بھی اتنی صاف اور واضع کہ ایک ایک لفظ سمجھ میں آجاتا اگر پشتو میں نہ ہوتی۔ یہ ترجمان کی مہربانی تھی کہ ساتھ ہی ترجمہ بھی سنوادیا ورنہ ہم جیسے پشتو سے * بلد محروم ہی رہتے اور یہ سمجھتے رہتے کہ شاید پشتو سیکھے ہوئے اشخاص نے یہ گفتگو رکارڈ کروائی ہے لیکن متن نے *. $ کر دیا کہ واقعی یہ M. اللہ محسود ہی کی گفتگو ہے، کیوè اس بھو [کی توقع پہاڑوں میں رہنے والے کسی پشتون سے ہی کی جاسکتی ہے۔ یہ بھو [* معصومیت ہی تو ہے کہ حملے کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے ایک نے دوسرے کو حملہ آوروں کے * نام بھی بتا دیئے اور ا ê جاں بحق ہونے کی اطلاع فی الحال ا ê گھر والوں کو دینے سے ا بھی کر دیا۔ 5 حظہ فرمایا بھو [کہ مبارکباد e اور دینے والوں میں سے ایک * موں کا پتہ نہیں اور دوسرا اس * بات کی اہمیت سے * واقف کہ ابھی گھر والوں کو اطلاع نہیں دی جانی چاہیئے۔ دیکھئے *. $ ہو H کہ یہ کام M. اللہ محسود ہی کا تھا۔ اول یہ کہ پشتو بول رہے تھے دوئم ا é دا E معصومیت !! ہمیں تو لگتا ہے کہ یہ گفتگو رکارڈ کرنے والے کا تعلق بھی اس ہی قبیلے سے ہے کیوè اس نے صرف مبارکباد والی ہی گفتگو رکارڈ کی اور تمام دن یہ کام نہیں کیا۔ اس کی دو ہی وجوہ ہوسکتی ہیں

الف: M. اللہ نے یہ فون اس ہی وقت آن کیا ورنہ قتل کی پوری پلاننگ بھی رکارڈ ہوسکتی تھی۔

ب: ہوسکتا ہے رکارڈ کرنے والے نے عین اسوقت رکارڈر آن کیا. # M. اللہ اور مولوی صا # نے فون پر مبارکباد e اور دینے کے لئے گفتگو شروع کی۔ اس صورت میں رکارڈ کرنے والا قابلِ داد ہے کیوں کہ اس کی *ٹائمنگ اس بلا کی تھی کہ ابتدائیہ کلمات، حتیٰ کہ سلام دعا تک رکارڈ پر آگئے۔ چوè گفتگو کچھ * زیادہ ہی سنجیدہ ہوگئی ہے اس لیئے ایک گھسا پٹا لطیفہ اور سہی:۔ ایک خان صا # نے ایک چور پکڑا اور اسکے صرف پیر *+ ھ کر تھانے پہنچ گئے تھا 7 ار کو. # علم ہوا کہ صرف پیر *+ ھ کر یہ تھانے آئے ہیں تو اس نے کہا خان صا # آپ نے اسکے ہاتھ تو + ھے نہیں وہ پیر کھول کر اب تک تو فرار ہو چکا ہوگا۔ خان صا # چند لمحے کو [1] ئے۔ 1 فوراً ہی خیال * یا کہ چور بھی تو ا ê ہی علاقعے کا ہے اور. # یہ * بات ان کو نہ سوجھی تو چور کو کیسے سوجھ سکتی ہے۔ بہر حال تھا 7 ار کو قائل کیا اور ساتھ لیکر گھر پہنچے۔ تھا 7 ار حیرت زدہ رہ H کیوں کہ چور واقعی موجود تھا۔ %0 میں اس دعا کیساتھ اجازت کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس سائنسدان کو جس نے یہ آلہ ا X دکیا ڈاکٹر قدیر خان جیسے ا • م سے محفوظ رکھے۔۔ آمین۔

۳۰ دسمبر ۲۰۰۷ء

نوائے وقت مورخہ ۲۱ جنوری ۲۰۰۹ء

شرلاک ہومز اور اسکاٹ لینڈ* یارڈ۔۔۔

ہمارے ملک کی دیہی* دی میں ایک ایسا کردار بھی ہوا کرتا تھا، شاید اب بھی ہو، جسے کُھرا نکالنے میں بڑی مہارت ہوتی تھی۔ یہ کردار کھوجی کہلاتا تھا اور %ائم، خاص کر مویشیوں کی چوری کی تفتیش میں مددگار *ثابت $. ہوتا تھا۔ ان کھوجیوں کے بارے میں ہمارا علم سطحی نوعیت کا ہے۔ اور صرف سنے سنائے واقعات پر F ہے۔ کئی سال پہلے ایک قصہ کہیں پڑھا* یا سنا تھا۔ اب* یاد نہیں، شاید اس کی وجہ ہماری Ãوں میں اس کی اہمیت کا نہ ہونا ہو۔ یہ قصہ ہمارے تحت الشعور میں شاید کہیں د* بارہا H تھا اس لیئے اسکاٹ لینڈ* یارڈ والوں کی مہر* بانی سے کچھ کچھ* یاد آرہا ہے۔ جو کچھ* یاد آرہا ہے وہ یہ ہے کہ ایک کھوجی نے پگڈنڈی کے ایک طرف چیونٹیوں اور دوسری طرف % یوں کو مشغول دیکھ کر پتہ لگا لیا کہ چوروں نے او$ پر ایک طرف چینی کی اور دوسری جا$ گندم کی بوری لادی تھی اور بوریوں میں چھید ہونے کی وجہ سے کچھ چینی اور گندم کے دانے گر تے رہے تھے۔ او$ کی موجودگی کا علم ایسے ہوا کہ آس* پاس کی جھاڑیوں سے صرف اوœ جھاڑیوں کے پتے کھائے گئے تھے جو صرف لمبی گردن والا ہی کھا سکتا ہے۔ اب زرافہ تو ہو نہیں سکتا اس لیئے لامحالہ یہ کام او$ ہی کا ٹھہرا۔ دوسرا انکشاف یہ کیا کہ یہ او$* . N آç سے اور ایک دا$ سے محروم تھا۔ توجیہ تھی کہ* . N جا$ کی جھاڑیوں کے پتے او$ کی دسترس سے محفوظ تھے اور صرف دا N جا$ کے پتے کام آئے تھے وہ بھی اس طرح کہ کھائے ہوئے پتوں کے درمیان ایک مخصوص فاصلے سے ایک دا$ کے سائز کے کچھ خلا موجود تھے۔ یہ گیپس (gaps) اس* بات کی غمازی کر رہے تھے کہ پتے چبانے والے کے دانتوں کے درمیان کا ایک دا$ نہیں ہے۔ اب آپ ان کھوجیوں کی قابلیت کا بخوبی اندازہ لگا h ہیں۔ ایسے ہی واقعات، سر آرتھر کانن ڈائل (Sir Arther Conan Dyle) نے اپنے ایک مشہور کیریکٹر شرلاک ہومز کے ذریعے بیان کیئے ہیں۔ شرلاک ہومز کی بھی یہ خوبی تھی کہ ہوا کو سوó کر، پھولوں کو* یا کسی سگریٹ$ کے ٹوٹے... پنسل کے ٹکڑے* یا کسی نقش* یا نقشِ* پا کو دیکھ کر مجرم تک رسائی حاصل کر 8 تھا۔ اس میں اور ہمارے کھوجی میں یہ فرق تھا کہ شرلاک ہومز کسی بھی حتمی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے اپنے اسسٹنٹ ڈاکٹر واٹسن سے ایک سیر حاصل بحث ضرور کرتا تھا۔ اب ہمارے روائیتی کھوجی کو تو یہ سہولت میسر نہیں تھا اس لیئے وہ ایسے انکشافات از خود ہی کر دیتا تھا۔ اب یہ ایک عجیب اتفاقی امر ہے کہ آج کل پھر ہمیں ایک ایسا کھوجی بصورت جمانِ حکومت، گیٹو یا چیمہ H ملا ہے جو + ریعے پولیس کا Ðنس ایسے ایسے انکشافات کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پچھلے دنوں اس نے ایسا ہی ایک انکشاف کر کے د* کو حیرت اور حکومت کو مشکل میں ڈالد* یا تھا۔ اور... عقل محوِ تماشہ تھی) * . م ابھی.. کہ حکومت کو مجبوراً اسکاٹ لینڈ* یارڈ کی : مات حاصل کرنا پڑیں تاکہ قوم کو جمان کی* بات کا در & ہونے کا یقین دلا* یا جا سکے کہ بی بی کی شہادت لیور لگنے سے ہوئی تھی اسکاٹ لینڈ کے ماہرین نے تو ہمارے کھوجی اور سر آرتھر کونن ڈائل کے شرلاک ہومز جیسے سکہ بند جاسوسوں کو بھی مات کر* یا۔ وہ آئے.... (فضا کو سونگھا)....**انہوں نے دیکھا**.(..ڈھیر ساری تصویریں* ریں۔ دیواروں کی.. جائے حادثہ کی۔ ہر اینگل سے...زمین سے ...چھتوں سے)۔ اور وہ چلے گئے۔ چند دن بعد تصدیق کر دی کہ بینظیر کی ہلا ! گولی سے نہیں ہوئی۔ بلکہ کسی قسم کا لوہا لگنے سے ہوئی۔ کوئی لیور بھی ہو سکتا ہے۔ لیجئے* $. ہH کہ ہماری حکومت کا , جمان صحیح تھا۔ یہ ہے جادو جو سو% ھ کر بولے۔ نہ لاش دیکھی نہ زخم دیکھا۔ ہاں ٹی وی نے دکھا* یا کہ تصویریں کھینچتے پھر رہے تھے۔ اور وہ بھی اس جگہ کی جہاں کی صفائی حادثہ کے فوراً بعد ہی کر دی گئی تھی۔ جس طرح سے اس ٹیم نے تفتیش کی۔ اور جس طرح* . لکل ٹھیک نتیجے پر پہنچی، اس کی سند کھوجیوں اور شرلاک ہومز کے علاوہ فیصل*. د کے عام آدمی سے بھی ملتی ہے جو ہوا کو سوó کر، دیکھ کر* یا کسی چیز کو ہاتھ لگا کر* . لکل صحیح وقت بتا دیتا ہے۔ بہت مشہور ہے ایک شخص نے یہ سن کر آزمانے کے لیئے ایک فٹ* پاتھ کے کنارے اپنے تانگے کے سائے میں e ہوئے کوچوان سے وقت پوچھا۔ کوچوان نے بلا دد، گھوڑے کی دُم کو ہاتھ لگا* یا اور وقت بتا* یا جو کہ* . لکل صحیح تھا۔ اس شخص کو حیرت ہوئی اس لیئے کچھ دیر بعد* اور دو* بارہ معلوم کیا۔ کوچوان نے پھر وہی عمل دہرا* یا اور* . لکل ٹھیک وقت بتا* یا۔ حیرت زدہ شخص نے فوراً سو روپے کی پیشکش 3/4 کرتے ہوئے التجا کی کہ یہ فن اسے بھی سکھا* یا جائے تانگے والے نے اطمینان سے نوٹ A. میں رکھا اور اس سے کہا* . بوجی یہاں

میرے قری$ بیٹھ جاؤ۔اور گھوڑے کی دم اٹھاؤ‘۔اس شخص نے فوراً تعمیل کی،تو دوسرا سبق *ی بوجی اب سامنے دیکھو، گھنٹہ گھر صاف Ā آئے گا، اس کی گھڑی میں دیکھو کیا بجا ہے۔اس شخص نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ اتفاق سے اس وقت گھنٹہ گھر* رہ بجا رہا تھا۔سبق سو روپے میں مہنگا نہیں تھا۔اسکاٹ لینڈ*یرڈ نے تو ہماری قوم کے* رہ بجانے کا معاوضہ ٹھیک ٹھاک وصول کیا ہوگا۔۔اللہ بہتر جا{ ہے

۱۰رفروری ۲۰۰۸ء

%دکا* م جنوں رکھد*ی

,صغیر ہند*و پ ک کے مشہور جاسوسی* ول نگار ابن صفی نے اپنے ای-*ول ’ جہنم کی رقاصہ‘ میں اس *بت,پ روشنی ڈالی ہے کہ K ن خوف اور دہشت میں اضطراری طور,پ اپنی مادری ز*بن ہی بولتا ہے چاہے عام حا } میں وہ اسے مخفی رکھنا ہی کیوں نہ چاہتا ہو۔مصنف نے لکھا کہ ای- غیر ملکی جاسوسہ اطالوی طا A کے ساتھ اپنے رقص کا مظاہرہ کرنے کے بہانے آتی ہے۔مقامی جاسوس کو اسکی قومیت,پ شک ہو* ہے۔حقیقت جاننے کے لیئے وہ دورانِ رقص ای- چمگادڑ رقاصہ کے مونہہ,پ 5* ہے۔رقاصہ بوکھلاہٹ اور خوف میں Q خ%من ز*بن میں چیختی ہے ’ : اغارت کرے‘ اور* $. ہو* ہے کہ وہ اطالوی نہیں۔

یہ *بت کہاں-- در & ہے یہ تو کوئی ماہر نفسیات ہی بتا سکتا ہے۔لیکن* ول نگار نے کہانی کی حد- اس کو *$. کرد*ی۔یہ نفسیاتی نکتہ تو ای- کہانی کا حصہ تھا لیکن حقیقی د* میں پیش آنے والے واقعات نے بہت سی تھیوریوں کو ا) پلٹ کرد*ی ہے۔ان واقعات میں ۱۱/ ۹ کا واقعہ سرِ فہر & ہے۔ایسے ایسے انکشافات ہوئے کہ عقل د- رہ گئی۔۔

Hی رہ ستمبر کو امریکیوں نے,. سہا,. س سے مروجہ سائنسی، اخلاقی، فنی و د v ا اصول و Ā*یت کو غلط ہی نہیں* $. کیا بلکہ نئے Ā*یت کو بھی متعارف کروا*دی۔ہمارا تجربہ ہے کہ. # کبھی کوئی بچہ (لڑکا* یلڑکی) اپنے والدین کو عام حالات میں فون,پ کوئی اطلاع دیتا ہے تو کہتا ہے ’ممی، میں لاہور پہنچ Hی ہوں*ی ’امی جہاز لیٹ ہے شا4 کوئی فنی%ابی ہے۔ہم ابھی ایئرپورٹ,پ ہی ہیں‘۔*ی ’ماما۔جہا اڑنے والا ہے اس لیئے مو*بئل بند کر رہا ہوں۔ا, تے ہی. # سگنل بحال ہونگے تو اطلاع دونگا‘

یہ ای- نفسیاتی نکتہ ہے کہ کوئی C*ی بیٹی اپنی والدہ سے* بت کرتے ہوئے اپنا* م بتا* ضروری نہیں سمجھتا۔۱۱ستمبر کو یہ* $. ہوا کہ خوف اور گھبراہٹ، خاص کر دہشت کے عالم میں بچہ اپنی ماں کو جہاز کے اغوا ہونے کی اطلاع دینے سے پہلے اپنا مکمل تعارف کرد* ضروری سمجھتا ہے۔وہ اپنا فر & 4 ۔مڈل 4 اور سر 4 بتانے کے

بعد ہی اپنا مدعا بیان کرتا ہے۔ مثلاً اگر خدانخواستہ کوئی جہاز اغوا ہو جائے تو اس پر سوار کوئی لڑکا اپنی ماں سے کہے گا۔ امی۔ میں عبدالحمید قریشی بول رہا ہوں، میں کراچی سے لاہور جا رہا ہوں لیکن دہشت گردوں نے ہمارا جہاز اغوا کر لیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ خوف میں لڑکا کتنی ہوشیاری سے کام لیتا ہے اور اپنا پورا نام ہی نہیں، یہ بھی بتا دیتا ہے کہ وہ کہاں سے کہاں جا رہا ہے۔ مبادا اس کی ماں اسے ڈھونڈتی پھرے۔ تھرو روم وغیرہ میں ڈھونڈ رہی ہو جبکہ خوردار جہاز پر سوار ہو۔ گیارہ ستمبر کے بعد ایک ٹیپ شدہ ٹیلیفون کال کے مطابق ایک لڑکے نے اپنی ماں کو اسی طرح سے اطلاع دی تھی اس نے اپنا پورا نام بمع سر نام بتانے کے بعد یہ بھی بتایا کہ وہ نیویارک سے کہاں جا رہا تھا کہ جہاز اغوا ہو گیا۔ ہم امید کرتے ہیں ماہر نفسیات اس ٹیپ اور اس پہلو کو (کہ خوف کی حالت میں بچے اپنا پورا نام بتاتے ہیں) آئندہ نفسیات کی درسی کتابوں میں ضرور شامل کر لیں گے)۔

کہاوت ہے کہ گیٹ دا بیسٹ آؤٹ آف دا ورسٹ (Get the Best out of the Worst) یعنی بقول شاعر

شب کی ظلمت میں جمالِ سحر تلاش کریں

اس محاورے کی روشنی میں امریکیوں نے گیارہ ستمبر کے حوالے سے نفسیات ہی نہیں دیگر علوم پر بھی بڑے احسانات کیئے ہیں۔ انہوں نے ایروناٹیکل انجینیرنگ کے اس دعوے کی نفی کر دی کہ حادثات کی صورت میں جہاز کے ونڈ ہرڈم اور بلیک باکس محفوظ رہتے ہیں لیکن جو جہاز پینٹا گون کی عمارت سے ٹکرایا تھا اس کے ساتھ یہ سب کچھ بھی فنا ہو گئے۔۔۔۔ ہر چیز فانی ہے۔۔ رہے نام اللہ کا۔۔ ایک اور خیال کہ جہاز کے پرواز کرتے ہی موبائل فون بے کار ہو جاتے ہیں، غلط ثابت ہوا کہ متذکرہ بالا لڑکے نے فون پر دورانِ پرواز ہی اپنی ماں کو اطلاع دی تھی۔ موبائل کمپنیوں کو تحقیق کرنی چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ اغوا کی صورت میں سگنل از خود کام کرنے لگتے ہوں۔۔ سول انجینیرز کے لیئے بھی ایک سبق ہے۔ بلڈنگ میٹیریل کے ماہرین سمجھتے تھے کہ زلزلہ پروف عمارات اس طرح زمین بوس نہیں ہو سکتی جیسے گارے اور مٹی کی کچی دیوار بارش میں ڈھے جاتی ہے۔ آپ خود ہی دیکھیئے۔ جہاز اوپر کی منزلوں سے ٹکرایا اور عمارت کا پورا کا پورا سٹرکچر نیچے بیٹھ گیا۔ اب کسی بلند و بالا عمارت کے لیئے ڈائنامائٹ وغیرہ کی ضرورت نہیں بس اوپری منزل پر پٹرول ڈال کر آگ لگا دو۔ ماشاء اللہ پوری عمارت روئی کے گالے کی طرح بیٹھ جائے گی۔ کیسا لوہا اور کیسا زلزلہ پروف میٹیریل!! شرط ہے بلڈنگ کسی پاکستانی انجینیر نے نہ بنائی ہو۔ کیونکہ پاکستانی معماروں کی بنائی ہوئی پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کی بلڈنگ کی اوپری منزل پر تین دن لگی ہوئی آگ بھی اسے نہ گرا سکی۔ امریکیوں کو چاہیئے کہ اب بلند و بالا عمارتوں کے لیئے پاکستانی معماروں کی خدمات حاصل کریں۔ فائر بریگیڈ کے لیئے بھی فقیر کی جھولی میں بہت کچھ ہے۔ اغوا کنندگان کے پاسپورٹ جس میٹیریل کے بنے ہوئے تھے اگر ان کو فائر فائٹرز کے لباس میں استعمال کیا جائے تو ان کا کام آسان ہو جائے گا۔ وہ عشق کی پیروی کرتے ہوئے بے خطر آتشِ نمرود میں بھی کود سکیں گے اور محفوظ بھی رہیں گے۔

عقل خبط ہونے کی ایک مثال بھی گیارہ ستمبر کے واقعہ میں ملتی ہے۔ اتنی بڑی پلاننگ کرنے والوں نے جس چابکدستی سے امریکیوں کی سی۔ آئی۔ اے؛ ایف۔ بی۔ آئی اور دوسری تمام ایجنسیوں کو چکمہ دے کر بیک وقت متعدد جہازوں کے اغوا کو کامیابی سے ہمکنار کیا، وہ اتنی معمولی سی چیز کو کیوں نظر انداز کر بیٹھے کہ ایسی مہمات میں آسانی سے شناخت ظاہر کرنے والی چیزوں کو ساتھ نہیں رکھا جاتا۔ جن کی مدد سے تھوڑی دیر میں ہی اغوا کنندگان کا تعلق القاعدہ سے ثابت ہو گیا۔ دوسری حماقت دیکھیئے کہ اس کام کے لئے دن بھی وہ منتخب کیا جس دن یہودیوں کی چھٹی تھی اور وہ اس عمارت میں موجود ہی نہ تھے ہو سکتا ہے یہ دن انہوں نے دانستہ چنا ہو۔ انہیں یہ خوف دامن گیر ہو کہ یہودیوں کے نقصان پر امریکی حکومت کا ردِعمل زیادہ شدید ہو گا۔ یہودیوں سے امریکیوں کی محبت تو اس قانون سے ہی عیاں ہے جس کی رو سے یہودیوں کے ہولوکاسٹ (Holocaust) پر یقین نہ کرنے والا قابلِ گرفت ہو گا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قانون واقعی اندھا ہوتا ہے۔ جلانے والے نازی من عیسائی۔ مرنے والے یہودی۔ پکڑا جائے گا وہ جو اس پر یقین نہیں کرے گا۔ یہ تو ہوئی اظہارِ رائے پر پابندی۔ آپ اپنی رائے دینے میں آزاد نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والوں کو آزادیء رائے کے قانون کے تحت تحفظ حاصل ہے اور وہ جب چاہیں کوئی دل آزار کارٹون، کوئی مضمون، کوئی کتاب جو مسلمانوں کے لیئے تکلیف دہ ہو شائع کر سکتے ہیں اور اگر آپ مسلمانوں جیسا نام رکھتے ہوں تو نوبل پرائز کے بھی حقدار ہو سکتے ہیں ورنہ 'سر' کا خطاب تو ہے ہی۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے ملعون تو تھے ہی کہ حال میں 'B.B.C' نے پاکستان کے بیہودہ پاپ سنگر سلمان احمد اور ایک فاحشہ عورت سیما کا پروگرام ٹیلی کاسٹ

کرۃ جس میں یہ دونوں ملعون ۔ ی ڈھٹائی اور بے حیائی سے ا ی دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر قران کا
مذاق اڑا رہے تھے اب اگر مسلمان اس پہ کوئی ردعمل ظاہر کریں تو دہشت گرد ٹھہریں گے ۔ ظاہر ہے %م ضعیفی
کی سزا تو پھر ایسی ہی ہوتی ہے ۔ طا6 اور امریکیوں کو ا « ف کا علمبردار سمجھنے والے ہمارے دانشور شا# اس
* ت کی وضا # کر سکیں کہ ان مما لک میں جہاں مسلمانوں کی دل آزاری والے مضامین ، خاکے اور تبصرے
روکنے میں تو ان کا قانون بے بس ہے لیکن وہیں پرنس ہیری کی افغا ن میں موجودگی کی خبر کو کیسے ۃ ۃ جا
ہے اور وہاں کس قانون کے تحت ہولوکا & کے خلاف اپنی رائے دی %م ہے ۔

۲۰۰۸ /۲/۲۵

آئینہ اور آ M

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے اپنے ا ی مضمون میں لکھا تھا کہ بچوں سے ا ی آئینہ ٹوٹ H ی ۔ 5 زم نے پہلے تو دہلا ۃ ی کہ غضب ہو H ی یہ خا# انی آئینہ تھا اور ± در ± خا# ان میں منتقل ہو رہا تھا ۔ بچے گھبرائے تو دلاسہ ۃ ی کہ کوئی ۔ ت نہیں ابھی ۔ زار سے لا کر رکھ دیتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی ایسا کئی ۔ ر ہو چکا ہے ۔ کئی ۔ ر ٹو لیکن ہر * ر * رکھ ۃ ی H ی ۔ شکر ہے کہ یہ خا# انی آئینہ محفوظ ہے ۔ ایسا ہی کچھ حال ہمارے آ M کا بھی ہے ۔ اسے توڑا جا ہے ۔ معطل کر ۃ ی جا ہے ۃ اس میں ترمیمات کر دی جاتی ہیں ۔ لیکن یہ محفوظ رہتا ہے ۔ ۱۹۵۷ میں آ M توڑا H ی ۔ ۱۹۶۲ میں * آ M ۃ ی H ی ۔ بنانے والے نے ۱۹۷۹ میں خود اسے * پامال کیا اور حکومت دوسرے جنرل کو پکڑا دی جیسے ملک ان کے * پ دادا کا ہے ۔ نئے ڈکٹیٹر نے آ M ہی نہیں ملک بھی توڑ ۃ ی ۔ ہم نے اسکول میں سوکس (civics) کے پیریڈ میں پڑھا تھا کہ اگر کسی وجہ سے اسمبلی کی اکثر $ نکل جائے تو پوری اسمبلی تحلیل ہو جاتی ہے اور نئے سرے سے الیکشن کروانے ہوتے ہیں ۔ یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا ۔ ملک ٹو ۔ آ M ٹو تو پھر کیسی آ M کی حکمرانی ۔ کیسا * الیکشن ۔ بچی کھچی اسمبلی نے بچے کھچے ملک کی ۔ گ ڈور سنبھال لی ۔ ظاہر ہے ، * کستان تو پھر آ M بھی * ہو چاہیئے ۔ لیجئے ۱۹۷۳ کا آ M وجود میں آ H ی ۔ اب ہر چیز نئی ہو گئی ۔ * کستان ۔ پہلا منتخب وزیراعظم ۔ پہلا متفقہ آ M ۔ ۵۶٪ پاکستانی بنگلہ دیشی ہو گئے 1 شکر ہے * کستان بچ H ی ۔ یوں سمجھے Ã یہ * کستان بچ H ی ۔ عوام کو نو ہو ۔ الله الله خیر صلّا !!!! اگر مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کا م بنگلہ دیش کی بجائے پاکستان رکھ 8 تو ہمارا کیا ہو ۔ اس کے بعد کئی ۔ ر ۷۳ کا آ M بھی ٹو ۔ کئی ۔ ر اس میں رد و بد ل ہوا ۔ کبھی ۵۸ ٹو بی کا اضافہ ہو ۔ کبھی سترھویں ترمیم ہوئی ۔ کبھی کچھ ہوا کبھی کچھ ۔ نہیں ہوا تو آ M توڑنے والے پہ مقدمہ ۔ لیکن شکر ہے ۷۳ کا آ M محفوظ رہا * لکل شفیق الرحمٰن کے خا# انی آئینہ کی طرح ۔ ۔ چھوٹی چھوٹی کمپنیوں میں بھی کچھ اصول ہوتے ہیں ۔ ضابطے ہوتے ہیں * ئی لاز

(Bye laws) ہوتے ہیں۔ رولز اینڈ ریگولیشن ہوتے ہیں جن کے تحت کام ہو* ہے۔لیکن ہمارے ملک کی +قسمتی کہ ہر کام آ M سے ماورا۔ ہم نے ضیاالحق کے جاں بحق ہونے کے بعد سینٹ کے چیرمین کے صدر بنانے کے علاوہ کبھی بھی آ Ž طور پر حکومت تبدیل ہوتے نہیں دیکھی اور تو اور اَ صاحبِ اقتدار کو کچھ کر* ہو جس کی آ M کے تحت مما Æ ہو تو آ M میں رد و+ ل کر ڈ* ی اور شکر کیا H کہ ہر کام آ M کے تحت ہوا۔ اس کے علاوہ پی۔سی۔او، ایل۔ایف۔او، اور Ã یہ ضرورت کی Q کھیاں بھی آ M کو تحفظ فراہم کرنے کے لیئے موجود ہیں۔ مثلاً ۲۰۰۲ میں حکومت سازی کے لیئے لوٹوں کی ضرورت پڑی تو آ M کی وہ شق جس کے تحت فلور کراسنگ ممنوع ہے کچھ دنوں کے لیئے معطل کردی گئی اور کام ہو جانے کے بعد وہ شق بحال۔ ع

ے + کے + رہے ہاتھ سے .A نہ گئی۔

اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ آ ç میں کچھ شرم تھی اس لیئے پہلے آ M میں ترمیم کی پھر آ M کے مطابق کام ۔ ورنہ کہہ h تھے میں نے یہ غیر آ Ž قدم اٹھا یا ہے، جو کر* ہے کرلو۔ جس کی نظیر تین نومبر کو* فظ ہونے والی ایمر جنسی سے ملتی ہے۔ عام آدمی کی سمجھ سے* ہر ہے کہ یہ آ M کا ڈھکوسلہ کیوں ضروری ہے۔ # کہ اس پر عمل تو ہو* نہیں۔ اَ کبھی کوئی پرابلم ہوئی بھی تو ماہر قانون داں تشریح کے* م پر اپنے مطلب کی* ت نکال e ہیں، *لکل اس ہی طرح جیسے کسی پرائیو $ کمپنی میں کوئی + عنوان مینیجر اپنے پسند+ ہ امیدوار کو 5 زمت* پر وموشن دینے کے لیئے سارا کرائیٹیر* ی (Criteria) ہی + ل دیتا ہے۔ اَ امیدوار رولز کے فریم میں فٹ نہیں آ* تو کیا ہوا رولز کو پسند+ ہ امیدوار کے مطابق تو بنا* یا جاسکتا ہے۔

ہمارا خیال تھا کہ آ M اس لیئے ضروری ہو* ہے کہ کوئی اپنی من مانی نہ کر سکے اور ہر کام آ M اور قانون کے دائرے میں رہ کر ہی ہو سکے۔ آ M میں تبد~ کے لیئے کوئی بہت اہم جواز ہو* چاہیئے ۔ یہ نہیں کہ. # جی چاہا ترمیم کر ڈالی۔ لیکن یہ ہماری + قسمتی ہے کہ ہم آ M توڑتے ہیں اور اسکی شق جس کے تحت آ M توڑنے والے کو غدار قرار ڈ* ی جاسکے، کسی کام کی نہیں رہتی *لکل اس پستول کی طرح جو ہم %0+ تے تو ہیں اپنے تحفظ کے لیئے لیکن ڈاکو & سے پہلے وہ ہی ہتھیا 8 ہے۔ ہمارے ملک کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہو* رہا ہے۔ لیکن ہر آٹھ دس سال بعد ہم خوش ہو جاتے ہیں کہ شکر ہے آئینہ، (معاف کر*) آ M محفوظ ہے جس کے تحت نئے

الیکشن ہونگے۔ الیکشن کے بعد بھی کبھی کبھی عجیب صورت حال ہو جاتی ہے۔ # کوئی اینلا ئٹنڈ دانشور سوال اٹھا* ہے کہ نئے ممبران پی۔سی۔او۔ کے تحت حلف اٹھا N گے* ی ۳ ے کے آ M کے تحت !! اب ۳ ے کے بھی دو آ M ہیں۔ ا یَ اور یجنل اور دوسرا ترامیم والا اور ممبران مخمصے میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ چلو اللہ کو گواہ بنا کر اللہ کی کتاب پر ہاتھ رکھ کر آ M کی* پاسداری کی قسم کھاتے ہیں* کہ خلاف ورزی کرنے والا د* میں نہیں تو %0 ت میں ضرور خوار ہو۔ قران پر قسم کھانے میں ا یَ فا+ ہ یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ کی ہے۔ آ M کی نہیں۔ آ M تو اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔ ہم نے ا یَ فلم 'نواب سراج الدولہ' میں دیکھا تھا کہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے ہوئے غدارِ ذلیل 'میر جعفر' کا ہاتھ کا $ جا* ہے۔ اس کا جو حشر بعد میں ہوا اور جو رسوائی اسے ملی وہ اس سزا کا عشرِ عشیر بھی نہ ہوگی جو K¶ اللہ اسے %0 ت میں ملے گی۔ جھوٹی قسم کھانے پر اس کا ا• م ا یَ طرف لیکن اللہ کا Â م کچھ اور بھی ہے۔ میر جعفر کا نواسہ* پاکستان کا صدر بنا، ۱۹۵۸ء میں بے توقیر اور رسوا ہوا اور ڈ* ی رغیر میں دفن ہوا۔ جو* تیں رسوائی کی مد میں آتی ہیں، بے توقیر اشخاص اسے عزت افزائی سمجھتے ہیں۔ اس صدر کی بیگم کو ا یَ اسمگلر نے نولکھا ہار ڈ* ی جسے وہ دونوں عزت افزائی سمجھتے رہے، اور بیگم فخریہ وہ طوق زیبِ گلُو کرتی رہی۔ قرآن پر قسم اٹھو ا* عوام کی خواہش تو ہو سکتی ہے لیکن شا+ ہمارے سیاستدان یہ پسند نہ فرما N کہ ان میں سے کئی ا یَ کے ہاتھ کا $ جانے کا : شہ رہے گا۔ بشرط یہ کہ قرآن، + ہ قرآن ہو (+ ہ قرآن کی اصطلاح کے لیئے ہمارا مضمون' جو کچھ کہوں گا سچ کہونگا '5 حظہ فرمائیئے ۔

عادتاً چلتے چلتے ا یَ* ت ۔ ۔ کہ تقریباً ہر مضمون کے بعد ہم کوئی لطیفہ، کوئی حکا $ ی* * ریخ کا کوئی واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس لیئے. سبیلِ +* کرہ۔ ۔ قا+ اعظم نے اپنی سیاسی + گی میں سینکڑوں تقریریں کیں لیکن کبھی بھی سیکیولرزم کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ لیکن ہمارے دانشور یہ* $ کرنے پر تلے ہیں کہ وہ سیکیولرزم چاہتے تھے۔ اس ضمن میں ا یَ تقریر کا حوالہ بڑی شدومد سے ڈ* ی جا* ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اب* پاکستان میں مسلمان ہندو سکھ عیسائی & کو یکساں حقوق حاصل ہونگے۔ دانشور یہ بھول جاتے ہیں کہ اس کے شا+ دو* ی تین دن بعد ہی تقریبِ حلف برداری میں ماؤنٹ بیٹن کے اس مشورے پر کہ اب* پاکستان کو چاہیئے کہ اکبرِ

اعظم کا طرزِ حکومت اپنائے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ* یا تھا 'آپ کو اس کی 'چِتنا' کرنے کی ضرورت نہیں کیوè ہمارے نبی ﷺV نے تیرہ سو سال پہلے ہمیں بتا* یا تھا کہ ہمارا آ M کیسا ہو گا۔''
(ہم نے چِتنا کا لفظ جان بوجھ کر لکھا ہے کہ نئی ± کو بھارتی فلموں کے طفیل " ڈ سے * یدہ چِتنا سمجھنا آسان لگے گا)۔ دانشور شا± عقل کے # ھے ہیں کہ انہیں یہ تقر یر سجھائی نہیں دیتی۔ جس میں واضح اشارہ تھا کہ * پکستان کا آ M کیسا ہو گا۔

۶ جون ۲۰۰۸ء

نوائے وقت مورخہ ۲۲ فروری ۲۰۰۹ء

عوام کے مطابق

* پکستان اور* بنی ء* پکستان پر کتابیں لکھی تو گئیں 1 بہت ہی کم تعداد میں۔ اور شا+ وہ بھی بے دلی سے۔ د* کے دوسرے ممالک کا ذکر دکیا* پکستان کے ا ئیر پورٹس کے ب- اسٹالوں پر بھی گا+ ھی اور نہرو پر لکھی گئی کتابوں کی موجودگی اور قا+ اعظم پر لکھی گئی کتابوں کی عام طور پر عدم د7 یابی ہماری قوم* بلخصوص ہماری حکومت کی بے حسی کا مونہہ بولتا ثبوت ہے۔ * پکستان اور قا+ؒ پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں تشنگی کے احساس کے ساتھ ساتھ غیر دلچسپی کا دکھ بھی ہو* ہے۔ پہلے تو ۱۴ اگست، ۱۱ ستمبر اور ۲۵ دسمبر کو اخبارات کی خصوصی اشا + کے ذریعے کچھ نہ کچھ پڑھنے کو مل جا* تھا لیکن آج یہ سلسلہ بھی مفقود ہو H یا ہے۔ «ب سے بھی* پکستا M، اسلام اور اخلاقیات کو دیس نکالا مل رہا ہے۔ محسوس یہ ہو* ہے کہ نئی* پکستانی ± شا+ قا+ اور دو Ã یئے کے * رے میں* لکل ہی مفقود الخبر ہو جائیگی۔ قا+ کی قد آور شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجا/ کرنے سے موجودہ حکمرانوں کے قد کاٹھ میں کمی واضح ہونے کے خطرے کے پیشِ Ã ان پر لکھنے والوں کی ہمت افزائی نہ کرنے کی تو سمجھ آتی ہے لیکن* پکستان کا مطالبہ کرنے کی وجوہات کے ذکر سے پہلوتہی کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ + قسمتی سے سیا & وصحافت پر کانگریسی مسلمانوں اور سیکیولرزم کے داعیوں کا غلبہ ہو H یا ہے۔ چندا یـ صحافیوں، سیاستدانوں اور فلاحی تنظیموں کے علاوہ ہرا یـ بھارت کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ ایسے میں یہ ' چاہیں گے کہ نئی ± کو دو قومی Ã یئے کے* رے میں آ گاہی ہو۔
* پکستان کے* رے میں لکھی گئی کتابوں میں سید حسن * یض کی کتاب ایسی ہے، جس کا* م ہی کافی ہے۔ اس کے عنوان سے ہی اصل داستان کا پتہ چل جا* ہے۔ یعنی کتاب کے* م "* پکستان*/ یا تھا" سے ہی* پکستان کی اہمیت اجا/ ہو جاتی ہے۔ ہند کیوں تقسیم ہوا؟ یہ جاننے کے لیئے ا/ ہم* م نہاد **طبقے** (سیاستدانوں، مولویوں، صحافیوں اور دانشوروں) کی بجائے **بے چارے عوام** کی Ã سے دیکھیں تو بغیر کسی سیاسی، مذہبی* یـ

فلسفیانہ بحث میں الجھے، سیدھے سادھے طر j سے جان لیں گے کہ* پکستان کیوں*ٰ اَ, یتھا۔ ای- سیدھے سادھے عام آدمی کی Ã میں انگر ِیوں کے ہاتھوں ہندوستان, پ مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے خاتمے کے بعد فطرت کے عین مطابق تھا کہ ہندو، مسلمانوں کی بہ نسبت انگر ِی کے *ی دہ قری$ ہوں۔ مسلمان حکمرانوں نے تو ساری اقوام کو یکجا رکھا ہوا تھا۔ جبکہ انگر ِی پہلے ہی دن سے 'لڑاؤ اور حکومت کرو' کے اصول, پ عمل پیرا تھے۔ اَ چہ ان ہزار, سوں میں کبھی بھی مسلمانوں کی (بشمول اکبر اور عالمگیر) صحیح (اسلامی) حکومت نہیں رہی (اسلامی نقطۂ Ã سے عالمگیری دور بھی اسلامی نہیں تھا۔ اسلام میں* دشاہت کا کیا کام۔ بقول ابن ¶K کے عالمگیر نے نہ کبھی کوئی ú ز چھوڑی نہ ہی کوئی بھائی چھوڑا۔ کیا اسلام میں بھائیوں کا قتل جا, ٴ ہے**۔ پ کو+ ان میں ڈالنا)۔ لیکن پھر بھی ہندوؤں کو مسلمانوں سے, پ خاش ہو* فطرت کے متقاضی تھا۔ ہندوؤں نے انگر ِیوں کو قبول کرتے ہوئے ان کے طور طر j اپنانے شروع کر دیئے۔ جبکہ مسلمان ان سے. گشتہ ہی رہے۔ اس لیئے تعلیم سمیت ہر میدان میں پیچھے رہ گئے۔ چند مسلمانوں نے مراعات (خان بہادری، نوابی، جاگیرداری، وڈ ِیرہ شاہی اور سرداری) کے عیوض انگر ِیوں کا ساتھ دینا شروع تو کر*ی لیکن عام مسلمانوں کو ہر طرح سے محکوم ہی رکھا۔ رہی سہی کسر مولویوں کے فتووں نے پوری کر دی کہ یہ کر* حرام ہے اور وہ کر* کفر۔ انگر ِیی تعلیم کی طرف مسلمانوں کو راغب کرنے کے%م میں سر سید احمد خان کافر ٹھہرے۔ لاؤڈ اسپیکر اور انگر ِیی لباس استعمال کر* حرام ہوا۔ قا+ اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ بھی کفر کے الزام سے نہ بچے (اللہ کا کرم دیکھیئے کہ ان دونوں کے مزار, پ رات دن قران اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے جبکہ ان کو کافر کہنے والے مولوی اور مفتی اپنی اپنی قبروں سے بجا طور, پ دہائی دے h ہیں کہ۔ ع

, مزارِ ما غریباں، نے%ا غاں، نے گلے

آج بھی ایسے مولویوں کی کمی نہیں جو کالروں والی قمیض کو غیر اسلامی سمجھتے ہوئے بغیر کالر کی قمیض پہنتے وقت بھول جاتے ہیں کہ* پ دریوں کا مذہبی چوغہ بھی بغیر کالر ہی کا ہو* ہے۔ انگر ِیوں نے ان مولویوں کو خوب استعمال کیا اور ان کو آپس میں تقسیم کر*ی۔ نئے نئے فرقے وجود میں آ گئے۔ قا*ی M کی تخلیق ہی نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں کو مدرسوں- میں* $ *ی ہندوؤں کی مسلمانوں سے جوĐت مسلمانوں کے دور میں دبی

ہوئی تھی، انگر ِیوں کی عملداری میں ظاہر ہو* شروع ہوئی لیکن عبوری حکومت میں کانگریس کی اکثر$ میں یہ چنگاری بنارس میں قتلِ عام کی صورت میں بھڑک اٹھی۔ پھر تو مسلمان ملچھ ٹھہرے اور ہندوتی اسٹال اور ہندو* پ نی نے ہندوؤں کی قلعی*+ ردی۔ گا+ ھی خاموش، کانگریس متحرک۔ مو+ حسین احمد مدنی کو انگر ِی دشمنی میں ہندو مسلم ای- Ã آ رہے تھے۔ مو+ آزاد اور دv کانگریسی مسلمان سیاستدانوں کو اکھنڈ بھارت میں مسلمانوں کی بھلائی Ã آ رہی تھی۔ تنہا مسلم 9 ڈٹے ہوئے تھے کہ* پ کستان کی صورت میں ہی • ت ہے۔ مو+ آزاد کو غم تھا کہ* پ کستان Ẇ کے بعد شاہی مسجد میں کون ú ز پ ڑھنے آئے گا۔ مسلمان کمزور ہو جا N گے۔ (جیسے اس وقت بہت مضبوط تھے)۔ مذہبی رہنما$ گئے تھے مو+ ņ احمد عثمانی اور مو+ تھانوی جیسے جید علماء قا+ؒ کے ساتھ تھے۔ مسلمان, پ یشان تھے کہ کس کی سنیں۔ اگلے پچھلے حالات کی روشنی میں مسلم لیگ کا موقف در & لگ رہا تھا۔ مسلم 9 رہنما چاہتے تھے کہ جس طرح ہندو کانگریس میں ی- جا تھے مسلمان بھی ای- ہی سوچ کے حامل ہو جا N۔ لیکن۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شد۔۔۔۔

اَ چہ شروع میں قا+ نے بھی چاہا کہ ہندو مسلمان متحد ہو جا N اور اس کے لیئے اتنی کوششیں کیں کہ سروجنی *ئیڈو جیسی کانگریسی رہنما نے قا+ کو ایمبیسیڈر آف یونیٹی (Ambasador of Unity) کا خطاب مرحمت فرما*ی۔ لیکن نہرو کے ہندو اکثر$ کے زعم میں جمہور$ کے* رے میں خیالات سن کر مسلمانوں کے لیئے علیحدہ وطن*ٰ اَ, یہH۔ اور قا+ اور مسلم لیگ نے الگ وطن کا مطالبہ کر*ی۔ *م نہاد مسلمان سیاستدان او*م نہاد مذہبی رہنما مخالفت, پ کمر بستہ رہے اور بھا+ ی*+ وWں سے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہے۔ مثلاً

ا۔ تقسیم کے بعد مسلمان کمزور, پ ڑ جا N گے

تو پہلے کو µ مضبوط تھے۔ کم از کم* پ کستان کے پلیٹ فارم سے بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کے لیئے آواز تو اٹھاتے ہیں اور واقعی صرف* پ کستان ہی آواز اٹھا*+ ہے اور بھارت کو نکیل ڈالے ہوئے ہے۔ اَا + رونی سازشیں نہ ہوتیں تو کیا بنگلہ دیش کبھی وجود میں آ سکتا تھا

۲۔۔د* میں تقریباً ۵۰ مسلمان حکومتیں ہیں تو ا۔ اور کیوں؟

بتا H یہ کہ یہ مملکت دوسروں کی قیادت کرے گی *۔ $ ہو چکا ہے کہ یہ ا۔* پکستان دوسری تمام مسلمان حکومتوں پ بھاری ہے۔کیا تمام دو) کے* وجود کسی اور نے ایٹمی صلا A حاصل کی۔کیا* پکستان کی ٹیکنالوجی بھارت سے بہتر نہیں۔

۳۔*پکستان بنانے کے%م میں وہاں رہ جانے والے مسلمانوں پ ہندو ظلم کریں گے۔

گو* دل میں ما... تھے کہ ہندو کی فطرت کیا ہے۔چلیئے مسلمانوں کے خلاف Đت ٹھیک لیکن عیسائیوں اور سکھوں نے تو کوئی علیحدہ مملکت نہیں قائم کی پھران کا اکثر و بیشتر قتل عام کیوں؟ حسین احمد مدنی، مفتی کفا$ اللہ اور مولنا آزاد تو طرفدارِ کانگریس تھے۔انہوں نے وہاں رہ جانے والے مسلمانوں کے لیئے کیا کیا؟ اَ/ یہ مسلمان سیاستدان اور مذہبی رہنما اپنی دفلی اپنا راگ کی بجائے قا+ اور مسلم لیگ کا ساتھ دیتے تو ہمیں تمام مسلمانوں کے تناصب سے. احصہ ملتا۔کانگریسی مسلمانوں کی وجہ سے انگر: اور ہندوؤں نے بے ایمانی سے تقسیم میں بند* $ سے کام e ہوئے طے شدہ اصولوں سے اž اف کیا اور کشمیر ہی نہیں، حیدر* ددکن، جو* گڑھ اسٹیٹ کے علاوہ پنجاب اور بنگال میں بھی ڈ* دتی کی۔ہندوؤں سے کیا گلہ لیکن ا« ف کے چیمپین ,. طا 6 کو ہمارے دانشور کس C دپ منصف مزاج اَ/ دا... ہیں۔ہماری+ قسمتی دیکھیئے کہ انگر: وں اور کانگریس کو شکست دینے والے قا+ کے ساتھی مسلم 9 رہنما، غلام محمد، گورمانی، اسکندر مرزا اور ایوب خان کی سازشوں کا شکار ہو گئے اور محبّ وطن لیاقت علی خان۔خواجہ* ظم الدین۔محمد علی بواَ ہ۔چودھری محمد علی۔حسین شہید سہروردی ۔آئی آئی چند V ۔سردار عبدالرب نشتر۔اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح جیسے رہنما جنہوں نے کانگریس اور انگر: وں کو زخم چاٹنے پ مجبور کرڈ* تھا اپنوں کے ہاتھوں بیدخل ہوئے۔ع

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیئے

اس میں دو رائے نہیں ہو سکتی کہ اس ملک کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے ذمے دار عوام نہیں بلکہ وہ مراعات *یفتہ طبقہ ہے جسے ہم دانشور، مذہبی رہنما، سیاستداں اور این جی اوز کہتے ہیں (ان کے ساتھ* م نہادٗ کا لاحقہ

استعمال کر* ضروری ہے)۔ان کی ا۔ پہچان یہ ہے کہ ان & کا قبلہ بھارت اور امریکہ ہیں۔اé خواہش ہے کہ ہم بھارت کی,., ی (supermacy) قبول کرلیں* واہگہ* رڈرپ دیئے روشن کر کے اپنائیت کا مظاہرہ کریں۔امن کے* م پ عیاشی کریں۔بس یہ ضما$ چاہیے کہ B کی صورت میں کوئی پتھران کی لوٹی ہوئی دو) سے تعمیر شدہ شیش محل کو f چور نہ کردے۔ان کا تو ایمان ہے کہ جان ہے تو جہان ہے۔یہ تو چاہتے ہیں کشمیر دے دو، کارگل دے دو، سیاچن دے و۔دڈ* دے دو (ا۔ دو کا ذکر کیا، سارے کے سارے @ دو)۔بس B نہ کرو۔ہماری ھیومن رائٹس تنظیمیں بھی خوب ہیں۔انہیں حقوق* د آتے ہیں تو قیدیوں کے۔مجرموں کے۔کشمیر* فلسطین کے لیئے ان کے* پس وقت کہاں؟ بے چارے عوام کو الزام ڈ* جا* ہے کہ یہ ووٹ کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔عوام پوچھتے ہیں کون کہتا ہے ہم صحیح ووٹ نہیں دیتے۔ہم ووٹ تو صحیح دیتے ہیں لیکن {ئج جوا* م نہاد لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں، رات کے+ ھیرے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ارے کوئی طر i ڈھو+ و کہ عوام خود دیکھ سکیں کہ {ئج کیسے مر$ ہوتے ہیں۔پھر ہم بتا N گے ہم "بیچارے عوام'' کتنے* شعور ہیں۔اَ/ ا۔* ربھی عوام کی رائے کا احترام ہH تو د* دیکھے گی کہ* پکستان G-8 کو G-9 کیسے بنا* ہے۔دور کی کوڑی لانے کی ضرورت نہیں اَ/ ۱۹۷۰ء میں عوام کی رائے کا احترام ہو جا* تو کیا بنگلہ دیش بن سکتا تھا۔عوام یہ بھی جا... ہیں کہ* م نہاد طبقہ سمجھتا ہے کہ خبر وہ نہیں ہوتی. # کتا آدمی کو کاٹ لے۔ہاں اصل خبر وہ ہو گی. # آدمی کتے کو کاٹے گا۔اس ہی لیئے اس پ صدق دل سے عمل کر رہے ہیں۔ا۔ مثال پیشِ: مت ہے۔ہمارے چند ا۔ ,. رگ اور نوجوان صحافی اور دانشور حضرات میڈ* میں 'ان' رہنے کے لیئے سمجھتے ہیں قا+ اور* پکستان کی مخالفت ضروری ہے۔(سمجھتے ہیں کہ موافقت میں میڈ* میں پذ, ائی نہیں ہو گی) اس ہی لیئے کبھی* پکستان تو کبھی قائدِ اعظم پ رکیک حملے کرنے کی جسارت کرتے ہیں تو کبھی ڈاکٹر قد, اور اV بم ان کی آنکھوں میں Š ہیں۔اور پھر ا۔ دو تو یوٹ ن (U-Turn) e کے بھی ماہر ہیں۔ان میں سے وہ جو کمیو: م کے ڈھیر ہو جانے پ زخم خوردہ ہیں وہ تو* پکستان کی ہر اس چیز کے مخالف ہیں جس میں* پکستان کے لیئے بہتری کی امید Ā آتی ہو، حتیٰ کہ اب انہیں چیف جسٹس افتخار چودھری کی بحالی میں بھی,. ائی Ā آنے لگی ہے یہ بھی المیہ ہے کہ ایسے صحافی حقانی ہوں** جی سینئر ہونے کے* طے. #

چاہتے ہیں اپنا قبلہ+ ل ؔe ہیں۔ان میں سے ا یۓ تو وہ ہیں جنکے صا n ادے کو ٹی وی پر 5 زمت مل جاتی ہے۔اس لیئے کیا کریں حکومت وقت کا ساتھ نہ دیں تو کیا کریں۔قا4 کو سیکولر* $ نہ کریں تو کیا کریں۔حکومت جسٹس افتخار کو بحال نہیں کر* چاہتی تو یہ بھی ' چاہتے ہیں۔کل-- چاہتے تھے تو اس کی وجہ بھی کچھ اور تھی کل-- نواز شریف کی تقاریر لکھنے والوں کو نواز شریف میں کیڑے Ã آنے لگے ہیں۔ارے*.. جو چاہو کرو۔1 قا4 اور Ã یہ* پاکستان پر رحم کرو۔تمہارا علم اتنا نہیں کہ قا4 کی تقاریر کا تجزیہ کرسکو۔عوام کو ساری تقاریر سنوادو وہ خود فیصلہ کرلیں گے کہ قا4 کیا چاہتے تھے۔ہمیں کسی* جی ، حقانی، پروفیسر مہدی حسن* یا (ڈاکٹر) مبارک علی کی ضرورت نہیں۔ہمیں ان دانشوروں کی بھی ضرورت نہیں جنہیں ٹیوی نے دانشور بنا* یا۔ بے چارے عوام کتنا صحیح سوچتے ہیں

۲۷ جنوری ۲۰۰۹

جعلی ڈاکٹر$

ہمیں ٹی وی کے اینکر پر Ü سے یہ شکا$ ہے کہ یہ کبھی کسی قضیے کو اسکے اختتام -- نہیں پہنچاتے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کافی عرصہ پہلے ا یۓ آن لائن 'عالم' کی ڈاکٹر$ کے* بارے میں شور اٹھا تھا کہ وہ جعلی ڈگر ی ہے۔کچھ دن -- مخالفت اور موافقت کا سلسلہ چلتا رہا۔اسپین کی اس یونیورسٹی کا بھی ذکر ہوا جس نے یہ ڈگر ی دی تھی۔ بتا یا H ایسی کسی یونیورسٹی کا وجود ہی مشکوک ہے۔کچھ ثبوت بھی پیش ہوئے کہ ایم۔اے اور ڈاکٹر$ کے حصول کے درمیانی وقفے سے* $ ہو* ہے کہ یہ دورا 6 کافی تھا۔کچھ دن یہ سلسلہ ` ۔اس کے بعد بغیر کسی نتیجے کے یہ معاملہ داخل دفتر ہوا۔کچھ عرصے بعد ا یۓ* م نہاد مورخ کی ڈاکٹر$ کا ذکر بھی اخبارات کی ز M بنا۔لیکن نتیجہ وہی رہا اور وہ (ڈاکٹر) مورخ سے* یدہ دانشور کی حیثیت سے* ک شوز میں جلوہ گر ہوکر Ã یہ* پاکستان کی مخالفت کر* رہا۔ا یۓ* ک شو میں تو اس نے کھلے لفظوں میں یہ بھی کہہ* یا کہ وہ ے* میں ہو* تو* پاکستان کے خلاف ووٹ دیتا۔

یہ بھی المیہ ہے کہ یونیورسٹی میں* .* را یۓ ہی کورس ہر سال پڑھانے والے لیکچرز بھی اپنے تیئں ایکسپرٹ بن ۔* ہیں۔اس میں سائنس* یا آرٹس کی کوئی قید نہیں۔یونیورسٹی میں فزکس پڑھاتے پڑھاتے ا یۓ لیکچرر تو سائنٹسٹ بن کر ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور* پاکستانی V ا کے خلاف زہر افشانی کرتے رہتے ہیں۔انہیں اور کچھ نہیں تو یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کوئی بھی ہمارے V ا بم کو استعمال کرسکتا ہے کیوں کہ وہ محفوظ ہاتھوں میں نہیں ہے۔فزکس کے اس لیکچرار کو یہ نہیں معلوم کہ V ا بم* .ورچی خانے میں استعمال ہونے والی چھری نہیں کہ کوئی بھی اسے اٹھا کر کسی کو بھی زخمی کردے۔افسوس ہو* ہے کہ میڈ* یا ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ جناب آپ نے خود کوئی تیر مارا ہو تو وہ سامنے کیوں نہیں لاتے۔دس بیس سال -- ا یۓ ہی کورس پڑھاتے پڑھاتے تو کوئی بھی

مضمون انہ. ہوسکتا ہے۔

عجیب* ٖت ہے کہ اس مشکوک ڈاکٹر $ والے" رنج داں سے کوئی نہیں پوچھتا کہ بھائی صا #" رنج کے حوالے سے آپنے کیا کا* مہ ا • م* ے ہے۔کیا" رنج پڑھانے والا ہر لیکچرار مورخ کہلانے کا حقدار ہوسکتا ہے۔کوئی اس آن لائن عالم سے بھی یہ نہیں پوچھتا کہ اسپین میں کیا یہ ہی پڑھا H تھا کہ ٹی وی پر توصحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہو لیکن ~محفل میں اچھل اچھل کر اور پہلو ل+ ل کر ان کو خوب. ابھلا کہو۔ پہلے تو ہم لوگ جعلی میڈ p پریکٹشنروں (Quakes) سے ہی تنگ تھے جو عوام کی ز+ گیوں سے کھیلتے ہیں لیکن اب ہمار* پر لا جعلی 'Ph.D' ڈاکٹروں سے پڑنے لگا ہے۔ جو ہماری صحت سے تو نہیں لیکن ہمارے عقیدے اور ہمارے A* یت کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے ا- اور جعلی ڈاکٹر کا انکشاف ہوا۔ جس نے ہمیں پریشان کر* ہے کیوè ہم ان (ڈاکٹر) صا # کا وہ پر وًا ام بڑے شوق سے دیکھتے تھے جس میں ڈاکٹر صا # قران اور موجودہ قوا 2 کے* رے میں پ امد. انہ موازنہ کرتے ہیں۔'دیکھتے تھے'، ہم نے اسلئے لکھا کہ اب نہیں دیکھتے۔ وجہ یہ ہوئی کہ ا- دن خبر ملی کہ موصوف کی ڈاً ی جعلی ہے۔اس انکشاف کے بعد . # ہم وہ پر وًا ام دیکھنے لگے تو ایسا لگا کہ موصوف جھوٹ بول رہے ہیں۔اب آپ خود غور فرمایئے کہ قران کے حوالے سے کوئی کچھ کہہ رہا ہو اور ہمیں معلوم ہو کہ یہ شخص جھو* ہے تو پھر اس کے مونہہ سے نکلی سچ ٖت بھی غلط لگے گی اور پھر ذکر قران کا ہو تو پریشان ہو* لازمی ہے۔کیوè اب ان کی ہر* ٖت جھوٹی لگتی ہے۔اور پھر* ٖت قرآن کے حوالے سے ہو تو خواہمخوا H ہگار ہونے کی کیا ضرورت۔ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ ہمیں اینکر پر Ü سے شکا $ ہے اور بجا ہے کیوè اب-- انہوں نے پیٹ $ نہیں کیا کہ الزام در & ٹھا یا غلط۔ڈاکٹر موصوف چوè سیاستدان بھی ہیں اور تعلق بھی اس* پر رٹی سے ہے جس نے جھوٹ اور وعدہ خلافی میں ڈاکٹر $ لی ہوئی ہے۔اس لیئے ہمیں یقین ہے کہ الزام در & ہی ہوگا۔اس کی سند اس سے بھی ملتی ہے کہ ا-* ک شو میں . # پر سبیل+ کرہ ان کی ڈاً ی کا ذکر ہوا تو موصوف نے بجائے صفائی میں کچھ کہنے کے بڑی بے اعتنائی سے کہد* کہ میں اس پر کچھ کہنا نہیں چاہتا اور یہ ٹھیک ہی کیا، کیوè ہوسکتا ہے 'ú ز بخشوانے گئے تو روزے گلے پڑ گئے کے

مصداق' کہیں بی اے اور قانون کی ڈاً* ں بھی گلے نہ پڑ جا N ۔% میں ہم میڈ* سے عرض کریں گے کہ وہ اس قسم کے ہر الزام کو اس کے ا• م-- پہنچائے* پھر ذکر ہی نہ کرے۔ اب تو تحقیقاتی صحافت (Investigating Journalism) کا زمانہ ہے اس لیئے نیوز. - کرنے سے پہلے پوری تحقیقات کرنے میں کیا چیز مانع ہوسکتی ہے۔کیا معلوم ہم بلاوجہ ٹی وی کے اس پر وًا ام سے محروم کر دیئے گئے ہوں جس میں ڈاکٹر صا # قران کے حوالے سے پر وًا ام کرتے ہیں۔۔واللہ اعلم۔۔۔ویسے کم از کم پ $ میڈ* کو چاہیئے کہ . # --* $ نہ ہو کہ ان تینوں حضرات کی ڈاً ی اصلی ہے ان کو. I میں (ڈاکٹر) لکھنا چاہیئے، پھر مسئلہ صرف الیکٹرو-- میڈ* کے لیئے رہ جائے گا کہ کیا انہیں* م نہاد ڈاکٹر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔۔

۱۰/مارچ ۲۰۰۹ء

ف سے کوا

جی ہاں۔کوا 'ف' سے ہی ہو* ہے۔اور یہ*۔$ کرنے کے لیئے ہمیں ﮋ* یدہ - ودو بھی نہیں کرنی پڑےگی۔لیکن اس سے پہلے ہم* یدلا* چاہیں گے کہ پچھلی حکومت کے* میں اَ امی وزرا کس طرح دھڑلے سے ٹی وی پر*۔$ کر دیتے تھے کہ کوا سفید ہو* ہے اور۔# بولتے تھے تو اینکر پرسن سمیت تمام شرکاء کی بولتی بند ہو جاتی تھی اور ہم جیسے بیچارے عوام یہ سوچتے رہ جاتے تھے کہ* یاللہ کیا ان سے ﮋ* یدہ جھوٹ بولنے والا بھی کوئی ہو سکتا ہے۔اس وقت ہمیں شا+ کفن چور والی یہ حکا$ معلوم نہ تھی کہ کس طرح ا یـ کفن چور نے مرتے ہوئے وصیت کی تھی کہ C تم ایسے کام کر* کہ لوگ مجھے اچھے لفظوں میں* یدکریں۔W نے بھی کفن %* تو شروع کر* یلیکن یہ اہتمام کیا کہ کفن* رنے کے بعد*پ کی طرح لاش کو د*رہ دفن کرنے سے اَ ,ی کرنے لگا۔نتیجتاً لوگ اس کے*پ کو اچھے لفظوں میں* یدکرنے لگے کہ مرحوم لاش کو دفنا تو دیتا تھا اس کی طرح بے کفن کرنے کے بعد بے گور تو نہیں چھوڑ* تھا۔پھر مرحوم کے پوتے نے تو کمال ہی کر ڈ* ی۔وہ بے گور و کفن ہی نہیں کر* تھا بلکہ لاش کے کان** یک بھی کاٹ دیتا تھا* کہ لوگ اس کے دادا ہی نہیں*پ کی بھی تعریف کر سکیں۔میڈ* یکی آزادی بلکہ کہنا چاہیئے میڈ* یکی سہو } سے پہلے دودھ کا دودھ اور* پانی کا* پانی نہ ہونے کی وجہ سے ہم اپنے لیڈروں کو پرکھ نہ سکے تھے۔اس ہی لیئے محمد علی درانی (المعروف غلط بیانی)، ڈاکٹر شیر افگن (ماہرِ ہا M) اور وصی ظفر (وزیقنون اور+*نی) ہمارے لیئے عجوبہ روزگار ہی رہے۔ان کے علاوہ بھی چند ا یـ اور تھے مثلاً محمد علی سیف لیکن وہ نہ تین میں تھے نہ تیرہ (۱۳) میں اس لیئے انہیں اس لسٹ میں شامل نہیں کر رہے۔ہاں ملک قیوم کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ کہانی میں ا یـ آدھ مزاحیہ کردار کا ہو* بھی اچھا ہی ہے۔ان کے علاوہ بھی کچھ اور تھے لیکن مضمون کی طوا } کے خوف سے اختصار سے کام لے رہے ہیں۔

بہر حال یہ چند حضرات تن من دھن سے (ویسے دھن تو کمانے کے لیئے ہو* ہے لٹانے کے لیئے نہیں) مشرف

اور شو* عزیز کے ہر سیاہ کار* مے کو سفید بتانے کے چکر میں تقریباً ہر روز ہی کوے کو سفید بناتے رہے اور %- شرمندہ بھی نہیں ہوئے (% سے مراد % ت نہیں)۔اور جاتے جاتے اپنی جگہ ایسوں کو دے گئے جن کے بیا* ت سے یہ ہی نتیجہ نـ ہے کہ جانے والے اتنے بھی جھوٹے نہ تھے۔اب آپ جن لوگوں سے استفادہ کر h ہیں ان میں فوزیہ۔فرزانہ اور فردوس سرِ فہر & ہیں جو*۔$ کر سکتی ہیں کہ کوا 'ف' سے ہو* ہے لیکن ٹھہریئے۔سیاہ اور سفید اور دھن سے* ید* یکہ لوگ کالے دھن کو سفید کیسے کرتے ہیں۔ا یـ صا # کا ہر دوسرے تیسرے مہینے اÅ م* + نکل * تھا۔کبھی پچیس ہزار کا تو کبھی لاکھ کا۔# کہ ہمارا کبھی سو کا بھی نہیں نکلا۔ہمیں ان کی قسمت پر رشک * تھا۔جو ہوسکتا ہے حسد میں+ ل جا* لیکن ا یـ صا # نے راز کھول ﮈ* ی کہ موصوف بلیک منی کو وہا $ کرنے کے لیئے اÅ م* یفتہ* + زاÅ م کی رقم سے کچھ ﮋ* یدہ قیمت پر %+ یـ ē ہیں اور اپنی* جا ئز کمائی کو جا ئز کر ē ہیں۔ا یـ سیاستداں سے بھی واقفیت ہے جو اپنی کچھ کتابوں کو چھپوا کر اé تعداد سینکڑوں کی بجائے لاکھوں میں بتلاتے تھے اور پھر رائیلٹی کی آمدنی ظاہر کر کے کالا دھن سفید کر ē تھے۔اس ہی طرح ا یـ سابق صدر دورانِ صدارت لوٹے ہوئے ڈالرز کو جا ئز کرنے کے لیئے بین اقوامی اداروں میں لیکچرز دیتے پھر رہے ہیں جن کے عیوض انہیں لاکھوں کے حساب سے معاوضہ ملتا ہے جسکا ہمیں یقین ہے کہ موصوف یہ معاوضہ اپنی A سے خود کو دیتے ہیں کیوں کہ غیر ملکی اتنے بھی بیوقوف نہیں کہ دو } اس طرح لٹا N ۔یہاں بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ ان کے لیکچرز میں ایسی کو ٗ دانش کی* تیں ہوتی ہیں جو صرف ان ہی کو معلوم ہیں۔موصوف نے ا یـ کتاب بھی لکھدی جو ردی میں بھی نہیں بـ رہی لیکن اس کی رائلٹی شا+ لاکھوں میں وصول کی جا چکی ہے۔ہاں تو* ت ہو رہی تھی کہ کوا 'ف' سے ہو* ہے۔اس کو سمجھنے کے لیئے آسان ہوگا اَ آپ ٹی وی پر فوزیہ وہاب* یفرزانہ راجہ* یفردوس عاشق کو دیکھتے رہے ہوں۔ان کو ایسی* توں کو*۔$ کرنے میں ملکہ حاصل ہے۔اپنی* ت*۔$ کرنے میں اتنی ماہر ہیں کہ اینکر پرسن بھی لاجواب ہو جاتے ہیں۔مثلاً۔# ا یـ اینکر نے اپنی* ت میں زور پیدا کرنے کے لیئے ان میں سے ا یـ خاتون کو محترمہ بھٹو کی کلپ دکھائی جس میں وہ چیف جسٹس کے گھر کے* ہر کہہ رہی تھیں کہ ہم چیف کے گھر پر د*رہ *پاکستان کا جھنڈا لگا N گے اور انہیں بحال کریں گے۔تو یہ ġ اور دیکھنے کے* وجود نہیں ما 3 اور فر* یکہ

محترمہ نے افتخار چودھری کا '*• م لیا تھا۔اس ہی طرح شیری رحمٰن کے استعفے کی خبر کو جھٹلا* ی لیکن دوسرے دن . # استعفیٰ منظور بھی ہو H ی تو فر* ی کہ اس خاتون (شیری رحمٰن) سے تو پندرہ دن پہلے ہی استعفیٰ ما - لیا H ی تھا۔مثالیں تو اور بھی ہیں لیکن اس پ ہی اکتفا کرتے ہوئے ہم کہہ h ہیں یہ خواتین جس طرح کے دلائل دیتی ہیں اس سے معلوم ہو* ہے کہ ان سے بعید نہیں کہ کہہ دیں کہ . # ہمار* • م 'ف' سے ہو* ہے اور فخر الدین کیفی بھی 'ف' سے ہو* ہے۔تو* . $ ہوا کہ کوا بھی 'ف' سے ہی ہو* ہے۔

% میں ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ حکومت نے چیف جسٹس کو بحال کر کے % ب اختلاف، وکلاء اور سول سوسائٹی پ ہی احسان نہیں کیا بلکہ ان وزرا کی بھی جان بخش دی جو حکومت کا دفاع کرنے کے لیئے جھوٹ کے وہ وہ طومار* + ھ رہے تھے کہ بیچارے خود بھی انگشت ++ اں تھے۔۔۔لیکن نہیں!! کیسی جان بخشی !! ا/ دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو لگتا ہے حکومت خود نہیں چاہتی کہ اس کے وزرا سچ بولیں اس ہی لیئے چیف کی بحالی کے بعد انہیں اپنا زور خطا . $ یہ* . $ کرنے پ لگا* ی ہے کہ "ہم تو شروع سے ہی چیف کو بحال کرنے کہ حامی تھے"

۱۶/مارچ ۲۰۰۹

• م نہاد دانشور اور Ã یہ پ کستان

چند دنوں سے اخبارات میں قا+ اعظم اور علامہ اقبال کے حوالے سے چند سیکولر ذہنیت کے حامل ہرزہ سرائی کر رہے ہیں۔جس کے جواب میں ڈاکٹر صفدر محمود کے علاوہ دوسرے کالم نگار بشمول ر*• عبدالباقی اور فضل حسین اعوان پوری تندہی سے دلائل کے ذریعے ان عناصر کو قائل کرنے کی سعئ کر رہے ہیں۔لیکن ع

مردِ*• داں پ کلام م*• زک بے ا*

ہماری + قسمتی ہے کہ ہماری قوم*• م نہاد دانشوروں، مبصروں اور مورخوں کے ہاتھوں ی غمال بنی ہوئی ہے۔کبھی حقانی، کبھی پ وفیسر مہدی حسن تو کبھی حسن • راور (ڈاکٹر) مبارک* ی ڈاکٹر ہود بھائی جیسے لوگ بڑی خوبصورتی سے قائدِ اعظم کو سیکولر* . $ کرنے کی کوشش میں . # جاتے ہیں۔یہ لوگ کھینچ* ن کر قا+ کے بیا• ت سے وہ* ت نکال لاتے ہیں جس کا قا+ نے کبھی اظہار ہی نہیں کیا۔بس "وہ* ت سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا" والی* ت ہوتی ہے۔مزے کی* ت یہ ہے کہ یہ لوگ دلیل سے بھی قائل نہیں ہوتے۔بس میں نہ مانوں والا طرزِ عمل ہو* ہے۔بیچارے ڈاکٹر صفدر محمود* ی فضل حسین اعوان اور ر*• عبدالباقی جیسے Ã یہء * پ کستان کے حامل کہاں -- دلیلیں دیتے رہیں۔

ہمارے ان*• م نہاد دانشوروں پ تو وہ لطیفہ صادق آ* ہے جس میں ا ی- صا # کسی لڑکے سے اس کی تعلیم پوچھتے ہیں جواب میں یہ سن کر کہ لڑکا خیر سے بی۔اے۔ہے تو کہتے ہیں 'ماشااللہ!۔لیکن صا ñ ادے a ک بھی کر e تو* ی دہ اچھا ہو*'۔اور واقعی یہ* م نہاد دانشور ایسے ہی ہیں۔انہیں بھی قا+ کی ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ کی تقر* ی تقر $ حلف. داری میں ماؤ• $ بیٹن کو* ی H + ان شکن جواب* ی دنہیں آ* جس میں واضح طور پ

قاۂ نے کہا تھا کہ آپ کو ہمارے آ M کے لیئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں یہ ۱۴۰۰ ا. س پہلے ہی مل Hَی تھا جو اکبری آ M سے کہیں ژ یٖ دہ مساوات کا درس دیتا ہے۔ان انشوروں کو صرف Hَی رہ اگست کی تقر یہ میں اپنے مطلب کی* ٖ. ت Ã آتی ہے حالا è اس تقر یہ میں بھی قاۂ نے جو کہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ اب *پ کستان میں ہندو، مسلم ود v اقلیتیں ساتھ ساتھ رہیں گی۔کیا یہ دانشور یہ چاہتے ہیں کہ قاۂ اعظم بحیثیت گورنر جنرل کہتے۔''بھائیو اب *پ کستان بن Hَی ہے اس لیئے تمام اقلیتوں کو ختم کر دو''۔ان دانشوروں کو Hَی رہ اگست ۱۹۴۷ء کی تقر یہ (غلط مفہوم کے ساتھ) تو* یٖ د ہے لیکن ۱۴ مارچ اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی تقار یہ* یٖ د ہی نہیں آتیں، جو کہ *پ کستان Ẇ سے پہلے اور بعد میں کی گئیں تھیں۔اس کے علاوہ بھی کئی تقار یہ ہیں جن میں قاۂ نے بغیر کسی لگی لپٹی کے اسلامی Ã* یت کا اشارہ دۂ* یٖ تھا۔مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں خبروں میں 'ان' رہنے کے لیئے قاۂ کے** یٖ *پ کستان کے خلاف کچھ کہنا ضروری ہے بلکہ ہم تو یہاں -- کہیں گے کہ دین کے خلاف کہنے اور لکھنے والوں کو ژ یٖ دہ پ ذ یرائی ملتی ہے۔جس طرح بین الاقوامی سطح پ یہودی لابی صحافت پ چھائی ہوئی ہے

اس ہی طرح ہمارے ملک میں بھارت نواز لابی سرگرم عمل ہے۔اب آپ خود غور فرما N کہ اگر قاۂ کا* پ ئلیٹ قاۂ کے خلاف ہرزہ سرائی نہ کر* تو کیا اسے اتنی اہمیت ملتی کہ اس کا+ کرہ اخباری کالموں میں ہو* ۔کیا اس کا لگا یٖ ہوا الزام اتنا اہم ہے کہ اس پ ا یک بحث کا آغاز ہ Hَی ہے اس* پ ئلٹ کے بیہودہ بیان کو اہمیت دینے والے سینئر صحافی کا علم اتنا محدود ہے کہ یہ بھی نہیں جا... کہ ماضی میں کیئے گئے فیصلوں کو ماضی کے تناظر میں ہی دیکھنا چاہیئے۔غلام محمد کو کابینہ میں شامل کر* اسوقت کی ضرورت تھی۔کیا قاۂ کو الہام ہو جا* کہ غلام محمد* یٖ ایوب خان آگے چل کر کیا گل کھلانے والے ہیں۔اگر انہیں غیب کا علم ہو* تو کیا ژ. نی جیسی ذہنیت کا حامل ان کا *پ ئلٹ ہوسکتا تھا۔اگر مستقبل کا پتہ ہو* تو کیا یحیٰی خان، ضیا الحق اور پ و یز مشرف جنرل بن h تھے۔ہماری ذاتی رائے ہے کہ ایسے* م نہاد دانشوروں کو قطعئی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔¶K اللہ یہ اپنی موت آپ مر جا N گے۔چلتے چلتے ا یک* ٖ. ت اور ان* م نہاد سینئر صحافیوں کے* ٖ. رے میں کہ جن کا کوئی مستقل کعبہ نہیں وہ تو 'چلیئے ادھر کو ٖ. دھر کی ہوا چلے کے 'مصداق' اپنا رخ مرغ* ٖ. دú کی ما #+ لتے رہتے ہیں۔ان کے کالم نکال کر دیکھ

لیجیئے۔بے نظیر بھٹو کی حکومت میں ا ê خیالات کیا تھے۔نواز شریف کے دور میں کیا تھے۔بھٹو کے* ٖ. رے میں ضیا الحق کے دور میں ا ê خیالات پ ڑھنے کے بعد آج کے زمانے میں بھی پ ڑھ لیجیئے۔آپ خود کہہ اٹھیں گے ۔ع

ے

کون کہتا ہے کہ حالات +ٖ. ل جاتے ہیں
وقت کے ساتھ خیالات +ٖ. ل جاتے ہیں

۱۸ مارچ ۲۰۰۹ء

یو ٹرن

ٹی وی پروگرام کے ایک میزبان نے بہت خوب کہا تھا کہ جناب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری وہ شخصیت بن گئے ہیں کہ اب جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا وہ رسوا ہوگا اور جو ان کی عزت اور تکریم کرے گا اس کی عزت میں 'مزید' اضافہ ہوگا۔ کالم نگار کے بیان میں 'مزید' کا اضافہ ہم نے کیا ہے کیونکہ ایک عزت دار ہی چیف کی عزت کرسکتا ہے۔ ظاہر ہے پرویز مشرف تو نہیں کرسکتا جس نے اپنے اقتدار کے زمانے میں ایک ٹی وی انٹریو میں جسٹس کے بارے میں کہا تھا 'وہ ایک تھرڈ کلاس آدمی ہے'۔ اب آپ خود اندازہ کرلیں کہ ایک ایسے شخص سے کیا توقع کی جاسکتی ہے جس نے اپنی کتاب میں خود اپنی والدہ کے ڈانس کی تعریف کی ہو۔ ہم ٹی وی میزبان سے سو فی صد متفق ہیں اور اس ہی لیئے یہ مثال بھی پیش کردی ہے کہ آج مشرف کس طرح رسوا ہورہا ہے۔ آج اگر اسے آرمی ہاؤس سے بیدخل کر کے تمام دی گئی جائز مراعات واپس لے لی جائیں تو اسے لگ پتہ جائے کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اگر وہ اتنا ہی مقبول اور عزت دار ہے تو بغیر پروٹوکول کے ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور افتخار محمد چودھری کے ساتھ کسی بھی پبلک مقام پر جا کر دکھادے معلوم ہوجائے گا کہ کس کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑتے ہیں اور کس کے جوتوں کے۔ کون پاکستانی عوام کی نظر میں تھرڈ کلاس ہے کون فرسٹ کلاس۔ یقین جانیئے ڈاکٹر صاحب اور چیف صاحب کا دشمن کوئی کافر اور ملک دشمن ہی ہوسکتا ہے لیکن مشرف کا دشمن ہر محبّ وطن پاکستانی ہوگا۔ خیر اس ایک مثال کے علاوہ بھی جب ہم نے غور کیا تو کالم نگار کی بات میں وزن پایا۔ اور مزید انکشافات ہوئے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، ۱۵ مارچ ۲۰۰۹ء کی رات تک جن وزرا اور دوسرے لیڈران نے چیف کے خلاف ہرزہ سرائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، انہیں ۲۴ گھنٹے کے اندر رخوار ہونا پڑا۔ اگر کرامت کا پہلو مدِ نظر نہ ہو تو ہم کہتے کہ انہیں تھوک کر چاٹنا پڑا۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ تھا کہ ٹی وی والوں نے بھاگنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اور ساری فرعونیت و تکبر دھرا کا دھرارہ گیا اور ایسے تمام لوگ پائے رفتن نہ جائے ماندن' کی تفسیر بن کر رہ گئے کیونکہ اپنے کہے کی ریکارڈنگ کو کیسے جھٹلاتے۔ ہٹ دھرمی اور بے حیائی بھی تو کوئی چیز ہے۔ وہ جو کہتے تھے کہ بحالی کا سوال ہی نہیں اب یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہم نے بی بی کی وصیت پوری کردی اور ہم تو پہلے دن سے ہی کہہ رہے تھے کہ ہم افتخار محمد چودھری کو بحال کریں گے۔ اور دیکھ لو ہم نے کردیا۔ یہ بڑی زیادتی ہوگی اگر ہم یہاں شیخ رشید کا ذکر نہیں کریں۔ موصوف پچھلی حکومت میں وزیر بنے رہے اور الیکشن ہارنے کے بعد اپنی پارٹی بنالی۔ قدرت کا فیصلہ دیکھئے کہ جو شخص بڑی رعونت سے پاکستان کی چھوٹی پارٹیوں کو تانگہ پارٹی کہتا تھا آج وہ اس پارٹی کا سربراہ ہے جو تانگے کی بجائے بغیر کیریئر کی سائیکل میں بھی سما سکتی ہے۔ نہ جانے ٹی وی چینلز کی کیا مجبوری ہے کہ وہ موصوف کو گاہِ بگاہِ بلواتے رہتے ہیں۔ اس سے نہ جانے کوئی فائدہ ہورہا ہے یا نہیں، لیکن ایک نقصان ضرور ہورہا ہے کہ موصوف خود کو ایک مدبر سیاستداں اور دانشور ہی نہیں علم الغیب کا ماہر بھی سمجھنے لگے ہیں۔ اس لیئے مونہہ اٹھا کر تبصرے ہی نہیں، پیشن گوئیاں بھی فرماتے رہتے ہیں۔ ان کی ایک پیشن گوئی تو ہمارے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہی ہے جو انہوں نے چند دن پہلے بڑی رعونت سے فرمائی تھی کہ افتخار چودھری ایک گھنٹے (گھنٹے) کے لیئے بھی بحال نہیں ہوگا۔ ابھی ہمارا یہ زخم بھرنے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک اور بیان داغ دیا اور لطف کی بات یہ ہوئی کہ موصوف نے یہ بیان بالکل کسی جلے تن فلمی بوڑھی ساس کی طرح دیا جو اپنی بہو کو کوستے ہوئے کہتی ہے ''ماٹی ملی آتے ہی اپنے سسر کو کھا گئی اب کیا مجھے کھائے گی'۔ فرمایا 'افتخار چودھری ہماری حکومت کو کھا گیا تھا اب اس حکومت کو بھی کھائے گا'۔ ملاحظہ فرمائی زبان کی شیرینی۔ لیکن ایک ایسے آدمی سے اس سے زیادہ کی توقع بھی فضول ہے۔ لیکن چیف جسٹس کی بحالی اور کالم نگار کے فرمان کے بعد ہم منتظر ہیں کہ موصوف کس طرح رسوا ہوتے ہیں کیونکہ پچھلے دو تین دنوں سے وہ کسی پروگرام میں کسی اینکر پرسن کے ہتھے نہیں چڑھے۔ لیکن وہ دن دور نہیں۔ چلتے چلتے شیخ کا ایک اور بیان بھی پیشِ خدمت ہے جس میں لانگ مارچ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان سیاستدانوں کو ملک سے محبت نہیں یہ تو اپنے بچوں کے لیئے راہ ہموار کررہے ہیں۔ نواز شریف کو حسن نواز کی فکر ہے تو زرداری کو بلاول کی اور پرویز الٰہی کو مونس الٰہی کی۔ ... ہو کہ عمران خان نے یہ پول کھول دی کہ موصوف کی اپنی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے جناب یہ کارِ خیر اپنے بھتیجے کے لیئے سرانجام دے رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔ یاد آیا کہ ان کے علاوہ ایک مولانا (نام نہاد ہی سہی) نے بھی

چیف صا # کے خلاف بیان* زی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور ۰% میں تو عصبیت کو ہوا دینے کے لیئے نواز شریف کو پنجاب -- محدود کرنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن اس پ بھی مونہہ کی کھانی پڑی کہ شریف. ادران نے پوری کیمپین (Campaign) میں سوائے چیف کی بحالی کے کوئی اور مطالبہ ہی نہیں کیا۔ بہر حال کالم نگار کی* بات ٹھیک ہی لگتی ہے کہ جن جن لوگوں نے چیف کی بحالی کی تحر یے میں حصہ لیا ان کے قد میں سو فی صد اضافہ ہی ہوا۔۔۔ جبکہ دوسرے، بونوں سے بھی کم تر ہو گئے۔۔

۱۹/مارچ ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۳۰ جولائی ۲۰۰۹ء

دو تقاری$

کسی شاعر نے اپنے محبوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی ز+ گی میں دو لمحے بڑے کٹھن گذرے ہیں۔ ای- محبوب کے آنے سے پہلے اور دوسرا اس کے جانے کے بعد۔ ع

دو ہی لمحے ز+ گی میں مجھ پر گذرے ہیں کٹھن

ای- ت ے آنے سے پہلے ای- تیرے جانے کے بعد

یہ تو تھا شاعر کا اور اس کے محبوب کا معاملہ۔ جس میں ہر دو لمحوں کا محور ای- ہی شخص تھا۔ لیکن دونوں لمحات میں شاعر کی دلی کیفیت ای- ہی سی تھی۔۔ یعنی بے چینی اور غمِ فراق۔۔ لیکن ہمارا بلکہ ہماری قوم کا معاملہ دوسرا ہے۔ یہاں شاعری ہے نہ فرقت کے لمحات۔ یہاں تو ز+ گی کے حقائق ہیں اور ایسی ہی ای- حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم پر اور ہماری قوم پر دو تقاری$ عجیب طرح سے اث+ انداز ہو N۔ ع

ای- اُس کے جانے سے پہلے، دوجی اِس کے آنے کے بعد

دونوں تقاری$ سے متاث ہونے والی ہماری قوم ہی رہی لیکن تقاری$ کی محور دو مختلف شخ تیا تھیں۔ ای-. ائی کا سمبل اور دوسری اچھائی کی نو+ ۔ ای- تقری$. ائی کے جانے سے پہلے منعقد ہوئی اور دوسری اچھائی کے آنے کے بعد۔ پہلی تقری$ نے. ائی کی رخصتی پر قوم کو ملنے والی خوشی کو گہنا دی* تھا۔ لیکن دوسری تقری$ نے اچھائی کی آمد پر ملنے والی خوشی کو دو* لا کر دی*۔ اس سے پہلے کہ ہم ان دونوں تقاری$ کا احوال بیان کریں کچھ پس منظر کا جائزہ بھی لے لیا جائے تو کوئی مضا B نہیں۔ ہمارے ملک کی+ قسمتی ہے کہ یہاں زی* دہ دو--- غاصبوں کی حکومت رہی ہے اور پھر کچھ وقت کے لیئے اگر جمہوری$ رہی بھی تو وہ کنٹرولڈ ڈموکرسی (Controlled Democracy) رہی۔ اور کنٹرول بھی تھرڈ* پارٹی کا۔ اگرچہ آ M میں صاف صاف لکھا ہے کہ غاصب کی سزا موت ہے لیکن اس شق پر آج -- عمل درآمد نہ ہو سکا۔ طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ قتل کے کیس میں تو موشگافیوں کی گنجائش ہوتی ہے کہ قتل عمد تھا* یا اتفاقاً ہ H ۔ سیلف ڈیفینس میں تھا* یا غیر ارادی۔ پھر کوئی گواہ بھی تھا* یا نہیں۔ لیکن آ M توڑنے والے کے لیئے بچنے کی ایسی کوئی گنجائش نہیں۔ نہ ہی گواہ کی ضرورت نہ مدعی

کی۔سیدھی سیدھی سزا ہونی چاہیئے۔شا+ اس ہی لیئے سزا سے بچنے کے لیئے ہر ڈکٹیٹر اپنے جانے سے پہلے ا۔ ایسی حکومت تشکیل دے جا* ہے جو اس کو بچانے میں معاون* $ ہو۔ایوب خان حکومت یحیٰی خان کو د n چH۔ اور یحیٰی بھٹو کو د n ۔ضیا الحق کو وقت نہیں 5 لیکن درمیانی مددگار کے طور پر اسحٰق خان موجود تھا۔اس کے بعد جمہور $ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ا۔ الگ المیہ ہے جو صرف اس لیئے * ر* رو قوع + پذیر ہو* رہا کہ آ M کی شق نمبر ۶ کو کبھی استعمال ہی نہیں کیاH۔ ہر غاصب کے جانے پر کبھی نئی* پر ریلیمنٹ آڑے آئی تو کبھی پی سی او (p.c.o)۔شارٹ پر ۔ (غیر جمہوری حکومتوں کے درمیانی مدت) میں آنے والی جمہوریتوں نے اپنے سے پہلے والے غاصب کا ٹرائل نہیں کیا۔ # مطالبہ ہوا تو کہاH۔ اس کے ٹرائل سے پہلے فلاں کا ٹرائل ہو* چاہیئے۔بس پھر نہ نومن تیل ہوا نہ رادھا نا* چ۔موجودہ حکومت سے بھی # پرویز مشرف پر مقدمے کے لیئے کہاH۔ تو جواب* کہ پہلے ضیا الحق !۔دوسرے بھی تیار تھے کہ اس سے پہلے یحیٰی!! پھر یہ کیوں نہ کہا جائے کہ اس سے پہلے ایوب!!! اب ا/ کوئی ایوب کے لیئے راضی ہو بھیH۔ تو کیا معلوم ایوب خان سے* ت اسکندر مرزا سے ہوتی ہوئی غلام محمد۔ پہنچے اور پھر کوئی ستم ظریف دور کی کوڑی بھی تو لاسکتا ہے کہ جنرل اکبر کو کیا واقعی راولپنڈی سازش میں سزا ہوئی تھی؟۔بس غداری کا مقدمہ نہ ہوا قیامت کا ذکر ہوا۔ع

ذکر چھڑH۔ # قیامت کا۔۔۔* ت پہنچی تیری جوانی۔

اس پس منظر کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ کسطرح ا۔ تقری$ نے قوم کی خوشیوں کو رو+ ڈالا تھا۔ # قوم ا۔ غاصب کے جانے پر خوشیاں منا رہی تھی تو غاصب کے لیئے الوداعی تقری$ کا اہتمام ہی نہیں کیاH۔ بلکہ اسے گارڈ آف آنر بھی پیش کیاH۔ ۔دوسری تقری$ بہر حال قوم کے لیئے خوشی کا* (بنی کہ دو سال کی ۔ ودو کے بعد # چیف جسٹس کی بحالی کے بعد ان کے گھر پر پرچم لہرانے کی تقری$ منعقد کی گئی۔تقری$ تھی اور خوشی کی تھی۔کیا ہوا جو غیر سرکاری تھی۔قوم کو* یاد تو دلائے گی کہ کسی کے جانے سے پہلے والی تقری$ نے قوم کے جس سر کو شرم سے جھکا* یا تھا اس جھکے ہوئے سر کو کسی کی بحالی کے بعد منعقد ہونے والی تقری$ نے فخر سے بلند کر* یا تھا۔ع رہِ* یار ہم نے قدم قدم تجھے* یادگار بنا* یا

۲۳/مارچ ۲۰۰۹ء

ہمارا المیہ

موجودہ قانون ،لنگڑا لولا ، جیسا بھی ہے ۔1 ہے ۔۔اور اس د* کے کام آرہا ہے۔یہ لارڈ میکیاؤلے کا مرہونِ منت ہے۔میکیاؤلے کے* م سے ملتا جلتا ا۔ اور* م 'میکیاولی' ہے جس نے ا۔ پتلی دبلی، منحنی سی کتاب دا پرنس (The Prince) جو معنوی اعتبار سے نہای$ بھاری بھر کم ہے،اس د* کو دی اور جس سے ہر صاحبِ اقتدار* بالعموم اور ہر آمر* بالخصوص مستفید ہو* ہے۔بڑے بڑے ڈکٹیٹر اس کو ا۔ دو* ر نہیں بلکہ * ر* بر پڑھتے ہیں۔مسولینی اور ہٹلر کا کیا ذکر بھٹو نے بھی اسے پڑھا بلکہ زیرِ استعمال رکھا۔قابلِ توجہ یہ* ت ہے کہ ا۔ ممتاز اور بہت ہی سینئر قانون داں ہیں، جو ایوب خان کی کابینہ میں وزیر قانون اور حکومتی مسلم لیگ (کنونشن) کے ممبر رہے ہیں اور جو کل۔ حکومتی مسلم لیگ (ق) کے ممبر تھے ان کا خاصہ یہ ہے کہ ہمیشہ ہی کسی نہ کسی ڈکٹیٹر کی کابینہ میں رہتے ہیں۔انہوں نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

اس کتاب کے ذریعے میکیاولی کہتا ہے اقتدار میں رہنے کے لیئے جھوٹ بولنا* ا/ ,یہ ہے اور جھوٹ بولو اور اتنا بولو کہ تمہیں خود لگنے لگے کہ سچ یہ ہی ہے۔اس نے اقتدار پر ا/ فت ر p کے گُر بھی بتلائے ہیں لیکن ہم اسے یہیں چھوڑتے ہیں کیو è نہ ہم ، نہ آپ* پولیٹکس کے اسٹوڈ $ ہیں۔ہاں تجربہ بتا* ہے کہ اس جھوٹ کے سہارے اچھا خاصہ وقت ا/ رجا* ہے۔اور چو è عوام کا حافظہ کم زور بلکہ ہو* ہی نہیں اس لیئے یہ لوگ* ر* ر نئے نئے وعدوں کے ساتھ اور نئے نئے بھیس میں عوام کو بے وقوف بنانے آجاتے ہیں۔میکیاولی کے زمانے میں آجکل والا میڈ* یا تو تھا نہیں اس لیئے جھوٹ بولنے والے کو اپنے بیا* ت اور وعدوں سے پھرنے کی پوری پوری سہو) تھی۔اس لیئے ہمارے حکمرانوں نے خوب خوب مزے اڑائے۔اب اسے + قسمتی کہیئے کہ پچھلے نو دس سالہ دور میں میڈ* یا نے اتنی ترقی کر لی کہ جھوٹوں کو آئینہ دکھا* آسان ہوH۔ ۔اور میڈ* یا نے مشرف دور کے وزرا اور حکومتی ترجمانوں کو سرِ عام ہنہ کر* شروع کر* یا۔انہیں ا ê اپنے پچھلے بیا* ت کی وڈیو کلپس دکھا

کر جھو*ٹ $ کیا۔لیکن واہ رے اقتدار۔صا # اقتداروں نے اس کا حل ڈھو+ ڈھ لیا اور بے غیرتی کی چادر اوڑھ لی۔اب انہیں سر عام ہنہ کر* پس دہ انہیں کوئی پرواہ ہی نہ تھی۔ڈھٹائی کا یہ عالم کہ سورج کو چا+ اور رات کو دن کہنے کے بعد بے مزہ بھی نہیں ہوتے تھے اور ہم جیسے سیدھے سادھے لوگ یہ سوچتے ہی رہ جاتے تھے کہ اس سفید جھوٹ کے بعد یہ لوگ اپنے بیوی بچوں کا سامنا کیسے کرتے ہونگے۔اگر میکیاولی کو دا پرنس دو* رہ لکھنے کا موقع مل جائے تو وہ بے غیرتی اور ڈھٹائی کا ا- * ب اس میں شامل کرنے کے لیئے مشرف کی کابینہ سے استفادہ کرسکتا ہے۔'The Prince' کے اردو ورژن کے مصنف اور ایوب کابینہ کے وزیر قانون کی کامیابیاں اس* ت سے عیاں ہے کہ (اگر ہمارا حافظہ صحیح ہے) موصوف شا+ ہر ڈکٹیٹر کی حکومت میں شامل رہے اور %0ی ڈکٹیٹر کے دور میں عزت بھی کمائی کہ اب ہر اینکر پرسن موصوف کا تعارف کراتے ہوئے انہیں رگ سیاستداں کہتا رہا۔یہ اور* ت کہ ہمیں یہ خطاب سوائے نوابزادہ 3/4اللہ خاں کے کسی اور پر نہیں جچا۔ہر ڈکٹیٹر کا ساتھ دینے والے نے ،اقتدار کے %0ی دنوں میں اب مشرف کی کابینہ کا حصہ ہوتے ہوئے حق* ت کہنا شروع کردی تھی۔لال مسجد ہو* یا چیف جسٹس کی برطرفی کا مسئلہ موصوف نے حق* ت کہہ کر لوگوں کا دل $ شروع کر* دیا۔اور تماشہ یہ رہا کہ کسی نے یہ نہیں کہا کہ اگر ان* پالیسیوں کے خلاف ہیں تو احتجاجاً آپ مستعفی کیوں نہیں ہوجاتے۔خیر اس ہی کا کیا ذکر ا- عام آدمی کی حیثیت سے ایسے اور بھی کئی سوالات ہیں جو ہمارے ذہن میں تو آتے ہیں لیکن اینکر پر Ü کے نہیں آتے۔اور اگر کوئی مجبوراً چبھتا سوال پوچھ بھی 8 ہے تو تشفی بخش جواب لیئے بغیر دوسرے سوال پر ` جا* ہے* - پر۔غاصب کی کابینہ کار* تو ہم روتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ منتخب جمہوری حکومت کے Ú ئندے تو مارتے بھی ہیں اور رونے بھی نہیں دیتے۔ا- ہی وقت میں ایسے بیا* ت دیتے ہیں جن میں ''کھلا تضاد'' صاف دکھائی دیتا ہے اور نہ بھی دکھائی دے تو میڈ* یا کلپس دکھا دیتا ہے۔لیکن واہ رے 'میں نہ مانوں کی رٹ سوائے اپنی ہی بوٹیاں نوچنے کے اور چارہ نہیں ہو*۔ عدلیہ کی بحالی کی تحری- پر اکثر حکومتی Ú ئندے کہتے تھے کہ عدلیہ کی بحالی کی وہ لوگ* ت کر رہے ہیں جنہوں نے خود سپریم کورٹ پر حملہ کیا تھا۔ان سے سرسری کہا جا* کہ ان میں سے کئی لوگ تو اب آپ کے ساتھ ہیں۔سرسری ہی کہا جا* تھا انہیں قائل نہیں کیا جا* تھا اس لیئے آئندہ کسی اور پر وا اِم میں وہ پھر اس ہی* ت

کو دہراتے A آتے تھے۔موجودہ عوامی حکومت کا بھی یہ ہی حال رہا۔اکثر وزرا چیف پر الزام لگاتے کہ انہوں نے بھی تو پی سی او کے تحت حلف لیا تھا۔اس لیئے ان کی بحالی کا کیا جواز۔حیرت ہوتی تھی کہ کوئی انہیں یہ نہیں بتا* کہ اس میں فرق کیا ہے۔کوئی انہیں یہ نہیں بتا* کہ حضرت عمرؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے کیا تھے۔قا+ اعظمؒ ایمبیسڈر آف یونیٹی کہلاتے تھے۔پہلے کانگریس میں تھے۔کیا ماضی کے حوالے سے ان لوگوں کے حال کو رد کیا جاسکتا تھا۔اکثر تو کج بحثی میں کہتے ہیں کہ تمام اپوز c لیڈران کسی نہ کسی ڈکٹیٹر کی گود میں پلے ہیں۔سچ ہے لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ ا ê اپنے لیڈر بھی دس سال-- ایوب خان کے ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ مادرِ) کی شمع جمہور $ کو گل کرنے میں بھی پیش پیش رہے تھے۔وہ اور شعیب ایوب کے پولنگ ایجنٹ تھے اور جس دھا+ ھلی سے انہوں نے { نتائج+ لے تھے وہ ہمارے لیئے کسی لعنت سے کم نہیں۔

۳۰/مارچ ۲۰۰۹ء

محکمہء پیشنگوئی* یپیش بندی

ملک میں سینکڑوں محکمے ہوتے ہیں جو پلاننگ کرتے ہیں فیز یبلیٹی (feasibilty) بناتے ہیں۔ان پ عمل کرتے ہیں* یپھر نہیں کرتے۔ان محکموں کی کارکردگی پ Ā ر p کے لیئے بھی محکمے ہوتے ہیں جو کارروائی بھی کرتے ہیں۔اس سلسلے میں کو* ہیوں پ پکڑ دھکڑ بھی ہوتی ہے اور Ā# از بھی کردی جاتی ہیں۔ایسا کیوں ہو* ہے یہ ہمارا آج کا موضوع نہیں۔ویسے عوام اتنے تو* شعور ہیں ہی کہ اس کی ساری وجوہات جا... ہیں اس لیئے دہرانے کی کیا ضرورت۔بس اللہ کا فضل ہو* چاہیئے۔ہمیں عربی آتی ہوتی تو کہتے ہٰذہ من فضل ربی۔ہاں ہم نے* پ کستان W کے بعد سے تو یہ ہی دیکھا کہ کرپشن کے چارج پ نکالے گئے لوگ تبد~ ء حکومت کے ساتھ* عزت بحال ہی نہیں ہوئے بلکہ ان کے W* یبیٹیوں کو حکومتی کاموں میں حصہ ڈالتے بھی دیکھا ہے۔بس یوں سمجھئے کہ کرپشن کے الزام کے ساتھ ہی حکومت کرنے کی اہلیت کا سرٹیفیکیٹ ملH ی۔دور کیوں جا N ابھی چند سوں پہلے ای بہت ہی طاقتور بلکہ یوں کہیئے فولادی اہمیت کی حامل ای مِل کے کر* دھر* پ کرپشن کے سنگین الزامات کا سلسلہ کچھ یوں شروع ہوا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔کبھی تجوریوں سے سونے چا# ی کے% انے پ آمد ہو رہے تھے تو کبھی بینک لاکرز سے۔کچھ بینک اکاؤ$ کے ہوش اڑانے والے واقعات بھی منظر عام پ آئے۔جنہیں دیکھ کر ہمیں اپنی* پ رسائی پ شبہ ہونے لگتا کہ کہیں ہماری* پ رسائی اس مصرعے کے عین مطابق تو نہیں کہ

ےH% ہ کے دم سے ہیں عصمتِ کامل کے جلوے

ان کی بیوی بیٹی کی مظلومیت کی داستا 3 بھی اخبارات کی ز M بنی ہوئی تھیں۔پھر آہستہ آہستہ کسی فلمی سین کی طرح یہ سارے مناظر فیڈ آؤٹ ہو گئے۔اس کے بعد کیا ہوا اس سے عوام کا کیا واسطہ۔

یہ تو اللہ کی مرضی ہے کہ ایسی تمام رسوائی کے بعد بھی وہ عزت افزائی کر سکتا ہے۔ا/ میر جعفر کا پ

نواسہ* پ کستان کا صدر بن سکتا ہے تو ایسے معمولی غبن کے ملزم کے بچے وز یمشیر کیوں نہیں بن h ۔جیسا کے ہم نے کہا ہمارا آج کا موضوع یہ نہیں بلکہ ای خاص محکمے کی K# ہی ہے۔جس کا ذکر ہم % میں کریں گے کہ اس نے حال ہی میں ای دوسرے محکمے کے بطن سے جنم لیا ہے۔لیکن ابھی-- اپنی الگ شنا # نہیں بنائی۔حکومتی محکموں میں ای ایسا محکمہ بھی ہو* ہے جو آنے والے دنوں کا موسم بتا* ہے کہ / می ہو گی* یسردی رہے گی* رش ہو گی* یموسم خشک رہنے کی توقع ہے۔اس محکمے کا کام ہے کہ فقط پیشگی اطلاعات فراہم کرے۔اپنی فراہم کردہ اطلاعات پ ا# از ہو* اس کے بس میں نہیں ہو* رش ہونے کی پیش گوئی کے بعد دعا ہی کر سکتا ہے کہ اس کی دی ہوئی اطلاع سچ* $. ہو جائے اور محکمے کی لاج رہ جائے۔کسی سمندری طوفان کے آنے کی اطلاع تو دے سکتا ہے کہ فلاں دن کراچی کے ساحل سے ٹکرائے گا۔لیکن طوفان کو روک نہیں سکتا۔ظاہر ہے اس کو روکنا تو محکمے کے بس میں نہیں اس لیئے لوگ کم از کم اپنی حفاظت کے لیئے ساحل سے دور ہٹ جاتے ہیں۔دو ای دن بعد یہ خو Ÿ ی بھی اس ہی محکمے کے توسط سے ملتی ہے کہ طوفان نے اپنا رخ+ ل لیا ہے اور خطرہ ٹلH ی ہے۔ایسی دو تین اطلاعات کے ہم بھی گواہ ہیں لیکن+ قسمتی سے زلزلے کی آمد کی اطلاع کبھی نہ ملنے کی وجہ سے قوم کو کافی نقصا* ت اٹھانے پ ڑے۔

اس محکمے کے علاوہ ای محکمہ اطلاعات بھی ہو* ہے لیکن اس کا کام ظاہر ہے پیشنگوئیاں کر* تو ہو نہیں سکتا اس لیئے یہ کام محکمہء موسمیات کے سپرد ہے۔اب اس کا کیا علاج کہ کبھی کبھار محکمہء موسمیات بھی ڈس ا آ رمیشن کا مرتکب ہو جا* ہے۔اب چو è کبھی کبھار کی* ت ہے اس لیئے اسے محکمہء اطلاعات میں ضم نہیں کیا جا سکتا۔ای اور محکمہ ہے جس کا کام لا اینڈ آرڈر قائم رکھنا ہے۔اب اپنی اوور ایفیشنسی (over efficiency) کی وجہ سے اس نے پیشن گوئی اور اطلاعات فراہم کر* بھی شروع کر دی ہے جس کی وجہ سے یہ میڈ* یکی تنقید کا K نہ بن رہا ہے۔اب اکثر ایسی اطلاعات ملتی ہیں کہ ۱۴ دہشت / د ملک میں داخل ہو گئے ہیں۔ای مشتبہ کار پنڈی میں دیکھی گئی ہے۔چار دہشت / د کراچی میں داخل ہو گئے۔یہ فلاں جگہ* یفلاں شخص کو K نہ بنا h ہیں۔سات سے آٹھ مشکوک لوگ لاہور میں موجود ہیں۔کسی بھی وقت کوئی حادثہ ہو سکتا ہے۔اب چو è یہ اطلاعات پیش گوئی کے زمرے میں آتی ہیں اور ان کا کوئی مداوا بھی نہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ

یہ کام محکمہء موسمیات کو سو$ ؒ جائے کہ وہ بھی طوفان کی آمد کا تو بتا دیتا ہے لیکن کچھ کر نہیں سکتا۔ لیکن اس میں قبا # لفظ موسم کی موجودگی ہے اس لیئے بہتر ہوگا کہ پہلے اس محکمے کا م تبدیل کر کے ''محکمہ پیشنگوئی'' رکھ دیا جائے پھر ذرا براڈر اسپیکٹ (Broader Prospect) میں اسے محکمہء پیش گوئی و پیش بندی کا درجہ دے دیا جائے۔ ویسے تو یہ فریضہ محکمہء اطلاعات بخوبی ا• م دے سکتا ہے لیکن اس میں پرابلم یہ ہے کہ اس محکمے اور میڈیا کا چولی دامن کا رشتہ ہے۔ اس لیئے آئے دن میڈیا سے آمنا سامنا رہتا ہے، پھر ایسے میں کوئی کو ہی ہو جائے او ر معذرت کرنی پڑ جائے تو۔۔۔ اب جلدی جلدی چولی معاف کر و نہ یا اطلا (تو نہیں + لہ جا سکتا۔

۳/اپریل ۲۰۰۹

غور فرمائیے

آپ نے یقیناً ٹی وی پر دکھائی جانے والی سوات کی وہ کلپ تو دیکھ ہی لی ہوگی جس میں چند لوگ کھڑے ہوئے ا یہ لڑکی کو W دیکھ رہے ہیں۔ لڑکی چیخ ` رہی ہے اور سزا کے کوڑے مکمل ہونے پر اٹھ کر اپنا بر قع در & کرتے ہوئے چل پڑتی ہے۔ اس کلپ کے ٹیلی کا & ہوتے ہی ہر طرف سے مذمتی بیا ت کا سلسلہ شروع ہو H۔ & سے پہلے اس کلپ کا تجزیہ کرنے کے لیئے مندجہ ذیل باتوں پر غور ضروری ہے۔۔ لڑکی کو تین آدمیوں نے دبوچ رکھا ہے ۔ # کہ چوتھا آدمی کوڑے مار رہا ہے۔۔ یہ کوئی ڈاکٹر یا سائکیٹر & (Psychiatrist) ہی بتا سکتا ہے کہ ہر کوڑے کے بعد لڑکی کے جسم کا رفلکس ایکشن (Reflex Action) نیچرل تھا یا نہیں۔ کیونکہ ہمیں کوئی رفلکس Ã نہیں آیا۔۔ ہر کوڑے کے ساتھ 3 والی چیخ کیا کوڑے کی ضرب سے ہم آہنگ تھی۔۔ کیا کوئی نورمل مرد بھی اتنے کوڑے کھانے کے بعد اس طرح کھڑا ہو سکتا ہے جیسے وہ لڑکی کھڑی ہوگئی تھی اور اپنا برقع بھی در & کر لیا تھا۔۔ کیا کوڑے کھانے کے بعد بغیر لڑکھڑاہٹ کے اس طرح ` جا سکتا ہے جیسے لڑکی چل کر جاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس r وَ نے کھیل پر کسی قسم کا ردِعمل ظاہر کرنے سے بہتر ہوگا کہ ہم & تھوڑا سا غور کر لیں۔ غور کے لیئے ہم ذیل میں چند اہم نکات درج کر رہے ہیں تاکہ کچھ پس منظر بھی واضح ہو جائے۔

ا۔ عراق پر حملے سے پہلے امریکہ نے الزام لگایا تھا کہ عراق میں مہلک ہتھیار موجود ہیں

۲۔ عراق پر حملے کے لیئے یہ ا جواز تھا۔ نتیجے میں سینکڑوں نہیں لاکھوں جانوں کے ضیاع کے باوجود مہلک ہتھیار بر آمد نہ ہوئے۔

۳۔ پاکستان میں بھی ایسی ہی کسی کارروائی کے لیئے جواز حاصل کرنے کے لیئے کہا جا رہا ہے کہ القاعدہ پاکستان میں ہے اور M بیت اللہ محسود امن کے لیئے خطرہ ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لیئے ڈرون حملے

ضروری ہیں

۴۔*پکستانی عوام کی مخالفت سے بچنے کے لیئے .M اللہ، القا+ ہ اور طالبان کے لیئے* پکستانیوں کے دل میں ان کے خلاف Đت پیدا کر* ضروری ہے۔

۵۔لاہور پولس ٹ ینگ سینٹر اور سری لنکن ٹیم پ حملے یĐت پیدا کرنے میں* کام رہے

۶۔ڈرون حملوں کے نتیجے میں اب ۔۔ سینکڑوں عورتیں اور بچے مارے جا چکے ہیں لیکن نہ حکومت کی طرف سے ایساری ایکشن Ā* ی نہ سول سوسائٹی اور ہیومن رائٹس کمیشن کی طرف سے۔

۷۔ا ی*۔ رات پ بمباری کے نتیجے میں ۱۰۰ سے* ی دہ لوگ مارے گئے 1 کسی N.G.O کا کوئی بیان امریکہ کی مذمت میں نہیں* ی۔

۸۔ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے لیئے بھی کوئی مذمتی بیان ان سوسائیٹیوں کی طرف سے نہیں* ی۔

۹۔ابھی ۔۔ یہ بھی* .$ نہیں ہوسکا کہ یہ وڈیو حقیقی ہے* ی جعلی۔ یہ* .$ ہو* ضروری ہے۔ کیوè کئی حملوں کے بعد ذمہ داری قبول کرنے کے جعلی بیا* ت اور وڈیوز ہم دیکھ چکے ہیں

۱۰۔انٹر M پ تقریباً روزآنہ ایسی کلپس موصول ہوتی رہتی ہیں جن پ حقیقت کا گمان ہو* ہے۔

۱۱۔کچھ عرسے پہلے ا ی۔ ایسی کلپ آئی تھی جس میں بتا ی H تھا کہ ا ی۔ جن تلاوت کر رہا ہے اور لوگ اسے* ب لکل اس + از میں گھیرے کھڑے ہیں جیسے سوات کی اس لڑکی کو۔ جن کی شکل Ā نہیں آرہی بلکہ ایسا محسوس ہو* تھا جیسے وہ صرف کوئی لباس ہے جو جھوم جھوم کر تلاوت کر رہا ہے ا/ وہ حقیقت نہیں تو کہہ h ہیں کہ فوٹو/ افی کا کوئی کمال ہے

۱۲۔اس سے پہلے کوئی حملہ آور نہیں پکڑا جا* تھا لیکن پولس سینٹر پ ا ی۔ پکڑا H اور اس نے فوراً اپنا تعلق .M اللہ سے بتلا کر تصدیق کر دی کہ اس کے پیچھے کون ہے۔ اس سے پہلے ایسا ہی ا ی۔ الزام بی بی کے قتل سے منسوب ہے۔ پولس سینٹر پ پکڑے جانے والے کا کیا ہوا؟

۱۳۔ کہا جا* ہے اسامہ *پکستان میں ہے۔ یہ بھی بتا ی جا چکا ہے کہ اسامہ ڈائلسس (Dyalisis) پ ہے اور وہ بھی کئی ب سوں سے۔ کوئی نیفرولوجسٹ (Nephrologist) ہی بتا سکتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے سوچیئے کہیں .M اللہ اور اسامہ ہمارے لیئے ویپن آف ماس ڈسٹرکشن نہ* .$ ہوں اور امریکہ ان کی تلاش میں ہمارے* پنچ چھ لاکھ آدمیوں کو ہڑپ کر جائے۔ ا/ اتنے شور شرابے کے بعد ا/ *.$ ہوا کہ فلم ڈرامہ تھی تو کیا ہوگا۔ ہمارے کچھ اینکر پ سن لڑکی کی چیخوں کو بہت اہمیت دے رہے ہیں جیسے اس دور میں ڈبنگ تو ہو ہی نہیں سکتی۔ پوری وڈیو میں اس* ب ت کا خاص خیال رکھا H ہے کہ تماشہ دیکھنے والے فریم میں نہ آ N ۔ا ی۔ اور* ب ت کہ اس لڑکی کے ساتھ اس* محرم مرد کا کوئی ذکر نہیں، جس کے ساتھ وہ* ب ہر نکلی تھی۔ کیا اس کو معاف کر د* ی H تھا* ی اسے بھی کوڑے لگے تھے۔ لگے تھے تو کیا خلوت میں۔ لڑکی کی طرح جلوت میں کیوں نہیں۔ کیا خوف تھا کہ مرد کو. قع نہ پہنانے کی وجہ سے وہ پہچان لیا جائے گا۔

ہماری کچھ این جی اوز تو بیرونی ایجنڈے پ کام کر رہی ہیں۔: ارا دوسروں کو تو سمجھاؤ کہ اس تمام معا5ت کے پیچھے مقاصد کیا ہیں۔۔۔ واللہ اعلم

۵/اپریل ۲۰۰۹

عقیدہ بولتا ہے

جگرمراد آ بادی نے کیا خوب کہا تھا۔ع

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

اور واقعی خوب کہا تھا کیونکہ اس دور میں کچھ ایسا ہی ہے۔علم بڑھا تو یونیورسٹیاں بھی بڑھیں اور ساتھ ہی جعلی یونیورسٹیاں بھی وجود میں آگئیں اور پھر ظاہر ہے کہ جعلی ڈگریوں کا بول کیوں نہ بالا ہو۔اب یہ اور بات کہ جعلی ڈگریاں تو ہزاروں ہونگی لیکن نہ تو وہی بنے گی جو کسی مشہورِ زمانہ نام زمانہ شخص کے پاس ہوگی۔اور جب یہ سلسلہ چل نکلا ہے تو پھر قحطِ رجال کا مسئلہ بھی پیدا ہونا ہی ہے۔ایسے میں نام نہاد دانشور، مبصر، سائنسداں، سیاستداں اور صحافی حضرات کی بہتات تعجب انگیز نہیں۔لیکن تشویش تو یہ ہے کہ اب نام نہاد مولوی اور علماء بھی بکثرت پیدا ہوگئے ہیں۔نتیجتاً الیکٹرونک میڈیا پر بھی اب ایسے میزبانوں کی کمی نہیں جو اپنے آپ کو عقلِ کل نہ سمجھتے ہوں۔بات سیاست اور معاشرت تک ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن اب تو دین اور ایمان بھی ان نام نہاد علماء کی دسترس سے محفوظ نہیں رہے۔جو 'آن لائن' رہنے کے شوق میں ایک جعلی ڈگری والے میزبان کی خوشامد آنہ انداز میں تعریف کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں کسی کے مونہہ پر بیجا تعریف کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔اس پروگرام میں میزبان اور مہمانوں کا ایک دوسرے کی تعریفوں کا سلسلہ دیکھ کر گمان گذرتا ہے کہ 'من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو' شاید ان ہی لوگوں کے لیئے کہا گیا ہوگا۔میزبان کے انداز سے لگتا ہے گفتگو میں عاجزی وانکساری اس پر ختم ہے۔مذہب اور دین سے عقیدت کا یہ حال کہ اللہ کے رسول ﷺ یا صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے آواز کا زیروبم درجہء کمال پر رہتا ہے۔ڈوبی ہوئی آواز سے درد کا وہ تاثر پیدا کیا جاتا ہے جو فلم والے اپنے صوتی اثرات سے پیدا نہیں

کر پاتے۔خلفائے راشدین کا ذکر ہو یا شہدائے کربلا کا، مجال ہے رضی اللہ تعالیٰ، کرم اللہ وجہہ یا علیہ اسلام کہنے میں بھول ہو جائے۔سر تا پا عجز۔لہجہ ملائم۔ادب واحترام میں آواز دبی دبی کہ اونچی آواز گستاخی کے زمرے میں نہ آجائے۔لیکن جب اس ہی میزبان کو ایک وڈیو میں دیکھا تو اسکی شخصیت کا ایک اور ہی پہلو سامنے آیا۔حیرانی ہوئی کہ کیا یہ وہی شخص ہے۔بہرحال منافقت کی ایک اور جھلک سے آشنائی ہوئی کہ موصوف کا لہجہ ہی نہیں بدلہ ہوا تھا بلکہ الفاظ بھی زہر میں ڈوبے ہوئے لگتے تھے۔ادب آداب بالائے طاق کہ صحابہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ کہنے کی بجائے اب ان کے لیئے کہا جا رہا تھا کہ "حضور ﷺ کو بیٹیاں دینے والے جنازہ اٹھاتے وقت کہاں مرگئے تھے"۔صحابہ پر دشنام طرازی کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ آج تو میرا عقیدہ بول رہا ہے۔اس لیئے میں تو بولونگا۔اور عقیدہ کیا تھا فقط صحابہء کرام پر دشنام طرازی۔حیرت تو شرکائے محفل پر تھی جن میں نام نہاد دانشور احمد جاوید ہی نہیں شاعر عارف افتخار و سحرا ...ری بھی تھے۔چند قابل احترام علامہ بھی موجود تھے۔طرفہ تماشہ تو یہ تھا کہ اسٹیج پر بیٹھے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے ناموں کے ساتھ 'صاحب' کا لاحقہ تو استعمال کیا گیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اکابرین کے نام اس طرح لیئے گئے جیسے وہ نعوذ باللہ اس کے ہم جولی رہے ہوں۔نہ جانے کیا مجبوری تھی۔بھائی چارے۔اخوت۔یگانگت۔محبت اور امن کا درس دینے والے نہ صرف سن رہے تھے بلکہ تائید میں سر بھی ہلا رہے تھے۔امن کا سبق دینے والوں کو یہ توفیق نہیں تھی کہ اس مونہہ زور گھوڑے کو لگام دیتے ہوئے بتاتے کہ ہمارے آقا ﷺ نے تو کافروں کے خلاف بھی ایسی زبان استعمال کرنے سے منع فرمایا تھا چہ جائیکہ آپ ﷺ کے سسر اور یارِ غار کے بارے میں ایسی بازاری زبان استعمال کر رہے ہو۔کسی نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اختلاف کے باوجود مسلمان دشنام طرازی سے پرہیز کرتا ہے۔کسی برے آدمی کو اچھا کہہ دینا اتنا معیوب نہیں جتنا کسی اچھے شخص کو برا کہہ دینا۔کسی نے اسے یہ نہیں بتایا کہ عقیدے کا بولنا کسی طرح بھی عقیدے کے صحیح ہونے کی سند نہیں۔کیا ہم نے ٹی وی کے مذاکرات میں نہیں دیکھا کہ گانے بجانے والیاں اپنے عقیدے کے مطابق گانے بجانے کو عین اسلامی قرار دیتی ہیں۔بیوٹی پارلر کی ایک مالکہ اپنے عقیدے کے مطابق پردے کیخلاف دلائل دیتے نہیں تھکتی۔ایک مذہبی اسکالر (ہماری نظر میں نام نہاد) فرماتے ہیں کہ شراب حرام نہیں بہکنا حرام

ہے۔ظاہر ہے یہ & اپنے اپنے عقیدے کے حق میں بولتے ہیں* یا اب یوں کہہ لیجئے کہ یہ ان کا عقیدہ بولتا ہے۔اور اگر عقیدہ بولتا ہے تو کیا یہ بولنا اس کے سچ ہونے کی دلیل ہے۔اگر ہم یہ چھوٹی سی* بات ذہن نشین کر لیں تو بڑے بڑے اختلافات سے بچا جاسکتا ہے کہ% ت میں ہمارے اعمال کو دیکھا جائے گا ۔ہم سے حقوق العباد اور حقوق اللہ کے* بارے میں پوچھا جائے گا۔ہم سے یہ سند نہیں مانگی جائے گی کہ کون اچھا تھا اور کون غلط۔۔ارے+ بختو اس کافر کی خوش نصیبی پر Ã کیوں نہیں ڈالتے جس نے اپنی آنکھوں سے ہمارے پیارے نبی ﷺ V کو دیکھا تھا۔اسکی+ نصیبی پر کفِ افسوس کیوں نہیں ملتے کہ* باوجود حضور ﷺ V کے دید ار کے اسے اسلام قبول کرنے کی توفیق کیوں نہ ہوئی۔: ارا ان جھمیلوں سے نکلو اور فرقہ پرستی چھوڑ کر قران کو اپنا لو۔K¶ اللہ منزل آسان ہو جائیگی

۱۲/اپریل ۲۰۰۹

نوائے وقت مورخہ ۲۶ اپریل ۲۰۰۹

*یا اللہ ہمیں بچا

ایک ڈکٹیٹر پر الزام ہے* یا تھا (کیو è ہمارے ملک میں کسی بھی الزام کو اس کے منطقی ا• م پر پہنچانے سے پہلے ہی فیڈ آؤٹ کر دیا جاتا ہے اور قوم کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ سچ کیا تھا) بہر حال الزام تھا کہ اس نے* پاکستان کے کچھ دریا بھارت کو@ دیئے تھے۔ان میں سے کچھ مغربی* پاکستان میں تھے اور کچھ مشرقی *پاکستان میں۔اب یہ الزام تھا* یا حقیقت، خبر تھی* یا افواہ اس کا قوم کو کبھی نہیں معلوم ہوگا۔دریا کا کیا ذکر یہاں تو پورا مشرقی* پاکستان ہی ` H اور ہم اب تک گومگو کی کیفیت میں ہیں کہ اس سا¢ کا ذمہ دار کسے ٹھہرا N ۔سانحے کے وقت جن پر الزام تھا وہ بعد میں معتبر ٹھہرے۔کوئی پرچم میں لپٹ کر قومی اعزاز کے ساتھ دفن ہوا تو کوئی عزت دار ٹھہرا۔کسی کی آل اولاد بر سر اقتدار ہوئی تو کسی نے دو } کمائی۔کہا جاتا ہے کہ فلاں واقعہ* تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا اور فلاں سیاہ حرفوں میں۔ہم نے تو اب تک ایسا کچھ نہیں دیکھا۔ہماری تو* تاریخ ہی داغدار ہے۔ہر* تاریخ داں نے اپنے اپنے نقطہ Ã سے* تاریخ مر$ کی۔تقریباً ہر واقعے کے کئی کئی ورژن ہیں اور اتنے مربوط کہ ہرایک ورژن کی* G میں دلائل اور ر e نس کی بھر مار ہے۔یہ* بات بھی ہر قتل کے بعد بڑے تواتر سے کہی جاتی ہے کہ ''خون بولتا ہے'' *یا ''خون رنگ لائے گا''۔شاعروں نے بھی خوب خوب رنگ بھرے ہیں کہ ع۔

ے ’جو چپ# رہے گی* زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا‘۔۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

لیاقت علی خان کے قتل سے لے کر آج تک ہونے والے ہزاروں سیاسی قتل میں (بشمول دہشت گردی کا K¶ نہ W بننے والے** باجوڑ اور وزیرستان* یا سوات* یا لال مسجد میں قتل ہونے والے) نہ تو خنجر کی* زبان بولی نہ لہو پکارا اور نہ کبھی پکارے گا۔کئی دفعہ اگر فلمیں* بھی دکھائی گئیں۔لیکن پھر کیا ہوا۔عوام کو پتہ ہی نہیں ` کہ ! مقدمہ ` ۔* یا سزا ہوئی* یا بے H ہ قرار* پائے۔کیوں قتل ہوا تھا* یا کس نے کروا* یا تھا۔قتل وغیرہ کو

چھوڑ ئیے۔کیا آج -- ہم لوگوں نے متفقہ طور پر کسی لیڈر* یا عالم کو سراہا یا سزاوار ٹھہرایا؟ ہمیشہ ہر معاملے پر قوم بٹی رہی۔حتیٰ کہ غلام محمد کے بھی کچھ حامی* پائے جاتے ہیں لیکن اقرار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔لیجئے قارM ہم بھی *بتی ہو کر موضوع سے بھٹک گئے۔*بت ہو رہی تھی د* یوں کو بیچنے والے ڈکٹیٹر کی۔اور وہ اس لیئے* یا د* یا کہ اس کے صا ñ ادے کا ا یک بیان اخبار میں چھپا ہے۔فرماتے ہیں'' کارگل پر نواز شریف کو بریفنگ دی گئی تھی لیکن وہ شا+ سمجھے نہیں تھے کہ بریفنگ دی جا رہی ہے''۔ہم بھی نہیں سمجھے کہ موصوف کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔پورے بیان میں موصوف کنفیوزڈ لگ رہے ہیں۔ا یک *بت پوری کرنے سے پہلے دوسری پر چھلا نگ لگاتے ہوئے بتا یا کہ امریکہ کی سابقہ وزیر خارجہ نے فون پر نواز شریف کو بتا یا تھا کہ بھارت میں چنائی کے مقام پر طیارے حملے کے لیئے تیار کھڑے ہیں اور نواز شریف نے اس *بت پر موصوف کو (جو اس وقت وزیر خارجہ تھے) اعتماد میں نہیں لیا۔چہ خوب کہ جو *بت ہمارے وزیر خارجہ کو بتانی چاہیئے تھی وہ امریکہ کی وزارت خارجہ نے بتائی۔یہ تو *بلکل ویسے ہی ہوا کہ ۱۹۶۵ء میں ا ê والد کے وزیر خارجہ کو بھی علم نہ تھا کہ بھارت بین الاقوامی لائن آف کنٹرول عبور کر کے لاہور پر حملہ آور ہوگا۔اب آپ ہی غور کیجئے کہ جس وزیر خارجہ، کا یہ حال ہو کہ امریکہ کی وزیرِ خارجہ کی فراہم کردہ معلومات پر اعتماد میں نہ لیئے جانے پر شاکی ہو وہ کہہ رہا ہے کہ نواز شریف کو بریفنگ دی گئی تھی لیکن وہ سمجھ نہیں* پائے تھے۔اس کی غفلت کا یہ حال ہے کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ چین سے مشرف اور جنرل عزیز کی فون پر گفتگو سے* $. ہو چکا ہے کہ کارگل کا علم وزیر اعظم کو نہیں تھا۔جیسا کہ ہم نے کہا موصوف کنفیوزڈ لگتے ہیں کیو è ا یک ہی وقت میں ایسی کئی *بتیں بھی کر گئے جن کا سر پیر ہی نہیں۔بھارت اور کارگل سے ا یک ہی . Ð میں سوات سے ہوتے ہوئے پختونوں پر آ گئے اور پختونوں کو *یاد دلانے کے لیئے کہا۔''+ لہ8 پختونوں کے خون میں شامل ہے''۔ہمیں تو اس پر وہ خاتون* یاد آ گئی جس نے ا یک اجنبی سے کہا تھا کہ تم تو مجھے چھیڑو گے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ا یک عورت نے ا یک آدمی کو ا یک سنسان جگہ پر روکا۔آدمی لدا پھندا تھا اس کے کا+ ھے پر دو طوطے بیٹھے تھے۔ا یک ہاتھ میں پنجرہ تھا دوسرے ہاتھ میں کچھ سامان تھا اور بغل میں ا یک چٹائی تھی۔عورت کہنے لگی تم مجھے اکیلا دیکھ کر چھیڑو گے۔مرد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔میں تمہیں کیسے چھیڑ سکتا ہوں۔عورت بضد ہوئی اور بولی۔''تم

طوطوں کو پنجرے میں بند کرو گے۔بغل سے چٹائی نکالو گے۔دوسرا سامان زمین پر رکھو گے۔۔اور مجھے چھیڑو گے۔موصوف نے بھی سوات کے حوالے کے بعد پختونوں کو اکسانے کے لیا کہا کہ+ لہ8 تو ا ê خون میں شامل ہے۔شا+ ویسا ہی+ لہ جیسا موصوف نے اپنے* *باپ کے کراچی سے الیکشن ہارنے اور دوسری جگہوں سے دھا+ لی کر کے .§ کے بعد کراچی سے لیا تھا۔۔اللہ خیر کرے اور ایسے لیڈروں سے بچائے جو تفرقہ ڈالنے کے ماہر ہیں۔۔۔ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں ان ڈکٹیٹروں اور ان کی اولادوں سے بچائے۔آمین

--۱۹/اپریل ۲۰۰۹

* پ کستان کا واحد دانشور

* پ کستانیوں کو مبارک ہو کہ * پ کستان کو بھی ا ی   ایسا مد ، دانشور، سیاستدان، فلسفی اور مقرر میسر آHی ہے، جسے ہم سقراط کے مدِ مقابل کھڑا کر h ہیں۔ سقراط ہی کیوں؟ یہ کہیئے کہ سقراط، بقراط، ارستو، لقمان سمیت دس * پ نچ اور بھی مل 5 کے ہمارے اس دانشور کا مقابلہ نہیں کر h۔ امید ہے آپ پہچان گئے ہونگے اور نہیں تو یہ ہماری + قسمتی کہ ہم لوگ جوہر شناسی میں صفر ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے جواہر کی قدر بھی غیروں کی مرہونِ منت ہے۔ چوè آپ نہیں پہچانے اس لیئے ہم کچھ دِ بعد بتا N گے۔ جناب مختار مسعود کو نہ جانے کیوں یہ غم تھا کہ یہاں قحط الرجال کا دور دورہ ہے۔ اَ وہ جلد * زی سے کام نہ e اور ُ آواز دو & ' لکھنے کا ارادہ %o کر دیتے تو شا+ پھر لکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ ہمارے ملک کے * رے میں لوگوں کا رۃ بے جا ہے کہ یہاں کچھ نہیں۔ یہاں & کچھ ہے بس ذرا قوم بیدا نہیں۔ علامہ اقبال نے کہا تھا تو غلط تو نہیں کہا ہو گا کہ ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی ,.ڈی زرخیز ہے ساقی

ۃ * ت ٹھری نمی, پ ۔ قدرت تو پہلے ہی مہ* ن ہے کہ ہمیں کیا نہیں ڈ * ی۔ آیئے اس قابل * ین شخص کا * م بتانے سے پہلے ہم اللہ تعالی کی دی ہوئے مہ* نیوں کا ذکر کر دیں * پ کستان اسوقت د * کی دوسری .ڈی نمک کی کان کا مالک ہے * پ نچویں .ڈی سونے کی اور ساتویں .ڈی * نبے کی کا 3 ہمارے * پ س ہیں۔ کوئیلے کا * پ نچواں .ڈا ازخیرہ ہمارا ہے تو چھٹی .ڈی فوج بھی ہمار ہے۔ ہمارا شماران سات ممالک میں ہو * ہے جو V ا بم ر p ہیں۔ خوراک میں بھی اللہ نے نوازا ہے کہ ہم گندم پیدا کرنے والے Hی رھویں تو چاول پیدا کرنے میں * رھویں نمبر, پ ہیں۔ یہ اور * ت کہ حکمرانوں کی کامیاب * پ لیسیوں نے ہمارے ۴۰ فی صد عوام کو خوراک سے اس لیئے محروم رکھا ہے * کہ عوام خود سر نہ ہو جا N اور اللہ کو نہ بھلا دیں۔ اتنی .ڈی فوج

اور نیوکلیر * پ ور ہونے کے * وجود غیر ملکی ڈرون حملے اس لیئے. دا ۂ & کر رہے ہیں کہ غرور کا فتور ہماری عاقبت %o اب کر دے۔ اور ہم میں. دا ۂ & کی طاقت پیدا ہو۔ معد * ت کے اتنے, .ڈے .ڈے ذخا ئ کے * وجود آئی۔ ایم ایف سے بھیک اس لیئے ما َ- رہے ہیں کہ کسی کی Ã نہ لگ جائے۔ ہمارے صرف دو تین لیڈروں کے غیر ملکی اکاؤ $ میں موجود اربوں ڈالرز کا فقط * پ نچ فی صد امداد میں ملنے, پ ہمارے وزرا ا ی دوسرے کو اس لیئے مبارک * د دیتے ہیں کہ ہم میں عجز و انکساری کا فقدان نہ ہو جائے اور ہم ا ی * شکری قوم کے طور, پ جانے جا N ۔ ہماری غری $, پ وری، سخاوت، مروت اور قر* نی کا یہ عالم کہ ہم تیل اس لیئے نہیں نکالتے کہ , پڑوسی ملک کا تیل بہہ کر ہمارے کنوؤں میں نہ آ جائے اور اُس ملک کا ذخیرہ کہیں ختم نہ ہو جائے۔ سوات کی زمرد کی کانوں کو بھی اس ہی لیئے نہیں چھیڑ رہے کہ دو) کی ریل پیل سے د * کی محبت میں نہ اَ فتار ہو جا N ۔ اپنے محکمے .O.G.D.C کی محنت, پ اس وقت مٹی ڈال دیتے ہیں . # ان کے کھودے ہوئے کنوؤں سے تیل نہ ۔ شروع ہو جا * ہے * کہ ُ Z , پ دی ہوئی. طانوی کمپنی کو گھا * نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے & ٹھاٹھ, پڑا رہ جائے گا . # لاد چلے گا بنجارہ۔ پھر کیوں د * داری میں, پڑیں۔ دوسرے ممالک کا حق کیوں ماریں۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ نے ہمیں کتنا نوازا ہے۔ اور ہماری قوم کی کم ظرفی تو دیکھئے کہ اسے اپنے # ر موجود عقل و دانش کے پیکر کا علم ہی نہیں تھا۔ وہ تو بھلا ہو کہ امریکہ کی ا ی یونیورسٹی نے اس گوہر کو ڈھو+ ڈھ نکالا اور اپنی قوم کی جہا) دور کرنے کے لیئے ا ی خطیر معاوضے, پ لیکچر دینے کے لیئے مدعو کیا تو ہماری قوم کو بھی آگاہی ہوئی۔ اس کے بعد بھارت اور چین نے بھی استفادہ کیا۔ اب تو یہ حال ہے کہ ہمارے ر+ ہ ء درگاہ سابق جنرل مشرف کو ہر یونیورسٹی دعوت دے رہی ہے کہ آپ تشریف لا N اور عقل و دانش کے ذریعے ہماری قوم کو جگا N ۔ کہ اس وقت د * میں اور کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں۔ اس وقت مشرف حد درجہ مصروف ہے اور اس نے اعلان کیا ہے * وجود مصروفیت کہ وہ وقتاً فوقتاً * پ کستان آ* جا * رہے گا۔ ہر لیکچر کے معاوضے کی رقم کا سن کر کم ظرفوں نے کہنا شروع کر ڈ * ی کہ ان لیکچروں کی آڑ میں بلیک منی وہا $ ہو رہی ہے ورنہ اس شخص میں ایسی کو ٔ قابلیت ہے کہ دوسرے ملک اسے مدعو کرنے کے لیئے مرے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے دورِ حکومت میں * پ کستانیوں کو @ کر جو ڈالرز کمائے وہ اب ان لیکچرز کے بہانے وہا $ ہو رہے

ہیں۔۔اس قسم کے جاہلانہ الزامات کوتقوی$ اس لیئے ملی کہ پچھلے دنوں کچھ چینلز کوا ی- خاص مقصد کے لیئے استعمال کرنے کے لیئے مۆ. L فوٰ- کے اشتہارات کی بھر مار نے ہمیں بھی سوچنے پہ مجبور کرۆ ی کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے ورنہ ہر دو چار منٹ کے بعد 'تم ہی تو ہوۆ ی 'اور سناؤ* ی ' & کچھ کہدو' اور 'کہتے ہی جاؤ' کی کیاافتاد پڑی تھی۔شا+ اشتہارات کی یہ بھر مار نہ ہوتی تو سوات کی کوڑوں والی فلم کبھیۆ. کس آفس پہ ہٹ نہ ہوتی۔

۲۰/اپریل ۲۰۰۹

*پ کمائی

ہمارے محلے کے ا ی- .. رگ UI نہ پڑھ کر '3' تو مسجد کےۆ. ہر بیٹھے ا ی- خوانچہ.. دار بوڑھے سے دس۶. رہ روپے کیۆ فیاں بسکٹ وغیرہ%0+ تے۔ہمیں تعجب ہۆ کہ وہ اس بوڑھے سے یہ اشیاء کیوں%0+ تے ہیں۔ کیوè ان کے گھر میں اول تو کوئی چھوۆ بچہ نہ تھا دوئم وہ محلے کے امیر" ین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔اس لیئےۆ. ت عجیب تھی کہ وہ ایسی سستی اشیا گھر لے جاتے ہوں۔ پھر اتفاقاً ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ان اشیاء کو راستے میں کھیلتے ہوئے بچوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ا ی- دن ہم نے ان سے پوچھ ہی لیا تو آگاہی ہوئی کہ وہ اس غر$. بوڑھے کی مدد کرنے کی غرض سے %0+ اری کرتے ہیں اور محلے کے بچوں میں تقسیم کر دیتے ہیں جس سے بچے بھی خوش ہو جاتے ہیں اور خوانچہ فروش کی بکری بھی ہو جاتی ہے۔ہم نے کر+ نے کے لیئے کہا کہ بہتر نہیں کہ آپ اس بوڑھے کو یہ روپے ویسے ہی دۆ ی کریں۔فرۆ یا ہاں دے تو سکتا ہوں لیکن اس سے ا ی- تو بوڑھے کو خیرات ẹ کی عادت بھی پڑ سکتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی عزت Ñ مجروح ہو جائے۔ا ی- *. ت اور کہۆ فیاں ẹ' وقت ان بچوں کی آنکھوں میں جو چمک ہوتی ہے اور وہ مجھے دیکھ کر دادا دادا کہہ کر جس طرح دوڑ کر آتے ہیں اس سے مجھے جو خوشی ہوتی ہے وہ آپ تصور نہیں کر h'۔ یہ سن کر ہماری تشفی ہوگئی۔ یہ *. ت کافی پرانی ہے لیکن ہمیں آج بھیۆ ی د ہے کہ مدد کرنے کا کتنا اچھا طر i انہوں نے بتاۆ ی کہ غر$. اور چھوٹے خوانچے والے کی امداد بھی کر دی اور اسے احساس بھی نہیں ہوا۔اé دیکھا دیکھی کچھ اور لوگوں نے بھی یہ طر i اپنالیا جس سے محلے کے دکا+ اروں کی ہمت افزائی ہونے لگی۔ یہ واقعہ کافی پ*' ہے لیکن ہمیں اس لیئےۆ ی دآHI کہ اس سے ملتے جلتے واقعات سے ہماری قوم آجکل دو چار ہے۔واقعات میں مماثلت تو ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ M بھی خیر کی ہے کیوè ا ی- امیر کبیر ملک ا ی- غر$. ملک کے معمولی سوجھ بوجھ والے سابق حکمران کو، جو اپنی قابلیت سے نہیں بلکہ فوج کی طاقت سے اپنے ہی ملک کا حکمران بن بیٹھا تھا،

اقتدار سے محروم ہونے کے بعد لیکچرز دینے کے لیئے مدعو کرنے لگا۔ پہلے پہل تو ہمیں تعجب ہوا کہ ا‌ی- اوسط درجے کے (Mediocre) شخص کو مدعو کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے جبکہ اُس ملک میں تھنک ٹینکس کی کمی نہیں اور وہاں ا‌ی- سے ۔ڑھ کر ا‌ی- دانشور موجود ہے۔لیکن . # اسے معاوضے میں دی جانے والی رقم کا پتہ لگا تو‌ ‌ٹ بات سمجھ میں آئی اور ساتھ ہی ان ۔ رگ کی مہڑ *س بھی ‌یاد آ گئیں جو وہ ظہر، عصر اور مغرب کی Ú زوں کے بعد معمولی خوانچہ فروشوں سے سو%0 کر کیا کرتے تھے جبکہ ان کے اپنے کئی سو‌پ اسٹورز شہر میں موجود تھے ہمیں حیرت اس ‌پ بھی تھی کہ اس سپر*ورکوا تنا گھماؤ پھراؤ والا طر i اپنانے کی کیا ضرورت ہے۔سیدھے سادھے طر j سے رقم پکڑا دیتا۔ان ۔ رگ کی تو مجبوری تھی کہ انہیں خوانچہ فروشوں کی عزت Ñ کا بھی خیال تھا۔لیکن یہاں تو عزت وغیرہ کا کیا سوال کہ اس غاصب حکمران نے تو عزت ہی @ کھائی تھی ظاہر ہے قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کو غیر کے حوالے کر‌ بے غیرتی ہی تو ہے۔ہم نے اس کے لیکچرز میں بھی ایسی کوئی عقل و دانش نہیں محسوس کی جس کا معاوضہ اتنا‌ ‌یدہ ہو کہ لوگ انگشت+ ان رہ جا N ۔ہوسکتا ہے گھماؤ پھراؤ اس لیئے ہو کہ کچھ اور بھی ضمیر فروشوں کو ایسے کاموں کے لیئے ایٹر I کیا جاسکے۔موصوف نے ا‌ی- کتاب بھی لکھی‌ ‌یا لکھوائی۔ یہ کتاب فرو# تو کیا ہوئی لیکن سنا ہے پبلشر نے ادائیگی کرنے میں کوئی کثر نہ چھوڑی۔کیا خبر یہ ادائیگی بھی موصوف نے خود کی اور خود ہی وصول کی ہو۔ واللہ اعلم۔کتاب کا‌م نہ جانے کیوں 'In the line of Fire' رکھا۔جبکہ ہمارے خیال میں تو اسے 'In the line of FEAR' ہو‌ چاہیئے تھا کہ موصوف ا‌ی- فون کال ‌پ ہی شا‌ید خوف سے ڈھیر ہوگئے تھے۔اس کتاب میں ‌پ کستانیوں کو امر k کے حوالے کرنے کا اعتراف کیا H ہے۔یہ کام مفت تو نہیں ہوا ہوگا۔اب وا. # الادا رقم کی ادائیگی بوگس لیکچرز کے معاوضے کی مد ہی میں مل سکتی ہے۔اس ہی ضمن میں ا‌ی- اور واقعہ بھی سما(فرمایئے۔ا‌ی- صا # اپنی .A سے رقم %چ کر کے فنکشنز کرواتے اور خود ہی چیف گیسٹ بن جاتے تھے۔ان کے ‌پ ا*+ز بھی 3 رہتے تھے۔سنا ہے 3 تو نہ تھے لیکن موصوف ایسے Å‌م ‌یفنٹ*+ ز+ قیمت ‌پ%0 کر بلیک منی کو وا $ کرتے تھے۔ کاش ہمارے *پس بھی کچھ بلیک منی ہوتی تو ہم بھی لیکچرز دیتے اور حسبِ منشا معاوضہ وصول کرتے۔لیکن۔۔ ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شد۔۔۔

بہر حال بلیک منی کو وا $ کرنے کے بہت سے طر j ہیں لیکن کمائی کے دو ہی مروجہ طر j ہمیں معلوم تھے۔ا‌ی- تو‌ ‌پ کمائی' جس ‌پ ہمارا گذارا بچپن سے جوانی -- رہا۔اسکے بعد' آپ کمائی' جو ہم اب -- کر رہے ہیں۔اب ۔ڑھاپے میں ‌پ ‌و‌یز مشرف کی + و } *پ کمائی'' کا علم ہوا H جس سے اللہ ہم & کو محفوظ رکھے۔آمین

۲۳ اپریل ۲۰۰۹

لو وہ بھی کہتے ہیں۔۔

غا) نے کہا تھا۔۔ع

ے لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و*٭م ہے

غا) نے کہا تھا اور کیوں کہا تھا اس کی تو ہمیں خبر نہیں لیکن ہلیری ' کی اس تشویش, پ کہ *پ کستان کا V|بم طالبان کے ہاتھ لگ سکتا ہے،ہمیں یہ شعر*ِ دآHِ ۔ہلیری کہہ رہی ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہہ رہی ہونگی کیوè وہ ا ِ بہت ہی مدبر اور دانشور ہی نہیں سابقہ خاتون اوّل بھی رہی ہیں۔اس کے علاوہ وہ صدارتی امیدوار بھی رہی ہیں۔جس طرح مراٹھی سوالا کھ کا ہو٭ ہے اس ہی طرح ہارا ہوا صدارتی امیدوار بھی اہم ہو٭ ہے۔اس ہی لیئے ہرانے والے نے ہلیری کو وزارتِ خارجہ سو$پ دی۔اب اپنی اہمیت*٭ .$ کرنے کے لیئے ایسے بیا٭ ت تو ضروری ہیں۔اب ا ِ سو*پ ورکی سوپ وزارتِ خارجہ کی سوپ ہیڈ کے* .رے میں یہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ع۔

ے جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

بہرحال ہمیں تو میڈم کی تشویش, پ تشویش ہے کہ انہیں ایسی تشویش ہوئی تو ہوئی کیونکر۔ ارے تشویش تو ہمیں ان کے نیوÄ ویپنز (Nuclear Weapons), پ ہونی چاہیئے کہ جن کی سیکیورِیٹی کا یہ عالم ہے کہ 9/11, پ ا ِ دن،ا ِ وقت اور ا ِ ہی ائیر پورٹ سے ا ِ دو نہیں، کئی جہاز اغوا ہوئے۔ دو تو اُن ٹوئن*ٹ ور, پ کام آئے جو کہ اس ہی شہر میں تھے لیکن جو جہاز نیو*ِ رک سے واشنگٹن-- پہنچے وہ حیرت زدہ کرنے کے لیئے کافی ہیں کہ یہ مسافت کئیَ R ل, پ محیط ہے۔اور اس دوران اس سو*پ ورکی سوپ سیکیورِیٹی کا یہ عالم رہا کہ انہیں پتہ ہی نہ ` کہ ان کے ساتھ ہاتھ ہوHِ ہے۔اب اس کی دو ہی وجوہات ہوسکتی ہیں۔۔۔ اوّل ان کی سیکیورِیٹی اس لائق نہیں کہ ایسے کسی اقدام کو روک سکے۔اَ یہ در & ہے تو ہماری تشویش

جا٭٭ ہے کہ ان کا ایٹمی سامان محفوظ ہاتھوں میں نہیں۔ نیو*ِ رک سے اغوا ہونے والے جہاز اَ پینٹا گون اور وہا$ ہاؤس-- پہنچ h ہیں تو واشنگٹن سے اغوا ہونے والے جہاز نیوÄ بموں-- کیوں نہیں پہنچ h ۔دوئم۔اَ سیکیورِیٹی ٹھیک ٹھاک ہے تو پھر یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ 9/11 کا واقعہ امریکہ کا اپنا تھا اور اس, پ وہاں کے بیسیوں دانشور بھی متفق ہیں۔ا ِ دو نے تو اس*.ت کو٭ .$ کرنے کے لیئے ڈاکیومنٹری فلمیں بھی پیش کی ہیں۔اب امریکہ کو چاہیئے کہ ان دو*.توں میں سے ا ِ کو تسلیم کرے۔*ِ تو اپنی٭ .قص سیکیورِیٹی کا اعتراف کرے*ِ اقرار کرے کہ یہ & اس کا اپنا کیا دھرا ہے اَ اعتراف کر٭ ہے کہ اس کی سیکیورِیٹی *.قص ہے تو ہلیری کی تشویش بے معنی اور ہماری تشویش در & ہوگی کہ امریکہ کا ایٹمی*٭ شہ غیر محفوظ ہاتھوں میں ہے۔اَ ایسا نہیں تو پھر واضح کرے کہ 9/11 کا واقعہ کیسے1/4ر+٭ ِ ہوا۔کیا اس معاملے میں وہ خود ملوث تھا؟اَ تھا تو عراق اور افغاT ن میں لاکھوں اموات کا کون ذمہ دار ہوگا۔خاص طور, پ ویپن آف ماس ڈسٹرکشن کی عدم موجودگی میں۔اب دلائل اور منطق کی رو سے امریکہ دونوں طرح سے پ† ہے۔لیکن یہاں دلائل کا کیا کام۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ مائ$ ازرائ$ کے ماننے والوں کا دور دورہ ہے۔اللہ سے ڈرنے والے عنقا ہیں تو پھر ظالم کو کون روکے گا؟اَ 9/11 کے بعد سے ہونے والے واقعات اور امریکیوں کے دیئے ہوئے بیا٭ ت کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے۔تو٭ م نہاد بکے ہوئے ذہنوں کے علاوہ ہر ذہن کا یہ ہی تجزیہ ہوگا کہ یہ & کچھ*پ کستان کو ایٹمی*٭ ثوں سے محروم کرنے کی سازش ہے۔ورنہ ہلیری سے اس بچگانہ بیان کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ*پ کستانی V| بم طالبان لے اڑیں گے۔V| بم نہ ہوا امریکن ائیرویز کا طیارہ ہوHِ اور*پ کستان نہ ہوا نیو*ِ رک کا ہوائی اڈہ ہوHِ کہ القا+ ہ اور مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں نے C.I.A اور F.B.I جیسی ویل اکو+ِ ٹ (Well Equiped) ایجنسیوں کی آنکھوں میں دھول جھو- کر طیارہ نہیں، طیارے اغوا کر لیئے۔ہلیری, پ ہی کیا دوش۔ دوسرے امریکی بھی الٹی سیدھی ہانکتے رہتے ہیں کہ اسامہ قا*ٹ میں ہے۔کوئی کہتا ہے بلوچستان میں ہے۔جس کا وجود ہی نہ ہو اس کو کہیں بھی بتا*ِ جا سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں*ِ تو اسامہ قید حیات سے آزاد ہو چکا ہے*ِ اَ ہے تو واشنگٹن کے علاوہ کہیں نہیں ہو سکتا کیوè بہت پہلے یہ بتا*ِ جا چکا ہے کہ اسامہ کے اَ دوں نے کام چھوڑ *دِ ہے اور وہ د*ا ِ

لسس (Dialysis) ,پ ‡ ہ ہے۔جہاں -- ہماری معلومات ہیں ڈ*ی لسس ,پ بھی ا- خاص مدت -- ہی ‡ ہ رہا جاسکتا ہے۔اور ڈ*ی لسس جنگلوں میں • y ہوئے نہیں ہوتی۔اور/ دہ لگوانے کے لیئے بھی سہولتیں درکار ہوتی ہیں۔جو ڈ* ی بلوچستان کی پہاڑیوں میں تونہیں مل سکتیں۔کہنے والے تو ہمیں ڈومور (Do More) کے لیئے بھی کہتے ہیں۔یہ بھی کہتے ہیں کہ* پ کستانی ڈالرز کے لیئے اپنی ماں کا بھی سودا کر h ہیں۔کہنے والے تو اور بہت کچھ کہتے ہیں لیکن اب ہمارے* پ س g کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ا/ ہمارے غاصب صدر کوتھوڑی بہت سمجھ ہوتی تو وہ ا- فون کال ,پ ہمارے گھر کو یوں نہ لٹا دیتا اور آج ہمیں غا) کا یہ شعر بھی* ی دنہ آ*

ے لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و*• م ہے
یہ جا{ ا/ تو لٹا* نہ گھر کو میں

۲۷ اپ یل ۲۰۰۹

نوائے وقت ۳۱ جولائی ۲۰۰۹

چک شدّاد

ملک الموت حضرت عزرا L ؑ کے ذمہ جو کام ہیں ان میں سے ا- روحوں کا قبض کر*• بھی ہے جسے وہ حکم ربی سے احسن طر j سے ادا کر رہے ہیں۔سنا ہے (واللہ عالم۔اس روا $ کی ابھی -- تصدیق نہیں ہوئی) کہ روح قبض کرتے ہوئے انہیں دو مرتبہ " س* ی اور اتفاق دیکھیئے کہ ہر* . ر قابل رحم وہی شخص تھا۔پہلی* . ر انہیں ا- ایسے نومولود ,پ " س* ی . # وہ اپنی ماں کے ساتھ کھلے سمندر میں بے* ی رو مدد گار ا- تختے ,پ تیر رہا تھا اور عین اس وقت اسکی ماں کی روح قبض کرنے کا حکم آ H ی۔اس وقت ملک الموت کو بچے ,پ ,• ڈ ا " س* ی۔دوسری* . ر انہیں اس وقت , " س* ی . # ا- ایسے شخص کی روح قبض کرنے کا حکم 5 جو اتنا طاقتو ر* . اختیار تھا کہ: ائی کا دعو+ ی ار بن بیٹھا تھا , " س اس لیئے* ی کہ وہ شخص اپنی بنائی ہوئی . A کو پہلی* . ر دیکھنے کے لیئے آ رہا تھا کہ روح قبض کرنے کا حکم* ی اور وہ شخص اپنی ہی بنائی ہوئی . A کو بنا دیکھے ہی د* سے رخصت ہو H ی اور اس کے تمام: ائی دعوے بھی دھرے کے دھرے رہ گئے۔یہ عجیب اتفاق تھا کہ دونوں* . ر شخص ا- ہی تھا یعنی پہلی* . ر بے* ی رو مدد گار بچے کی حیثیت میں اور دوسری* . ر ا- * . اختیار اور: ائی کے دعو+ ی ار کے روپ میں۔جس کے اختیار کا یہ عالم تھا کہ اپنی . A کو دیکھنے کا موقع بھی نہ حاصل کر سکا اور اس طرح مرا کہ نہ زمین ,پ تھا نہ آسمان ,پ ۔گھوڑے سے ا" تے ہوئے ہوا میں معلق تھا کہ روح ,پ واز کر گئی۔ہاں! ا- شاعر کو یہ کہنے کا موقع ضرور فراہم کر H ی کہ۔ع

ے بنا شدّاد نے . A تو لی، لیکن، نہ یہ سمجھا
کہ نہ میں . A کے قابل ہوں نہ . A میرے قابل ہے

اس واقعے کے بعد سے 'شداد کی . A ' ا- ایسا استعارہ بن گئی ہے جس سے رعو $ اور بیچارگی ہی نہیں ٹپکتی ہے بلکہ اللہ کی عظمت اور وحدا M کا بھی اشارہ ملتا ہے۔وہ چاہے تو ا- لاوارث بچے کو اتنا طاقتور بنا دے کہ

وہ : ائی کے دعوے کرنے لگے اور چاہے تو کسی بھی فرعون کو بے چارگی کی موت سے ہمکنار کردے۔ وہ چاہے تو نمرود کے تکبر کا علاج اس طرح کرے کہ اسے صبح وشام سر پہ جوتے لگوانے سے آرام ملے۔ وہ چاہے تو شہنشاہ ایران کو، جسے اپنے مطلق العنان ہونے کا اتنا زعم تھا کہ رعایا کو سائرسِ اعظم کی اولاد کہنے میں فخر محسوس کرتا تھا، در در کی ٹھوکر کھانے پہ مجبور کردے۔ اپنے تخت کے وارث کے لیئے جس نے دوسری شادی کی، اس کو وارث تو دے دیا لیکن وراثت سے اس طرح محروم کردیا کہ آج اس کا نام لیوا والا بھی کوئی نہیں اور سائرس اعظم کی اولاد مفقود الخبر ہوگئی ہے۔ سائرس اعظم کی اولاد سے خوب یاد آیا کہ آجکل مسلمانوں میں اپنے آپ کو ہزارہا سال پرانے کافروں سے منسلک کرنے کا رجحان بھی بڑھتا جارہا ہے۔ پہلے پہل تو ہمیں اس وقت تعجب ہوا تھا جب مصر کے ڈکٹیٹر ناصر جمال نے اقتدار کے نشے میں اپنی قوم کو فخریہ ’فرعون کی اولاد‘ کہہ کر مخاطب کرنا شروع کردیا۔ اس کے بعد یہ بیماری شاہ ایران کو لاحق ہوئی اور اسنے اپنی قوم کو سائرس اعظم کی اولاد کہنا شروع کیا۔ خیر۔ ع

’’بات ہوتی یہاں۔۔ تو سہہ لیتے ہم‘‘

لیکن اب تو ماشا اللہ پاکستانی مسلمانوں کو بھی یہ بیماری لگ گئی ہے۔ پنجاب کے کچھ دانشوروں نے اپنے آپ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے منسلک کرنا شروع کیا لیکن شکر ہے عوامی سطح پر پذیرائی نہ ہوئی۔ سندھ کے کچھ نیشنلسٹوں (nationalists) نے بھی سوچا ہم کیا کسی سے کم ہیں اس لیئے انہوں نے راجہ داہر کو اپنا ہیرو بنالیا۔ اس کے لیئے محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کو ولن ٹھہرانا ضروری تھا کیونکہ ایک نے داہر کو شکست دی تھی تو دوسرے نے سومنات فتح کیا تھا۔ یہاں بھی قوم پرستوں کو مونہہ کی کھانی پڑی کہ سندھ کے غیور سندھیوں نے ان کے اس دعوے کو کہ دونوں لٹیرے تھے رد کردیا۔ ہمارے ایک کولیگ راجپوت ہیں۔ اکثر و بیشتر فخریہ کہتے ہیں کہ ’معلوم ہے میں ٹھاکر ہوں۔ ایک دو دفعہ تو ہم نے سنا اور نظر انداز کیا لیکن ایک دن کہنا پڑا کہ ’’یہ بتانے کی بات نہیں بلکہ چھپانے والی بات ہے‘‘۔ مان گئے لیکن شکر ہے اس کے بعد سے پھر ہمارے سامنے یہ کبھی نہیں کہا۔ چلیئے اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ ضمناً یہ اولادوں کا ذکر نکل آیا ورنہ بات ہورہی تھی شداد اور اس کی جنت کی، جسے دیکھنے کی حسرت لے کر اسے دنیا سے جانا پڑا۔ شداد ہمیں اس لیئے یاد آیا کے ہزارہا برس گذرنے کے بعد ’’چک شہزاد‘‘ میں آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرارہی ہے کہ ایک ڈکٹیٹر نے لوٹ کھسوٹ کے بعد اپنے لیئے ایک محل بنوایا اور حکومتی خرچ پر (دروغ برگردنِ راوی) اسلام آباد سے اس چک شہزاد تک ایک بیش قیمت سڑک بھی بنوائی لیکن قدرت نے اسکی اس میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ اور اسے دیارِ غیر میں رہتے ہوئے اپنی غیر موجودگی میں آرمی ہاؤس سے اپنا سامان منتقل کروانا پڑا۔ انشاء اللہ یہ ابتدا ہے۔ ہمیں یقین ہے کسی نہ کسی کا خون تو رنگ لائے گا۔ کسی نہ کسی آہ تو لگے گی۔ رنگ لانے کے لیئے صرف لال مسجد میں ہی کافی خون ہے۔ بد دعا کے لیئے ڈاکٹر عافیہ اور بیگم جنجوعہ ہی کافی ہیں۔ جوڑ کے بچوں کی چیخوں کا کیا ذکر، کارگل کے شہیدوں کی پکار بھی رنگ لائے گی۔ خیر یہ تو ابتدا ہے۔ آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا۔

اللہ اگر چاہے تو چک شہزاد کو چک شداد بنادے۔

۲۹ مئی ۲۰۰۹

رویئت ہلال اور اسامہ

دوعیدیں منانے کی+ (' اور کیسے شروع ہوئی اس کے* رے میں ہمارا علم* قص ہے۔بس ہمارے ہوش میں پہلی* ر ایسا دورِ ایوبی میں ہوا۔اس سے پہلے بھی ایسا کبھی ہوا* نہیں یہ ہم نہیں جا...۔مشہور(؟)* ریخ داں (ڈاکٹر) مبارک اَ/ چاہیں تو اس پ تحقیق کر h ہیں۔اس طرح ہمیں معلوم ہو سکے گا کہ یہ+ (' سے شروع ہوئی۔ا- فا+ ہ* ریخ داں کو بھی ہوگا کہ شا+ اس طرح انہیں مستند ڈاکٹر$ کی ڈ/ ی بھی حاصل ہوجائے۔یہ ۶۰ء کی دہائی کا واقعہ ہے کہ ۲۹ رمضان کو چا+ ہونے کی تصدیق نہ ہونے پ لوگوں نے" اوتح ادا کی۔درزیوں نے سکھ کا سانس لیا کہ ا- دن کی مز+ مہلت مل گئی۔دکا+ اروں نے بھی غنیمت جا* کہ کمانے کے لیئے مز+ ا- دن مل H۔اس لیئے صبح -- دکا 3 کھلی ر p کی کیا ضرورت۔چا+ رات کو ہ%+ اری کرنے والوں نے بھی اپنی اپ%+ اری دوسرے دن -- کے لیئے %کردی اور & سونے چلے گئے۔لوگ ابھی نیند کے سحر میں تیسویں سحری کر کے اٹھے ہی تھے کہ لاؤڈ اسپیکروں کی آواز سے شہر گونج اٹھا۔''بھائیو روزہ توڑ دو آج عید ہے۔عید کی Ú ز عید گاہ میں ٹھیک...''

یہ آواز* نگوں پ لگائے ہوئے اسپیکروں سے نشر ہو رہی تھیں۔ذرا ہی د ی میں لوگ گھروں سے نکل پ ڑے ۔ & شش@ میں تھے کہ اس سے پہلے ایسی کسی افتاد سے* پ لا نہیں پ ڑا تھا۔دوکا+ اروں نے دوکا 3 کھولنا شروع کی۔درزیوں نے بھی کام شروع کر*۔جگہ جگہ لوگ جمع تھے۔حکومت کو ٹھیک ٹھاک گالیوں سے نوازا جا رہا تھا۔کچھ ہی د ی میں مسا سے اعلا* ت کا سلسلہ شروع ہH ۔'بھا-- ۔آج عید نہیں ہے روزہ ہے۔کل " اوتح بھی ہو چکی ہے۔روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کر* ہوگا'...کنفیوژن ب ڑھنے لگا۔ا- بھگدڑ سی مچی ہوئی تھی۔کچھ ہی د ی میں پولس نے مولویوں کو پکڑ* شروع کر*۔کچھ ہاتھ آئے کچھ غا$ ہو گئے۔عوام $ گئی۔کچھ عید کی تیاری میں مشغول ہو گئے کچھ روزے کی حفاظت میں۔عوام سمجھنے سے قاصر تھے کہ حکومت پ ایسی کیا مصیبت پ ڑ گئی تھی کہ ایسا اعلان کر*۔چا+ تو واقعی Ā نہیں * تھا۔کچھ ڈ* کہہ رہے تھے 'بھئی چا+ اَ/ ہو جائے تو

چھپا* نہیں جا سکتا کہ کوئی نہ کوئی، کہیں نہ کہیں دیکھ ہی 8 ۔ہاں چا+ نہ ہونے کی صورت میں تو دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ چا+ ہH ۔آپ کو Ā نہیں * تو ہم کیا کریں' صبح کا عالم بھی عجیب تھا۔کوئی عید گاہ کی طرف جا رہا تھا تو کوئی کھڑکی سے جھا -- کر اسے جا* دیکھ رہا تھا۔عید گاہ اور ب ڑی مسا پ پولس کی معیت میں عید کی Ú ز کا انتظام کیا جا رہا تھا۔جن مسا کے پیش امام غا$ ہو گئے تھے انہیں ڈھو+ ڈھا جا رہا تھا۔عید گاہ کہ قاضی صا # جو ہر عید پ اŠ ں پ سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت قافلے کی صورت Ú ز پ ڑھانے آتے تھے، غا$ تھے پولس تلاش میں تھی۔Ú ز کا وقت ہH ۔عوام بے چین ہو رہی تھی۔کچھ د ی بعد شور ہوا کہ قاضی شہر ہاتھ لگ گئے۔وضو کر رہے ہیں۔بس کچھ ہی د ی میں Ú ز ادا کر دی جائے گی۔پھر Ú ز تو ہوئی۔لوگوں نے پ ڑھ بھی لی۔لیکن یہ سوالیہ K ن بھی ذہنوں میں اٹ- H کہ کیا اس طرح زب دستی کی Ú ز قبول ہو گی۔دوسری مسا میں بھی Ú ز ہوئی۔اَ/ امام ہاتھ نہ آئے تو سرکاری مولوی کا انتظام ہوا*۔کسی بھی ڈاڑھی والے کو یہ سعادت نصیب ہو گئی۔پھر پورا دن گلے ملنے* گِلہ کرنے میں گذرH ۔جو روزے سے تھے انہوں نے عید مبارک وصول نہیں کی۔دوسرے دن پولس جو کل Ú ز پ ڑھوانے پ معمور تھی آج Ú ز سے روکنے پ کمر بستہ تھی۔لیکن اہلِ ایمان بھی کبھی رکے ہیں۔Ú زیں مسا میں ادا ہو N ۔کچھ نے فا+ ہ اٹھا* اور دونوں دن Ú ز میں شری- رہے۔اور شرع، فتویٰ اور د v دینی مسائل سے* لا رہ کر دو دو عیدیں منا N ۔ہماری دا a میں یہ پہلی 'ڈبل عید' تھی۔پہلی تھی اس لیئے لوگ پ یشان رہے لیکن بعد میں وہ دو عید کے عادی ہو گئے۔اب سنگل عید میں مزہ نہیں آ* ۔ہمارے پشاور اور اسکے اَ/ دونواح کے ب ادران اسلام نے تو اب ایسی چشمِ C حاصل کر لی ہیں کہ انہیں رمضان اور عید کا چا+ ا- دن پہلے Ā آجا* ہے جبکہ رو$ ہلال والوں کو ہوئی جہاز میں بیٹھ کر دوربین سے بھی Ā نہیں آ* ۔چا+ تو سال میں* رہ دفعہ" ہے لیکن رویئت کا جھگڑا دو دفعہ ہی اٹھتا ہے۔اور* پ کستانی اہل اسلام دو تین دن ب ڑی سوچ بچار میں گذار دیتے ہیں کہ اب اجتہاد ہو* چاہیئے * ہمیں سعودی عرب سے منسلک ہو جا* چاہیئے۔ان کے ساتھ عید اور حج وغیرہ منا* چاہیئے۔ & بھول جاتے ہیں کہ اسلام میں** پ ئیت والے طر j اپنانے سے l کیاH ہے۔۔رو$ کے سلسلے میں ا- * ت خوب ہے کہ آج -- ایسا نہیں ہوا کہ رویئت کمیٹی کو چا+ Ā آH ہو اور ہمارے سرحدی بھائی اس سے انکار کر رہے

ہوں۔واقعی اس دانشور کی* ٍت میں وزن ہے کہ موجود ُنہ ہو ٗتو کہہ h* ہیں کہ ُہے ٗ۔جبکہ ُہو ٗتو یہ نہیں کہہ h* کہ ُنہیں ہے ٗاس کو یوں سمجھئے کہ اسامہ نہیں ہے1 امریکہ بضد ہے کہ ’’ہے اور* پ کستان میں ہے‘‘۔اسے دکھائی دے رہا ہے جیسے ہمارے پشاوری بھائیوں کو چا+ نہ ہوتے ہوئے بھیÃ آ جا*+ ہے اور وہ ا یہ دن پہلے عید کر e+ ہیں۔ایوبی دور کی دو عیدوں کے بعد تو یہ سلسلہ چل پ ڑا۔دروغ ٍ/ دن راوی 1 کوئیٹہ والے بھی حاجی فتح خانی عید کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔وہاں کے ا یہ سرمایہ دار فتح خان قسم کھا کر عید کا چا+ ہونے کی نو+ دیتے ہوئے کہتے قسم سے میں نے خود چا+ کو دیکھا ہے۔اس طرح وہ ا یہ دن پہلے عید کروا دیتے تھے۔یہ تو بعد میں راز کھلا کہ موصوف کی بیٹی کا* م ہی چا+ ہے اور وہ قسم بھی صحیح کھاتے تھے۔اب کوئی اسے گواہی سمجھ کر عید کر لے تو ؟۔۔۔کسی کا کیا دوش؟

۲۹ اپریل ۲۰۰۹ء

شمشان* قبرستان

بھارتیہ جنتا* پ رٹی کے* ٍغی رہنما کلیان سنگھ نے مسلمانوں کو مطلع کیا ہے کہ انہوں نے بی جے پی کی قبر کھود دی ہے اور مسلمان مٹی ڈال کر+ لہ لے لیں۔کلیان سنگھ کے اس بیان کا تجزیہ کرنے سے پہلے ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے* ٍہمی اختلاف کا تھوڑا سا جا*ٔ ہ لے لیا جائے تو کلیان سنگھ کے بیان پ تبصرہ کرنے میں آسانی ہوگی۔قا+ اعظم نے کہا تھا کہ ہم گائے کھاتے ہیں جبکہ ہندو پوجتے ہیں۔کیوں پوجتے ہیں یہ ہماری سمجھ سے* ٍہر ہے۔سمجھ سے* ٍہر اس لیئے ہے کہ ڈاکٹر ذاکر*٭ ٗ- نے ہندوؤں کی اپنی مذہبی کتابوں کے اقتباسات سے*٭ .$ کر*ٍ یہ ہے کہ ہندوؤں کو گائے کھانے کی مما Æ نہیں۔1 ہندو مان کر نہیں دے رہے۔مان کر اس لیئے نہیں دے رہے کہ ان لوگوں کی رسائی اé اپنی کتابوں --نہیں۔چندا یہ جو ذاکر*٭ ٗ- کے لیکچرز سن چکے ہیں ان میں سے چندا یہ مسلمان ہو گئے ہیں۔اس کے علاوہ بھی کئی اور* ٍتیں ہیں جو ہندوؤں میں رائج ہیں حالا éè کتابوں میں ان کی مما Æ ہے وجہ وہی لاعلمی ہے۔اé مذہبی کتابیں سنسکرت میں ہیں اور عام آدمی سنسکرت سے*٭ بلد۔اب جو پنڈت کہہ دے وہی صحیح !!۔ایسا ہی کچھ* ٍئیبل کے ساتھ بھی ہو چکا ہے* ٍئیبل کو زنجیروں سے جکڑ کر رکھا جا*+ تھا اور اس -- پہنچ صرف* پ دریوں کی تھی۔عام عیسائی کو اسے پ ڑھنے* یہ ر p کی اجازت نہ تھی۔خلاف ورزی پ سزائے موت تھی* پ دری زنجیر کھولتا اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے کہتا ’’اس* ٍئبل میں لکھا ہے‘‘ پھر جو کلیسا (%ô چ) کی مرضی ہوتی وہ کہہ دیتا۔اب کوئی تصدیق تو کرنے سے رہا۔یہی وجہ ہے کہ* ٍئبل میں شراب W اور سور کھانے کی مما Æ کے* ٍوجود عام عیسائی ان کو استعمال کر*٭ اپنے عیسائی ہونے کی دلیل سمجھتا ہے* ٍت ہو رہی تھی ہندوؤں کی جن کے مذہب میں* ٍوجود مما Æ کے گائے کی پوجا کی جاتی ہے۔پنڈتوں نے اپنے مفاد کی خاطر ایسے ایسے اختلافی مسائل پیدا کر دیئے ہیں کہ اب ہندوؤں کا اپنی ہی مذہبی کتابوں پ عمل کر**٭ ممکن نہیں تو

مشکل ضرور ہH ہے۔ورنہ دیکھا جائے تو بتوں کو پوجنے سے ا تو ان کی اپنی کتابیں بھی کرتی ہیں لیکن وہاں شا+ ہی ایسی کوئی شے بشمول حیو* ت و** ت کے ہو، جس کی پوجا نہ کی جاتی ہو۔چاہے وہ تلسی کا پودا ہو* *گ دیو۔بندر ہو* ہاتھی۔ایسا ہی کچھ عیسائیوں کے ساتھ ہے جہاں $. پرستی کی مماÆ کے* وجود حضرت عیسیٰؑ اور بی بی مریمؑ کے $. اور تصاویر کی بھر مار ہے۔ہاں پروٹسٹنٹ ان سے بَری ہیں۔ان کے% چ میں کوئی $.* تصویر نہیں ہوتی۔عیسائی ہندو اور مسلمانوں میں عورتوں کو حجاب استعمال کرنے کا حکم ہے لیکن اس حکم کو بھی صرف مسلمانوں -- محدود کر*H ہے ورنہ یہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی کتابوں سے بھی * $. ہے۔اگر یہ نہ ہو* تو راہباؤں (NUNS) کا لباس وہ نہ ہو* جو ہے۔چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ پورا جسم سر** پاؤں ڈھکا ہوا۔تعجب کی* بات تو یہ ہے کہ اس کے* وجود چند عیسائی ممالک میں مسلمان لڑکیوں پر حجاب استعمال کرنے کی* پابندی ہے۔وہاں عورتوں کو کم لباسی پر تو نہیں ٹوکا جا* ۔لیکن سر پر اسکارف%8م / *• جا* ہے۔یہ ڈبل اسٹنڈرڈ عیسائیوں اور ہندوؤں کا شیوہ ہے۔انہیں سکھوں کی ڈاڑھی پر اعتراض نہیں لیکن مسلمانوں کی ڈاڑھی سے بیر ہے۔یہودی ڈاڑھی رکھ سکتا ہے لیکن مسلمان نہیں۔یہودی کو مذبح خانے کی اجازت، لیکن مسلمانوں کا جانور ذبح کر* جانوروں پر ظلم ہے!!!ز+ گی میں تو اختلافی مسائل ہیں ہی لیکن بعد مرنے کے بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہو* ۔مسلمان دفنانے پر کاربند ہیں تو ہندو جلانے پر۔ٹھیک ہے!اگر آپ کو جلا* پسند ہے تو جلاؤ لیکن قبرستانوں پر اعتراض تو نہ کرو۔اگر اعتراض ہے تو پھر اپنے بچوں کو کیوں دفناتے ہو۔محاورۃً بھی دفنانے کی* بات کیوں کرتے ہو۔ہمیں کلیان سنگھ کے بیان پر اعتراض ہے انہوں نے بی جے پی کی قبر کیوں کھودی۔جلانے کی تیاری کیوں نہیں کی۔اور مسلمانوں کو الیکشن والے دن بی جے پی پر مٹی ڈالنے کی ذمہ داری کیوں ڈالی ہے۔بی جے پی کا کر* کرم کر* ہے تو کانگریس کرے مسلمانوں کو کیوں گھسیٹ رہے ہو۔کہیں ایسا تو نہیں کہ بی جے پی کو بھی مسلمان* $. کر* چاہ رہے ہوں* پھر کلیان سنگھ کے ذہن میں کہیں یہ تو نہیں کہ۔۔۔مسلمانوں میں اچھا ہو تو امیر ۔ ا ہو تو فقیر اور مرH تو پیر ہندوؤں میں اچھا ہو تو سپوت ۔ ا ہو تو کپوت اور مرH تو بھوت اس ہی لیئے کہہ رہے ہیں کہ وہ بی جے پی کو بہت گہرا دفنا N گے* کہ وہ نہ تو قبر سے اٹھ سکے اور نہ ہی شمشان سے بصورت بھوت نکل سکے۔بہرحال مسلمانوں کو ہوشیار

رہنے کی ضرورت ہے کہ ورون گا+ ھی بھی کچھ کم نہیں ہے۔چلتے چلتے بھارتیہ جنتا* پارٹی کے اقتدار کے زمانے میں شہرت* پانے والی ا یک ''تک بندی'' کے دہرانے میں کوئی حرج نہیں۔ع

وتجٹبل گھی اور بھارتیہ جنتا* پارٹی
پہلے گھی میں سبزی Z تھی
اب سبزی سے گھی C ہے
پہلے عورت بچے جنتی تھی
اب سارا بھارت جنتا ہے

۲رمئی ۲۰۰۹ء

”9 / 3 ‘‘سے’’ 14 / 700 ‘‘ --

بچپن میں اسکول کے کورس میں ا یہ کہانی پڑھی تھی۔ آج یہ دآئی تو سوچا کیوں نہ آپ کو بھی سنا دی جائے۔ کہانی تھی کہ ایک جنگل سے دس آدمیوں کا ایک قافلہ گذر رہا تھا کہ تین ڈاکوؤں نے انہیں آلیا۔ انکا مال اسباب لوٹ لیا اور پھر حکم *ڈی کہ کھا* تیار کرو۔ کھا* کھا کر شراب کی بوتلیں لے کر بیٹھ گئے اور حکم *ڈی* چ گا کر جی بہلا* جائے *۔ چ گا* تو بیچاروں کو آ* نہ تھا۔ لیکن حکم ہوا تھا اس لیئے قافلے کے سردار نے اپنی* نسری نکالی اور بتا* ”9“ نے اچھلنا کو* شروع کرڈی۔ سردار نے دیکھا کہ ڈاکوؤں پر شراب کا غلبہ ہو رہا ہے تو اس نے اپنی* نسری پر دھن کے ذریعے پیغام دینا شروع کرڈی۔۔۔۔۔

”*ج رہی ہے مدھر بین

ا یہ ا یہ پر تین تین “

ساتھی سمجھ گئے اور وہ تین تین کی ٹولیوں میں $ گئے اور اچھلتے کودتے ڈاکوؤں کے سر پر پہنچ گئے اور پھر ان پر قابو* پ لیا۔ سردار نے & کو* + ھ لیا اور روانہ ہو گئے۔ مندرجہ* لا کہانی* یہ دآئی تو سوچا کیوں نہ آج دو چار متفرق واقعات ہی بلاتبصرہ بیان کردیئے جا N جن کی توجیہ ہم آج -- پیش نہ کرسکے۔ خاص *ت یہ ہے کہ یہ واقعات ہم نے ایسے لوگوں سے سنے ہیں جنہیں جھٹلا* یہ نہیں جاسکتا۔ اس لیئے ان کے وقوعہ +یہ ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ یہاں یہ گذارش ضروری ہے کہ مندرجہ* لا اور مندرجہ ذیل واقعات خاص کر %ی واقعے میں۔ ایے مہر* نی کسی قسم کا ربط تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے کیو è ان میں کوئی ربط ہے ہی نہیں اس لیئے وقت کے ضیاع سے کیا فا+ ہ؟ تو آیئے بسم اللہ۔۔۔

۱) سکھر شہر میں ہمارے واقف ا یہ ڈاکٹر نے ہمیں بتا* یہ کہ گذشتہ س وہ سرکاری ڈاکٹر کی حیثیت سے حکومتی حج وفد کے ساتھ مکہ) مہ پہنچے۔ وفد کے اراکین کے ساتھ خانہ کعبہ کے در پر پہنچے تو ا یہ رکن نے شور مچا*ڈی کہ میں + رنہیں جاؤں گا۔ دوسروں نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ہوٹل جانے پر بضد رہے۔ مجبوراً دو ساتھیوں نے انہیں ہوٹل پہنچا*ڈی۔ طواف اور سعی سے فارغ ہو کر #. ہوٹل پہنچے تو ان صا # کو* رمل**پ۔ لیکن اس کے بعد #. بھی انہیں لے کر حرم شریف جاتے تو وہ شور شرابہ شروع کردیتے اور مجبوراً انہیں واپس بھیجنا پ*۔ ڈاکٹر صا # نے انہیں میڈ p, ٹریٹمنٹ کے علاوہ نفسیاتی طور پر بھی ٹ $ کیا لیکن کوئی فا+ ہ نہ ہوا۔ عام حالات میں وہ* لکل* رمل ہوتے لیکن خانہ کعبہ کے دروازے پر پہنچ کر ان کی حا) +ل جاتی *۔ %0 انہیں حج سے پہلے واپس بھجوا* پڑا۔

۲)۔ ۱۹۸۸ء میں ہم #. عمرے کے لیئے گئے تو ہماری 5 قات ا یہ ایسے شخص سے ہوئی جو چار *پ نچ سال سے حرم شریف کے سامنے ا یہ ہوٹل پر 5 زم تھا۔ لیکن اس نے اس عرصے میں ا یہ* ربھی حرم میں جانے کی سعادت حاصل نہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے بتا* یہ کہ #. اس کو+ رچلنے کے لیئے کہتے ہیں تو بہانہ کردیتا ہے کہ پہلے میں اس لائق ہو جاؤں۔ پھر جاؤں گا۔ دوسری* ر #. ہم عمرے کے لیئے گئے تو معلوم ہوا وہ شخص واپس* پکستان `H یہ ہے 1 اسے + رجا* نصیب نہ ہوا۔

۳) ہماری والدہ مرحومہ نے ا یہ* ربتا* یہ کہ #. وہ زیر تعلیم تھیں تو انکا ا یہ ہاتھ* لکل سوکھ Hیہ حکیم ڈاکٹر کے علاوہ گھر W ٹوٹکے بھی کیئے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ پڑوس میں ا یہ عیسائی مارا یہ $* می رہتی تھی۔ والدہ کی ہم عمر تھی۔ ا یہ دن کہنے لگی ہمارے %چ میں بی بی مریم کا دن منا* یہ جارہا ہے ہم لوگ منتیں مانگتے ہیں۔ میں وہاں جارہی ہوں وہاں تمہارے ہاتھ کے لیئے منت مانگوں گی۔ اگر ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو موم کا بنا ہوا ا یہ ہاتھ دینا پڑے گا۔ والدہ دل میں ہنسیں لیکن کہا ٹھیک ہے د+ یہ ونگی لیکن میں خود نہیں جاؤں گی۔ اس* ت کے چند دن بعد ہی اللہ کے کرم سے والدہ کا ہاتھ* لکل ٹھیک ہو Hیہ۔ مارا یہ $ نے منت کی* یہ د دہانی کروائی اور موم کے ہاتھ کے لیئے کہا۔ والدہ نے اسے قیمت ادا کردی لیکن وہاں جانے سے انکار کر*ڈی کہ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھیں کہ وہ وہاں نہیں جا N گی۔

۴)۔ ا یہ *رگ خاتون نے اپنے بچپن کا ا یہ واقعہ سنا* یہ کہ وہ اپنے گھر کے* پ N* غ میں مغرب سے کچھ پہلے قرآن* پ ک کی بلند آواز میں تلاوت کررہی تھیں۔ اچا -- ان کی À دا N طرف کی جھاڑیوں پر پڑیں جہاں ا یہ بہت بڑا سا $ اپنی دم کے بل پر پھن اٹھائے کھڑا جھوم رہا تھا۔ خاتون جن کی عمر

اس وقت بمشکل دس* رہ سال ہوگی گھبرا گئیں اور اé چیخ نکل گئی۔ چیخ سن کر گھر والے آ گئے اور سا$ کو دیکھ کرا یہ صا # بندوق ę دوڑے۔ اتنی دیہ میں سا$ جھاڑیوں میں غا$ ہو H یہ۔ خاتون کا کہنا ہے کہ مجھے ایسا لگا تھا جیسے سا$ وہاں دیر سے موجود تھا اور تلاوت پر جھوم رہا تھا۔ & لوگوں کے آنے کے بعد بھی اس نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور غا$ ہو H یہ۔

۵)۔ ہمارے بچپن کے ایک دو & ڈاکٹر ہیں جو + ۲۰ میں ریٹائر ہو گئے ہیں۔ ما شاللہ پرائیو$ پریکٹس بہت زبردست ہے۔ بہت سادہ طبیعت ہیں @ وقت ú زی ہیں۔ مزاروں سے عقیدت ہے۔ کسی خاص مزار کے ارادت مند نہیں۔ بس جمعرات کو کسی نہ کسی مزار پر حاضری دیتے ہیں اور فاتح خوانی کرتے ہیں۔ ایک دن کہنے لگے* ر ہم لوگ کبھی کبھی اللہ سے ضد کرتے ہیں۔ سوچے سمجھے بنا۔ ہم کچھ نہ سمجھے تو کہنے لگے ''میری عادت ہے میں عشاء کے بعد کچھ وضائف کا ورد کرتا ہوں پھر دعا ما- کر سو جاتا ہوں۔ اللہ دعا N قبول کرتا ہے۔ زندگی بہت مزے سے گذر رہی ہے۔ کسی قسم کی کمی نہیں۔ لیکن چند دن پہلے نہ جانے کیا ہوا کہ دعا میں ضد کرنے لگا کہ اللہ مجھے مال دے۔ حالاè اللہ کا دیا & کچھ ہے لیکن نہ جانے کیا دھن سوار ہوئی کہ روزانہ یہ ہی دعا مانگنے لگا۔ دو تین دن بعد خواب میں ایک فقیر کو دیکھا اور اس سے ملنے کی تمنا غیب ہوئی۔ پہلے پہل تو میں نے اسے واہمہ جانا لیکن . # مسلسل یہ ہی خواب تواتر سے دیکھنے لگا تو سوچنا پڑا اور اس فقیر کی تلاش شروع کر دی۔ کراچی اور حیدرآباد کے تمام مزاروں اور درگاہوں پر تلاش کیا لیکن اس حلیئے کے فقیر سے 5 قات نہ ہوئی۔ میں مایوس ہو H یہ اور تلاش چھوڑ دی۔ اتفاقاً کچھ دن بعد ایک جمعرات کو میں حیدرآباد کے مکی شاہ* کے مزار پر حاضری کے لیئے H یہ تو وہاں اچا- میری Ã اس ہی حلیئے کے فقیر پر پڑی جو ایک پبلک لیٹرین میں کھڑا تھا۔ میں فوراً ادھر d لیکن پھر ٹھٹک H یہ کیوں کہ لیٹرین غلاظت سے اٹی ہوئی تھی۔ فقیر کا بھی یہ حال کہ اسکے پیر ہی نہیں لباس بھی غلاظت سے لتھڑا ہوا تھا۔ فقیر نے مجھے دیکھ کر قری$ آنے کا اشارہ اور اس نے میری طرف ہاتھ بڑھا دیئے۔ میں سمجھا کہ* ہر 3 کے لیئے مدد چاہتا ہے۔ میں سوچ میں پڑ H یہ کہ اب کیا کروں۔ کیو è مدد کرنے کی صورت میں خود کے* پ ک ہونے کا احتمال تھا۔
عقل نے کہا کہ چھوڑ کس چکر میں پڑ رہا ہے لیکن پھر اس جستجو اور خواری کا خیال آیا جو میں نے اس کی تلاش

میں کی تھی۔ میں نے ہمت کی اور ادھر ادھر دیکھا۔ مجھے ایک ذرا سی صاف جگہ Ã آئی۔ میں نے وہاں پیر جمائے اور فقیر کو کا# ھے سے پکڑا کہ میرے ہاتھ نہ** پ ک ہو جا N۔ اب میں نے اسے کھینچنا چاہا لیکن مجھے محسوس ہوا کہ* ہر آنے کی بجائے، الٹا وہ مجھے# ر کھینچ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے فوراً اس کے کا# ھے چھوڑے اور اپنے آپ کو لتھڑنے سے بچانے کے لیئے* ہر کی طرف کو H یہ۔ شکر ہے میرے+ ن کا کوئی حصہ** پ ک نہیں ہوا۔ میں وہاں سے ہٹ کر مزار پر H یہ اور فاتح خوانی کے بعد پلٹ کر پھر اس لیٹرین پر آیا تو میری حیرت کی کوئی حد نہ تھی کہ وہاں نہ وہ فقیر تھا نہ کوئی غلاظت تھی* بالکل صاف ستھری جگہ تھی۔ تعجب ہوا۔ کیو è* پانچ سات منٹ میں اس طرح صفائی ممکن تھی۔ پھر کافی دیر میں نے اسے تلاش کیا۔ لیکن اسنے نہ ملنا تھا نہ 5۔''

۶)۔ امریکہ میں سیٹلڈ ایک خا# ان کے دس* رہ افراد اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کے لیئے *پاکستان آنے کی تیاری کر رہے تھے۔ پیرس- TWA پر بکنگ ملی اور وہاں سے آگے کا سفر پی آئی اے سے تھا۔ روانگی سے ایک روز قبل شاپنگ کر کے لوٹ رہے تھے کہ دو ممبران کو ایک کار نے کچل دیا۔ خوشی کا سفر غم میں + H یہ اور وہ & لوگ اپنے پیاروں کے* بوت لے کر جہاز پر سوار ہونے کے لیئے چل پڑے۔ دونوں *بوت بھی جہاز پر رکھے جانے کے منتظر تھے۔ جہاز روانہ ہوا تو ایک صا # کی Ã پڑی تو دیکھا دونوں* بوت لوڈ ہونے سے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے شور مچایا تو عملے نے بتایا کہ* بوتوں کا سا'' دوا نچ بڑا تھا اس لیئے ریک (RACK) پر نہیں رکھا جا سکا۔ اب کسی دوسری فلائ$ سے بھجوا دیا جائے گا۔ یہ سن کر & نے شور مچا دیا کہ نہیں ہم & میت کے ساتھ جا N گے۔ مجبوراً جہاز کو واپس* پڑا اور ان لوگوں کو* ر کر جہاز روانہ ہو H یہ۔ ابھی یہ لوگ ائیر پورٹ پر فارمیلیٹیز پوری کر رہے تھے کہ اطلاع آئی کہ وہ طیارہ جس سے یہ & لوگ آف لوڈ ہوئے تھے پرواز کے کچھ ہی دیر بعد سمندر میں گر کر تباہ ہو H یہ۔

۷)۔ 11 / 9 کے بعد عراق، افغانستان اور* پاکستان میں جس طرح مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے اس پر دل خون کے آ 2 رو* ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ امریکیوں کے ہی نہیں ہمارے لیڈران کے بیانات بھی زخموں پر نمک* پاشی سے کم نہیں۔ ہر لیڈر اپنے کانوں کو نہیں دیکھ رہا، کوؤں کے پیچھے بھاگ رہا ہے کہ میرے کان لے H یہ۔ ستم یہ ہے کہ مرنے والے دو چار نہیں سینکڑوں میں ہوتے ہیں۔ مرنے والوں کا کوئی

سرکاری طور پر غم نہیں منا* ۔الٹا انہیں دہشت اَ دقرار* دیا جا* ہے۔کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ* رات میں مرنے والے بچے دہشت اَ د تھے* یا خواتین؟ مدرسہ میں مرنے والے ۸۰ بچے شہید ہوئے* یا جہنم رسید۔جس قوم کو جانوروں کے مرنے -- کا غم ہو* ہے وہ سوڈیڑھ سو معصوم لوگوں کے مرنے پر افسوس تو کر 8 ہے لیکن معذرت کرنے سے معذور ہی رہتا ہے۔ایسے میں حیرت ہوئی کہ اس کے ای- جنرل نے بیا َ- دہل مطلع کیا کہ اب -- ان کے حملوں سے ۱۴ دہشت اَ د مارے گئے اور ۷۰۰ بے H ہ۔بس سمجھ لیجیئے ۷۰۰ بٹا ۱۴۔یعنی ای- دہشت اَ د کے ساتھ ۵۰ معصوم بھی گئے۔پچھلے وقتوں میں ای- ای- پر تین ہوتے تھے۔تین آدمی مل کر ای- ڈاکو پکڑتے تھے لیکن اب ای- دہشت اَ د کے لیئے ۵۰ جا 3 قر* ن ہوتی ہیں۔ویسے ہمیں یہ غم بھی ہے کہ *پاکستانیوں کے مرنے پر امریکہ کا ردِعمل درد & نہیں ہو*۔بس اطلاع د+ ی کہ ۷۰۰ معصوم مارے گئے۔جبکہ افغا آ ن میں اس سے ملتے جلتے ای- واقعے میں ڈیڑھ سو بچے اور خواتین مارنے کے بعد ا* ما نے افسوس کا اظہار تو کیا۔اَ ایسا ہی اظہار یہاں کے لیئے بھی ہو* تو کم از کم ہمارے وزرا کو امریکہ کا شکریہ ادا کرنے کا ای- اور موقع تو ہاتھ آ* ۔۔۔

۸ مئی ۲۰۰۹ء

ہدا$ کار

پیٹر سیلرز کی ای- مزاحیہ فلم تھی، د* پارٹی ’The Party‘ ۔مزاحیہ تھی اس لیئے حماقتیں تو ہونگی۔ہوسکتا ہے آپ نے بھی یہ فلم دیکھی ہو،لیکن پھر بھی کم از کم وہ سین دہرانے میں کوئی حرج نہیں جس میں پیٹر سیلرز ای- فلم کی عکسبندی میں حصہ لے رہا ہو* ہے۔کردار ای- احمق کا تھا۔سین کے مطابق اسے ای- مزدور کی حیثیت سے پہاڑوں میں بچھائے ہوئے ڈائنامائ$ کو اڑانے کے لیئے سوئچ کو د*. تھا۔جیسے ہی وہ سوئچ پر ہاتھ ر r ہے ڈا' کٹر کی Ã پیٹر کے ہاتھ پر بندھی ہوئی بیش قیمت گھڑی پر پڑتی ہے۔مزدور کے ہاتھ میں بیش قیمت گھڑی دیکھ کر ڈا' یکٹر چیخ پڑ* ہے اور فلم بندی رکوا کر اسے گھڑی ا* رنے کا حکم دیتا ہے۔پیٹر سیلرز کو بتا یا جا* ہے کہ اس وقت وہ پیٹر سیلرز نہیں ای- غری$ مزدور ہے۔اس طرح ڈائیریکٹر کی صلاحیتوں کے* (ای- کو* ہی کو فلمانے سے۔ وقت روک د* یا جا* ہے۔اسکر پ$ مضبوط تھا۔ڈائیریکٹر قابل تھا اسلیئے اس کی مداخلت سے سین میں جان پڑ جاتی ہے اور مزاح کا پہلو بھی اجا اَ ہو جا* ہے۔یہ تو فلم کی عکس بندی کی *بات تھی اور & کچھ اسکر پ$ کے تحت تھا ورنہ فلموں میں تو کپڑے + ل جاتے ہیں۔بس میں % ھتے ہوئے جو لباس ہو* ہے وہ ا تے وقت + ل جا* ہے۔اکثر ایسے* لائق ڈا' کٹر بھی ہوتے ہیں جو دھیان ہی نہیں دیتے کہ ای- ہی سین میں ہیرو کی ڈاڑھی اگ آتی ہے۔ہند* پاک میں تو بڑے بڑے* می اَ امی ہدا V ر کنٹنیوٹی ’Continuity‘ کا* بالکل خیال نہیں ر p ۔ہاں خواجہ خورشید کا کمال تھا کہ ماچس کی ڈبیہ -- کا خیال ر p تھے کہ کہیں دوسری* راستعمال میں ہی نئی ڈبیہ نہ آجائے۔اَ ہیرو سگر $ پی رہا ہے تو وقت کے لحاظ سے سگر $ کے سا' ' کا خیال رکھا جا* تھا۔یہ نہیں کے ری ٹیک کرتے کرتے صرف ٹو* ہی ہاتھ میں رہ جائے۔کہتے ہیں سچ بولنے میں* یا حقیقت دکھانے میں ایسی غلطیاں نہیں ہوتیں۔ہاں جھوٹ بولتے وقت دھیان نہیں رہتا اور متزا* تیں 1/4 ر میں آجاتی ہیں۔فلموں کے تو اسکر پ$ لکھے جاتے ہیں اور اَ عملہ قابل ہو تو ایسی کو* ہیوں سے بچا جاسکتا ہے۔لیکن حقیقی + گی میں جھوٹ کا پول کھلتے دیر نہیں لگتی ای- دفع % ب

اختلاف نے ہڑ* ل کی کال دی ۔حکومت ہڑ* ل کو* کام* .$ کر* چاہ رہی تھی اس لیئے ای دن پہلے
* زاروں کی فلم بندی کر لی گئی جس میں دکانوں کو کھلا دکھا* H تھا۔اب ہڑ* ل تو کامیاب ہوئی لیکن سرکاری
میڈ* یا نے یہ* .$ کرنے کے لیئے کہ ہڑ* ل* کام رہی۔ای دن پہلے کی بنائی ہوئی فلم ` دی۔جس میں
& دکا 3 کھلی ہوئی تھیں اور لوگ%+ اری میں مشغول تھے۔حکومت شا+ یہ* .$ کرنے میں کامیاب
ہوجاتی لیکن ستم یہ ہوا کہ ہڑ* ل منگل کی تھی اور فلم بندی پیر کی تھی اس لیئے گو* & کی کھلی دکانوں نے بھا+ ا
پھوڑ* دی۔اور حکومت کو خفت اٹھانی پڑی۔لیکن یہ اچھے زمانوں کی* بات ہے۔ # بے غیرتی کا دور دورہ نہیں تھا
اور د* نے آج کی طرح ضمیر اور شرم کا سودا نہیں کر لیا تھا۔بھارت نے ای دہشت/ دی کے واقعے کے بعد
کچھ/ فنا* یں دکھا کر الزام* پ کستانی مسلمانوں پر ڈال* دیا۔ای ملزم نے اعتراف بھی کر لیا اور اقبال%م
کرتے ہوئے دکھانے کے لیئے ٹی وی پر بھی آH ۔ملزم نے اپنا* م بتا* یا جس سے معلوم ہوا موصوف بہ فضل
تعالیٰ مسلمان ہے اور پھر اس نے اپنا تعلق* پ کستان سے جوڑتے ہوئے بتا* یا کہ اس نے کہاں کہاں ٹ یننگ لی
تھی۔خوب جے جے ہوئی لیکن* پ کستان کو مورد الزام ٹھہرانے کی جلدی میں ملزم کی کلائی سے رکھشا بندھن کی
راکھی کھولنا بھول گئے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کسی بھارتی* ری نے خوش ہو کر مسلمان ملزم کو بھائی بنا لیا ہو کہ راکھی
*+ ھنا پھیرے e سے تو آسان ہے۔بھارتیوں سے دو جوتے آگے یہودی ہیں جنہوں نے فلسطینیوں کو
دہشت/ * .$ کرنے کے لیئے اپنے ہی ای آدمی کو دہشت/ دکا روپ +* یا تھا۔اس کی آنکھوں کی رنگت
چھپانے کے لیئے سیاہ چشمہ کام* یا۔تصویر کھینچ کر میڈ* یا کو بھجوادی گئی۔1 چوک ہوگئی کہ اس دہشت/ د کے
گلے سے ڈیوڈ اسٹار (David Star) ا* بھول گئے۔اور تصویر اس طرح شائع ہوئی کہ مسلمان عرب
کے گلے میں یہودیوں کا ڈیوڈ اسٹار تھا۔لڑکی کو کوڑے مارتے ہوئے دکھانے والے ڈبنگ میں مار کھا
گئے۔لڑکی کی آہ و بقا تو رکارڈ ہوگئی لیکن مجمع کی موجودگی سے پیدا ہونے والا شور غا* $ تھا۔ہدای$ کار بھول H
تھا کہ ۳۲ کوڑے پڑنے کے بعد مرد کی چال میں بھی لڑکھڑاہٹ آجاتی ۔اچھا ڈائریکٹر ہو* تو بیک/ ا+
میوزک سے ہلکا سا مجمعے کا شور سنوا دیتا اور لڑکی کو لڑکھڑاتے ہوئے بھی دکھا* یا جاسکتا تھا* یا بہتر ہو* کہ اسے
اسٹرZ پر لے جا* یا جا* ۔حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیئے اسکے ساتھی مرد کی حیثیت سے کسی مرد کو بھی کوڑے

پڑتے دکھا* یا جا* سچ کہا ہے کسی نے کہ ہدای$ کار اچھا ہو تو چھوٹی چھوٹی* باتوں کا خیال رکھ* ہے۔جیسے فلم کے
سین میں، وقت گھڑی ا* والی تھی۔لیکن بے ہدای$ کار سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔وہ بے چارہ گو* &
کے* غے کا خیال۔- نہیں کر سکتا۔اور حکومت کی رسوائی کا* C(ہے۔مسلمان اور وہ بھی* پ کستانی مسلمان
کی کلائی پر ہندو رسم و رواج کے دھاگے گلے پڑ جاتے ہیں اور سارا ڈرامہ فلاپ ہو جا* ہے۔دہشت/ د
کو فلسطینی ظاہر کرتے وقت/ دن سے ڈیوڈ اسٹار نہ ا* * بھی کو* ہی ہے لیکن جس دور میں جس کی لاٹھی ۔۔
والا قانون چلتا ہو تو وہاں ان* باتوں سے کوئی فرق بھی نہیں پڑ* ۔۔۔۔۔

۹ مئی ۲۰۰۹

وقت

مسٹر گومز گووا کے عیسائی تھے۔ پاکستان W وقت ان کی فیملی حیدر آباد میں تھی، اس لیئے وہ یہیں ? ہوگئے۔ ر W ے میں 5 زم تھے ٹرین گارڈ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تو وہ ر W ے کے واحد گارڈ تھے جن کی، دوران 5 زمت، کوئی ٹرین لیٹ نہیں ہوئی۔ اس میں ان کی کاوشوں کے ساتھ قدرت کی بھی مہر بانیاں تھیں۔ کیو è وہ خود کی صلاحیتوں کو۔ وئے کار تو لاتے ہی تھے۔ لیکن * گہانی آفات کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کون روک سکتا ہے ٹرین کی روانگی میں وہ * لکل K ہل نہ کرتے۔ لگیج کی لوڈ نگ اور ان لوڈ نگ میں دیر نہ ہونے دیتے۔ اسٹیشن پر تمام خانہ پُری بھی۔ وقت کرتے۔ وقت کا * لکل ضیاع نہ کرتے۔ تمام اسٹیشنوں کا عملہ بھی ان سے تعاون کر * اس لیئے ٹرین۔ وقت روانہ ہوتی۔ وہ کام جو ان کی دسترس میں تھے وہ پوری تندہی سے کرتے * کہ * خیر نہ ہو۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو K ن کے بس سے * ہر ہوتی ہیں۔ مثلاً کوئی مسافر بوجہ زنجیر کھینچ کر ٹرین رکوا دے * ر W ے کراسنگ پر کسی وجہ سے سگنل نہ ہو۔ اور ٹرین لیٹ ہو جائے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے کہا کہ قدرت بھی ان پر مہر * ن رہی اور ا é 5 زمت کے دوران کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ کوئی معاملہ * (* خیر ہوا ہو۔ اس لیئے انکا یہ رکارڈ بن H یا۔ اور اس کارکردگی پر ر W ے نے انہیں تعریفی سند سے نوازا۔ مسٹر گومز کو اپنی اس کارکردگی پر بہت فخر تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اس کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ بلا کے +: لہ Õ واقع ہوئے تھے۔ ا é موجودگی میں کوئی بور نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر پر انے لطیفوں کو بھی اپنی آپ بیتیوں میں اس طرح استعمال کرتے کہ گمان ہو * وہ حقیقت میں ان کے قصے کا حصہ ہیں۔ ریٹائر منٹ کے بعد ان کے مشاغل میں روزانہ اسٹیشن کا ایک چکر لگا * بھی تھا۔ وہ روزانہ شام کو نیلا سوٹ پہن کر اپنی چھڑی e اور سگار مونہہ میں * کر ٹھیک ٹائم اسٹیشن پہنچ جاتے۔ وہاں اپنے واقف کاروں کے ساتھ کچھ دیر & کرتے۔ ا/ اس دوران کوئی ٹرین آجاتی تو اس کے گارڈ سے ضرور علیک سلیک کرتے۔ انہیں اس کا ٹ اکلک تھا کہ ا ê روز کے اس معمول میں کبھی کوئی ٹرین۔ وقت آئی ہو۔ انکا ٹائم کا وقت مقرر تھا لیکن ٹرینوں کی آمد مقرر نہ تھی۔ جس

وقت وہ پلیٹ فارم پر ہوتے وہ وقت تیز گام کی آمد کا تھا۔ لیکن شاذ و * در ہی ایسا ہو * کہ وقت پر تیز گام آجاتی۔ کبھی اس وقت، کوئی دو چار گھنٹے لیٹ والی ٹرین پہنچ جاتی۔ کبھی تیز گام پندرہ بیس منٹ لیٹ پہنچتی۔ ا/ گھنٹہ دو گھنٹہ لیٹ ہوتی تو مسٹر گومز واپسی کے لیئے چل پڑتے۔ شا+ ہم بتا * بھول گئے کہ گومز کو تیز گام سے بہت ز * دہ انسیت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ۔ # وہ گارڈ بنے تھے تو ان کی تعیناتی اس ہی ٹرین پر ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت اس کا * م کو M ایکسپریس تھا۔ بعد میں۔ # * م + ل کر تیز گام ہوا $ بھی ان کی ڈیوٹی اس ہی ٹرین پر رہی۔ ایک دن گومز حسبِ معمول پلیٹ فارم پر تھے کہ معلوم ہوا تیز گام لیٹ ہے۔ ر W ے کی % اب کا کردگی پر افسوس کرتے ہوئے لوٹ آئے۔ دوسرے دن۔ # اسٹیشن پہنچے تو معلوم ہوا، تیز گام پہنچ رہی ہے۔ گھڑی دیکھی تو خوشی ہوئی کہ آج ٹرین وقتِ مقررہ پر پہنچ رہی تھی۔ چند لمحوں میں ٹرین پہنچ گئی تو گومز گارڈ کے ڈبے پر پہنچے اور گارڈ کو مبارک * د اور سگار پیش کرتے ہوئے بولے 'ویری گڈ مائی بوائے۔ آج تم وقت پر آئے ہو۔ یہ لو سگار قبول کرو'۔ نوجوان گارڈ نے کہا 'نو، تھینکس مسٹر گومز۔ سگار آپ ہی ر Ö، گاڑی چوبیس گھنٹے لیٹ ہے'۔ گومز نے یہ لطیفہ اپنی ذات سے منصوبہ کرتے ہوئے ہمیں اس وقت سنا * یا۔ # ہم ا ê ڈرائنگ روم میں موم بتی کی روشنی میں شطرنج کھیل رہے تھے۔ ہنستے ہوئے بولے۔ مسٹر کیفی۔ چوبیس گھنٹے لیٹ ہونے سے میں دھوکا کھا H یا تھا۔ یقین کرو محسوس ہی نہیں ہوا تھا کہ گاڑی لیٹ ہے۔ پھر قہقہہ لگا کر بولے یہ چوبیس گھنٹے کا سائیکل بھی خوب ہے۔ ۲۴ گھنٹے کا پتہ نہیں چلتا۔ ہاں دو تین گھنٹے کی & کو خبر ہو جاتی ہے۔ ہنستے ہنستے اچا - سنجیدہ ہو کر کچھ سوچنے لگے۔ ہم نے ٹوکا۔ 'مسٹر گومز کس سوچ میں پڑ گئے' ہمارا سوال Ã # از کرتے ہوئے کہنے لگے * یار یہ بتاؤ یہ جو گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کر دی گئی ہیں اس سے کتنی بجلی بچے گی''۔ ہم نے بتا * یا کہ ہمیں صحیح پتہ نہیں لیکن بقول وزیر صا # کے ٹھیک ٹھاک بچت ہوگی۔ کہنے لگے ا/ فرض کروایک گھنٹہ آگے کرنے سے ۵۰۰ میگا واٹ بچت ہوتی ہے تو کیا چوبیس گھنٹے آگے کرنے سے ۱۲۰۰۰ میگا واٹ کی بچت نہیں ہوگی۔ ہم نے بھی مسکراتے ہوئے کہا میتھس کے اصول سے تو یہ ہی ہو * چاہیئے۔ بولے 'اور کیا۔ اور پھر جو عوام گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کرنے سے حکومت کو تنقید کا K نہ بنا رہے ہیں وہ الگ! ۔ ا/ گھڑیاں چوبیس گھنٹے آگے کر دی جا N تو بچت بھی ز * دہ ہوگی اور عوام کو احساس بھی نہ ہوگا کہ گھڑیاں آگے کر دی گئیں ہیں۔ جیسے مجھے

تیز گام کے لیٹ ہونے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا''۔ یہ کہہ کر ہماری طرف سوالیہ Ã وں سے دیکھنے لگے۔ ہم نے کہا وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس صورت میں کیلنڈر میں اَ ,.ٹ ہو جائے گی۔ فر*یا کیا فرق ,پ* ہے۔ پھر ہمیں* ید دلا*ی کہ یہ تو صرف ا ی- دن کی*.ت ہے شہنشاہ ا, یان نے تو ا, یانی کیلنڈر کو شا+ ڈھائی ہزار سال آگے کر*ی تھا۔ ہم نے جوا*ب یددلا*ی کہ ہاں کیا تو تھا لیکن پھر شہنشاہ کا حشر کیا ہوا تھا۔ وقت کے ساتھ مذاق کرنے والوں کے ساتھ. # وقت مذاق کر* ہے تو e کے دینے ,پ جاتے ہیں۔ گھ*ں آگے پیچھے کرنے والوں کی Ã میں وقت کی اہمیت نہیں رہتی اور وہ سمجھنے لگتے ہیں وقت ا é مٹھی میں ہے اور پھر وقت ر $ی کی طرح ہاتھوں سے نکل جا* ہے۔ دور کیوں جاتے ہوا َ چیف جسٹس کو فقط دو دن پہلے بحال کر*ی H ہو* تو کیا کنٹینزوں کی مد میں اربوں روپے کے نقصان سے نہیں بچا جا سکتا تھا۔؟؟؟۔۔

۱۲ مئی ۲۰۰۹ء

بغلول

ہمارا خیال ہے کہ ہر آدمی کے+ را ی- بغلول بھی ہو* ہے جو سادگی، شرافت اور ایما+ اری کا مر '. ہو* ہے۔ فی زمانہ اس مر '. کو حماقت کہتے ہیں اور حامل کو احمق سمجھا جا* ہے لیکن یہ سچ ہے کہ اَ یہ تینوں چیزیں نہ ہوں تو Kا ن، Kا ن نہیں رہتا۔ کوئی ہو نہ ہو لیکن ہم اپنے+ ر چھپے بغلول سے مطمئن ہیں اور ا/* تنہائی میں اس سے*. تیں کر e ہیں یہ اور*. ت کہ یہ کبھی کبھی ہمیں زچ بھی کر دیتا ہے۔ مثلاً کل ہی ہم سے کہنے لگا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ مجھے جج بنا*ی جائے۔ ہم چو ê تو بولا'' دیکھو* لاکھوں کیسس پینڈ َ- میں ہیں اور معزز عدالتوں ,پ ,.ٹ ا*.وَ ہے۔ کچھ لوگ ,.ٹے خلوص سے چاہتے ہیں کہ عدالتیں اپنا کام آزادی سے کریں. # کہ وہ لوگ جو بحالیٔ عدا } کے خلاف تھے ,.ٹی *ی کاری سے وقتاً فوقتاً طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ 'اب تو عدالتیں بحال ہو گئی ہیں اب تو & کچھ ٹھیک ہو جائے گا*ی جسٹس ڈ d از جسٹس ڈینا+* یہ*.ت کے لیئے کہتے ہیں عدا } کو اس ,پ از خود نوٹس 8 چاہیئے۔ حد تو یہ ہے کہ کچھ لوگ ڈرون حملے رکوانے کے لیئے طنزیہ+ زمیں فرماتے ہیں کہ اس ,پ لا َ- مارچ کیوں نہیں کرتے۔''

.ت سچ تھی اس لیئے ہم نے کہا ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن تمہیں جج بنا تو* ممکن ہے کیو è اس کے لیئے تعلیم اور قابلیت ہی نہیں کچھ اور فارمیلیٹیز بھی ہوتی ہیں۔ کہنے لگا دیکھو اسطرح عدالتوں ,پ سے بوجھ کم کر* مقصود ہے اس لیئے ضرورتاً قانون میں ,ترمیم کر کے مجھے* ,پ ئنٹ کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے سمجھا*ی کہ بھئی یہ* ممکن ہے اول تو اب Ã یہ ءضرورت ہمیشہ کے لیئے دفن ہو H ی دوئم یہ کہ ا« ف کر* کوئی آسان کام نہیں کہ ہر ا, یا غیرا اٹھ کر عدا } میں بیٹھ جائے۔ یہ سن کر مونہہ پھلا لیا تو ہم نے سمجھا*ی کہ بھئی یہ ,.ٹی ذمہ داری کا کام ہے۔ ,.ٹے ,.ٹے مقدمات ہوتے ہیں جن میں لوگوں کا مال ہی نہیں ز+ گی- داؤ ,پ لگی ہوتی ہے۔ چمک کر بولا تو میں '. کہتا ہوں کہ مجھے قتل، اغوا، فراڈ*ی نجکاری کے مقدمات دیئے جا N ۔ بس میں تو ایسے اشوز ,پ کام کروں گا جن

سےعوام کا مفاد وابستہ ہو۔ہم نے پوچھا مثلاً ؟۔خوش ہوتے ہوئے بولا۔''جیسے PTCL کا ظلم! جس سے
عوام پریشان ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر اپنے گھر کا فون ون سا4+ ڈ (one sided) ہوجا* ہے،تو
کہتے ہیں آپ نے بل نہیں جمع کرا* ہوگا۔ # بتاتے ہیں کہ ہم نے تو وقت پر جمع کرا* تھا،تو حکم ہو* ہے
پیڈ (PAID) بل لاکر دکھاؤ اور ا- فوٹو کاپی بھی e* ۔ا/ کہو کہ بھلا یہ کیا* ت ہوئی کہ بل بھی جمع کرا*
اور دکھانے بھی ہم ہی آ N تو کہتے ہیں بس جی طر i یہ ہی ہے۔اب بتائیے قصور ان کا* بینک کا،1 سزاوار
صارف۔''

بغلول کی* ت تھی سچ،کہ اکثر یہ پریشانی ہمیں اٹھانی پڑتی ہے۔ # پی ٹی سی ایل آفس میں شکا$ کرو تو کہتے
ہیں' آپ نے ڈیوڈ $ (Due Date) کے بعد جمع کرا* ہوگا۔ بینک کی مہر ستے* $ کر دو کہ وقت پر جمع کرا*
تھا' یہ کہنے پر کہ بھئی ہم نے وقت سے پہلے جمع کرا* تھا تو جواب ہو* ہے۔ بینک نے ہمیں مطلع نہیں کیا۔
اب آپ بل لاکر دکھادیں۔ بہرحال۔ A پی ٹی سی ایل ہی کی ہوتی ہے اور ہمیں ا- روپیہ فوٹو کاپی کے علاوہ
آنے جانے کی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ہم نے کئی* رآواز اٹھائی 1 کوئی فا4+ ہ نہ ہوا۔ہم نے بغلول سے
اتفاق کرتے ہوئے کہا* ت تو تمہاری ٹھیک ہے کہ واقعی یہ لوگ ظلم کرتے ہیں۔لیکن کیا کیا جائے۔سن کر بولا
اس ہی لیئے تو کہتا ہوں کم ازکم ان دو محکموں کو در & کرنے کا موقع دلوادو۔ہم نے پوچھا دوسرا کو K ؟۔بولا''
دوسرا و+ ا۔جس نے ہمارے گھر کے a ۵۰۰/ دور کسی کھمبے پر لگا رکھے ہیں۔ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا بیسیوں
a میں سے ہمارے کو µ ہیں۔پھر ہر* پانچ چھ مہینے بعد* ۱۵ ہزار کا ایکسٹرا بل بھیج دیتے ہیں کہ ڈیٹکشن
لگا* ہے۔پوچھو یہ ڈیٹکشن کیا ہے تو جواب ملتا ہے آپنے a میں /،ڈ کی ہے اس کا % مانہ ہے۔اب کوئی پوچھے
کہ۔ # ہمیں یہ ہی نہیں پتہ کہ ہمارا a K ہے تو /،ڈ کیسے کریں گے۔کہتے ہیں فی الحال تو بل بھر* ہی ہوگا۔
پھر درخوا & دے دینا۔آج -- تو کسی درخوا & پر عمل نہیں ہوا۔بیسیوں چکر کے بعد # ہو کر بیٹھ جاتے
ہیں۔ا- واقف کار نے بتا* کہ ہر علاقے میں کچھ لوگ کنڈے ڈال کر بجلی استعمال کرتے ہیں جن کی سرپرستی
و+ ا کے اہل کار کرتے ہیں۔اب ان کی استعمال شدہ بجلی کی وصولیابی ہم جیسے* فا4+ (Bonafide)
صارفین سے ہی کی جاسکتی ہے اور اس کا طر i ہ کار یہ ہے کہ ہر -- e وقت سود و سو یو$ * دہ لکھ دیتے ہیں

۔جس کی وجہ سے فی یو$ چا% ،بڑھ جاتے ہیں۔شکائیت کرو تو اگلے بل میں کم کر دیتے ہیں 1 پچھلا بل تو
* دہ ر$ سے وصول ہو چکا ہو* ہے۔''

* ت بھی وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا کہ واقعی ایسا ہی تھا۔بلکہ کئی* ر تو کوئی ہماری سود و سو ا/* رہی کاٹ کر لے H ۔
ہم لوڈ شیڈ- ہی سمجھتے رہتے ا/ دوسرے a کی بجلی نہ آ رہی ہوتی۔رپورٹ کی تو کہا* رلے آؤ،لگا دیں
گے۔ a کے اتنے دور ہونے سے ا- اور دھڑکا رہتا ہے کہ کوئی ہمارے a سے ہمار% چہ پر فیضیاب نہ
ہو رہا ہو۔اس کے علاوہ ا/ کوئی ذات شریف شوقیہ پتھر* +ا مار کر a توڑ دے تو % مانہ بھی ہمارے سر
ہوگا۔ہمیں سوچ میں ڈو* دیکھ کر بغلول نے پوچھا۔کیوں غلط تو نہیں کہہ رہا؟ ہم نے کہا نہیں* ت تو سچ ہے
لیکن تمہارا جج C* ممکن ہے۔تمہارا ہی نہیں اب سیاسی C دوں پر بھی کوئی جج نہیں بن سکتا۔لیکن پریشان
ہونے کی ضرورت نہیں کہ جلد ہی یہ & محکمے قابو آنے والے ہیں۔عدلیہ نے اپنا کام شروع کر* ہے۔اللہ
Ã+ سے بچائے K¶ اللہ جلد ہی ہمارے ملک سے* ا« فی ختم ہو جائے گی۔اور پی ٹی سی ایل،و+ ا ہی
نہیں رW ے اور a ٹیکس جیسے سفید ہاتھی بھی* پہ بزنجیر ہونگے۔

۱۵ رمئی ۲۰۰۹ء

لائف اسٹائل

جارج بش کو جوتے تو کئ* . ر. پڑے لیکن مشہور %o ی جۂ ہوا جو اسے پڑا ہی نہیں۔ جھنڈے کو لگا۔ خود کو بچالیا۔ جھنڈا جائے جہنم میں!! یہ تو مسلمانوں کا وتیرہ ہے کہ . # -- جان نہ چلی جائے جھنڈا نہیں اَ نے دیں گے۔ اَ بش کی جگہ کوئی مسلمان ہۂ (مشرف کے علاوہ) تو جوتے کو سر سے روک 8 1 جھنڈے کو بچا 8 ۔ بہرحال یہ %o ی جۂ شہرت * H کیو è یہ & کے علم میں آ H تھا۔ بقا۔ جوتے عوام کی Ã وں سے مخفی تھے اس لیئے شہرت نہ * سکے۔ جوتے پڑنے کا علم ہمیں اسکے موقف کی تبد ~ سے ہۂ رہا۔ # بھی جۂ لگتا وہ اپنا بیان تبدیل کر دیتا۔ پہلا جۂ اس وقت لگا . # اسنے 9/11 کے بعد صلیبی .B (Crusade) کا ذکر چھیڑ 3 . کہ مقابلہ مسلمانوں سے ہے۔ غیبی جۂ لگا تو بیان + ل 3 کہ یہ .B تو دہشت اَ دوں سے ہے۔ مسلمان تو خود دہشت اَ دی کا شکار ہیں۔ شا+ پھر جۂ ہی پڑا ہوگا کہ بیان میں یہ تبد ~ آئی کہ یہ لائف اسٹائل کی .B ہے، تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے۔ اب یہ لائف اسٹائل کیا ہے اور تہذ $ کیا ہوتی ہے؟ اس کا جاۂ e کے لیئے ہم نے کسی سنجیدہ اور فلسفیانہ بحث میں پڑنے کی بجائے مندرجہ ذیل عام فہم واقعات کے ذریعے ذہنی نشوُں کے لیئے کچھ غذا بہم پہنچانے کی سعی کی ہے کہ نتیجہ۔ آمد کرنے میں آسانی ہو کہ تہذ $ اور لائف اسٹائل ہوتے کیا ہیں؟ ۔ اور اسے p کا پیمانہ کیا ہے۔ تو چلیئے دیکھتے ہیں کہ لائف اسٹائل ہے کیا؟

:۔ اَ کسی سے پوچھا جائے کہ* پنی کا ذا B کیسا ہۂ ہے تو ہمیں یقین ہے بتا نہ* پڑے گا۔ ہاں سائینس میں اسے ٹیسٹ لیس (Tasteless) اَ دا... ہیں جبکہ عام آدمی اسے میٹھا* کھارا کہتا ہے۔ اب میٹھے سے مراد چینی کی طرح نہیں۔ درحقیقت یہ نہ میٹھا ہۂ ہے نہ کھٹا۔ نہ اُ وا۔ اسے پھیکا بھی نہیں کہہ h کیو è پھیکی چیز + مزہ لگتی ہے۔ اور* پنی کو + مزہ نہیں کہا جاسکتا۔ بس کسی بھی مروجہ ذائقے سے اس کی مماثلت نہیں۔ بس اس کا اپنا ذا B ہے جو ہر کسی کو بھا* ہے۔ بہرحال ذائقے کے علاوہ ہمارا اپنا ا۔ تجربہ اور بھی ہے کہ* پنی کو شیشے کے گلاس سے W میں جو لطف ہے وہ اسٹیل کے گلاس سے W سۓ* لکل . اہۂ ہے۔ چا+ ی کے کٹورے

میں W سے لطف بڑھ جا* ہے۔ اور اَ آبخورے (مٹی کے پیالے) سے پیا جائے تو لطف دو* لا ہو جا* ہے۔ اور اَ اس ہی* پنی کو آپ چائے کے ' سے پیئں تو + مزہ محسوس کریں گے۔ یہ ہمارا تجربہ ہے، ہوسکتا ہے آپ اس سے اتفاق نہ کریں۔ چائے کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہے۔ چھوٹے مونہہ کے ' میں چائے وہ مزہ نہیں دیتی جو کھلے مونہہ کے ' سے W میں ملتا ہے۔ اَ چائے پیالے میں پی جائے تو کیا کہنا۔ اس ہی لیئے اب کیفے پیالہ مقبول ہو رہے ہیں اور شا+ یہ ہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے ' کی چائے ساسر یعنی پرچ (Saucer) میں+ یل کر W ہیں۔ لیکن اس طرح W میں آدابِ مجلس (etiquette) کا سوال کھڑا ہو جا* ہے۔ اب آداب کیا ہیں اس کا تعین کون کرے؟ جو اپر کلاس میں رائج ہے وہ ہی آدابِ محفل ہے۔ آداب کے تو پیمانے ہی + لتے رہتے ہیں۔ کیا صحیح ہے کیا غلط اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں ہاں کون کر رہا ہے یہ ہے اہم!!! اَ صاحبِ اقتدا* صا # زر کر رہا ہے تو مہذب اور غر $ کر رہا ہے تو غیر مہذب۔ ہم نے اکثر کاٹھیاواڑی سیٹھوں کو رات گئے دوکانوں کے تھلے (چبوترے) پر بیٹھے دیکھا ہے۔ ان کی نشست کا + از بھی الا ہۂ ہے۔ آلتی پلتی مار کر... ہیں لیکن الا اس لیئے کہ ا۔* ۔ کو کھینچ کر دوسری ران پر اس طرح ٹکاتے ہیں کہ یوگا کا کوئی آسن لگتا ہے۔ پھر پیر کے پنجے کو مسلسل ہلاتے رہنا بھی کسی کمال سے کم نہیں۔ ان لوگوں کو یوں بیٹھا دیکھ کر یہ قطعی گمان نہیں ہۂ کہ ان میں سے کوئی بھی اُ وڑ پتی ہے۔ دو دو چار چار کی ٹولیوں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ا۔ آدھ کے ہاتھ میں 'ڈان گجراتی' اخبار ہۂ ہے۔ بیڑی اور* پن تو بلا شر !۔ غیرے ہر ا۔ کا مشغلہ ہۂ ہے۔ لیکن چائے میں حصہ داری کبھی کبھار اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ا۔ چائے میں دو آدمی سیر آب ہو e ہیں۔ اور ایسا کسی کنجوسی کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت اور بھائی چارے کے اظہار کے لیئے کرتے ہیں۔ گفتگو کا سلسلہ رات گئے -- چلتا ہے اور وقفے وقفے سے چائے کا دور بھی چلتا ہے پرچ میں چائے W کا اہتمام ہم نے وہیں دیکھا۔ کیو è بلا تکلف یہ لوگ چائے ' سے پرچ میں+ یل e ہیں اور پھر جس طرح ہر چسکی سے لطف+ وز ہوتے ہیں وہ کم از کم ضبطِ تحریر میں لا* ہمارے لیئے* ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان کو دیکھ کر ہی ہمیں تجربہ ہوا کہ پرچ سے چائے W کا مزہ کچھ* یدہ ہی شا+ ارہۂ ہے۔ ۔ اس ہی طرح چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھانے کا بھی لطف خوب ہے۔ لیکن محفلوں میں ایسا کرنے میں یہ قبا # کہ

اگر کوئی چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھا* چاہے تو جنگلی کہلائے گا۔ کہ یہ + تہذR ہے۔ حالا è بسکٹ بھی اسکا اور چائے بھی اسکی۔ اس کی مرضی جیسے کھائے W۔ ویسے آپس کی* ت ہے چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھانے میں ٹا لطف آ* ہے۔ اس لیئے ہم نے کئی ٹے لوگوں کو خلوت میں* بے تکلف دوستوں کی محفل میں اس غیر مہذب حر ! کا مرتکب ہوتے دیکھا ہے۔ ای۔ ٹے لیڈر (جو مولا* بھی تھے *م دنہیں) کا یہ ٹا اپن تھا کہ وہ اعلا 6 چائے اور بسکٹ کا استعمال کرتے اور کہتے کہ بھئی مجھے تو اسطرح کھانے میں مزہ آ* ہے۔ اس لیئے میں تو ڈبو کر ہی کھاؤنگا۔ اب چو è وہ ٹے* پ ئے کے سیاسی لیڈر اور دینی رہ ú تھے اس لیئے کون اعتراض کر*۔ اعتراض تو دور کی* ت کچھ نے تقلید شروع کردی۔ اگر یہ ہی حر ! کسی چھوٹے موٹے سے سرزد ہو جاتی تو خوب خوب K نے C۔ پس* $ ہوا کہ تمیز + تمیزی، تہذ $ + تہذR کا کوئی معیار نہیں۔ جو چیز ٹے گھرانوں میں رائج ہے وہ تہذ $ کا حصہ ہے اور غر $ کے ہاں جہا) کا درجہ* تی ہے۔ اگر غر $ عورت کم لباس ہو تو قابلِ تنقید ہو گی۔ # کہ امیر زادی اگر لباس کی صرف تہمت ہی لگا لے تو موڈرن مانی جائے گی۔ جتنی* دہ موڈرن اتنا ہی لباس کم! کیا صحیح ہے کیا غلط اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑنے سے پہلے ای۔ واقعہ سنا* ضروری سمجھتے ہیں کہ اس سے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔ یہ* پ کستان W کے فوراً بعد کا واقعہ ہے۔ # انگری وں کا اثر کم نہیں ہوا تھا۔ کراچی اسٹیشن پر ٹ ین روانگی کے لیئے تیار تھی۔ چو è اس کے فوراً بعد کسی ٹ ین کی روانگی نہ تھی اس لیئے پلیٹ فارم پر رش نہ تھا۔ روانگی میں ابھی کچھ د تھی اس لیئے کچھ مسافر اور ان کو رخصت کے لیئے آنے والے ریستوران میں بیٹھے تھے۔ ای۔ انگری بھی موجود تھا۔ اس نے چائے کا آرڈر* ی۔ ابھی وہ ! میں چائے # ٹ یل ہی رہا تھا کہ ٹ ین نے ¥ بجادی۔ انگری نے جلدی سے دو تین ف کی ڈلیاں لے کر چائے میں ڈال لیں اور جلدی جلدی چائے کے دو تین گھو $ بھر کر پیالی خالی کی اور دوڑ کر اپنے کمپارٹمنٹ میں سوار ہو H۔ دو تین نوجوان جو شا+ کسی کو رخصت کرنے آئے تھے۔ یہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ٹ ین کی روانگی کے بعد چائے منگوائی اور پھر انگری کی تقلید میں اپنی اپنی پیالیوں میں ف کی ڈلیاں بھی شامل کر لیں۔ لیکن پہلے ہی گھو $ سے چائے کی + مزگی ا ê چہروں سے عیاں تھی۔ بیچارے یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ انگری نے چائے میں ف کیوں ڈالی تھی۔

۱ر جون ۲۰۰۹ء

دل کو لگتی ہے* ت۔۔۔

چند دن پہلے ہلیری ' کو تشویش لاحق ہوئی تھی کہ* پ کستان کے ایٹمی* ثے دہشت گر دوں کے ہاتھ لگ h ہیں ہلیری کی* ت ایسی دل پر لگی کہ ہم نے بھی اپنے کالم میں اس تشویش کا اظہار کر* ی کہ* پ کستان نہیں، امریکہ کے ایٹمی* ثے غیر محفوظ ہیں۔ شکر ہے کہ ہماری* ت در & نکلی اور یہ* $ ہو H کہ واقعی امریکی جوہری پر وگر ام غیر محفوظ ہیں۔ اطلاع ملی ہے کہ امریکی صدر نے ۲۶۶ صفحات پر مشتمل ای۔ رپورٹ اپنے کسی ادارے کو بھجوائی تھی جو غلطی سے انٹر M پر جاری ہو گئی۔ اس رپورٹ میں انتہائی خفیہ معلومات، نقشے، کوڈ ورڈز (code words) کے علاوہ جوہری ایندھن کے ذخیرہ کرنے کے مقامات کا بھی ذکر تھا۔ اگر چہ غلطی کا احساس ہوتے ہی اس رپورٹ کو انٹر M سے ہٹا* ی H لیکن حکومتی اداروں نے : شہ ظاہر کیا ہے کہ یہ معلومات دہشت گر دوں کے ہاتھ لگ سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے چین، ای ان* ی کو* ی کی Ã انٹر M پر پڑ گئی ہو لیکن اول تو وہ دہشت گر دنہیں، دوئم ان میں صلا A نہیں۔ اس لیئے ان معلومات سے استفادہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ رہ گئے طالبان تو ان کو انٹر M سے کھیلنے کی فرصت کہاں۔ ویسے ان میں تمام* صلا A موجود ہیں۔ اس ہی لیئے تو ہلیری ' کو تشویش تھی کہ* پ کستانی V ا ان کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ اور یہ تو ہلیری ہی بتا سکتی ہیں وہ اسے استعمال کیسے کریں گے۔ کیا کسی را ٹ لانچر کو کا# ھے پر رکھ کر V ا بم داغا جا سکتا ہے* ی امریکہ نے طالبان کو خفیہ طور پر 'F-16' دے رکھے ہیں* پ کستان کے ایٹمی* ثے تو محفوظ ہیں لیکن : انخواستہ طالبان کی Ã سے '266' صفحات پر مشتمل یہ خفیہ رپوٹ گذر گئی تو پھر وہ بجا طور پر امجد خان اسٹائل میں کہہ سکیں گے۔ 'اب تیرا کیا ہوگا کالیا!!'

ہم تو شروع سے ہی شا کی ہیں کہ جو ملک اپنے ایئر پورٹ کی حفاظت نہیں کر سکتا جہاں سے بیک وقت کئی جہاز اغوا ہو h ہوں وہ کیسے اپنے ایٹمی* ثوں کی حفاظت کر سکے گا۔ اس کے علاوہ غیر ذمہ داری کا

الزام بھی امریکہ پر لگ سکتا ہے کہ اسکے صدر ٹرومین نے جاپان پر دو ایٹم بم گرا دیئے تھے جرمنی، اٹلی اور برطانیہ کی اس لیئے بچ گئے کہ یورپ میں واقع ہوئے ہیں۔ شاید کہ جاپان ایشیا میں ہونے کی وجہ سے مارا گیا ورنہ دوسری جنگِ عظیم کا روحِ رواں تو جرمنی تھا۔ یہ عنایت اس پر کیوں نہ ہوئی۔ ویسے آفرین ہے جاپان پر کہ آج وہ امریکہ کا ایسا فین (Fan) ہے کہ کہا جا سکتا ہے وہ شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے۔ "جس نے کی شرم اسکے پھوٹے کرم۔۔ جس نے کی بے حیائی اس نے کھائی دودھ ملائی" بس اب وہ دودھ ملائی کھا رہا ہے۔ پاکستان، ایران یا کوریا ایٹمی تجربات کرتا ہے تو امریکہ سے پہلے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اقتصادی پابندی میں بھی پہل کرتا ہے لیکن اسرائیل اور بھارت اس سے مستثنٰی رہتے ہیں۔ امریکہ، حقیقتاً ایٹمی ٹیکنالوجی اسرائیل کو منتقل کرے تو جائز۔ لیکن پاکستان شک کی بنیاد پر ہی ملزم نہیں، مجرم ٹھہرے۔ مندرجہ بالا دودھ ملائی والی کہاوت کی بازگشت ابھی ہمارے ذہن میں گونج رہی تھی کہ ٹی وی کے پروگرام میں ایک وفاقی وزیر اور سینیٹر وسیم سجاد کی باتیں ایسی دل کو لگیں کہ ہم ایٹم بم کے ذکر کو ادھورا چھوڑ رہے ہیں تاکہ ان باتوں کا جائزہ لیا سکے جو ہمارے دل پر اثر انداز ہوئے۔ اگر کچھ دیر کے لیئے دودھ ملائی والی کہاوت کو بھلا دیا جائے تو وفاقی وزیر کی بات سے ہمیں قلبی سکون حاصل ہوا۔ کیونکہ ہم نے بھی سے انٹرنیٹ پر اپنے وزرا کے دورہ امریکہ کے دوران بنائے ہوئے کلپ دیکھے تھے دل پریشان ہو گیا تھا۔ وزیر صاحب کے لیئے دل سے دعا نکلی کہ 'تیری آواز مکے اور مدینے'۔ موصوف نے بتایا کہ امریکہ کے دورے میں بنائے گئے اسکینڈل میں کوئی حقیقت نہیں اور انہوں نے وہاں ایسا کچھ نہیں دیکھا۔ یہ سن کر ہماری پریشانی دور ہوگئی۔ واقعی آج کے دور میں جس طرح جعلی وڈیوز بنائی جا رہی ہیں تو اس سے ہر قسم کے اسکینڈلز کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مجرے میں وزیر بھی دکھائے جا سکتے ہیں اور ڈالرز بھی ہوا میں اڑتے دکھائے جا سکتے ہیں۔ اس ہی پروگرام میں ہم وزیر صاحب کی اس بات سے بھی متفق ہوئے کہ پرویز مشرف کا احتساب کرنے سے پہلے ایوب، یحییٰ اور ضیاالحق کا احتساب ہونا چاہیے۔ بلکہ ہم تو کہیں گے کہ ان سے بھی پہلے ہابیل اور قابیل کا مقدمہ زیرِ غور آنا چاہیئے کہ پہلی لڑائی تو وہیں سے شروع ہوئی تھی۔ اسکینڈلز کے حوالے سے وسیم سجاد کی یہ بات بھی دل کو لگتی ہے کہ شوکت عزیز کے خلاف بنائے گئے چینی، اسٹیل مل، اسٹاک ایکسچینج وغیرہ اسکینڈلز غلط ثابت ہوگئے۔ اس کے لیئے ان کا استدلال ہے کہ پانچ سال میں اب تک ان کے حوالے سے کوئی چیز سامنے نہیں آئی تو ثابت ہوا کہ اسکینڈلز جھوٹے تھے۔ ماشااللہ وسیم صاحب پائے کے وکیل ہیں اور واقعی یہ ثبوت کافی ہے۔ اب آپ قتل کر دیں اور پھر کوشش کر کے ایف آئی آر نہ کٹنے دیں اور نہ ہی تحقیقات ہونے دیں تاکہ پانچ سال بعد آپ کہہ سکیں گے اب تک کوئی چیز سامنے نہیں آئی تو ثابت ہوا کوئی قتل وتل نہیں ہوا تھا۔ بہر حال دونوں حضرات کی بات ہمارے دل کو لگی۔ کسی دانشور نے کہا تھا کہ جب آدمی کو ہر عورت خوبصورت لگنے لگے تو سمجھ لو وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ ہمارا خیال اس سے مختلف ہے کیوں کہ بوڑھے تو ہم بھی ہیں لیکن ہمیں ہر عورت خوبصورت نہیں لگتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اب ہر بات ہمارے دل کو لگتی ہے۔ اس لیئے ہمارا خیال ہے کہ آدمی جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو ہر کسی کی بات دل کو لگتی ہے اس ہی لیئے اب ہم اکثر یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں۔ ع

ہے دل کو لگتی ہے بات بکری کی

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی

۲۴/جون ۲۰۰۹ء

بلاس فیمی(Blasphemy)

حمای$علی شاعر نے کہاتھا۔ع

یہ راستے میں جو پتھر پڑا ہوا ہے
محبت اسے سنوار دے تو یہ ہی صنم ہے
اور عقیدت تراش دے تو یہ ہی خدا ہے

یہ تو ہوئی شاعری کی* بات لیکن عام کہاوت ہے کہ ''مانو تو دیو، اور نہ مانو۔۔تو پتھر'' خیر کوئی مانے* یا نہ مانے لیکن یہ حقیقت ہے کہ تقسیم ہند کے بعد سیکیولرزم کا دعویٰ کرنے والے بھارت میں اقلیتوں، بشمول نچلی ذات کے ہندوؤں پر جو گذرتی ہے وہ وہی جا... ہیں۔ تقسیم کے بعد سے اب تک بیسیوں* بار عیسائیوں پر منظّم حملے ہوئے جن میں ان لوگوں کا دورانِ عبادت% چ میں زندہ جلا* یا جا* بھی شامل ہے حالا è بے چاروں نے کبھی الگ ملک کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔ مسلمانوں پر تو آئے دن یہ قیامت ٹوٹتی رہتی ہے۔ عید، بقرعید اور محرم پر تو خوف ہی طاری رہتا ہے۔ اور یہ & کچھ اضطراری نہیں* با قاعدہ منصوبہ بندی اور* می اَ امی لیڈروں کی آشیر* باد کے ساتھ ہو* ہے۔ کسی بھی سہانی صبح کو یہ انکشاف ہو* ہے کہ فلاں مسجد تو ہزاہا سال پرانے کسی مندر کی جگہ تعمیر کی گئی تھی۔ بس پھر اسے منہدم کرانے کے لیئے مسلمان بستیوں پر حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ کبھی ٹرین میں دھماکے تو کبھی کسی ٹرین کی بوگی میں مسلمانوں کا زندہ جلا* یا جا*۔ اور یہ عام* بات ہے اور دکھ یہ کہ *پاکستانی 'N.G.Os' کو اتنی توفیق بھی نہیں ہوتی کہ ان حملوں کی مذمت ہی کر دیں۔ بھارتیوں کی بھلی ` ئی وہ تو* ج محل کے بھی دعوے+ ار ہیں سیکیولر بھارت میں برہمنوں کے ہاتھوں نچلی ذات کے ہندو بھی محفوظ نہیں۔ ان پر بھی زندگی تنگ کر رکھی ہے۔ چانکیہ کے پیروکاروں کی سیا & بھی خوب ہے کبھی مسلمان

صدر، کبھی سکھ وزیرِ اعظم کبھی عیسائی وزیرِ دفاع بیوقوف بنانے کے کام آتے رہے۔ اب امریکن کالے صدر نے نئی راہ دکھائی اور اسپیکر کے عہدے پر ایک اچھوت عورت کو بٹھا کر د* کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا انتظام کر لیا ہے ورنہ اچھوت بے چارے برہمنوں کے ہوٹل میں بھی نہیں جا h *پاکستان میں ۱۹۴۷ سے آج تک ایک بھی ہندو مسلم* یا مسلم عیسائی فساد نہیں ہوا۔ # ہم فساد کہہ رہے ہیں تو ہماری مراد منظّم اور منصوبہ بند حملوں سے ہے۔ ہاں ردِ عمل کے طور پر کسی ہندو* یا عیسائی کو کوئی نقصان پہنچا ہو تو وہ اور* بات ہے ورنہ یہ بھی سچ ہے کہ جیسے ہی بھارت میں کوئی مسلم کش فساد *پا ہو* ہے ہماری حکومت فوراً اقلیتوں کے تحفظ کے لیئے سر اَم عمل ہو جاتی ہے۔ ہمیں* یاد ہے ۱۹۵۰ کی دہائی میں ہم کونو M میں پڑھتے تھے۔ ا. ہی لڑکیوں کا اسکول تھا۔ ایک دن معلوم ہوا کہ کسی عیسائی ٹیچر نے ایک لڑکی سے سپارہ چھین کر پھاڑ* یا۔ جس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو H۔ تمام لڑکے اسلامی . بے سے سرشار ہو کر نکل پڑے (یہ اور* بات کہ ہم میں سے کوئی بھی عید کے علاوہ ú زنہیں پڑھتا تھا)۔ بہر حال ہم نے خوب توڑ پھوڑ کی۔ عیسائی ٹیچر کے خلاف È ے* بازی بھی ہوئی۔ لڑکیوں کے اسکول کے گیٹ کے ساتھ ایک خاتون کا مجسمہ تھا جس کی گود میں نو مولود بچہ تھا جسے عیسائی (اُ* بالله) بی بی مریم اور عیسیٰؑ ما... تھے۔ ٹوٹ پھوٹ میں وہ مجسمہ بھی شامل رہا* بات بڑھ گئی۔ طلبا سے *بات عوام تک پہنچ گئی۔ حکومت نے فوراً ایکشن لیا۔ پولس کی بھاری Đی پہنچ گئی۔ پکڑ دھکڑ بھی ہوئی۔ کئی مسلمان ہسپتال پہنچا دیئے گئے۔ تمام مندروں اور کلیساؤں پر پہرے بیٹھ گئے۔ اعلیٰ سطحی اجلاس ہوئے۔ معاملہ ٹھنڈا کرنے کے لیئے اسکول کی پرنسپل نے ٹیچر کو سسپنڈ کر* یا۔ معاملہ ٹھنڈا ہوا تو æ ائیری سے پتہ ` کہ ٹیچر نئی نئی گوا سے آئی تھی اردو سے* بلد تھی۔ اس نے . # کلاس میں ایک لڑکی کو متوجہ نہیں** یا تو سر پر پہنچ گئی۔ دیکھا تو وہ دس پندرہ صفحے کی ایک کتاب پڑھنے میں مشغول ہے۔ وہ سمجھی کہ لڑکی کوئی کہانی کی کتاب پڑھ رہی ہے اس لیئے اس نے وہ چھین لی۔ چھینا Ꝑ میں کتاب پھٹ گئی اور یہ مسئلہ پیدا ہو H۔ # اسے سپارے کی اہمیت بتائی گئی تو اس نے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کی موجودگی میں معافی مانگی اور سپارے کو & کے سامنے چوما اور توبہ کی۔ & نے اسے معاف کر* یا *پاکستان میں اس قسم کے واقعات تو ہوئے لیکن اقلیتوں کے خلاف کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جیسا بھارت میں اکثر ہو* رہتا ہے۔ مسلمانوں کی بستیاں جلانے کے

بعد بھی کسی نے معافی نہیں مانگی۔اس واقعے کے بہت بعد . # بلاس فیمی (Blasphemy) کا قانون بنا تو اقلیتوں نے شد و مد سے مخالفت کی اور تو اور NGO's بھی خوب اچھلے کہ اس قانون کے غلط استعمال کا : شہ ہے۔کسی نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا دوسرے قوا 2 کو ایسا کوئی : شہ نہیں۔کیا ۴۲۰ اور ۳۰۲ کے جھوٹے مقدمے نہیں قائم ہوتے۔اقلیتوں کے ڈرنے کی وجہ بھی سمجھ نہیں آئی۔ . # انہیں ایسا کوئی% م کر* ہی نہیں تو پھر ڈرنے کی وجہ۔ ہمیں . # چوری نہیں کر* تو پھر ہاتھ کاٹے جا N* یں سر ہمیں کیا؟۔بلکہ ہمارا خیال ہے کہ اس قانون سے ای- فا+ ہ تو یہ ہے کہ اب ایسا ہر ملزم عدا } میں پیش ہوگا۔بصورتِ د V یہ ہوسکتا تھا کہ لوگ ملزم کو خود ہی سزا د+ یتے اور .* ت میں ڈوبے ہوئے تو کوئی بھی سزا تجو: کر h ہیں۔ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگ قانون کا غلط استعمال بھی کرتے ہیں۔کئ* . ر دیکھا H یں کہ دو آدمیوں میں کسی* . ت پر جھگڑا ہوا۔کمزور پڑنے والے نے چیخنا شروع کر* یں کہ بھا—اس نے ہمارے ملک کو* یں دین کو* یں ہمارے لیڈر کو گالی دی تھی۔لیجئے کمک آ گئی اور دوسرا چیختا ہی رہا H یں ارے بھائیو میں تو اس سے اپنا قرض ما- رہا تھا۔میں نے کسی کو. انہیں کہا۔میں نے کوئی گالی نہیں دی۔لیکن کون 7 ہے۔اقلیت والے بھی کم نہیں۔یقین جانئے کہ ہم تو اپنے گلی کے جمعدار سے بھی اوœ آواز میں نہیں بولتے کہ کہیں اپنے اقلیت میں ہونے کا فا+ ہ اٹھاتے ہوئے ہمارے خلاف کوئی محاذ نہ کھولدے۔کوئی الزام نہ لگادے۔ہر* ل نہ کردے۔'NGO's' بھی ان کی مدد کو آجا N گی۔اس لیئے ا/ دو مہینے بعد بھی گلی میں صفائی نہ کرے تو ہم پ# ہی رہتے ہیں۔اقلیتوں اور این۔جی۔اوز نے بلاسفیمی کے بل پر ایسا شور مچا یں جیسے اس سے کوئی بہت. ڈ اطوفان آجائے گا۔حالا è ایسے کسی قانون کی غیر موجودگی میں بھی اکا دکا جھگڑے ہوتے رہے ہیں۔سپارہ پھاڑنے والا واقعہ بھی بلاسفیمی کے قانون کے* پ س ہونے سے پہلے کا ہے۔ایسا ہی ای- واقعہ ای- مئوزن کے ساتھ بھی پیش * یں۔نہ جانے اسے کیا سوجھی کے پھٹے ہوئے سپارے اور ایسے اوراق جن پر قرانی * یت درج تھیں، تلف کرنے کے لیئے جلانے بیٹھ H یں۔کسی کی Ã پڑی تو اس نے شور مچا* یں کہ قران شریف جلا رہا تھا۔بیچارے کی خوب ٹھکائی ہوئی۔معلوم ہوا کم علمی اور سستی کی وجہ سے اوراق د* یں میں ڈالنے کی بجائے جلانے بیٹھ H یں۔اس کا خیال تھا اس طرح بے ادبی نہیں ہوگی۔ایسے واقعات کم علمی کے* . { رونما ہوتے ہیں۔ا/ ہمیں علم اور

دین کی سمجھ ہو تو ہم .* ت کی بجائے عقل سے کام لے کر ایسے واقعات سے بچ h ہیں۔ہمارا ذاتی خیال ہے کوئی بھی شریف اور سمجھدار آدمی چاہے کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو بے ادبی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔اس ہی تناظر میں حال ہی میں سکھر میں رونما ہونے والے ایسے ہی ای- واقعے پر غور اور پھر تجزیہ ضروری ہے جس میں مبینہ طور پر ای- غیر مسلم ڈاکٹر نے ہمارے نبی ﷺ V کی شان میں گستاخی کی۔دلوں کا حال تو اللہ جا { ہے لیکن یقین نہیں آ* کہ کوئی پڑھا لکھا K ن ایسا کرسکتا ہے۔واللہ اعلم۔کہا H یں ہے کہ اس ڈاکٹر نے کسی دوسرے ڈاکٹر کی مقبولیت سے جل کر اس کے* . رے میں طنز فرماتے ہوئے کہا کہ ''اسے تو تم لوگوں نے (أ * . للہ) پیغمبر ہی سمجھ لیا ہے''۔پھر مز+ زور پیدا کرنے کے لیئے کہا ''اس کے* م کے ساتھ 'PBUH' بھی لکھ لیا کرو''۔۔ نیتوں کا حال تو اللہ ہی جا { ہے کہ اس کی مراد حضور ﷺ V کی شان میں گستاخی تھی* یں اس دوسرے ڈاکٹر پر غصے کا اظہار۔!لیکن ہنگامہ تو ہو H یں اور ڈاکٹر کا کلنک بھی جل H یں اور کیس بھی رجسٹر ہو H یں۔

ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ قانون کوئی سا بھی ہو۔نقصان میں شریف آدمی ہی رہتا ہے + معاش ہر قانون کو اپنے حق میں موڑ 8 ہے۔کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی ایسا بل بھی* پ س ہو جو شریف لوگوں کو تحفظ دے سکے لیکن اس سے پہلے کوئی ایسا پیمانہ X ا د ہو جو بتا سکے کہ شریف کون ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ شریف + معاش اور + معاش، شریف ٹھہرے۔۔۔

۱۱ / جون ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۲۲ جولائی ۲۰۰۹ء

چھوٹی چھوٹی خوشیاں

'تو ہی*· داں چند کلیوں, پ قنا (· کH-یـ'۔ ہمیں لگتا ہے یہ مصرعہ ہمارے لیئے ہے۔کلیوں ولیوں کا تو نہیں معلوم لیکن ہم چھوٹی چھوٹی خوشیوں, پ راضی* ۔ لرضا ہو جاتے ہیں۔تفصیل کچھ یوں ہے کہ ہم کافی زود رنج واقع ہوئے ہیں۔ذرا ذرا سی*۔ ت کو دل سے لگا e ہیں۔بس سمجھ لو غم کھانے کا بہانہ ڈھو+ ھتے ہیں۔اس ہی لیئے ایسے میں کوئی چھوٹی موٹی خوشی ہاتھ آجائے تو تسلی ہو جاتی ہے۔جتنی جلدی غمزدہ ہوتے ہیں اس سے کہیں تیزی سے غموں کو بھلا دیتے ہیں۔مثلاً۔اَ/ کسی مزاحیہ* یـ گانوں کے, پ وَا/ ام کے دوران, یکنگ نیوز میں کہیں دھماکے کی خبر آجائے جس میں بیس پچیس جا 3 تلف اور پچاس ساٹھ زخمی ہونے کی اطلاع ہو تو ہم دل مسوس کر رہ جاتے ہیں۔دل بیٹھا جا* ہے۔لیکن خبر نشر ہونے کے فوراً بعد, پ وَا/ ام کا سلسلہ وہیں سے شروع کر ڈ* یـ جا* ہے جہاں سے ٹو* ٹا تھا تو بس ا یـ بے خودی سی چھا جاتی ہے اور غم بھی ختم ہو جا* ہے۔محسوس ہی نہیں ہو* ہے کہ اتنی تعداد میں K ن ختم کر دیئے گئے (شا+ اس ہی کو. ین واشنگ کہتے ہیں)۔یہ تو پہلے زمانوں کی* ۔ تیں ہیں کہ کچھ لوگ غم کو بھلانے کے لیئے شراب کے ذریعے بے خود ہو جاتے تھے اور. # 1 ا* تو پھر وہی غم ہو* ۔اور پھر مز+ پینی, پ ڑتی۔ع

بے خودی سی چھا گئی تو غم بھی میرا چھٹ H-یـ ے
اور پھر ہوگا وہی غم ہوش میں آنے کے بعد اب

ایسا کچھ نہیں۔کار*۔ رز+ گی ویسے ہی چلتا رہتا ہے۔لوگوں میں کچھ ایسی بے حسی سرائیت کر گئی ہے کہ سو پچاس کے مرنے کی خبریں لوگ ڈائننگ ٹیبل, پ کھانے کے دوران ہی g ہیں۔لیکن ہمارا معاملہ دوسرا ہے ہمیں غم بھلانے کے لیئے چھوٹی چھوٹی خوشیوں کی ضرورت, پ ڑتی جو اللہ کے فضل سے ہمیں مل ہی جاتی ہیں۔کبھی تو، جیسے او, پ بیان کیا کہ ٹی وی کے مزاحیہ, پ وَا/ اموں سے اور کبھی حکمرانوں کے مزاحیہ بیانوں سے۔جو اکثر سا ¢

کے فوراً بعد ہی*· شروع ہو جاتے ہیں۔اپنی*۔ ت واضع کرنے کے لیئے حال ہی میں ہونے والے ا یـ دھماکے کی مثال پیش کریں گے۔ا یـ دھماکہ ہوا۔بیس جاں بحق ہوئے پچاس زخمی ہوئے۔ہمارا سکون, *۔ د ہوا۔دل, پ ا یـ بوجھ سا تھا کہ فوراً ہی ڈی آئی جی صا # کا بیان آH-یـ 'دھماکے میں میں ۵۰۰ کلو دھماکہ خیز مادہ استعمال کیا H-یـ'۔سن کر کچھ اطمینان قلب ہوا کہ چلو وزن تو معلوم ہوا۔تھوڑی د یـ میں کسی وز یـ کا, پ مغز بیان بھی آH-یـ 'یہ شدت پسندوں کا کام ہے جس کی ہم مذمت کرتے ہیں'۔چلو خوشی ہوئی کہ یہ تو پتہ ` کہ شدت پسندوں کا کام ہے۔ورنہ ہم نہ جانے کیا سمجھتے رہتے۔اس کے بعد ا یـ مذہبی رہنما نے بھی رہنمائی فرمائی کہ یہ کام کسی مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔یہ بیان از خود ڈ* یـ H-یـ ورنہ کسی نے بھی یہ الزام نہیں لگا* یـ تھا کہ یہ کام کسی مسلمان کا ہے۔ایسے بیا*· ت سے ہم خوشیاں سمیٹ رہے تھے اور غم میں کچھ افاقہ ہو رہا تھا کہ ا یـ مز+ خوشی کا بندوبست پولس کے ~ جمان نے کر ڈ* یـ کہ صدر اور وز یـ اعظم کے کہنے, پ تحقیقات کا حکم دے ڈ* یـ H-یـ ہے اور تحقیقاتی ٹیمیں تشکیل دے دی گئیں ہیں۔اس حکم, پ خوشی ہوئی ورنہ ایسے کسی حکم کی غیر موجودگی میں تحقیقات کیونکر شروع ہوتیں۔ا یـ خوشی اس, پ بھی ملی کہ خودکش بمبار کا سر مل H-یـ ہے اور اس کا ڈی۔این۔اے حاصل کیا جا رہا ہے۔ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں کہ 'DNA' کیوں حاصل کیا جا رہا ہے اور اسے کس سے میچ کیا جائیگا۔1 سر کے ملنے سے ا یـ * سوال اٹھ H-یـ کہ اب ~- جو اتنے سر مل چکے ہیں انکا کیا بنا۔کیا*· درہ کے رکارڈ سے کچھ معلوم ہوا۔اگر %o ب اقتدار %o ب اختلاف سولہ سترہ کروڑ عوام کی*۔ ت کرتی ہیں تو کیا*· درہ کے*, پ س سولہ سترہ کروڑ کا رکارڈ ہے، اَ/ نہیں، تو اب ~-*· درہ نے کیا کیا ہے؟ حاصل کردہ سروں کے لواحقین کا پتہ کیوں نہیں چلتا۔ایسے سروں کی تشہیر کا کیا بندوبست ہے۔اَ/ نہیں ہے تو پھر ایسے سروں کی تلاش اور ان کے ڈی این اے, پ اتنا زور کیوں ڈ* یـ جا* ہے۔بہرحال آجکل ہمیں یہ غم کھائے جا رہا ہے۔لیکن ہمیں قوی امید ہے کہ جلد ہی کوئی خوŸ ی اس ضمن میں ملے گی جس سے ہمارے دل کو سکون مل جائے گا۔اس کا ہم کو اس لیئے یقین ہے کیوè تین چار ہفتے پہلے ا یـ امریکی جنرل نے جو اکثر* پ کستان کے دورے, پ رہتا ہے یہ بیان دے کر ہمارا سکون غارت کر ڈ* یـ تھا کہ اب ~- کیئے گئے حملوں سے ۱۴ دہشت اَ/ د مارے گئے لیکن ساتھ ہی ۷۰۰ معصوم جا 3 بھی تلف ہو N ۔یہ سن کر جو دکھ ہمیں ہوا وہ بیان سے*۔ ہر ہے۔ڈرون حملوں کے { نج کچھ ایسے ہی

تھے۔ کہ H ہی مارے جا رہے تھے۔ ہمارا یہ غم اب ختم ہو گیا اور امریکی جنرل جھو** .$ ہو گیا۔ اور اس کا سہرا ہمارے سفیر جناب حسین حقانی کے سر جاتا ہے جنہوں نے یہ انکشاف کیا ہے ڈرون حملوں سے دہشت گردوں کے سرکردہ لیڈروں کا صفایا کر دیا ہے۔ یہ خوشی کی بات کہ امریکی جنرل کا بیان جھو** .$ ہوا کہ ۷۰۰ H ہ مارے گئے تھے۔ افسوس! اتنی اچھی خبر نہ جانے کس مصلحت کے تحت حسین حقانی نے اتنی دیر سے سنائی۔ ورنہ امریکی جنرل نے تو ۷۰۰ H ہوں کی موت کا بتا کر ہم جیسوں کو ڈپ C کا شکار بنا دیا تھا۔

۱۵/جون ۲۰۰۹ء

ایک کہانی، نہ نئی نہ پرانی (Non Realistic Ordinance)

ایک ملک تھا (بلکہ اب بھی ہے اللہ کے فضل و کرم سے۔ یہ اور بات کے حا } ., ی ہے)۔ ٹھیک ٹھاک ترقی کر رہا تھا کہ ایک لٹیرے نے شریف حکمرانوں کو چلتا کر دیا۔ کیوں کر دیا یہ الگ داستان ہے جس کا موجودہ کہانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیئے یہ کہانی۔ پھر سہی۔ لٹیرے حکمران نے ملک کے ساتھ وہی کچھ کیا جو لٹیرے کرتے ہیں۔ بس ملک کی وہی صورت کر دی جو ہم نے بچپن میں اپنی اردو کتاب کی ایک کہانی '# ھیر نگری چوپٹ $ راجہ' میں دیکھی تھی۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ انصاف اور عدالتوں کو رسوا کر دیا کہ کوئی ادھر رجوع ہی نہ کر سکے۔ اپنے اثاثے غیر ممالک میں بنائے جا رہے تھے۔ ملکی اثاثے بنانے کے بجائے اونے پونے بیچے جا رہے تھے۔ طوائف الملوکی ہی نہیں طوائفیں بھی عام تھیں۔ چنے گانے والوں کی بن آئی تھی * ک شوز میں مدعو ہوتے اور بیان دیتے۔ اہل اسلام اور پردے کے خلاف اس طرح تبصرہ کرتے کہ محسوس ہوتا کہ اصل عالم دین تو یہ ہیں۔ اسلام میں پردے کا وہ وہ تصور پیش کرتے جو مولانا اشرف تھانویؒ سے مولانا مودودیؒ تک کے علماء پیش نہ کر سکے۔ ایک اسلامی اسکالر نے قران کے حوالوں سے ثابت کر دیا کہ پردہ ضروری نہیں۔ ایک دانشور کے نزدیک شراب نہیں، 1 حرام ہوا۔ یعنی آپ بلا نوش ہیں اور دو چار پیگ سے نہیں بہکتے تو بسم اللہ۔۔!!

شاہی محل میں رقص و سرود کی محفلیں جمتیں جن میں سربراہ مملکت ہی نہیں ۲۲ اور ۲۴/ + کے افسران بھی رقص کرتے ہوئے' نہر والے پل پر بلا کر غائب $ ہو جانے والے' کا گلہ کرتے Ā آتے۔ # ظلم و ستم کی رات کچھ زیادہ ہی طویل ہونے لگی تو ایسی سیاہ آندھی چلی کہ غاصب کو اپنا وہ مقدس لبادہ اتارنا ہی پڑا جس کی آڑ میں وہ ملک کو کھوکھلا کر رہا تھا۔ مقدس لباس کے اترتے ہی اس کی ننگی ایسی عیاں ہوئی کہ اپنی بساط لپیٹتے ہی بنی۔ لیکن

جاتے جاتے کمال ہوشیاری، بلکہ کمال عیاری سے ملک کی* گ ڈور حقداروں کے حوالے کرنے کی بجائے ایک ایسا غیرحقیقی قانون (* ن ریلسٹک آرڈیننس Non Realistc Ordinance) نافذ کر گیا جس کی رو سے آئندہ حکمران اس کو بنایا جائیگا جو کسی بھی حکومت کے خاتمے کے بعد دوسری صبح مملکت میں & سے پہلے داخل ہوگا۔ اس سے یہ فائدہ مقصود تھا کہ اپنے آپ کو احتساب سے بچایا جائے۔ نہ کوئی قابل شخص حکومت تشکیل دے گا نہ غداری کا مقدمہ چلے گا۔ غیرحقیقی قانون کے تحت تشکیل دیئے گئے کمیشن نے غاصب حکومت کے جاتے ہی اپنے افسران کی ڈیوٹی دارالخلافہ کے ہر ٹول پلازہ پر لگادی *** کہ & سے پہلے آنے والے کو سربراہ مقرر کیا جاسکے۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ صبح سویرے ایک مداری کا ** تھے پر ایک گدڑی ڈالے اپنے ایک عدد ریچھ کے ساتھ ** Ã* ۔ افسران نے اسے فوراً ساتھ لیا اور کمیشن کے چیرمین کے حوالے کردیا۔ چیرمین نے مداری کو # بتایا کہ اسے مملکت کا سربراہ چن لیا Hَ ہے تو اس نے خوب واویلا کیا کہ میرا حکومت سے کیا کام۔ مجھے بخشو۔ میں یونہی خوش ہوں۔ چو ہالنڈورا ہی بھلا۔ بڑی مشکل سے اسے راضی کیا تو اس نے ایک شرط رکھدی کہ وہ # بھی کہے حلوہ پکوایا جائے اور اسے اور اس کے ریچھ کو کھلایا جائے۔ شرط مان لی گئی اور مداری نے حلف اٹھانے کے بعد & سے پہلے حلوہ پکوانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو Hَ ۔ # کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حلوہ پکوانے کا حکم ہوتا اور مداری اور اس کے ریچھ کے علاوہ دوسرے بھی سیر ہوتے۔ دن رات حلووں کا دوردورہ رہتا۔ & کے مزے آرہے تھے سوائے عوام کے کہ گڈ (good) کا کیا ذکر کوئی گورS (governance) ہی نہ تھی۔ ملک کا % انہ خالی ہوا شروع ہوا تو غیرملکی سودخوروں نے اپنی پسندیدہ شرائط پر تجوریوں کے مونہہ کھول دیے کہ کچھ ہی دنوں میں سود اور اصل دونوں ہی کے ہاتھ آنے کی امید ہو چلی تھی۔ ** ربھی ملک دشمنوں کی کمی نہ تھی اس لیئے سازشیں زور پکڑنے لگیں۔ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ ملک ٹوٹنے والا ہے۔ پڑوسی ملکوں کو درپردہ دعوتیں ملنے لگیں کہ موقع ہے۔ حالات بگڑتے جارہے تھے لیکن اس گھپ ** ھیرے میں ابھی روشنی کی ایک کرن* باقی تھی۔ یعنی مملکت کے اصل وارث، عوام، جنکا صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جارہا تھا۔ پڑوسیوں نے سرحد پر اپنی اپنی فوجیں تعینات کردیں، موقع ملتے ہی بہتی گنگا میں ہاتھ دھولیں گے لیکن & کے خواب اس وقت f چور ہوگئے۔ # عوام نے کسی رہúکا انتظار کیئے بغیراز

خود شاہی محل پر حملہ کرنے کے لیئے لانگ مارچ شروع کردیا۔

مداری سربراہ کو اطلاع ملی کہ عوام نکل پڑے ہیں تو اس نے حلوہ پکوانے کا حکم دیا۔ خود نے بھی کھایا ریچھ نے بھی اور دV افسران نے بھی۔ پھر اطلاع آئی کہ عوام شہر میں داخل ہو گئے ہیں تو سن کر پھر حلوے کے لیئے حکم دیا Hَ ۔ عوام محل کے قریب $ پہنچ گئے تو پھر حلوہ پکوایا Hَ ۔ ابھی کھایا جارہا تھا کہ بھپرے ہوئے عوام محل میں داخل ہوگئے۔ مداری نے یہ دیکھتے ہی اپنی گدڑی اٹھائی اور ریچھ کی رسی کھینچتے ہوئے عوام سے مخاطب ہوا "بھائیو میرا حکومت سے کیا کام۔ ان+ معاشوں نے مجھے زبردستی یہاں قید کررکھا ہے۔ شکر ہے کہ آپ لوگ آگئے۔ اب آپ یہ & کچھ سنبھالو میں تو ` ۔ میں نے اس دوران سوائے حلوہ کھانے کے کچھ نہیں کیا۔ اگر آپ لوگوں کو حلوہ پکانے کی توفیق ہو تو میرے اور میرے ریچھ کے لیئے ضرور بھجوا دینا۔ اللہ بھلا کرے گا"۔

۱۶/جون ۲۰۰۹ء

نیند ،بتیسی اور لوڈشیڈ -

ہمارے ای دو & کو اپنے مقدر سے ڈ اشکوہ تھا۔ مفلسی اور بے روزگاری نے اسے قنوطی بنا* تھا۔1 پھر بھی تھا۔ لہ Õ ۔ہم اکثر R ں مختلف موضوعات پ گفتگو کرتے ۔کبھی ماضی میں چھلا - لگا دیتے تو کبھی حالاتِ حاضرہ کے بخیئے ادھیڑنے لگ جاتے ۔ای رات تقریباً * رہ بجے اس کے گھر گئے۔اس نے دروازہ کھولا تو ہم نے بے تکا سوال کیا ’کیا جاگ رہے ہو‘۔ ہمیں # رلے جا کر بٹھانے کے بعد بولا * رجا H ہی ہے۔ # مقدر سو رہے ہوں تو ہمیں تو جا H ہی پڑے گا‘۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ع

نیند تو ای ہے ، دونوں کو آئے گی کیسے

ہم بھی سو لیں گے ، اگر اپنے مقدر جاگے

اس کے بعد عادت کے مطابق یہ لطیفہ سنا* کہ سو $ یو 2 کے ٹوٹنے کے بعد کئی * ستوں میں لوگ بھوکوں مر رہے تھے۔ایسے میں ای دن ای مخیر شخص نے ای مفلوک الحال بوڑھے جوڑے کو کھانے کے لیئے گھر پ بلا* ۔دونوں کافی عمر رسیدہ تھے۔پھر کئی وقت کے بھوکے ہونے کی وجہ سے کافی نحیف و ن ار ہو رہے تھے۔اس شخص نے دونوں کے آگے دو ں میں کھا* رکھ * ۔بوڑھے نے جلدی جلدی کھا* شروع کر * ۔لیکن ڈ ھیا نے پلیٹ کی طرف ہاتھ - نہیں ڈ ھا* ۔اس شخص کو گمان گ را کہ کہیں بوڑھی خاتون کا تعلق اس قوم سے تو نہیں جو شوہر پ ستی میں اتنا آگے ڈ ھ گئی تھی کہ Z کو ز دستی پتی کے ساتھ ستی کروا دیتی تھی۔اس لیئے شا + شوہر کے سیر ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔اس نے کہا۔’ارے کھا* اور بھی ہے آپ بھی شروع کرو‘۔عورت بولی۔’نہیں کھا* تو بہت ہے لیکن ہمارے * پ س بتیسی ای ہی ہے۔اس لیئے . # یہ فارغ ہونگے تو اسے دھو کر میں استعمال کرونگی‘۔

ہم نے اپنے دو & سے کہا ’یہ لطیفہ کئی * رکا سنا ہوا ہے لیکن آج نیند والے شعر کے ساتھ اسے 5 کر g سے

تمہارے جاگنے کی وجہ بھی سمجھ آ گئی‘۔ یہ سن کر دو & بولا ’یہ شعر اور لطیفے کو 5 کر پڑ ھنے پ سابق وز ی ڈاکٹر شیر افگن ماہر ہا M (آ M) کی * تین * ی دآ گئیں۔ وہ اکثر فرما* ی کرتے تھے ’اگر ہا M کی شق نمبر ایکسو * ون جا (۱۵۲) کو شق نمبر پینٹھ۔ٹو بی (65-2B) کے ساتھ 5 کر پڑ ھو تو صاف لکھا ہے کہ صدر کو وردی سمیت بھی منتخب کیا جا سکتا ہے۔اور اگر ہا M سے شق نمبر (6) کو نکال کر پڑ ھو تو صاف واضع ہو جائے گا کہ پ وی مشرف کو * حیات بھی صدر بنا* ی جا سکتا ہے‘۔ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بجلی داغِ مفارقت دے گئی اور گفتگو کا رخ لوڈ شیڈ - کی طرف مڑ H ی ۔ D تو فیق بجلی کی شان میں گستاخی کرنے کے بعد لوڈ شیڈ - کے * رے میں وہ دو بیا* ت * ی دآئے جو دو وز ی وں نے حال ہی میں دیئے تھے۔ ڈاکٹر * ., اعوان نے اطلاع دی تھی کہ ’لوڈ شیڈ - 2011‘ - ختم نہیں ہو گی‘۔ . # کہ لوڈ شیڈ - کے وز ی کے مطابق دسمبر ۲۰۰۹ء کے بعد لوڈ شیڈ - نہیں ہو گی۔ بظاہر یہ بیا* ت متضاد لگتے ہیں لیکن ایسا ہے نہیں کیو è ای تو دونوں وزرا ای ہی * پ رٹی کے ہیں، دوسرے دونوں نے ابھی - ای دوسرے پ اعتراض بھی نہیں کیا۔اس سے لگتا ہے پ وی اشرف صحیح کہہ رہے ہیں اور غلط ڈاکٹر * ., اعوان بھی نہیں ۔ پ وی اشرف تو بجلی سے متعلق ہیں اس لیئے ان پ یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں Z ۔رہ گئے ڈاکٹر * ., اعوان تو ان کا بھی یقین کر * ہی پڑے گا۔ماشااللہ کافی سینیئر ہیں۔پھر ای m سے ای ایسا معتبر پ وا گر ام پیش کرتے ہیں کہ دروغ گوئی کی تہمت تو ان پ لگ ہی نہیں سکتی۔

ڈاکٹر شیر افگن اور ڈاکٹر * ., اعوان کے ذکر سے ہم دونوں کو اپنا ای پ * دو & * ی دآ H ی ۔وہ بھی ڈا / ڈ تھا۔ پی۔ایچ۔ڈی۔ جسے ہم دونوں ’پھرا ہوا دماغ‘ کہتے تھے۔حالا è بے چارا جینوین (genuine) پی ایچ ڈی تھا۔لیکن اپنی ساس سے * لاں تھا۔ . # بھی وہ اس کے گھر رہنے آتی تو یہ پ یشان ہو جا * ۔ . # - وہ ڈ یہ ڈالے رہتی یہ پ یشان رہتا۔اس کے جانے کے بعد ہی * رمل ہو * ۔سسر کے انتقال کے بعد . # وہ کچھ * ی دہ ہی سامان کے ساتھ وارد ہوئی تو اس کا ماتھا ؟ ۔کہ اللہ خیر کرے! دو چار دن انتظار کے بعد ’پھرے ہوئے دماغ‘ والی حر ! کر بیٹھا۔اور پوچھا ’خالہ اسکے بعد ' * ہو گا‘۔ساس، جو * لکل پی ایچ ڈی نہ تھی، بولی C اب اس کے بعد کیا * ہو گا‘۔دو & خوشی خوشی ہم دونوں کے * پ س * ی اور یہ خو Ÿ ی سنائی لیکن ہم نے اس کی خوشیوں پ یہ کہہ کر * پ نی پھیر * ی کہ C . # وہ جا N گی ہی نہیں تو آ N گی کیسے؟ ابھی ہم

دونوں اپنے ڈاکٹر دو & کی*۔ توں کو* یہ ذکر کر کے محظوظ ہو ہی رہے تھے کہ ہمارے دو & نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا* یہ رلوڈ شیڈ۔ - کے*۔ رے میں جن دو وزرا کے بیا*۔ ت کا ذکر تم نے کیا ا/ ہم ان بیا*۔ ت کو بقول ڈاکٹر شیر افگن، نیند والے شعر، بتیسی والے لطیفے اور پھرے ہوئے دماغ والے دو & کی ساس کی*۔ توں کے ساتھ 5 کر ,پڑھیں تو صاف واضح ہو جائے گا کہ دونوں*۔ لکل ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ۔ # لوڈ ہی نہ ہو گا تو شیڈ۔ - کی کیا ضرورت رہ جائے گی۔ ۔ # بجلی آئے گی نہیں تو جائے گی کیسے؟

۱۸/جون ۲۰۰۹ء

ہم عصر

K ن کو اپنی تخلیقات سے بہت پیار ہو* ہے۔شا+ اس ہی لیئے کسی نے کہا ہے کہ آدمی کو اولاد اپنی اور بیوی دوسرے کی اچھی لگتی ہے۔ہم اس سے ۵۰ فی صد متفق ہیں کیوè اولاد - تو ٹھیک ہے لیکن دوسری *۔ ت اخلاق سے ا/ ی ہوئی لگتی ہے۔جہاں - اپنی تخلیقات سے پیار کی*۔ ت ہے وہ ٹھیک ہے لیکن مسئلہ تو $ پیدا ہو* ہے۔ # کوئی شاعر، Ž نگار* یہ مصور یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تخلیق کو نہ صرف سنیں، ,پڑھیں* یہ دیکھیں بلکہ تعریف بھی کریں اور دوسروں - بھی پہنچا N ۔اب یہ ا یہ مشکل کام ہے کیوè یہ فریضہ اس کے ہم عصر ہی کر h ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ عموماً ہم عصر 'گھر کی مرغی دال,. ا.' میں یقین ر p ہیں۔اس لیئے ہم جیسے نئے لکھنے والوں کو یہ شکوہ ہی رہتا ہے۔ویسے ا/ غور کریں تو یہ گلہ غا] کو بھی رہا تھا۔ # ہی تو اپنے ہم عصروں سے ان کی نہیں بنی اور کمالِ ہوشیاری سے اپنے آپ کو K نہ بناتے ہوئے بین السطور(In between the lines)دوسروں کی کم ظرفی ظاہر کر دی کہ

ے بنا ہے شہ کا مصا # پھرے ہے ا*
و ا/ نہ شہر میں غا] کی آ. و کیا ہے

دیکھا جائے تو غا) نے یہ بھی تو* کہ 'کہتے ہیں اگلے وقتوں میں کوئی میر بھی تھا' لیکن ذوق سے کھنچے کھنچے ہی رہے۔ان کے ہم عصروں نے بھی ان کی وہ ,پ ,یائی نہیں کی جو اقبال اور فیض نے کی۔ یہاں ہم واضح کر دیں کہ یہ مضمون غا) ,پ کوئی معلوماتی مقالہ نہیں ہے بلکہ ہمارا اپنا دُکھڑا ہے۔کیوè۔ # ہم نے کچھ لکھنا شروع کیا تو خواہش ہوئی کہ ہمارے لکھے کو ,پڑھا بھی جائے۔اس لیئے+ ریعے ای میل تمام دوستوں اور رشتہ داروں کو بھیجنا شروع کیا۔اپنے C بیٹی اور بھانجے بھتیجوں کے علاوہ خواتین دوستوں نے تعریف کے دو دو بول بھیج کر ہمت افزائی کی لیکن مرد دوستوں ,پ جنرل منٹگمری کا یہ* ر [جملہ فٹ آ* ہے 'every thing is calm & quite on the Normandy Coast'۔ہم نے بھی۔ # ہار نہیں مانی

اورمضامین بھیجتے رہےتو کچھ کرم فرماؤں نے ہماری میل کھولنا ہی چھوڑ دی۔لیکن جیسا آپ جا... ہیں کہ شاعر. # -- اپنا کلام نہ سنادے اسکے پیٹ میں درد ہی رہتا ہے اس ہی طرح . # -- اپنا آرٹیکل ای میل نہیں کر دیتے ہمیں چین نہیں پڑ... ت یہیں-- رہتی تو بھی ٹھیک تھا لیکن اب یہ آرزو رہتی ہے کہ تعریف نہ سہی کوئی تبصرہ کوئی تنقید ہی آجائے۔اس لیئے کر+ تے رہتے۔کبھی کبھار کوئی مروت میں لکھ دیتا ہے۔ ''ز. د &* ''بہت خوب''۔لیکن اس سے تشفی نہیں ہوتی تھی۔دل چاہتا اور یقین جانیئے حقیقتاً جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی کھل کر تبصرہ کرے،تعریف نہ کرے بلکہ بھرپور تنقید کرے... کہ کچھ رہنمائی ہو سکے۔

بس کچھ ایسی ہی کیفیت تھی کہ ''شا+ کچھ رحم آH یمیرے پروردگار کو''۔کیوè یکے بعد دv ے دو چار ایسی ای میل آ N جن میں لکھا تھا کہ آپ کے مضامین نہ جانے کیسے ہم -- پہنچے۔بہت دلچسپ لگے پ ائے مہ* نی ہمیں اپنی لسٹ میں شامل کر لیجیئے۔ا- دو اصحاب نے تو+ ریس مانگا اور پھر شرفِ 5 قات بھی بخشا۔ا- دو تو غیر ملکی تھے اس لیئے انہیں بتا* کہ ملنا: ممکن ہے۔ای میل پر ہی گذارا کیجیئے۔الحمداللہ گذارا ہو رہا ہے۔پھر کسی (ہم عصر نے نہیں) نے مشورہ * کہ آرٹیکلز اخبارات کو بھجوا N لیکن اخبارات بھی ہم عصر نکلے۔خوش قسمتی سے ہم نے دو تین مضامین نوائے وقت کے چیف جناب مجیدÂ می کو بھجوا دیئے تھے۔دو تین دن بعد انکا مختصر نوٹ 5 جس میں مضامین کی تعریف کرتے ہوئے کراچی کے ر+ $ اڈیٹر سعید خاور سے رجوع کرنے کے لیئے لکھا تھا جنہیں وہ ہمارے مضامین ارسال کر چکے تھے۔بس اس کے بعد جناب سعید خاور کی مہ* نی سے ہمارے مضامین شائع ہونے لگے اور ضائع ہونے سے بچ گئے۔لیکن مجیدÂ می صا # کا تعریفی نوٹ ہمارے لیئے سرمایہ حیات بنH ی۔جس کی موجودگی میں اب ہمیں کسی تعریف کی ضرورت ہی نہ رہی لیکن یہ خواہش ضرور ہے کہ ہمارے دو & ان پر تنقید اور تبصرہ ضرور کریں۔ہم یہاں اس مضمون کے لکھنے کی ضرور وضا # کریں گے۔ہوا یہ کہ ا- جمعے کی صبح ہم نے ا- آرٹیکل لکھ کر اپنے دوستوں کو بھجوا*۔اتفاق سے پیر کے دن اسی موضوع پر ا- مشہور کالم نویس کا کالم چھپا۔جسے ہمارے ا- دو & نے & کو فارورڈ کر*۔ہمیں بڑا دکھ ہوا کہ ہمارے مضمون کا کوئی ذکر -- نہیں۔ہمارے مضمون اور اس کالم کا موضوع تو اتفاق سے ا- تھا لیکن ہمارے خیال میں ہمارا مضمون اس لحاظ سے بہتر تھا کہ اس میں سیاسی

گھماؤ پھراؤ نہیں تھا۔اس لیئے ہم نے اپنے دو & سے+ ریعے ای میل استفسار کیا کہ کیا اس نے ہمارا مضمون بھی پڑھا۔اس نے جواباً بتا* کہ وقت نہیں 5 لیکن جیسے ہی وقت 5 وہ ضرور پڑھے گا۔ہمیں بہت دکھ ہوا کہ اس نے ہمارا مضمون کھولا -- نہیں جو دو تین دن پہلے بھجوا* جا چکا تھا۔جبکہ ہماری خواہش تھی کہ ہمارے مضامین بھی انٹرM پر فارورڈ کیئے جا N کیوè اس وقت -- ہماری رسائی نوائے وقت -- نہیں ہوئی تھی۔افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے دوستوں نے کبھی اس خاتون کی طرح بھی تنقید نہیں کی جو اپنے خا+ کے کمالات کو نہیں مانتی تھی۔ا- دن . # اس کا خا+ گھر * تو بیوی نے کہا 'g' ہو آج ا- شخص کافی دیر -- ہمارے گھر کی چھت پر اڑ* رہا تھا۔یہ* کمال!'۔شوہر نے . # بتا* کہ دراصل اڑنے والا خود وہی تھا،تو بیوی نے. جستہ کہا ''اچھا۔۔. # ہی اتنا ٹیڑھا ٹیڑھا اڑ رہا تھا''۔۔

۱۹ر جون ۲۰۰۹

ڈِفینس کا علی ہجو یری

ہمارے کچھ مغرب زدہ دانشور جن میں سے چند ا یک نے مذہبی لبادہ بھی اوڑھ رکھا ہے، آجکل ا یک ایسے ایجنڈے پر کام کررہے ہیں جو ہماری قوم کو اسلام سے دور کرنے میں معاون ہوسکتا ہے۔ اور اگر نہیں، $ بھی کم از کم قوم کو تقسیم تو کرسکتا ہے۔ ہماری چند این جی اوز بھی اس ہی ایجنڈے پر کام کررہی ہیں۔ ایجنڈا اسرائیلی ہے۔ فنڈز امریکن یہودیوں کا۔ پس پردہ ہدائیت کار امریکن تھنک ٹینک اور عمل پیرا *پ کستانی اسلامی دانشور اور اسکالرز۔ ایجنڈا ہے مسلمانوں کو اپنے دینی فرائض سے دور کرنا۔ اس کے لیئے ایسے طر j اپنائے جارہے ہیں جن سے بظاہر K $ کی فلاح و بہبود کے لیئے مسلمانوں کو ترغیب ہو۔ ا یک دو سال سے ہمارے چند ہ و جاتے مذہبی اسکالر اور نام نہاد دانشوروں (جن میں دو تین ماشاالله ہم نام بھی ہیں) نے ٹاک شوز میں ایسے شوشے (feelers) چھوڑنے شروع کیئے جو بڑے بے ضرر لگتے ہیں مثلاً اسلام واحد مذہب ہے جو حقوق العباد کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اس سے کس کو اختلاف ہوسکتا تھا لیکن اس کے تیار ہونے کے بعد پہلے قربانی کی اہمیت جتائی گئی اور پھر آہستہ آہستہ اپنا یہ فلسفہ پیش کردیا کہ بجائے جانور ذبح کرنے کے وہی رقم غریبوں میں۔ مساکین اور زلزلہ زدگان میں تقسیم کردی جائے تو M K کی بہتر: مت ہو سکے گی۔ یہ بات کچھ لوگوں کے حلق سے اتر گئی لیکن ان کے اس فلسفے کو مطلوبہ پذیرائی نہیں ملی۔ مخالفت کی وجہ سے اس کے بعد کھل کر اس فلسفے کا پرچار تو بند ہوا لیکن دبے لفظوں اور غیر محسوس طر h ں سے اپنے ہمنوا بنانے کا کام جاری رہا۔ کچھ کچے اور سطحی علم ر p والے ذہنوں کو پراگندہ بھی کرلیا لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ ابھی قربانی کے خلاف مغربی ایجنڈے کی تکمیل کو پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ انٹر M پر کسی علی ہجو یری کی کہانی گردش میں آگئی۔ جس میں اس دور کے کسی نیک حاجی کو میدان عرفات میں یہ الہام ہوا کہ اس سال صرف علی ہجو یری نامی شخص کا حج قبول ہوا ہے۔ نیک بزرگ کی ت ودو سے معلوم ہوا کہ ہجو یر سے کوئی علی نامی شخص

حج کے لیئے گیا ہی نہیں۔ بزرگ کو تشویش ہوئی تو ہجو یر پہنچ گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ اس نام کا موچی ہے۔ جس نے حج کے لیئے پیسہ جمع تو کیا تھا لیکن حج پر نہ جاسکا کیونکہ ا یک دن اس کی بیوی کو پڑوس میں گوشت بھونے جانے کی خوشبو نے بے چین کردیا تو وہ فرمائش کربیٹھی۔ موچی کے پاس پیسے نہ تھے اس لیئے پڑوس میں گوشت مانگنے پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ پڑوسی کئی روز کے فاقے کے بعد مرے ہوئے گدھے کا گوشت پکا رہے تھے۔ علی کو بڑا ملال ہوا اور اس نے اپنے حج کے لیئے جمع شدہ رقم پڑوسی کو دے دی۔ اس طرح اس کو حج کا ثواب، سفر کی صعوبتیں اٹھائے بغیر ہی مل گیا۔ اور فقط اس کا ہی حج قبول ہوا۔ جبکہ تمام دوسرے حاجیوں سمیت، صا # الہام نیک بزرگ بھی اس سعادت سے محروم رہے۔ یہ کہانی پیش کرنے والے نے یہ نہیں بتایا کہ علی ہجو یری کے فاقہ زدہ پڑوسی نے مردار گوشت بھوننے کے لیئے ایسی کونسی ریسپی (Recipe) استعمال کی تھی جس کی خوشبو نے علی کی بیوی کو گوشت کی فرمائش کے لیئے بے چین کردیا اور علی کو اس کے دروازے پر جانا پڑا۔ ویسے برصغیر میں غریب بستیوں میں پڑوسیوں سے مانگنے تانگنے کا کام عورتوں کے ذمہ ہوتا ہے۔ شاید ہجو یر میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس کہانی کے بعد اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لیئے صا # تحریر نے اپنے کسی دوست، ڈاکٹر مقبول جعفری کا واقعہ بھی سنایا جن کے پاس رات تین بجے ا یک جوڑا اپنی بیٹی کو لے کر آیا۔ ڈاکٹر نے بچی کی حالت دیکھتے ہوئے بچی کو داخل کروانے کے لیئے کہا تو انہوں نے بتایا کہ ان کے دو بچے تھے صبح سے دو تین قے سے کچھ دیر پہلے لڑکا فوت ہوگیا۔ بچی کی حالت دیکھتے ہوئے بیٹے کی لاش کو گھر پر چھوڑ آئے لا لگا کر آئے ہیں چار روز سے بھوکے ہیں۔ پیسہ پائی کچھ نہیں ہے اس لیئے جانے دیں، وہ دونوں بچوں کو ا یک ہی قبر میں دفن کردیں گے۔ اس کے بعد ڈاکٹر مقبول کے ذہن میں جو پہلا خیال آیا وہ یہ تھا کہ اس صورت میں کراچی والوں کا حج کیسے قبول ہوگا۔ نہ جانے ان کے ذہن میں یہ کیوں نہیں آیا کہ حکومت جوزکواۃ کی مد میں مال بٹورتی ہے وہ کہاں ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی طور پر جوزکواۃ دی جاتی ہے وہ کہاں ہیں۔ کہانی سنانے والے نے یہ نہیں بتایا کہ یہ میاں بیوی کراچی کے ایسے کس محلے میں رہتے ہیں جہاں کے پڑوسیوں نے ان کے گھر میں جھانک کر نہیں دیکھا۔ بچے کی موت پر چیخے تو ہونگے۔ یہ بھی تو نہیں بتایا کہ چار دن کے فاقہ زدہ جوڑے نے لاش کی حفاظت کے لیئے گھر میں تالا ڈالدیا تھا یا وہاں کوئی قیمتی سامان بھی تھا۔ امیروں کی بستیوں کا تو نہیں کہہ h

لیکن غریبوں کی بستی میں یہ کہانی فٹ نہیں ہوتی۔ کہانی نویس نے حج پہ جانے والوں کی تعداد (105,800) اور % چ ہونے والی رقم تقریباً ۱۹ ارب کا تو حساب پیش کر دیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کے اس رقم سے غربت بھی مٹائی جاسکتی اور ہسپتال بھی قائم کیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا حج سے تین چار مہینے پہلے کتنی زکواۃ جمع ہوتی ہے اور عید پہ فطرہ کتنا دیا جاتا ہے۔ ان کے پاس اس کی تفصیل بھی نہیں کہ روزانہ مزاروں پر کتنا لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ کیا حقیقت میں لوگ بھوکے مرتے ہیں۔ کیا ایک شخص بھوکے بچوں کے لیئے مردار پکا سکتا ہے تو کیا کلفٹن کے مزار پہ W والی سینکڑوں دیگوں میں سے دو پلیٹ کھانا نہیں حاصل کرسکتا۔ اس کے علاوہ مختلف اداروں کی جانب سے قائم کردہ مفت کھانے کھلانے کے سلسلے کی موجودگی میں کیا کوئی بھوکا مرسکتا ہے۔ کیا غربت کی یہ کہانی صرف حج اور بقرعید کے گرد ہی گھومتی ہے۔ کیا کبھی کسی نے غور کیا یہ اچانک بچے فروخت کرنے کا سلسلہ کیسے شروع ہوا تھا۔ اور پھر تین چار واقعات یکے بعد دیگرے کیوں ہوئے تھے۔ جن میں حکومت نے جس زور وشور سے مداخلت کی تھی وہ بجائے خود تعجب انگیز تھا۔ ان واقعات سے کسی کو پیغام دینا مقصود تھا یا قوم کی برین واشنگ تھی۔ غربت ایک حقیقت ہے لیکن اس میں جو فراڈ کا عنصر کا لگتا ہے وہ بھی سامنے لانا ضروری ہے۔ کیا آپ نے کراچی کے مختلف علاقوں میں ایسے نومولود اور چھوٹے بچے نہیں دیکھے جن کے پورے مونہہ پر سیاہ پینٹ کر کے پیلی مرہم تھوپی ہوئی ہوتی ہے۔ پورا چہرہ جلا ہونے کا تصور پیش کیا جاتا ہے بس آنکھیں سلامت ہوتی ہیں ایک بار تو ہم بھی دھوکہ کھا گئے تھے۔ اور فراڈ نہ پہچان سکے۔ ہمارے پاس ایسے فراڈیوں کی بیسیوں سچی کہانیاں ہیں جنکے آگے علی ہجویری اور ڈاکٹر مقبول کی من گھڑت کہانیوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم اس کہانی نویس کے اس دوست سے ضرور ملنا چاہیں گے جس نے یہ کہانی سن کر دو ڈرافٹ بنوائے تھے ایک حج کے لیئے اور دوسرا ہسپتال کے لیئے۔ شکر ہے اسنے حج کا ارادہ نہیں کیا ورنہ ہم کیا کرتے۔ ہم اس سے اس لیئے ملنا چاہتے ہیں کہ اسے ڈفینس کی اس دوکان پہ لے جاسکیں۔ جس پہ جانے کے لیئے جب ہم اپنی چھوٹی سی کار سے اترے تو دروازے پہ کھڑے دربان نے مونہہ پھیر لیا تھا۔ اندر اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ جوتے، ٹائیوں اور سوٹوں کی خریداری زوروں پہ تھی۔ قیمتیں سن کر ہمیں احساس ہوا کہ دربان نے مونہہ کیوں موڑ لیا تھا۔ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ اٹالین جوتے ۵۰،۰۰۰ سے ۷۰،۰۰۰ کے ہوتے ہیں۔ ٹائیوں کی قیمت پانچ سے اٹھارہ ہزار

اور سوٹ تو اسی ہزار سے لیکر دو لاکھ ساٹھ ہزار۔ بڑے آرام سے فروخت ہو رہے تھے کہانی نویس کے دوست نے ہسپتال کو ڈرافٹ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ”کاش میں علی ہجویری ہوتا“۔ ہمیں یقین ہے کہ برانڈ کی وہ دکان دیکھنے کے بعد وہ کہے گا ”کاش میں ڈفنس کا علی ہوتا“۔ لیکن کیا وہ کہانی نویس کسی سوٹ خریدنے والے سے یہ کہہ سکے گا ”یہ سوٹ مت خریدو، اس کی بجائے حج کا فریضہ ادا کرلو۔۔۔ یہ ٹائی نہ لو قربانی کے لیئے ایک بکرا لے لو“ بھارت میں حقیقتاً لوگ بھوکے مرجاتے ہیں لیکن وہاں کوئی دانشور یہ مشورہ نہیں دیتا کہ یاترا پہ جانے کی بجائے اپنی یہ رقوم ڈونیٹ (Donate) کردو۔

۲۲/جون ۲۰۰۹

حج سرٹیفکیٹ

ہمارے ای- دو & فر+ خان نے ابھی ابھی .S.M.S پر آگاہ کیا ہے کہ انٹرنیشنل مارکیٹ میں ای- لیٹر پٹرول کی قیمت 'Rs.13.71' ہے جو سپر ٹیکس کے ساتھ 'Rs.19.20' Ž ہے۔لیکن عوامی سرکار نے نئی قیمت مبلغ '62.60' مقرر کی ہے۔اس اطلاع کے بعد جاگنے، جگانے اور اپنا حق حاصل کرنے کی صلاح دیتے ہوئے ہم سے اس پر کچھ لکھنے کی درخوا & کی ہے۔موضوع قومی نوعیت کا ہے اور درخوا & ای- کرمفرما کی ہے1 اپنا یہ حال ہے کہ۔ع

ے .# سے جا* ہے کہ ہیں* اہل* دہ >

اب مجھے جام اٹھانے سے حیا آتی ہے

اس ضمن میں ہم نے ای- مضمون ''ہم عصر'' لکھا تھا اور ای میل کرتے ہوئے یہ مژدہ جانفزا بھی بھجواد* ی تھا کہ شا+ یہ آ%ی مضمون ہے جو ہم ای میل کر رہے ہیں۔اس کے جواب میں ۵۰ میں سے صرف دو دوستوں نے+ ریعے واپسی میل بتا* ی کہ وہ ہمارے مضمون پر ھتے ہی نہیں فارورڈ بھی کرتے ہیں اور یہ* کید بھی کی کہ انہیں محروم نہ کیا جائے۔پندرہ بیس دن بعد اتفاقاً ای- ایسا ایشو جس میں اسلام خطرے میںÃ آ رہا تھا، ہاتھ* ی اس لیئے ''ڈفینس کا علی ہجو ی'' لکھنا پڑا۔موضوع اتنا اہم تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی تمام دوستوں کو ای میل کرد* ی۔لیکن اس کا حشر بھی پچھلے مضامین جیسا ہی ہوا جس خطرے کے پیشÃ یہ مضمون لکھا تھا وہ کل عود کر بلکہ کود کر اس خبر کی صورت میں سامنے* ی کہ مسلم* جکستان کے صدر نے اپنی قوم سے درخوا & کی ہے کہ حج پر جانے کی بجائے اپنی رقم فلاحی کاموں پر%چ کریں*۔ جکستان سے ہر سال* پنچ ہزار لوگ حج پر جاتے ہیں اس سے ای- خطیر رقم کی بچت ہو سکے گی۔کہاوت ہے کہ* پ کے مرنے کا غم نہیں لیکن غم یہ ہے موت نے گھر دیکھ لیا ہے۔اس لیئے ہماری تشویش میں اضافہ ہH ی ہے کہ ہمارے یہاں سے تو* پنچ ہزار نہیں ای- لاکھ* پنچ ہزار سے بھی ز* یدہ جاتے ہیں۔اُ/ ہمارے بینکار (اس میں 'ن' نہ پڑھی جائے تو بھی چلے گا) مشیر%انہ کی سمجھ میں* جکستان کی مثال آگئی تو e کے دینے پڑ جا N گے کہ یہاں معاملہ پندرہ سے بیس ارب کاC ہے۔اور مشورہ دینے میں اپنی A. سے بھی کچھ نہیں لگتا۔اور پھر یہ تو ہماری+ قسمتی ہے ہی کہ ہمارے%انے کی چابی ز* یدہ* بینکاروں کے* پس رہتی ہے جن کا تجربہ صرف قرض e* ی دینے-- کا ہی ہو* ہے* ی یہ کہہ لیجیئے کہ ڈ M کر+ ٹ-- ہی محدود ہو* ہے۔اس لیئے کچھ بعید نہیں کہ* م نہاد اسلامی اسکولروں کے مشوروں سے حج فیس مبلغ ڈیڑھ لاکھ کے عیوض عازمین حج کو صدر کی جا$ سے ای- سرٹیفکیٹ د+* ی جائے جس کی رو سے درخوا &/ ار آئیندہ سے حج کی صعوبتیں اٹھائے بنا ''حاجی'' کہلائیگا۔نیز تمام اینلائٹنڈ اسلام کے حامی دانشور اور اسکالرز دعا گو رہیں گے کہ تمام عازمین کا حج مقبول ہو۔ایسے تمام حاجیوں کو د* بھر میں مقبول کرنے کے لیئے سرکار اپنے وزرا کو مختلف ممالک کے دوروں پر اس ہدائیت کے ساتھ بھیجے گی کہ وہ اپنے اپنے حلقوں کے سرٹیفکیٹ یافتہ دار حاجیوں کا ت* کرہ کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔اس تمام عمل سے بجٹ پیش کرتے ہوئے وز ی مملکت بھی پُر اعتمادÃ آ N گی اور بغیر لکنت کے کہہ سکیں گی کہ حج درخواستوں کی مد میں بیس ارب آئے۔حاجیوں کو سرٹیفکیٹ جاری کرنے اور انہیں د* میں مقبول کروانے کے لیئے بھیجے جانے والے وفود پر%چ ہوگا اٹھارہ ارب۔اس طرح صرف حج اسکیم سے دو ارب کی بچت متوقع ہے۔جو آئندہ سال قر* بانی اسکیم متعارف کرانے کے علاوہ ایسے مناظروں اور مذاکروں پر%چ کی جائے گی جس میں عوام کو بتا* ی جائے گا کہ سرٹیفکیٹ کے ذریعے حاجی کہلانے والے سفری صعوبتوں سے محفوظ رہیں گے۔اور قر* بانی کی وجہ سے جو صفائی کا مسئلہ پیدا ہوجا* ہے اس سے بھی بچا جا سکے گا۔اس سلسلے میں ہجو ی کے موچی (جس کا حج گھر بیٹھے قبول ہوا تھا) پر* ک شوز بھی کیئے جا N گے۔بینکار مشیر* ی وز ی%انہ کا یہ فا+ ہ ہے کہ پو+ فولش، پینی وا؛ (Pound foolish, penny wise) ہوتے ہیں۔اس لیئے کسی بڑی اسکیم بنانے کی بجائے موجود تلوِں میں سے ہی تیل نکالتے ہیں۔مثلاً اُ/ ای- کروڑ لوگ ٹیکس دیتے ہیں تو نئے ٹیکس گذاروں کو تلاش کرنے سے بہتر ہے ان پر ٹیکس H کردو۔اس طرح ای- ارب آمدنی دو ارب ہوجاتی ہے۔یہ ہی فارمولا بجلی اور گیس کے لیئے ہے۔اب کوئی بڑی تبد ~ کر* چاہے تو اس کے لیئے

محنت ہی نہیں دماغ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ہمیں* یہ دیکھتے ہیں پاکستان W کے بعد جور W ے کا* ٹائم ٹیبل تھا وہ گرمیوں اور سردیوں میں* پانچ پانچ منٹ اوپر نیچے کر کے چھاپ* دیا جاتا تھا۔ایک عرصے بعد کسی نے اس میں خاطر خواہ تبدیلی کی کوشش کی تو* یونینوں نے احتجاجاً ٹکرا* شروع کر دیا۔اس لیئے طے* پایا کہ* ٹائم ٹیبل وہ ہی رکھا جائے ہاں،* یونینوں کے* موں میں ردو+ بدل کر کے عوام کو بیوقوف بنا* یا جائے۔ان مثالوں کے بعد ہم فر+ یقین صا # سے یہ کہہ h ہیں کہ پیٹرول میں ۴۰ روپے کی تخفیف کرنے سے پورا بجٹ ا) پلٹ ہو جائے گا۔اور اس کو+ ایڈجسٹ کرنے کے لیئے جینوM ماہر معاشیات کی ضرورت ہوگی یہ کام کسی بینکار* یا آڈیٹر کے بس کا نہیں۔اس ہی طرح جاگنے، جگانے اور اپنا حق e کے لیئے شعور کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے عوام ایک ہی سوراخ سے کئی* بار ڈسے جانے کے بعد بھی اس ہی سوراخ سے* بار ڈسے جانے کے قائل ہیں۔آج بھی ہماری 5 قات ایسے پڑھے لکھے جاہلوں سے ہوتی ہے جو کہتے ہیں پرویز مشرف ہی ان معا5 ت کو ٹھیک کر سکتا ہے۔آج بھی ہمارے عوام روٹی کپڑے کے فریب$ میں مبتلا ہیں۔کیا کوئی ہمیں ایک فقط ایک ایسا قومی ایشو بتا سکتا ہے جس پر پوری قوم متفق ہو۔

۲رجولائی ۲۰۰۹ء

* مروت کمپیر -

کمپیر - کوئی آسان کام نہیں۔کمپیر حضرات کے سامنے اچھے اچھوں کا سانس اکھڑنے لگتا ہے لیکن نہ جانے کیوں کمپیر حضرات کچھ* زیادہ ہی* بامروت ہو گئے ہیں۔اس مروت کا فا+ ئدہ اٹھاتے ہوئے اکثر مہمان، خاص طور پر حکومتی u ئندے جھوٹ کا وہ طومار* + باندھتے ہیں کہ عام* ناظر جھوٹ اور سچ میں تمیز ہی نہیں کر*** ۔اس پر* بامروت میز* بان کی پہلو تہی بھی مخمصے میں ڈالنے میں کافی اعا$ کرتی ہے۔ماضی بعید میں چینلز تو تھے نہیں اس لیئے عوام اتنے* باخبر نہ تھے جتنے آج ہیں۔ماضی قریب$ یعنی پچھلی دہائی میں یکلخت ٹی وی چینلوں کی بھرمار نے وہ وہ گل کھلائے کہ الامان والحفیظ۔پرویز مشرف کے وزیروں نے تو دروغ گوئی میں گویا کمال ہی کر دیا تھا۔مناظرے* یا مذاکرے تو کیا ہو* تھے،بس جھوٹ اور سچ کے مقابلے ہی ہوتے جن میں حکومتی ارکان کے جھوٹ کے آگے حق گوئی کے% اغوں کو* 1 ہم نے خود دیکھے ہیں۔دروغ گوئی میں یکتا، ایسے ایسے وزرا سے واسطہ پڑا کہ حالات حاضرہ پر مکمل عبور p والے حضرات کو بھی اپنے علم اور واقفیت پر شک ہونے لگا۔حکومتی ارکان میں* نامی گرامی ایک ایسے وزیر بھی تھے کہ جن کی دروغ گوئی کو% اج پیش کرنے کے لیئے جناب اعتزاز احسن نے انہیں 'ایم اے غلط بیانی' کے خطاب سے نوازا۔ایک اور عظیم المرتبت M وزیر تھے طارق عظیم جنہوں نے اپنے + انداز گفتگو سے کمپیر حضرات کے دل موہ لیئے اور & ان کی شیریں بیانی میں اس طرح کھو جاتے کہ خیال ہی نہیں رہتا کہ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا ہے۔ان دو حضرات کے برعکس ایسے بھی وزیر تھے جنہیں کر* # لہجے اور جارحانہ + انداز سے اپنی* بات منوانے کا فن آ* تا تھا۔اس میں پیش پیش تو وصی ظفر تھے لیکن شیر افگن بھی پیچھے نہ تھے جنہیں دو اور دو* پانچ کرنے کا سلیقہ بھی آ* تا تھا۔اس کے لیئے وہ آ M کی کوئی بھی دو شقوں کا حوالہ دے کر کہہ دیتے کہ ان دونوں کو 5 کر پڑھو تو مطلب ان کے حسبِ منشا ہی آئے گا۔اب جہاں ایک شق یعنی شق نمبر ٦ ہی پڑھنے کے لالے ہوں تو وہاں فلاں شق کو فلاں شق کے ساتھ

5 نے کی فرصت کہاں؟ چوè ان وزرا کی* گ دوڑ ا ی- غاصب کے ہاتھ میں تھی اس لیئے ان کے ساتھ تمام محبّ وطنوں کا رویہ* لکل ان مکینوں کا سا تھا جن کے مکان پر ڈاکوؤں نے قبضہ کر کے انہیں یرغمال بنا رکھا ہو اور وہ اس خوف سے مزاحمت کرنے سے اَ ن اں ہوں کہ لڑائی بھڑائی کی صورت میں کہیں کسی گھر والے کو کوئی گولی نہ لگ جائے، کوئی گند+ نہ پہنچ جائے، کہیں ا5 ک کا نقصان نہ ہو جائے۔ جبکہ ڈاکوؤں کو ایسا کوئی خوف نہیں ہو*۔ بس اس ہی خوف میں کہ & سے پہلے* پ کستان کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے تقریباً نو دس سال گذار دیئے۔ اور پھر غاصب سے جان چھوٹی بھی تو اسکی* پ لیسیاں کمبل ہو گئیں۔ سنا ہے کہ آج کی* پ لیسیاں بھی اس ہی کا تسلسل ہیں۔ پ ی مشرف تو Hا لیکن* پ لیسیاں ہی نہیں عادات و اطوار بھی چھوڑ Hا۔ جو حکومتی ارکان میں سرائیت کر گئی ہیں۔ اَ/ کوئی ر ^ چ کر* چاہے تو بتا سکتا ہے کس نے کس کی جگہ لے لی ہے۔ اَ/ پچھلے دور میں 5ئم لہجے والے طارق عظیم تھے تو آج ان سے ز* یدہ م خوز یر خارجہ ہیں۔ اس ا ی- مثال پر اکتفا کرتے ہوئے ہم یہ کام کسی رہo% پر چھوڑتے ہیں جو بتا سکے گا کہ کس نے کس کو ری پلیس (Replace) کیا ہے۔ یقین جانیئے ز* یدہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ بس دو چار* ک شو دیکھیئے۔ دو تین بیا* ت g۔ دو تین تبصرے 5 حظہ کیجیئے۔ ا ی- دو یو (U-Turns) سے محظوظ ہونے کی کوشش کیجیئے۔ K اللہ محسوس ہی نہ ہوگا کہ ہم دور پ وی ی سے نکل آئے ہیں۔ ہاں چہرے ضرور+ لے ہوئے لگیں گے۔ نہ صدارت میں فرق نہ وزارت میں۔ چند خواتین نے درانی، وصی اور شیر افگن کی جگہ اس طرح پُر کی ہے کہ ہمیں تو رشک ہی آ* ہے۔

* ت شروع ہوئی تھی کمپیر حضرات کی مروت کی۔ جو پ وی دور میں تو مصلحت کے تحت مروت کرتے ہی تھے، لیکن نہ جانے اب کیا مجبوری ہے کہ بے چارے آج کے جمہوری دور میں بھی یہ جا... ہوئے بھی کہ کُھا رہا ہے ظالم جھوٹی قسم' پھر بھی اعتبار کرنے کا* دینے لگتے ہیں۔ اور اس کا مظاہرہ ہم نے خود دیکھا ہے پہلے پہل تو چیف جسٹس کی بحالی کے مطالبے کے وقت، . # وزرا نے کھلم کھلا مخالفت کرتے ہوئے جھوٹ کے ml رلگا دیئے کہ ان کی لیڈر نے کبھی اس کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ حد تو $ ہوئی . # وڈیو کلپ کی موجودگی میں مز+ جھوٹ سامنے آئے اور بجائے وزرا کے اینکر پ سن بے بس Ã آئے۔ لطف تو یہ ہوا . # کہا Hا کہ ہم چار ٹ آف ڈیموکریسی پر عمل تو کر* چاہتے ہیں لیکن کچھ تکنیکی* تیں آڑے آ رہی ہیں اس لیئے ا ی- آرڈر سے بحالی

ممکن نہیں۔ لیکن پھر بحالی بعد o% ابی ء آ ی را ی- آرڈر سے ہی ہوئی۔ لیکن کسی کمپیر نے بے مروتی کا سہارا لیکر شیخ رشید- کو شرمندہ نہیں کیا جو کہتے تھے 'افتخار چودھری ا ی- گھنٹے کے لیئے بھی بحال نہ ہوگا'۔ یہ بھی g رہے کہ بحالی نہیں ہو سکتی کیوè اب چیف کنٹرورشل ہو گئے ہیں۔ بوجہ مروت کسی نے نہیں پوچھا کہ بھئی یہ اچا- بحالی کیسے ہو گئی۔ ہاں وزرا نے خود ہی وضا # کر دی کہ ہم نے اپنا وعدہ پورا کر* ی۔ آجکل پھر یہ مسئلہ درپیش ہے یعنی چارٹ آف ڈموکریسی کے تحت ستر ہویں ترمیم کا خاتمہ۔ لیکن سوال اٹھائے جا رہے ہیں کہ اس سے بیلنس آف* پ o% اب ہو جائے گا اس لیئے کوئی درمیانی حل نکالنا ہوگا۔ وزرا دور کی کوڑی لا رہے ہیں کہ جمہور ی$ کی کشتیاں اس ہی وجہ سے ڈوبتی رہیں کہ کبھی وزیر اعظم تو کبھی صدر مطلق العنان ہوتے تھے۔ . # انہیں* ی د دلا* ی جا* ہے کہ .C.O.D پر دستخط تو & نے کیئے تھے پھر اب اس پر عمل کرنے میں کیا قبا # ہے تو پھر وہی رٹ کہ ہم کر* تو چاہتے ہیں لیکن۔۔۔۔ اس ہی طرح مروت کا مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آ* ہے . #* ک شوز میں سیاستدان ا ی- دوسرے پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ لوگ تو ڈکٹیٹر کی گود میں پلے بڑے ہیں۔ اور ستم یہ کہ ساری ڈکٹیٹر ش& ضیاالحق پر ہی دم توڑ دیتی ہے یہ سن کر بھی کوئی اینکر پ سن یہ* ی د نہیں دلا* کہ بھئی اس سے پہلے ایوب* می ڈکٹیٹر بھی گذرا ہے جس کے بطن سے بھی کچھ سیاستدان جنم لے چکے ہیں اور وہی تو ہے جس نے سیا & کو* نجھ کر* ی تھا اس ہی لیئے تو سیاستدانوں نے ڈکٹیٹروں کے گھر پیدا ہو* شروع کر* ی تھا۔ اینکر پ سن* ی کمپیر حضرات اس وقت بھی خاموش رہتے ہیں . # کوئی مشرف کے احتساب کی* ت کر* ہے اور جواب ہو* ہے کہ اَ/ احتساب ہی کر* ہے تو پہلے ضیاء کا ہو* چاہیئے۔ نہ جانے کیوں یحییٰ اور ایوب کو استثناء مل جا* ہے۔ حالاè ایوب نے* پ کستان کو نہ صرف جمہور ی$ کی پٹری سے ا* را تھا بلکہ مادر ملت کی توہین کا بھی مرتکب ہوا تھا۔ اور کم از کم اس o% م میں ہی اسے اور اسکے ان تمام ساتھیوں کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے، جنہوں نے دھا+ لی سے مادر ملت کو ہرانے میں کوئی کردار ادا کیا تھا۔ ورنہ & جا... ہیں کہ اسّی پ سنٹ سے ز* یدہ مادر ملت کے حامی بی ڈی ممبرز کی موجودگی میں ایوب کیسے A. سکتا تھا۔

۶/جولائی ۲۰۰۹ء

*. درہ

*. درہ سے ہماری واقفیت ۱۹۵۰ کی دہائی سے ہے۔ # ڈا ئریکٹر محبوب کی فلم ''آن'' *پ کستان کے سینماؤں میں ریلیز ہوئی تھی۔ ریلیز کے وقت کم عمری کے *۔ فلم دیکھنے کی اجازت نہ تھی اس لیئے کافی عرصے بعد۔۔۔ تقریباً چھ سات سال بعد فلم دیکھنے کا موقع 5۔ اس وقت ۔۔ اسکول میں ڈراموں میں حصہ ė کے علاوہ کورس میں شامل شیکسپیر کے ڈراموں کے پڑھنے اور ان پ تنقیدی مضامین لکھنے کی وجہ سے کافی سوجھ بوجھ پیدا ہو چلی تھی۔ اس لیئے فلم وغیرہ ہمیشہ تنقیدی Ãوں سے ہی دیکھتے رہے۔ آن میں فلم اسٹار *. درہ کو دیکھنے کے بعد ہمارا یہ ہی خیال تھا کہ ڈائریکٹر نے *. درہ کو ذہن میں رکھ کر فلم کا اسکرپ $ لکھوا یا ہوگا۔ ہمارا خیال اتنا غلط بھی نہ تھا کیو è آن کے علاوہ *. درہ کی کوئی فلم کامیاب نہ ہوسکی۔ آن میں ا یک مغرور رانی کے کردار میں واقعی خوب جچی ورنہ شکل صورت میں ہیرو M والی کوئی بات نہ تھی۔ اداکاری بھی غرور اور تکبر میں چھپ کر رہ گئی تھی۔ اگر اس کا کردار غرور کا آئینہ دار نہ ہوتا تو شا ئد فلم صرف *. درہ ہی کی وجہ سے *بکس آفس پ *. کام ہوجاتی۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اگر فلمسٹار نرگس یہ رول کرنے سے انکار نہ کرتی تو نہ *. درہ کو یہ کردار ملتا اور نہ ہماری اس سے واقفیت ہوتی۔ دوسری *بار *. درہ سے اس وقت *پ الا پڑا۔ # حکمرانوں نے ا یک ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالی جس کے *. م کا مخفف *. درہ (N.A.D.R.A) ٹھہرا۔ محکمے کا *. م نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹر C اتھارٹی ہے۔ جس کا مخفف کسی طرح بھی *. درہ نہیں C ۔ انگریزی میں بھی ' National Data-base And Registration Authority ' کا مخفف مروجہ اصولوں کے تحت ' N. D. A. R. A *یـ ارا' ہو *. چاہیئے تھا لیکن ار *باب اختیار نے شا ئد رنگین مزاج غاصب کی خوشنودی کی خاطر کھینچ *. ن کر اسے ² ا M سے ہمکنار کر دیا۔ حالا è ² ا M تو فلم اسٹار *. درہ میں بھی صرف *. م کی ہی مرہونِ منت تھی۔ کہتے ہیں *. موں کا اثر چال چلن پ بھی پڑتا ہے شا ئد یہ ہی وجہ ہے کہ اس محکمے کی سوچ میں بھی کافی ز *. نہ پن

غا) ہے۔ ورنہ جس ملک کے وسائل محدود ہوں وہاں اسراف کا کیا کام۔ ہمارے ملک میں ابھی تمام *۔ دی کے شناختی کارڈ بن نہ *پائے تھے کہ *. درہ کا ¼ رہا H جس نے یکلخت نئے سرے سے کارڈز بنانے کا کام شروع کر دیا۔ ہم نے بھی پہلی فرصت میں پوری فیملی کے کارڈز یہ سوچ کر بنوا لیئے کہ یہ الیکٹرا ۔ کارڈز ہیں بس عمر بھر کی فرصت ہو جائے گی لیکن پہلا جھٹکا اس وقت لگا۔ # *پ سپورٹ بھی الیکٹرا ۔ درکار ہوئے اور ہم بیگم کے ساتھ نئے *پ سپورٹ کے حصول کے لیئے *پ سپورٹ آفس پہنچ گئے وہاں معلوم ہوا کہ صرف بیگم کا الیکٹرا ۔ شناختی کارڈ ایکسپائر ہو چکا ہے۔ یہ ہمارے گمان میں بھی نہ تھا کہ شناختی کارڈ بھی ایکسپائر ہو h ہیں۔ اپنے اور بیوی کے کارڈز کا بغور مطالعہ کیا تو حیرت ہوئی۔۔ واقعی % ا کی *ریخ ا یک ہونے کے *باوجود دونوں کی ایکسپائری کی *ریخوں میں فرق تھا۔: اجانے کو µ فارمولے کے تحت ایسا کیا H تھا۔ ہمارے لیئے تو یہ ہی عجیب تھا کہ ''شنا # '' بھی ایکسپائر ہوسکتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ شنا # تو مرنے کے بعد بھی ایکسپائر نہیں ہوتی۔ (یہاں ہماری مراد جسمانی نہیں، بلکہ ولدیت $ ، سر 4 *ریخ و جائے پیدائش وغیرہ سے ہے)۔ دوئم یہ *بات بھی تعجب خیز تھی کہ جس ملک میں لوگ پہلی *بار ہی کارڈ بنوانے سے ا یـ اں ہیں وہاں ان سے یہ امید کیسے رکھی گئی کہ وہ ایکسپائری پ بھی توجہ دیں گے۔ ہاں کسی مجبوری کے تحت اور *بات ہے۔ ہمارا خیال ہے یہ & اس *. نہ *. م کا ہی اثر ہے کہ محکمے نے کمائی کا یہ گھماؤ پھراؤ کا طر i اپنا یا ہے۔ کمائی کے لیئے اس سے تو یہ بہتر ہوتا کہ کارڈ رŠ (Renew) کرانے کے لیئے ہر سال کارڈ پ ڈا Î نے سے ٹکٹ لگوانے کا اہتمام کر دیا جاتا *. درہ نے یہ نہیں سوچا کہ اٹھارہ کروڑ کے کارڈ ẄẄ * ۔ دی میں قابل قدر اضافہ ہو جائے گا۔ اس لیئے حاملِ کارڈ کو د *بارہ زحمت دینے سے فا ئدہ !! لیکن ٹھہریئے ہوسکتا ہے *. درہ کو یہ فکر دامن گیر ہو کہ حکومت کہیں افزائش ± پ *پابندی نہ لگا دے یا بچوں کی پیدائش پ کوئی ٹیکس لگا کر ا وتھ ر $ نہ کم کر دے۔ ہوسکتا ہے اسے یہ خوف ہو کہ اس صورت میں اسکے (*. درہ کے) محکمے کے مستقبل کا کیا ہوگا۔ اس ہی لیئے یہ ایکسپائری سسٹم بنا یا H کہ ہر دو چار سال بعد ہر شخص د *بارہ *. درہ سے رجوع کرتا رہے گا۔ * گاہک نہیں تو پ *. ہی سہی۔

*. درہ کے اس ئد از فکر میں تو ہمیں اس خاتون کی سوچ کا پ تو Ã آ رہا ہے جس نے اپنے شوہر کے پیر د *با تے

ہوئے ٹسوے بہانے شروع کر دیئے تھے۔ شوہر کے استفسار پر بڑی مشکل سے گویا ہوئی ”سرتاج مجھے تو یہ سوچ کر رونا آ رہا ہے کہ آپ کے بعد میرا کیا ہوگا“۔ سادہ لوح شوہر کا دل پسیج گیا کہ کتنی وفا شعار اور محبت کرنے والی بیوی ملی ہے۔ بیچارے کو ایکبار بھی یہ خیال نہیں آیا کہ بیگم یہ طے کیئے بیٹھی ہے کہ جانا پہلے خاوند ہی کو ہے۔ اس کے بر عکس اختیار نے بھی شاید اسی خیال سے ہر دورہ کے بہتر مستقبل کے لیے یہ اہتمام کیا ہے کہ ایکسپائری کی صورت میں ہر دورہ کے لیئے ایک مستقل آمدنی کا بندوبست ہو جائے اور گلشن کا کاروبار چلتا رہے۔

۲۱/جولائی ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۲۵ جولائی ۲۰۱۰ء

آپ یقین کریں۔۔۔یا نہ کریں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بھارت ایک بے اصولی ملک ہے۔ ثبوت میں سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن ہم صرف ایک تازہ مثال پر اکتفا کریں گے، جو ہمیں ۲۲ جولائی ۲۰۰۹ء کے اخبار سے ملی ہے۔ خبر ہے کہ بھارت کے سابق صدر اور ایٹمی سائنسداں عبدالکلام کو دہلی ائیر پورٹ پر اس وقت ذہنی و جسمانی اذیت سے دوچار ہونا پڑا جب ایک فضائی کمپنی نے سابق صدر کو وی۔ آئی۔ پی کا پروٹوکول دینے سے انکار کرتے ہوئے ان کی جامع تلاشی کے بہانے جوتے اتروا لیئے۔ اب یہ معاملہ پارلمنٹ میں اٹھایا جائے گا۔ اصولاً تو سابق صدر کو پورا پورا پروٹوکول ملنا چاہیئے تھا کیونکہ اس کے پڑوسی ملک میں یہ ہی رائج ہے کہ سابق صدر کو ہر قسم کی مراعات دی جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ چاہے تو دورانِ صدارت ملے ہوئے تحائف بھی بیت المال میں جمع کرانے کے بجائے بغیر کرایہ دیئے اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے۔ لے جاسکتا کیا وہ لے بھی گیا۔ آخر ملک کا صدر تھا۔ کوئی مذاق نہیں تھا! کیا ہوا اگر بونا فائیڈ (Bonafide) نہ تھا۔ مراعات تو صدور کا حق ہوتی ہیں۔ اس ہی لیئے ایک رعایت تو یہ ملی کہ اسے آئین توڑنے کے جرم پر عدالت میں نہیں گھسیٹا گیا۔ سوچنے کی بات ہے اگر صدر کو بھی عوام کی طرح ٹریٹ کیا جائے تو صدر بننے کے لیئے کون راضی ہوگا۔

ہم نے بھارت کو بے اصولا اس لیئے کہا کہ اس نے صرف عبدالکلام کے ہی معاملے میں دو بار اصولوں کی خلاف ورزی کی۔ پہلی بے اصولی تو یہ تھی کہ اس نے اپنے ایٹمی سائنسدان کو صدر بنوایا جبکہ اسے نظر بند ہونا چاہیئے تھا کہ اس کے پڑوسی ملک میں یہ ہی نظیر ملتی ہے۔ دوسری بے اصولی جو اس سلسلے میں ہوئی ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ بھارت کا المیہ یہ ہے کہ اسے اچھے پڑوسیوں کی طرح رہنا نہیں آتا۔ ورنہ اپنے پڑوسی ملک سے سیکھنے کے کئی مواقع ضائع نہیں کرتا۔ آج اسے سابق صدر کے جوتے اتروانے کے سلسلے میں جس جگ ہنسائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہ اس کی اپنی حماقت کا نتیجہ ہے اگر وہ ہماری طرح اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے اپنے ایٹمی سائنسدان کو صدر بنوانے کی بجائے نظر بند کر دیتا تو کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں ملتا اور صدارت کی کرسی کسی دوسرے حقدار کو مل جاتی۔ بھارت نے کبھی غور نہیں کیا اور ہمارے حکمرانوں سے سیکھنے کی کوشش نہیں کی

. # کہ ہمارے حکمرانوں نے ت* م زمانہ چانکیہ -- سے نہ صرف حکومت کرنے کے طر j سیکھے بلکہ اس کے دیئے ہوئے اصولوں پ سختی سے کاربند بھی رہے۔ جبکہ چانکیائی اصولوں سے فا4 ہ اٹھا* تو بھارتی حکمرانوں کا حق تھا لیکن انہوں نے اس سے کوئی فا4 ہ نہیں اٹھا* ۔ چانکیائی اصول ہے کہ & سے پہلے اپنے پ احسان کرنے والے، اور اپنے دستِ را & کو کھڈے لائن لگا دو۔ مثال کے طور پ جنرل ایوب خان نے اپنے د & را & جنرل اعظم کے علاوہ د v جنرلوں کو ,ڑی صفائی سے سفیر، مشیر* ، گور بنا کر مین اسٹریم (Main Stream) سے دورر p کی روا $ ڈالدی جس کو آنے والے غاصبوں نے خوب نبھا* اور جنرل ضیاء نے اپنے ساتھی جنرلوں، جنرل چشتی وغیرہ اور پ وی مشرف نے اپنے ان جنرلوں کو جنہوں نے جہاز اغوا کا ڈرامہ رچا* تھا، دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ مشرف تو کچھ اور آ گے ,ڑھ H اور محسن* کستان کو بھی کچھ اس طرح رسوا کیا H کہ اسکے جانے کے بعد بھی ڈاکٹر صا # اب -- اپنا صحیح مقام حاصل نہیں کر* ئے۔ سمجھ سے * لا ہے کہ موجودہ حکومت کی کیا مجبوری ہے ڈاکٹر صا # کو انکا کھو* ہوا مقام نہیں دلا* رہی۔ کھوئے ہوئے مقام کی* ت تو ہم د* وی دکھاوے کے لیئے کہہ رہے ہیں ورنہ ڈاکٹر صا # کی جو عزت قوم کے دل میں ہے وہ شا4 قا4 اعظمؒ کے بعد صرف ڈاکٹر صا # کے حصے میں ہی آئی ہے* ت شروع ہوئی تھی عبدالکلام کے جوتے ا" وانے سے، لیکن ہم کچھ ,* تی ہو کر بہک گئے ورنہ یہ مضمون لکھنے کا مقصد تو بھارتیوں کو صرف یہ بتا* تھا کہ وہ خوا مخواہ اس معاملے کو* لیمنٹ میں لے جا رہے ہیں یہ تو اپنے گندے کپڑے چوراہے پ دھونے کے مترادف، اور اپنی روائیتی ہٹ دھرمی سے اZ اف کے مصداق ہو گا۔ کیو è بھارتیوں کی ہٹ دھرمی تو اس + ی' کی طرح ہے جس کی* نگیں، اس کے لڑھکنے کی صورت میں آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہیں اور وہ سیدھا نہیں ہو* تو کہتا ہے 'کیا ہوا جو میں اَ H لیکن میں نے آسمان کو تو اَ نے سے روکا ہوا ہے'۔ بس بھارتی حکمرانوں کو چاہیئے کہ کہدیں کہ ڈاکٹر عبدالکلام کے جوتے تو فضائی کمپنی کے عملے نے جوشِ عقیدت میں ا" وائے تھے کہ شا4 اس بہانے ا ê جوتے سیدھے کرنے او %ن چھونے کا موقع مل جائے۔

۲۲ر جولائی ۲۰۰۹ء

بے شرمی، تیرا ہی آسرا

مرزا غا) کے* رے میں & ہی جا ... ہیں کہ انہیں ساغر و مینا سے ,ڑی رغبت تھی اس لیئے قرض کی پ W یا میں بھی عار نہ تھا۔ ع

قرض کی پ W تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رن- لائے گی ہماری فاقہ مستی ا- دن

اس کے* وجود نہ ان میں خود داری کی کمی تھی نہ ضمیر ہی مردہ ہوا تھا۔ اپنے اعمال پ شرمندہ رہتے تھے + اعمالیوں پ فخر نہیں کرتے تھے۔ اس ہی لیئے تو کہا تھا۔ ع

کعبے کس مونہہ سے جاؤ گے غا !
شرم تم کو 1 نہیں آتی

یہ تو اعلیٰ ظرف لوگوں کی* تیں ہیں ورنہ ایسوں کی ' کمی ہے جو بانگِ دہل %م کرتے ہیں اور شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔ انکا تو È ہ ہی یہ ہے کہ 'بے شرمی تیرا ہی آسرا'۔ کچھ لوگوں کا خیال ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کو سترہ اٹھارہ کروڑ عوام کی غر $ * دی میں ڈھ4 اجا سکتا ہے کیو è بھوک سے بلکتے ہوئے ، غر $ کے مارے لوگوں کی مجبوری میں کیسی شرم اور کہاں کی خود داری؟ بقول ساحر لدھیانوی 'بھوک آداب کے سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی' لیکن یہ عجیب* ت ہے کہ خود داری اور حیا غریبوں میں ہی ملتی ہے جو انہیں خود کشی پ مجبور کر دیتی ہے۔ حالا è خود داری کی توقع تو پیٹ بھروں سے ہونی چاہیئے لیکن اب تو مقتدر اور صا #, ث وت ہستیوں نے شرم و حیا بھی کراچی الیکٹرک سپلائی کارپور C (K.E.S.C.) ۔ حبیب بینک۔ پی ٹی سی ایل وغیرہ کی طرح @ کھائی ہے۔ اَ ,، وقت ٹوک نہ دیئے جاتے تو اب -- اسٹیل مل، ر W، ود v منفعت بخش ادارے بھی مالِ مفت، دلِ بے رحم کے مصداق اونے پونے @ کر کھا گئے ہوتے۔ اللہ بھلا کرے چیف جسٹس کے ازخود نوٹسوں کا، کہ یہ ادارے بکنے سے بچ گئے۔ اَ چہ چیف کو اس کی بھاری قیمت چکانی پ ڑی لیکن جیسے کہا H ہے کہ

ے رات کی تیرگی .# حد سے گذر جاتی ہے
ظلمت ؒ& کے مٹانے کو سحر آتی ہے

بس اس ہی لیئے اللہ نے چیف جسٹس کونمود سحر کا درجہ دے ڈ*یا اور ان سے کی گئی ڈ*یدتیاں، قوم کی • ت کے کام آ گئیں اور اٹھائی گیروں سے جان چھوٹ گئی (خوش فہمی ہے)۔ ہر سمجھدار آدمی سمجھ رہا تھا کہ الیکشن میں ہارنے کے بعد دوبِ و,ِی کے وزرا مونہہ دکھانے سے بھی اَ ,ِ کریں گے۔لیکن آفرین ہے انہوں نے تو بے غیرتی کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ ,ڈے طمطراق سےؒ*ٹک شوز میں جلوہ اَ ہوتے ہیں۔ پنڈی کے اے فرز+ نے تو الیکشن ہارنے کے بعدق لیگ سے رسہ ٹوا کر اپنی ڈ یڑھ نہیں بلکہ سوا ا M کی* پارٹی بنالی۔ سیاسیات ,پ تبصرے اس طرح کرتے ہیں جیسے ماضی ہی نہیں مستقبل ,پ بھی ان کی گہری Ã ہے۔ چیف جسٹس کی بحالی سے پہلے کا بیان تو بھولے نہیں بھولتا، کیوè ,ڈی رعوٰ$ سے کہا تھا 'افتخار چودھری اے گھینٹے (گھنٹے) کے لیئے بھی بحال نہیں ہوگا'۔مزے کی*بت تو یہ ہے کہ چیف کی بحالی کے بعد شرمندگی*٘م کو بھی نہ تھی۔اپنی وزارت کے دوران رWے کا جو حال کیا اسے ٹھیک ہونے میں بیس تیس سال تو لگیں گے۔1 دم خم دیکھیئے کہ آٹھ دس سال-- قوم کا خون چوسنے کے بعد گنگا نہا کر تقریباً روزانہ ہی دوسروں ,پ کیچڑ اچھالتے اور سیا & ,پ شیخیاں بگھارتے Ã آتے ہیں۔

'جس نے کی شرم، اس کے پھوٹے کرم اور جس نے کی بے حیائی اس نے کھائی دودھ 5ئی' ,پ عمل کرنے میں یہ واحد نہیں۔ بلکہ دورِ مشرفی کی تمام*بقیات اس ہی مقولے ,پ عمل پیرا ہے۔جن میں سے اور دو چار کا ذکر کیئے دیتے ہیں۔اے خاتون ہیں' ڈبل ایم'، وہ کیمرے کو اس طرح فیس کرتی ہیں جیسے جیسلمیر کا قلعہ فتح کر کے آئی ہیں۔مجال ہے جو چہرے سے شرمندگی ٹپک ,پڑے۔ بلاوجہ مسکراتے ہوئے موقع بے موقع اس طرح بولتی ہیں جیسے دوسرے تمام ان کے سامنے ہیچ ہیں۔اے اور ہیں، کچھ دن تو غا$ئب رہے لیکن دوٗ*بارہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے اے کاغذ پنسل لیئے 'درانہ وار' میدٗ*ا ,پ آ گئے اور آتے ہی نئے صوبوں کا اشو کھڑا کر ڈ*یا ہے۔اے اور عظیم المرM+ت سابق وز,یر ہیں وہ اس شان سے گل فشانی کرتے ہیں جیسے جبلا لطارق (Gibralter) انہوں نے ہی فتح کیا ہو۔اے آ M کے خود ساختہ ماہر بھی ہیں، مہارت کا یہ حال ہے کہ آ M کی کسی شق کو علیحدہ نہیں ,پڑھ hٌ ہمیشہ فلاں شق کو فلاں شق کے ساتھ 5کر ,پڑھتے ہیں اور اپنے مطلب کی تشریح کر eٌ ہیں۔اے سابق وز,یر اعلیٰ تو تن من دھن سے صرف اپنی جگہ e والے کی عیب جوئی میں لگے ہوئے ہیں، اور ان کے ,ڈے/ٗن ےٗ - رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ۔۔ کچھ نہ سمجھے: اکرے کوئی' ,پ عمل پیرا ہیں۔

ان چند مثالوں کے بعد یہ عرض کرٗ٘ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے کیئے ,پ پشیمان نہیں۔ کسی اے کے چہرے ,پ پچھتاوہٗ*یا شرمندگی نہیں۔ بلکہ دور مشرفی کا اے بچونگڑا تو ایسا ہے جو اعلا 6 کہتا ہے میں مشرف کے لیئے 'کچھ' بھی کر سکتا ہوں۔اب اس کچھ کی تشریح کون کرے کہ خیر سے بیرسٹر ہے اور مشرف کے%٥ی دنوں میں عبوری وز,یر بھی رہ چکا ہے عبوری ہونے کے*باوجود قانون ,پ اتنا بھی عبور نہیں کہ جان سکے کہ چوکیدار اَ مالک C چاہے تو اس کی سزا کیا ہے*بلفرض محال اَ مالک غلط کاریوں میں ملوث ہو تو کیا چوکیدار ٹیک اوور کر سکتا ہے۔ نہ جانے کیا مجبوری ہے کہ کوئی بھی یہ سوال نہیں کرٗ٘ کہ*بارہ اکتو,بر کو مشرف نے کس حق کے تحت جمہوری حکومت کو چلتا کیا تھا۔اَ وز,یر اعظم قصور وار تھا تو اسمبلی کا کیا قصور تھا۔۔؟

۲۴/جولائی ۲۰۰۹ء

ہوشیا*.ش

ہم نے ا- کالم لکھا تھا ''ڈیفنس کا علی ہجو ی'' ۔جس میں ا- خطرے کی K¶+ ہی کی تھی ۔لیکن جیسا کہ ہماری قوم کا مزاج ہے کہ وہ یہ د-] ہے 'کس نے کہا ہے' یہ نہیں د-] کہ کیا کہا ہے۔اس لیئے وہ کالم سنجیدگی سے نہیں لیاHَ ۔کیوè وہ ہم جیسے غیر معروف نے لکھا تھا۔یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے عوام حوالے دینے کے لیئے تو. رگانِ دین کا* م e نہیں 4 لیکن عمل کرنے میں بھرپور تھکاوٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔کئی لوگوں کے مونہہ سے سنا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ و õ کا قول ہے کہ 'یہ دیکھو کیا کہاHَ ، یہ نہ دیکھو کون کہہ رہا ہے'۔یہ ہی وجہ ہے کہ ہماری کوشش ہوتی ہے. رگان دین کا* م لیئے بغیر انکا قول دہرا دیں، کیوè ہم لوگ تو. رگان دین کے* موں کی آڑ میں ہی اپنی اپنی دفلی اپنا اپنا راگ الاپتے ہیں۔ہر شخص یہ دیکھتا ہے 'کس نے کہا ہے'۔دوسری وجہ یہ بھی ہے۔اکثر*. توں کی سند نہیں ملتی اور کوئی*. ت کسی سے منسوب کرنے میں غلطی کا امکان تو رہتا ہی ہے تو ہم اپنےH ہوں میں اضافہ کیوں کریں۔ا- صا # نے ا- عظیم ہستی (* م نہیں تحر ِ کر رہے ہیں) کا واقعہ سنا* یہ کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ اتنا وقت عبادات میں لگا دیتے ہیں اَ (اُ ز*. للہ) اللہ کا وجود نہ ہوا تو یہ & رائیگاں جا N گی۔انہوں نے جواب ڈ*. لفرض ایسا ہے بھی تو مجھے کیا فرق پڑے گا لیکن اللہ کے وجود (جو کہ ہے) کی صورت میں تمہارا کیا ہوگا*. ت ہمارے دل کو لگی اس لیئے ہم نے پلے *+. ھ لی اور اکثر کمپنی میں ٹ یننگ دیتے ہوئے اس قول کے تناظر میں مثالیں دے کر اپنی*. ت سمجھانے کی کوشش کرتے۔ہم سیلز اور مارکٹنگ کے ٹ ینیز (Trainees) کو بتاتے کہ کسی سے کوئی معاملہ کرنے سے پہلے اس کو اس وقت -- اچھا سمجھو. # -- وہ غلط نہ*. $ ہو جائے۔جبکہ دوسرا آپشن یہ ہے کہ ہر ا- کو غلط سمجھو حتیٰ کہ وہ صحیح نہ*. $ ہو جائے۔ہمیں جن صا # نے اس عظیم ہستی کا جو واقعہ سنا* یہ تھا وہ ہم نے تو اپنے پلے *+. ھ لیا تھا لیکن ان صا # کا یہ حال تھا کہ وہ اکثر فرقہ پرستی کے چکر میں چند. رگان دین کو. ا بھلا کہتے۔ا- دفعہ ہم نے ا- . رگ کا عزت و تکریم سے* م لیا تو* راض ہو گئے۔ہم نے انہیں سمجھا* یہ کہ دیکھو تمہارے* پس ان کے اچھا* ۔. اہونے کا کوئی ثبوت نہیں اس لیئے ان کو. ا بھلا کہنے سے بہتر ہے کہ خاموش

رہو۔اللہ تعالیٰ تم سے ان لوگوں کے*. رے میں کوئی سوال نہیں کرے گا تو کیوںH ہ مول e ہو۔. # وہ نہ مانے تو ہم نے ان ہی کا سنا* یہ ہو واقعہ دہراتے ہوئے کہا کہ* یہ را اَ وہ واقعتاً غلط ہوئے $ تو تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔لیکن روز قیامت اَ وہ صحیح* .$ ہوئے تو پھر تم تہمت اور دروغ گوئی کے مجرم ٹھہرو گے، مارے جاؤ گے۔اس لیئے بہتر ہے خاموشی اختیار کرو۔کہنے لگے فلاں کتاب سے میری*. ت صحیح* .$ ہوتی ہے ہم نے سمجھا* یہ کوئی دلیل نہیں کہ ایسی کتابوں کی بھی کمی نہیں جو تمہارے دعوے کی Ô کرتی ہیں۔پھر مثال دے کر بھی سمجھا* یہ کہ دیکھو آج کل میڈ* یہ اتنا تیز ہے پھر بھی آج کے دور میں پتہ نہیں چلتا کون صحیح ہے اور کون غلط۔اَ ۳۰/۳۵ سال پہلے کے اخبارات اٹھا کر دیکھو گے تو چکرا جاؤ گے۔مساوات اخبار دیکھو گے تو جو لیڈر شیطانÃ* ہے وہ جسارت اخبار کے بمو. # فرشتہ* .$ ہو* ہے، اور جسارت جسے شیطان اَ دا { ہے وہ مساوات کے ,. د- فرشہ ہے۔اب* ریخ لکھنے والے تو ثبوت ان ہی اخبارات سے لیں گے۔یہ تو ہمارے اپنے دور کی *. ت ہے۔تو سینکڑوں سال پہلے کی*. توں کا کیا ٹھکا* ؟ تو پھر کیوں نہ کسی کو اچھا* ۔. ا کہنے کی بجائے خاموشی اختیار کریں*. ت اس کی سمجھ میں آئی* یہ نہیں۔لیکن ہم آج پھر عادت کے مطابق موضوع سے بہک گئے۔ہم تو اس خطرے کی K¶+ ہی کرنے چلے تھے جس کا حوالہ ہم نے اپنے ا- مضمون میں ڈ* یہ تھا کہ کس طرح اسلام دشمن ہم مسلمانوں کو حج، ذکواۃ اور قر*. نی سے پہلو تہی پر راغب کر رہے ہیں۔اسے اتفاق سمجھئے کہ حال ہی میں *. زکستان کے صدر نے بھی اپنی قوم سے حج پر جانے کی بجائے وہی رقم فلاحی کاموں% چ کرنے کی اپیل کی ہے۔کچھ عرصہ پہلے ا-*ٹ ک شو میں چند* م نہاد مذہبی اسکالرز یہ سمجھا رہے تھے کہ اسلام ا- فلاحی مذہب ہے اس لیئے آج کے تناظر میں قر*. نی کی بجائے وہی رقم غریبوں کو د+ ی جائے۔چند ا- این جی اوز کی موڈرن خواتین بھی اجتہاد فرماتے ہوئے قر*. نی اور حج کی بجائے فلاحی کاموں میں اللہ کی خوشنودی کا سند 3 دے رہی ہیں۔ظاہری طور پر*. ت. ٹ ی اپیلنگ لگتی ہے لیکن خطرے کی بو ہم نے محسوس کر لی کہ اب طاغوتی قوتیں کچھ* م نہاد دانشوروں اور اسلامک اسکالرز کے ذریعے اس ہی ایجنڈے پر کام شروع کر چکی ہیں۔حکومت بھی کچھ ایسے حالات پیدا کر رہی ہے کہ عوام مجبوراً حج اور قر*. نی سے دور ہو جا N ۔حج کو اتنا مہنگا اور مشکل کیا جا رہا ہے کہ لوگ خود ہی نہ جانے کے بہانے تلاش کر* شروع کر دیں گے۔عوام کی. ین واشنگ اور. ین سیٹنگ

(Brain Setting) اس ہی طرح کی جاتی ہے کہ D منشاء { ئج حاصل ہوجاتے ہیں۔حال میں ا ی- کرمفر مانے ہمیں ا ی- قران پیش کیا۔ہم نے عقیدت سے چوما اور کھولا تو وہ فقط اردو میں تھا۔عربی ٹیکسٹ کے بغیر۔ہم چو ê تو فر*ا ی کہ رسول کا فرمان ہے کہ قران کو سمجھ کر پڑھو اس لیئے اردو میں پڑھنا جا ہے۔ہم نے کہا وہ ٹھیک ہے لیکن اس سے شر کا خطرہ ہے۔اگر بغیر عربی ٹیکسٹ کے اردو کا قران رائج ہو H تو لوگ عربی سے دور ہوجا N گے۔حافظ* پید ہوجا N گے۔کیا بھول گئے* بائیبل میں کیسے تبدیلیاں رو ہو N ۔پہلے عبرانی (Hebru) سے انگریزی میں منتقل کیا اور پھر آہستہ آہستہ امیم نے اصل کو گم کر د*ی۔کیا یہ ہی چاہتے ہو۔سن کر* راض ہوئے اور ہمیں کافر- کہد* ی کہ قران کے G ہورہے ہو، ہم نے لاکھ سر پٹخا کہ بھئی ہم قران کے نہیں اردو ورژن کے خلاف ہیں لیکن ما... کیسے؟ وہ تو کسی اور کے ایجنڈے پر کام کررہے ہیں۔مزے کی *ات یہ ہے کہ یہ پہلی* رنہیں ہے کی میں*، ک نے کی *ن میں اذان کا سلسلہ شروع کر ا ی۔شا ایوب خان نے بھی کوشش کی تھی۔لیکن قوم جاگ رہی تھی۔لیکن اب شکاری نئے جال لے کر آئے ہیں۔اللہ خیر کرے ۔سنا ہے (دروغ بر گردن راوی) کو $ میں ا ی- امریکن قران ''The True Furqan'' متعارف ہوچکا ہے۔شا اس سے تسلی نہیں ہوئی اس لیئے اب جلد* زی کی بجائے سست روی کا راستہ اپنا ی جارہا ہے۔اگر ہماری قوم نے مخالفت نہ کی اور اردو کا قران رائج ہو H تو بیس پچیس سال میں D منشاء { ئج ملنا شروع ہو جا N گے۔ہم تو صرف آگاہ کررہے ہیں ویسے قران کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ نے لے رکھا ہے۔لیکن پھر بھی ہم مسلمانوں کا فرض C ہے کہ ''ہورہے گا کچھ نہ کچھ گھبرا N کیا؟'' کی کیفیت سے نکل کر ہوشیار رہیں۔مقابلہ امریکن تھنک ٹینکس سے ہے اور ہماری قوم ہاتھی کے کان میں سونے کی عادی !! ۱۹۶۵ء کی B کے بعد ہمارے لیڈروں نے خوب خوب بغلیں بجا N اور B کا اتنا پروپیگنڈا کیا کہ قوم سوگئی۔دوسری طرف بھارتیوں نے سوچنا شروع کیا کہ وار ' ، کہاں اور کیسے کیا جائے۔ہماری کمزوریوں کو تلاش کیا۔ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔عصبیت کا بیج بو یا اور چھ سال بعد پاکستان کو دولخت کر د ی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔۔۔۔

۳۰/جولائی ۲۰۰۹

سٹھیا یا ہوا بچہ

کچھ لوگوں کی کاٹھی ایسی ہوتی ہے کہ عمر سے کئی برس چھوٹے لگتے ہیں جبکہ ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو اپنی عمر سے کہیں ز ی دہ کے دکھائی دیتے ہیں۔ویسے ز ی دہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو جتنے کے ہوتے ہیں اتنے کے ہی Ã بھی آتے ہیں۔ان تین کیٹگریوں کی+ و) اکثر دلچسپ صورت حال سے واسطہ پڑ* ہے۔ہمارے ا ی- کولیگ قاضی صا # ہم سے عمر میں تو چھوٹے ہیں، لیکن لگتے بڑے ہیں۔اس لیئے عمر کے کومپلیکس میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ہم اکثر انہیں عمر کے حوالے سے چھیڑتے رہتے ہیں تو فوراً دفاع کرنے لگتے ہیں۔اور مز+ی مذاق کا K نہ بن جاتے ہیں لطف تو اس دن آ ی. # ہم نے دوستوں کی محفل میں اوپر بیان کردہ کیٹگریوں کے حوالے سے کہا کہ ہم تو اپنی عمر سے کم دکھائی دیتے ہیں۔ہم ۶۵ کے ہیں لیکن لگتے ہیں ۵۵ کے۔جبکہ قاضی صا # کی خوبی ہے کہ ۶۵ کے ہیں اور لگتے بھی ۶۵ کے ہی ہیں۔سن کر % گئے اور کہنے لگے۔تم سے تو چھوٹ* ہوں۔ & نے پوچھا وہ کیسے؟ تو فر*ا ی اس نے a ک ۶۰ء میں کیا تھا اور میں نے ۶۳ء میں۔جواباً ہم نے کہا بھئی اگر تم a ک میں تین* رفیل ہوئے تو اس سے کم عمر ہو* '.*. $ ہو* ہے۔بہرحال عمر کے حوالے سے لطائف بھی جنم e ہیں۔عمر چھپانے کے معاملے میں خواتین خوامخواہ +*م ہیں جبکہ مرد حضرات بھی ان سے پیچھے نہیں۔خواتین کے لیئے کہا جا* ہے کہ تقریبات میں بڑے بچوں کو گھر ہی چھوڑ جاتی ہیں اور چھوٹے بچے کو اپنا پہلوٹی کا بتاتی ہیں۔کچھ دوستوں کے* رے میں ہمیں اپنی ز ٹائر منٹ کے بعد پتہ ` کہ اسکول میں انہوں نے اپنی عمر کم لکھوائی تھی اس لیئے ز ٹائر منٹ میں ابھی کافی وقت ہے۔کچھ لوگوں کی عمر کا اس وقت صحیح پتہ چلتا ہے . # وہ سٹھیا جاتے ہیں۔بہکی بہکی* تیں کرنے لگتے ہیں تو معلوم ہوجا* ہے ۶۰ برس کے ہوگئے ہیں۔ویسے سٹھیانے کے لیئے ۶۰ سال کا ہو* ایسا ضروری بھی نہیں۔عمر کے حوالے سے یہ تمہید اس لیئے ہے کہ ہم پرویز مشرف کے ا ی- بیرسٹر محمد علی سیف کو بچہ سمجھتے

تھے۔وجہ یہ تھی کہ شکل سے تو بچہ لگتا ہی تھا لیکن*ٹ ک شوز میں*. تیں بھی بچکانہ کر* تھا۔ہم سوچتے تھے کیا,پ وی: مشرف کی مت ماری گئی ہے جو دو پیرزادوں ،ای- ملِک ،ای- رانجھے کے ہوتے ہوئے بھی اس بچہ مار کہ بیرسٹر کو بھی اپنا وکیل بنا رکھا ہے۔مشرف اقتدار میں تھا اس لیئے اس کے وکیلوں اور وز۔یوں کی احمقانہ*. توں کو۔ دا ث& کرلیا جا* تھا۔حیرت ہمیں اس لیئے تھی کہ اس میں ایسی کوئی خوبیĀ نہیں آتی تھی کہ اسے وکیل رکھا جائے۔ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ اسے نگران کابینہ میں وز۔یبنا* جا* تھا۔عبوری دور کے لیئے وز۔ Ŵکی وجہ سے یہ مشرف کا اتنا احسان مند ہوا کہ حال ہی میں ای-*ٹ ک شو میں۔ 5 کہہ ڈ*ی کہ میں مشرف کے لیئے 'کچھ' بھی کرسکتا ہوں۔اور واقعی کر بھی ڈ*ی کہ۔ # شریفوں، ملِک اور رانجھا نے مشرف کو پیٹھ دکھائی تو یہ کہتے ہوئے لندن پہنچ Hَی۔ع

آ عندلیپ مل کے کریں آہ و زاڑ*یں
تو ہائے گل پکار ، میں چیخوں کہ ہائے دل

اور وہاں جاتے ہی عدالتوں کے*. رے میں اپنے تحفظات کا اظہار کرنے لگا۔اور پھر موکل اور وکیل دونوں نے نواز شریف کی Õلی میں عدا } میں جانے سے انکار کرڈ*ی۔(نواز شریف نے تو ڈوَا کی عدا } میں جانے سے انکار کیا تھا جس کے*. رے میں ہر شخص جا{ ہے وہ غیر آ ئ Ž چیف جسٹس تھا)۔اور۔ # فیصلہ آHَی اور ۳ نومبر کے اقدام کو غیر آ ئ Ž قرار د*ی Hَی تو*. ل ہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ ڈ*ی کہ فیصلہ توقع کے مطابق اور انتقامی کارروائی ہے۔سبحان اللہ۔ا ê اپنے ای- ساتھی رانجھا کا کہنا ہے کہ مشرف نے ۳ نومبر کے اقدام کو خود ہی غیر آ ئ Ž کہا تھا۔اس ضمن میں خود مشرف کا اپنا بیان رkرڈ,پ ہے۔اس لیئے عدا } نے غیر آ ئ Ž اقدام قرار دے کر کیا غلط کیا۔جیسا کے ہم نے کہا کہ محمد علی کو بچہ سمجھتے تھے کہ شکل سے ہی نہیں*. توں سے بھی بچپنا ٹپکتا تھا۔لیکن اس بیان کے بعد واضع ہوا کہ ایسا بیان بچکانہ ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ سٹھیائے جانے کا ثبوت ہے۔ہم ،مشرف کی پیروی کے فیصلے اور اس بیان کہ ''میں مشرف کے لیئے کچھ بھی کرسکتا ہوں''، کو اس کا بچپنا ہی سمجھتے اَا وہ عدالتی فیصلے,پ احمقانہ تبصرہ نہ کر* ۔اس کے سٹھیا جانے کو مز+ی تقوی$ لارڈ+, ی کے*. رے میں اس کے اس الزام کہ 'لارڈ+, ی ،نواز شریف کے پیسوں,پ لندن میں عیش کر رہا ہے' اور اس عزم سے

بھی ملی کہ 'میں لارڈ کے خلاف لندن میں مقدمہ لڑونگا'۔واقعی یہ کچھ بھی کر بلکہ کہہ بھی سکتا ہے۔ع

۔ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے : ا کرے کوئی

پس ہماری*. ت صحیح*ث $. ہوئی کہ کچھ لوگ عمر سے چھوٹےĀ آتے ہیں اور بہکی بہکی*. توں سے ان کی صحیح عمر کا پتہ لگ جا* ہے۔اس بیرسٹر کے ساتھ بھی یہ ہی ہوا

ے وکھول کر رکھ ڈ*ی ہر راز میری*. توں نے

۲راگست ۲۰۰۹ء

گلوکار!۔نغمہ نہیں(The Singer, not the Song)

دا سنگر*۔ ٹ دا سو َ۔ یعنی گلوکار، نغمہ نہیں (The Singer, not the Song) ا ی۔ انگر ی فلم کا*۔ م بھی ہے اور%ی ڈا ^ گ بھی جو پچاس سال گذرنے کے بعد بھی ذہن سے چپکا ہوا ہے۔فلم میں یہ جملہ فلم کا ہیرو جوا ی۔ + معاش ہی نہیں منکرِ: ابھی ہو* ہے، مرتے وقت اس* پ دری سے کہتا ہے جو پوری فلم میں اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح اس منکرِ: اکو مذہب کی طرف راغب کر لے۔اس دوران وہ* $ تو نہیں ہو* لیکن دونوں کوا ی۔ دوسرے سے انسیت ہو جاتی ہے۔%میں . # ا ی۔ پولس مقابلے میں + معاش کو گولی لگتی ہے تو* پ دری جو اس دوران اسے بچانے کی کوشش کر* ہے ا ی۔*. رپھر کہتا ہے 'اب تمہارا %ی وقت ہے اور تم مجھ سے کافی متا ثر بھی ہو تو اب تم: اکے وجود کو مان لو'اس کے جواب میں + معاش یہ جملہ کہتا ہے کہ میں گلوکار سے متا ثر تھا۔ نغمے سے نہیں۔ایسا ہی کچھ ہمارے ساتھ بھی ہے کہ ہم کبھی بھی جما (اسلامی سے متا ثر نہیں ہوئے لیکن نہ جانے کیا*. ت ہے مولا*۔ مودودی۔میاں طفیل، چودھری رحمت الٰہی و د V کے علاوہ موجودہ امیر منور حسن کو ہم پسند کرتے ہیں۔شا+ اس کی وجہ یہ ہے کہ جما (کی* پ لیسی، سیا & کا# از ہماری فکر سے مطابقت نہیں ر p لیکن Ðادی طور پ اسکے ہر لیڈر کا کردار متا ثر کن رہا ہے۔یونیورسٹی میں اسلامی جمیعت طلباء اور پھر عملی سیا & میں جما (سے شکوہ رہا ہے کہ یہ ہمیشہ اپنی ڈیڑھ ا M کی مسجد بنانے اور دوسروں کی سوچ کو حقیر سمجھنے میں حد سے گذر جاتے ہیں۔اختلاف ٹھیک! لیکن یہ کیا کہ اپنے اختلاف کی وجہ سے قومی مفاد کا بھی خیال نہ رکھا جائے۔مثال کے طور پ ۳ نومبر کے حوالے سے عدا) کا فیصلہ لیجئے۔عدا) کے اس فیصلے سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں کہ اس نے صرف عدالتی رٹ قائم رکھی اور قانون کے مطابق فیصلہ کیا اور سیاسی معا5 ت* پ رلیمنٹ کی صو++ پ چھوڑ دیئے۔لیکن منور حسن نے بیان داغ* ی کہ ''اَ ڈوا َ غیر آ Ž تھے تو اس سے حلف e والا صدر کیسے آ Ž ہو

H ی''۔اب 5 حظہ فرمایئے کیا صدر کو ڈوا َ نے منتخب کیا تھا؟۔ارے حلف تو کوئی بھی اٹھوا سکتا ہے۔عدا) کے سامنے ۳ نومبر کے آرڈ S کا سوال تھا جسے عدا) نے آ M کے تحت غیر آ Ž قرار دے* ی۔اب یہ * پ رلیمنٹ کا کام ہے کہ غیر آ Ž آرڈ S کے تحت کیئے گئے اقدامات کو کالعدم قرار دے۔جما (پ کیا موقوف ہمارے تو سارے ہی سیاستدانوں کا عجب حال ہے۔. # کبھی پ وی مشرف پ آرٹیکل چھ کے تحت مقدمہ ` نے کی*. ت ہوتی ہے تو کہا جا* ہے اس پ ہی کیوں؟اس سے پہلے والوں سے شروع کرو۔۔اور پہلے میں فقط ضیاالحق پ سوئی رک جاتی ہے۔یحییٰ اور ایوب کا*۔ م e ہوئے ز*. ن خشک ہو جاتی ہے۔قانون کی Ã سے دیکھا جائے تو ا ی۔ غاصب کے کیئے گئے تمام اقدام۔اچھے* ی پ ے۔غلط ہیں لیکن Âم کو بچا*۔ بھی تو ہے۔اَ ہم غلام محمد پ مٹی ڈال کر ایوب خان سے بھی شروع کریں تو & کچھ ملیامیٹ ہو جائے گا۔۶۲ء کا آ M غلط۔۶۵ء کی B. غلط۔۔معاہدہ* شقند غلط۔بیاس ستلج سمیت ۹ د* ی وَں کا بیچا جا*۔ غلط۔یحییٰ کے تقرر سے لیکر اسکے کروائے گئے الیکشن سمیت آج -- کے تمام اقدامات کا کیا ہوگا۔کیا وقت کا پہیہ الٹا * ی جا سکتا ہے۔کیا ہم د*. رہ ۱۹۵۴ء میں جا h ہیں۔اَ نہیں تو پھر فی الحال پ وی مشرف کو تو کٹہرے میں لاوَ۔ماضیء بعید کو دفن کرو لیکن ماضیء قری $ کا احتساب مستقبل کے بچانے کے لیئے ضروری ہے۔ورنہ ایسے اڈونچر جنم e رہیں گے۔جن جن کا مفاد پ وی مشرف سے وابستہ ہے انکا استدلال ہے کہ پ وی مشرف کی بجائے & سے پہلے غاصب اوّل سے شروع کیا جائے۔(* کہ نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا*۔ چے گی)۔کیو è ا ی۔ اوراَ وپ کی خواہش ہے کہ اتنی دور جانے کی کیا ضرورت۔۔بس ضیاالحق سے شروع کرو کہ۔ع

ے 'ظالم*۔ م 8 تھا: ا کا اس زمانے میں

یحییٰ اور ایوب تو پ وی مشرف کی طرح موڈرن تھے۔W ی بھی تھے پلاتے بھی تھے۔اَ ان سے شروعات ہوئی تو قبروں سے یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ع

ے داورِ حشر مرا*۔ مہء اعمال نہ دیکھ
اس میں کچھ پ دہ نشینوں کے*۔ م آتے ہیں

یہ اور*. ت کہ ہم & ہی اس پ دہ نشین سے بخوبی واقف ہیں۔یہاں خواجہ*۔ ظم الدین کا وہ انکشاف* ی دآ H ی جو

انہوں نے حیدر* د میں مادرملت کے انتخابی جلسے میں کیا تھا کہ ایوب خاں نے ان سے . # وہ وزیر اعظم تھے اسّی ہزار کا قرضہ مانگا تھا جسے انہوں نے رد کر دیا تھا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرض مانگنے والا اتنا امیر کبیر کیسے ہو H۔یہ ہی سوال مشرف سے بھی کیا جاسکتا ہے جس نے اپنی کتاب میں ایک بکسے کا ذکر کیا ہے کہ وہی ایک * شہ تھا جسکی حفاظت ان کے والد ہندوستان سے یہاں آتے ہوئے تن من سے کر رہے تھے۔کیا اس میں کسی %انے کا نقشہ تھا جس کے طفیل وہ آج اربوں میں کھیل رہے ہیں۔ورنہ ایک جنرل کی تنخواہ میں تو محل نہیں بن h ۔%میں اپنے لیڈران سے گزارش ہے کہ وہ مشرف کو بچانے کے لیئے اس کے پیشروؤں کے احتساب کا سہارا 8 چھوڑ دیں ورنہ قاتل حضرات یہ کہنے میں حق بجانب $ ہونگے کہ ان پر مقدمہ ` نے سے پہلے د * کے پہلے قاتل (قابیل) کو کٹہرے میں لایا جائے۔

۴ راگست ۲۰۰۹

نوحۂ غم ہی سہی

ایک خوشی کی خبر ملی ہے۔کیا ہوا جو اپنے ملک کے حوالے سے نہیں۔امریکہ کے حوالے سے تو ہے۔ خبر ہے کہ جن دو صحافی خواتین کو شمالی کوریا نے گرفتار کر کے ملکی عدالت کے تحت ۱۲ سال کی قید سنائی تھی انہیں چھوڑ دیا۔دونوں خواتین امریکی شہری تھیں اس لیئے امریکہ نے سر توڑ کوششیں کیں اور %انہیں رہائی دلوادی۔اس کے لیئے کیا کھویا کیا پایا۔یہ تو شاید معلوم نہ ہوسکے لیکن ہمارا خیال ہے کہ شمالی کوریا نے، جس کے تعلقات امریکہ سے کچھ ٹھیک نہیں ہیں، ایسے ہی تو نہیں چھوڑا ہوگا۔اور دو چار ارب ڈالر بھی نہیں لیئے ہونگے کہ وہ دونوں خواتین اپنی شہری تو تھیں نہیں کہ اور پیسے کھرے کر لیئے اور فخریہ اپنی سوانح عمری میں سنہرے الفاظ سے لکھ بھی دیا کہ ہم نے یہ کام سرانجام دے کر اتنے ڈالرز کمائے ہیں۔ہمیں یقین ہے انہوں نے ضرور کوئی بڑی ڈیل کر کے امریکیوں کو ٹکوا دیئے ہونگے۔ضرور اپنی قوم کے لیئے مراعات لی ہونگیں۔یہ وعدہ بھی لیا ہوگا کہ آئندہ ہمارے کام میں مداخلت نہ کریں ورنہ صحافی نہیں سفارتی اشخاص کو پکڑ لیں گے۔اور پھر سابق صدر نہیں موجودہ صدر کو آنا پڑے گا۔کورین سمجھ گئے ہیں کہ امریکہ کی کمزوری اس کے شہری ہیں، چاہے کالے ہوں یا گورے۔کھرے کھوٹے چھوٹے بڑے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔اہمیت تو اس سے ہی واضح ہے کہ ' کو پورا جہاز لے کر جانا پڑا اور پھر دونوں خواتین کو اپنی حفاظت میں اس ہی خصوصی طیارے میں ان کے شہر پہنچانا پڑا۔ظاہر ہے . # اہمیت اتنی ہو تو کوریا نے کیا کچھ نہیں حاصل کیا ہو گا۔بس ہماری حکومت سے چوک ہوگئی ورنہ کورین کو سمجھا دیتے تو وہ اپنی منوائی ہوئی شرائط میں ایک کا اور اضافہ کرسکتا تھا کہ ہمارے دو &* پاکستان کی ڈاکٹر عافیہ کو آزاد کرنا ہوگا۔ہم تو سرا فتہ خواتین کو چھوڑ رہے ہیں۔ڈاکٹر عافیہ پر تو ابھی فرد %م بھی عائد نہیں ہوئی۔بہرحال ایک موقع گنوا دیا۔اب عافیہ صدیقی کی رہائی کی کوئی امید نہیں۔ویسے بھی ہم لوگ بیوقوف تو ہیں نہیں کہ ایک خاتون ڈاکٹر کو چھڑوانے بیٹھ جا N ۔اور یہ

بھی تو ہوسکتا ہے مشرف نے کہہ *ڈ ی ہو کہ 'بیچا ہوا مال واپس نہیں ہوگا'۔ دوسری قبا # یہ بھی تو ہوسکتی ہے کہ اَ
ڈ وُڈال کر (جو ممکن ہے) واپسی ہو بھی تو قیمت کیسے اور کہاں سے لٹ ئی جائیگی کیوè e والا تو 9/11 میں پوری قوم کو اَ وی رکھ کر اب 2 کا اضافہ کر کے نو دHِ رہ ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ * کا مسئلہ بھی آڑے آئے گا کہ ا ی عام شہری کو e کون جائے۔ کیوè یہاں تو یہ حال ہے

تو بھی رانی ، میں بھی رانی ۔ کون بھرے گا* پ نی

اور وہاں سے سابق صدور بھی یہ کام ا• م دینے کے لیئے تیار۔ طا 6 سے تو ا ی شہزادہ اپنے ا ی *پ کستانی نژاد طانوی شہری کو e* پ کستان * ی اور بلا معاوضہ چھڑوا کر لےHِ (+ رونِ خانہ* ی کسی ذاتی اکاؤ $ میں کچھ ڈالHِ ہو تو ہم لاعلم ہیں)۔ ہمارے سابق صدو* ی تو مفرو* ی مغفور ہو چکے ہیں۔ لے دے کر ا ی دو ہیں بھی تو بیچارے نہ تین میں ہیں نہ تیرا میں۔ شا+ کسی کو ان کے * م بھی نہ* ی د ہو اس لیئے ہم ہی بتا دیتے ہیں کہ فاروق لغاری کے علاوہ جناب رفیق* ڑر بھی ہیں جن کی بے چارگی کا تو یہ حال ہے کہ انہیں سابق ہونے کا بھی اعزاز نہیں۔ آ Ž صدر کو غیر آ Ž طر j سے ہٹانے پ & خاموش ہیں اور غیر آ Ž صدر کو گارڈ آف آ ہی نہیں دوسری مراعات بھی حاصل ہیں۔ اَ کسی نے سوال اٹھا* ی بھی تو جواب ہوگا اس کا فیصلہ* پ رلیمنٹ کرے گی کیوè آ Ž طر i یہ ہی ہے۔ اور تو اور کوئی اینکر پ سن بھی انہیں نہیں بلا* حالا è وہ (شا+) چیف جسٹس بھی رہ چکے ہیں۔ (یہاں ہمارا علم* کارہ ہے۔ واللہ اعلم بقید حیات ہیں بھی* ی نہیں) ہم لوگ آ Ž قوم ہیں اس لیئے غیر آ Ž ہتھکنڈوں سے قوم کو نقصان پہنچا* آسان ہے لیکن مجرم کو سزا دینے کے لیئے آ M کا سہارا 8 ضروری ہے ورنہ بحران پیدا ہوسکتا ہے۔ *ڈ ی دہ دور جانے کی ضرورت نہیں کیوè i بق قانون اَ کوئی چور آپ کا سامان لے جائے تو لے جاسکتا ہے اور اَ مسروکہ مال مل بھی جائے تو آپ آسانی سے واپس نہیں لے h اس کے لیئے آپ کو عدا } کی : مات حاصل کر* ہونگیں۔ ہم نے وہ تمام رکاوٹیں جو اپنے لوگوں کو واپس لانے میں پ ڑسکتی ہیں مختصراً بیان کر دی ہیں۔ اس ہی لیئے ہماری حکومت کوئی قدم نہیں اٹھا رہی کہ اتنی *ڈ ی دہ تعداد میں بیچے گئے لوگوں کی واپسی گلے پ ڑسکتی ہے۔ لانے کے لیئے کس کو بھیجیں کہ امریکہ اور۔ طا 6 نے غلط روا $ ڈالدی ہے پھر ہمارے لوگ پکڑے نہیں۔ بیچے گئے تھے اس لیئے

رقم واپس کرنی پ ڑی تو آئی ایم ایف سے مز± ی قرضہ 8 پ ڑے گا۔ ویسے ڈاکٹر عافیہ کے لیئے ا ی طر i ہے کہ اَ ا ی ان نے ابھی پکڑے گئے تین امریکی واپس نہیں کیئے تو وہ اپنی شرائط کی لسٹ میں ہماری ڈاکٹر کا* م شامل کر لے اور ہمیں بھی خوش ہونے کا موقع دے ورنہ ہم دوسروں کی خوشی میں بھی خوش ہیں اور تو اور ہم غموں میں بھی خوش رہنا جا... ہیں۔ بقول شاعر۔ ع

ا ی ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نو> ء غم ہی سہی۔ نغمہء شادی نہ سہی

اس ہی لیئے ہمیں امریکن صحافیوں کی رہائی پ جو خوشی ہوئی ہے وہ بیان سے* ہر ہے

۶/ اگست ۲۰۰۹

بلاسفیمی ۔۔ا ی قانون

ہم نے بلاسفیمی کے عنوان سے ا ی کالم لکھا تھا جس میں اسکول کا ا ی واقعہ تھا کہ کس طرح ا ی عیسائی ٹیچر نے ا ی لڑکی سے سپارہ چھین کر پھاڑ ڈ*ی تھا۔جس پر ا ی ہنگامہ کھڑا ہH ی۔طلباء نے اور پھر عوام نے خوب توڑ پھوڑ مچائی۔بعد میں معلوم ہوا کہ ٹیچر اردو اور عربی سے *· بلد تھی اور یہ سمجھی تھی کہ طالبہ کلاس میں کوئی کہانی پڑھ رہی ہے۔معافی تلافی سے معاملہ رفع ہوا۔تقسیم ہند سے پہلے ا ی ہندو نے . # حضور *پ ک ﷺ V کی شان میں گستاخی کی تھی تو ا ی نوجوان علم دین نے قانون ہاتھ میں e ہوئے اس شاتمِ رسول کو جہنم رسید کر ڈ*ی اور نتیجے میں پھا ´ *پ کر شہادت کے درجے پر فا ئ ہوا۔ایسے اور بھی واقعات ہوئے اور توہین رسا ﴾ کے کسی قانون کی عدم موجودگی میں لوگ قانون اپنے ہاتھ میں e رہے۔بعدازاں ا ی ایسا قانون بنا جس کے تحت توہینِ رسا ﴾ کا قانون *· فظ ہوا۔قانون شاH جلدی میں *پ س ہوا تھا اس لیئے مسلمانوں اور اقلیت کو پوری طرح آ گاہی نہ ہوسکی۔اس لیئے مخالفت شروع ہوگئی۔اقلیت کی مخالفت تو سمجھ آتی ہے لیکن کچھ مسلمانوں نے بھی اپنے آپکو روشن خیال *· $. کرنے کے چکر میں اس کی مخالفت شروع کردی۔کوششیں تو بہرحال کی گئیں کہ & کو اس قانون کے *ِ رے میں بتا*ی جائے کہ اس سے اقلیت کا تحفظ مقصود ہے۔لیکن مخالفوں نے یہ ہوا دی کہ اس سے اقلیتوں کے حقوق سلب ہو جا N گے۔اقلیتوں او *· م نہاد روشن خیالوں نے اس قانون کو تسلیم نہیں کیا اور وقتاً فوقتاً اس قانون کے خاتمے کے لیئے مہم ` تے رہے۔حکومت کا خیال تھا کہ ایسے قانون کے نہ ہونے سے مسلمان کسی بھی توہین رسا ﴾ کے مرتکب کو خود ہی سزا دینے کی کوشش میں حد سے گذر جاتے ہیں۔جبکہ مخالفین کا خیال تھا کے اس قانون کا غلط استعمال ہو*· شروع ہو جائے گا۔کسی حد -- دونوں در & تھے کہ غازی علم دین شہید کا واقعہ اس *ِ ت کی K ن دہی کر *· ہے۔ا/ کوئی قانون ہو*· اور اس پر در & عمل ہو*· تو حکومت شاتم کو موت کی سزا دیتی اور علم دین پھا ´ n% ھتا۔اسکول کی ٹیچر

والے معاملے میں بھی یہ ہوا۔ا/ معاملہ عدا ﴾ میں پہنچتا تو *·ت کے بعد واضح ہو جا*· کہ ٹیچر بے قصور ہے اور سارا معاملہ معافی کے بعد ختم ہو جا*· اور جو توڑ پھوڑ اور پکڑ دھکڑ ہوئی تھی اس سے بچا جا سکتا تھا۔لیکن کوئی قانون نہ تھا اس لیئے عوام نے اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق عیسائیوں کے %چ کو نقصان پہنچا*ی اور پکڑے گئے اور خوار ہوئے۔دوسرا رخ یہ ہے کہ قانون توہینِ رسا ﴾ کے بعد بھی کوئی فرق نہیں پڑا۔عوام میں شعور اور علم کی کمی کی وجہ سے اب بھی لوگ ایسے کسی واقعہ پر *. تی ہو جاتے ہیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں e سے ا/ *ِ نہیں کرتے۔حال ہی میں سکھر میں ا ی ہندو ڈاکٹر نے ا ی معاملے میں حضور ؑ کا *· م استعمال کرتے ہوئے کسی کو طعنہ ڈ*ی کہ تم نے تو فلاں شخص کو (اً *ِ للہ) پیغمبر ہی سمجھ لیا ہے۔بس پھر کیا تھا اس کا کلینک جلا ڈ*ی H اور *ِ ت پڑھ گئی *ِ ت تو واقعی قابل اعتراض تھی لیکن کسی نے یہ نہ سوچا کہ یہ ڈاکٹر کی حماقت بھی تو ہوسکتی ہمارے خیال میں ڈاکٹر کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے *ِ ت کو ٹھیس پہنچانے کا مرتکب ہو رہا ہے۔ا/ بلاسفیمی کے قانون کے تحت مقدمہ ہو*· تو شاH اتنے نقصا*· ت نہ ہوتے جو ہر*· ل وغیرہ سے ہوئے۔اور ڈاکٹر کو خاطر خواہ سزا بھی مل گئی ہوتی۔ا ی موؤذن بھی ا ی *ِ رلوگوں کے عتاب کا K نہ بنH ی تھا . # وہ چند پھٹے ہوئے قرآنی اوراق کو تلف کرنے کی M سے در*ی میں بہانے کی بجائے، جلاتے ہوئے پکڑا H ی۔ہمارا خیال ہے اس کے ذہن میں بھی نہ ہوگا کہ وہ ا ی غلط کام کر رہا ہے۔اپنی دا a میں وہ ان اوراق کو بے ادبی سے بچانے جا رہا تھا۔ان مثالوں سے ہمارا مقصد یہ واضح کر*· ہے لوگ دانستہ ہی یہ %م نہیں کرتے۔اس کے علاوہ چند مثالیں ایسی بھی ہیں جن میں لوگوں نے جھوٹے الزام لگا کر قانون ہاتھ میں لیا۔اس میں مسلمان اور اقلیت دونوں ہی کم نہ تھے۔کسی نے اپنا کوئی+ لہ e کے لیئے الزام لگا ڈ*ی کہ اس نے قران کی توہین کی ہے۔عیسائی اور ہندو بھائیوں نے بھی کبھی رقم کے لین دین کو *ی کسی اور جھگڑے کو مذہبی رن- دے کر اپنی قوم کی ہمدردی حاصل کر لی۔اور اصل معاملے کو پس پشت ڈال ڈ*ی۔ایسے ہی ا ی واقعہ کے ہم بھی گواہ ہیں۔ہمارے پڑوسی کا ا ی عیسائی خاکروب سے اس *ِ ت پر جھگڑا ہH ی کہ وہ مہینے دو مہینے بعد بھی مشکل سے صفائی کرنے آ*· تھا *ِ ت ہاتھا *پ ئی -- پہنچی تو اسنے اپنی کمیو› میں رپورٹ کردی کہ مجھے عیسائی ہونے کی سزا مل رہی ہے بس پھر کیا تھا ساری قوم جھاڑو لے کر نکل آئی۔ا ی ہنگامہ کھڑا ہH ی۔ہمارے پڑوسی

کی جان مشکل میں آ گئی *۔ بات بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھی کہ اقلتیوں نے قانون توہین رسا) کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ # بھی ایسا کوئی خوشگوار واقعہ رونما ہوتا ہے تو ان اس ہی مطالبے پر ٹوٹتی ہے۔ اوراس میں پیش پیش چند این۔ جی۔ اوز بشمول ہیومن رائٹس کی تنظیمیں بھی ہوتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں گوجرہ میں ہونے والے واقعہ کے بعد بھی یہ ہی مطالبہ سامنے آ رہا ہے۔ ٹی وی کے اینکر پرسن بھی پورا زور لگا رہے ہیں کہ یہ & کچھ اس ہی قانون کا کیا دھرا ہے۔

وہ لوگ جو رشدی ملعون، تسلیمہ نسرین، ڈنمارک کے خاکوں پر خاموش رہے۔ جنھوں نے بی بی سی پر دکھائی جانے والی کلپ (جس میں ایک فاحشہ عورت اور پاکستانی فنکار سلمان احمد کو قران کا مذاق اڑاتے دکھایا گیا ہے) کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا۔ جو لوگ جرمنی میں ایک مسلمان عورت پر، جسے صرف حجاب استعمال کرنے کی وجہ سے شہید کر دیا گیا، کوئی پروگرام نہ کر سکے۔ وہ گوجرہ کے واقعہ پر سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح بلاسفیمی کا یہ قانون منسوخ ہو جائے۔ ہم مانتے ہیں کہ قانون میں کچھ سقم ہے۔ تو بھئی اسے دور کرواؤ۔ قانون پر عمل کرواؤ۔ اگر لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو ان کو سزا دلواؤ۔۔ نہ کہ قانون ہی منسوخ کروانے کے چکر میں پڑ جاؤ۔ چند دن پہلے لوگوں نے موبائل چھیننے والے موٹر سائکل سواروں والوں کو زندہ جلانا شروع کیا تو ان ہی لوگوں نے قانون ہاتھ میں لینے والوں کی مذمت تو کی لیکن کسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ڈکیتی وغیرہ کا موجودہ قانون منسوخ کیا جائے۔ ہمیں افسوس تو ہیومن رائٹس کمیشن۔ انصار برنی، عاصمہ جہانگیر وغیرہ پر ہوتا ہے جو حقوق کی بات تو لڑتے ہیں لیکن اپنی پسند کی۔ انصار برنی کشمیر سنگھ کو چھڑوانے میں پیش پیش تھے لیکن سعودی عرب میں گرفتار خاتون ان کے لیئے کچھ نہیں کر پا رہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن کی موجودگی میں محترمہ جنجوعہ صاحبہ کو ڈفینس آف ہیومن رائیٹس کی ضرورت پڑ گئی۔ مختاراں مائی کے لیئے لڑنے والوں کو ڈاکٹر عافیہ کا نام گلے میں اٹکتا محسوس ہوتا ہے۔ ہمیں ہنسی اس وقت آتی ہے # یہ تنظیمیں مجرموں کے حقوق کے لیئے آواز اٹھاتی ہیں۔ بخدا ہم مجرموں کے حقوق کے خلاف نہیں لیکن پہلے ملزموں کو تو انصاف دلواؤ۔ اوراس سے بھی پہلے مظلوموں کی دادرسی تو کرو، پھر وقت ملے تو مجرموں کے حق میں آواز اٹھانے سے روکنے والے ہم کون؟ مضمون کی طوالت کے خوف سے بچنے کے لیئے اختصار سے کام لیتے میں یہ مشکل ہوتی

ہے کہ بات مبہم رہ جاتی ہے۔۔ اور وہ بات جس کا ذکر ہی نہیں ہوتا وہ بات گلے پڑ جاتی ہے۔ پھر بھی ہم مختلف این۔ جی۔ اوز کی روشن خیال کرتا دھرتاؤں سے یہ ضرور کہیں گے کہ: ارا اپنے تیئں مجتہد بننے کی کوشش نہ کریں۔ اگر اللہ اور رسول ﷺ اور قران کی بات پسند نہیں تو اپنے لیئے رمورل کرتیج پیدا کریں اور آدھے تیتر بٹیر ہی اختیار اکریں۔ یہ ہم ان خواتین سے کہہ رہے ہیں جو مختلف چینلز پر اس طرح جلوہ گر ہوتی ہیں کہ سر پر دوپٹے کی تہمت لگائے بغیر با قاعدہ قران اور احادیث کی تشریح کرتے ہوئے اجتہاد فرماتی ہیں اور مجتہد ہونے کی دلیل اپنی وقتاً فوقتاً زی ہو سمجھتی ہیں۔

۱۳راگست ۲۰۰۹ء

جمہور$ اور آمر$

کچھ لوگ جو عموماً ہاتھی کے کان میں سوئے ہوتے ہیں انہیں ایسی کسی* بات پر یقین نہیں آ جس کے کسی بھی پہلو سے مسلمانوں، خصوصاً پاکستانی مسلمانوں کی بڑائی کا پہلو ملتا ہو۔ ہاں کوئی* بات اس کے برعکس ہو تو یقین ہی نہیں کرتے بلکہ اس* بات کو خوب خوب اچھالتے بھی ہیں۔ پاکستان مخالف دانشوروں کو مہمان بنا کر ٹی وی پر محفلیں بھی سجائی جاتی ہیں۔ اگر ہم ایسے واقعات کی صرف K+ ہی کرنے بیٹھ جا N تو کاغذ کے کاغذ سیاہ ہو جا N گے۔ اور ہمارا آج کا موضوع دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ یہ* بات اس لیئے نکل آئی کہ برطانوی اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کے بقول نواز شریف نے برطا 6 کے پولیٹیکل ڈائریکٹر سر مارک لائل گرانٹ $! کی اس درخواست & کو مسترد کر دی جس میں اس نے استدعا کی تھی وہ طالبان سے جاری B پر توجہ دیں، پرویز مشرف کے L ا پر زور نہ دیں۔ ظاہر ہے یہ* بات حلق سے اُترنے سے رہی لیکن اس ہی خبر میں ایک اور خبر بھی ہے کہ برطانوی حکام نے کہا ہے مارک لائل نے ایسی کوئی* بات نہیں کی۔ ہم* پاکستان ہی نہیں خطے کے استحکام کے لیئے ضروری ہے کہ مشرف کے خلاف قرارداد جیسے مسئلے نہ اٹھائے جا N ۔ ہمارے استحکام کے لیئے کیا ضروری ہے یہ ہمیں سابق ایسٹ انڈیا کمپنی بتا رہی ہے۔ جبکہ نواز شریف کا خیال ہے کہ* پاکستان کے استحکام کے لیئے آمر$ کا روکنا ضروری ہے اور اس کے لیئے مشرف کا L ا اولین شرط ہے۔ ڈیلی ٹیلگراف، مارک لائل اور برطانوی حکام نے شا+ ہوم ورک صحیح طور پر نہیں کیا اور ان کے بیا* ت سے صاف ظاہر ہے کہ سچائی پر F نواز شریف کا بیان ہے* باقی قلابازیاں ہیں۔ مارک لائل کے جس بیان کی تردید برطانوی حکام کر رہے ہیں وہی* بات دوسرے+ از میں خود کہہ رہے ہیں۔ پاکستانی* نام نہاد دانشوروں کو تو برطانوی حکام ہی سچّے لگیں گے لیکن ہم دانشور نہیں ہیں اور محبِّ وطن بھی ہیں، اس لیئے نواز شریف کی* بات ہی سچّی ہے۔ ویسے بھی ان کے سچّے ہونے کی ایک سند ایک امریکی جنرل کی کتاب سے بھی ملتی ہے جسے ہمارے دانشوروں اور مبصروں نے کوئی اہمیت نہیں دی کیونکہ è اس سے* پاکستانیوں کا وقار بلند ہونے کا خطرہ تھا۔ اس

جنرل نے لکھا ہے کہ جب بھارت نے ایٹمی دھماکہ کر دیا تو ' کو تشویش ہوئی کہ کہیں* پاکستان جوابی غزل نہ عرض کر دے اس لیئے کتاب کے مصنف جنرل اور ایک (شا+) سیکریٹری اسٹیٹ کو حکم ہوا کے فوراً نواز شریف سے ملو اور اگر اس کا ایسا کوئی ارادہ ہے تو اسے روکنے کی کوشش کرو۔ دونوں حضرات ابھی اڑنے کے منتظر تھے کہ پرواز کرنے کے لیئے نواز شریف کا پیغام موصول ہوا کے آپ لوگ آنے کی زحمت نہ کریں۔ سیکریٹری صاحب پریشان ہوئے کہ ' کو کیا مونہہ دکھا N گے اس لیئے جنرل سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی* پاکستانی جنرل دوست & نہیں۔ بس پھر روشنی کی کرن ہاتھ آئی اور ایک جنرل سے رابطہ ہوا H اور کچھ ہی دیر بعد دونوں محو پرواز تھے۔ (اگر پرویز مشرف ساتھ ہوتے تو پرواز کی زحمت سے بچ جاتے اور ایک ٹیلیفون مار کافی ہوتی)۔ قصہ مختصر جب دونوں* پاکستان پہنچے تو دیر ہو چکی تھی۔ پاکستان ساتواں ایٹمی ملک بن چکا تھا۔ چھٹا ایٹمی ملک ہونے کے باوجود بھارت کی گھگی بندھ چکی تھی۔ غیر ممالک میں بسے* پاکستانیوں کو دوسرے ممالک کے لوگ جس طرح ہاتھوں ہاتھ لے رہے تھے وہ ایک الگ داستان ہے۔ بھارتی دھماکے اور* پاکستانی دھماکوں کے درمیانی وقفے میں بھارت نے جس چھچھورپن کا مظاہرہ کیا تھا وہ واہگہ پر موم C یں جلانے کے خواہشمندوں کے لیئے ایک سبق ہے (1 غیرتمندوں کے لیئے) اور پھر بڑھکیں مارنے والے بھارت کی ہوا 3 تو ساری د* نے دیکھا۔ بس اسکے بعد ہم* پاکستانی تو آسودہ خاطر (complacent) ہو گئے اور دشمن نے کام شروع کر دیا کہ* پاکستانیوں کو* نے کے لیئے جمہور$ نہیں آمر$ کا ہو* ضروری۔ ایسے عقل کے+ ھوں کو کون بتلائے کہ ۱۹۴۸ میں جمہوری حکومت تھی اس لیئے آج -- آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی اصطلاح استعمال ہو رہی ہے۔ ۹ دریاؤں کا* پانی اور رن کچھ کی '85%' زمین آمر$ کے دور میں گئی۔ مشرقی* پاکستان اور سیاچن بھی آمر$ کی بھینٹ % چڑھے۔ کارگل، گو کہ جمہوری دور میں رسوائی کا* (بنا لیکن یہ & ہی جا... ہیں کہ یہ & کچھ چار جنرلوں کی حماقت تھی جس سے نہ صرف وزیر اعظم کو لاعلم رکھا H بلکہ ایئر فورس کو بھی اعتماد میں نہیں لیا H ۔ اگر چین سے مشرف کی* پاکستان میں جنرل عزیز سے گفتگو بھارت ریکارڈ نہ کر* تو شا+ کوئی یقین نہ کر* کہ وزیر اعظم اس+ ونچر سے لاعلم تھے۔ (سوچنے کی* بات تو یہ بھی ہے یہ گفتگو کوڈ ورڈز میں کیوں نہ تھی)۔ کہا جا* ہے کہ ۱۲ اکتوبر کو مشرف قبضہ نہ کر* تو چاروں جنرلوں کا کورٹ مارشل تیار تھا۔ امریکی جنرل نے اپنی تصنیف میں شا+

یہ ہی بتانے کی کوشش کی ہے کہ جمہوری حکومت آمر کے مقابلے میں بہادر ہوتی ہے۔اس ضمن میں اس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ۱۱/ ۹ کے بعد بش نے نہیں، فقط سیکرٹ ی آف اسٹیٹ نے مشرف سے فون پر گفتگو کی تھی نتیجے میں وہ اس طرح بیٹھ H گیا جیسے* پانی میں بتاشہ۔بش کو حیرانی ہوئی کہ مشرف نے ایسے دو نہیں سارے* بتیں مان کر اپنی بزدلی کا مظاہرہ کیا تھا اور پھر . # یہ معلوم ہوجائے کہ سامنے والا کتنا کمزور ہے تو پھر 'ڈو مور' (Do More) کہنے اور ڈرون حملے کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ہوسکتا ہے آپنے بھی غور کیا ہو کہ مشرف . # کیمرے کے سامنے* تھا تو سانس روک کر اور پیٹ # رکھینچ کر اپنے فٹ ہونے کا جھوٹا* مظاہرہ* بلکل اس # از سے کر* تھا جیسے کوئی کو* ہ قد اپنے آپ کو طویل قامت* .$ کرنے کے لیئے پنجوں پر اچھلتا ہے۔ویسے آپس کی* بات ہے ہمیں تو اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں لقا کبو* ہی* یاد* ۔۔۔

۱۵/اگست ۲۰۰۹ء

کند ہم جنس۔۔

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن ، کی فینٹا سیز (Fantasies) کے بعد ہمیں کوئی اور جچی ہی نہیں۔ہاں مزاحیہ ادب میں اور بھی بہت سے* م ہیں جنکے ہم دلدادہ ہیں مثلاً کرنل محمد خان۔شو ! تھانوی۔عظیم بیگ چغتائی ۔مشتاق احمد یوسفی وغیرہ لیکن نہ جانے کیوں ہم ڈاکٹر صا # کے سحر سے نہ نکل سکے۔اب: اجانے کیا ہوا کہ پچھلے دنوں* پاکستان کو لوٹنے والے ایک شخص کا انٹریو پڑھ کر ہماری ہنسی رکنے کا* م نہیں لے رہی۔اس سے پہلے کہ گھر والے ہمیں* پاگل سمجھنے لگیں ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اس انٹریو پر کچھ لکھنے بیٹھ جا N ۔ہم نے کہیں پڑھا* یا سنا تھا کہ کہہ دینے* یا لکھ دینے سے غم ہلکا ہوجا* ہے (غم* بانٹ W سے کم ہوجا* ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ اس انٹریو پر تبصرہ کرنے سے ہماری ہنسی میں افاقہ نہ ہو۔اور واقعی اس ارادے کے ساتھ ہی ہماری ہنسی میں کافی کمی ہونے لگی ہے۔لندن میں دیئے جانے والے اس انٹریو میں اسے سابق وزیر اعظم لکھا H گیا ہے جبکہ ہم نے اسے وزیر اعظم کبھی بھی نہیں ما* ۔حالا è اس سے کوئی فرق نہیں پڑا کیو è ہمارے ہر سیاستدان نے ہی نہیں ہر *پاکستانی نے یہ ماننے کے* باوجود کے ۱۲ اکتوبر کے بعد آنے والا قابض ٹولہ غیر آئینی Z تھا۔صدر سے لیکر وزیروں -- کو صدر، وزیر اعظم اور وزیر ہی کہہ کر پکارا۔ایک ہم ہی تھے جو* یا تو ذکر کرتے ہوئے ان کا* م بغیر منصب کے e* یا غیر آئینی Z کا لاحقہ استعمال کرتے تھے۔(لیکن Õ رخانے میں طوطی کی صدا کون 7* ہے)۔اس شخص کا انتخاب میں کھڑا ہو* اور حلقے کے مجموعی ووٹوں سے زیادہ ووٹ لے کر S ہی جگ ہنسائی کے لیئے کافی تھا۔لیکن مملکت : اداد کو # ھیر نگری میں + لنے کے بعد تو چوپٹ $ راجہ ہی راج کرسکتا ہے۔انٹریو پر ہنسنے کی وجہ شو ! عزیز کا پرویز مشرف کے لیئے یہ مشورہ تھا کہ سیا & & کے لیئے نہیں ہوتی اور یہ کہ 'سابق صدر' کا سیا & میں آنے کا فیصلہ اپنا ہے۔5 حظہ فرمایا* 'من* احاجی بگویم' والی* بات ہوئی کہ میں تجھے سابق صدر کہوں تو مجھے سابق وزیر اعظم کہہ۔۔قہقہہ تو ہمارا اسوقت نکلا . # ہم نے یہ پڑھا کہ ان پر ملک سے فرار ہونے کا

الزام غلط ہے کیوè انکا گھر*. رشروع سے ہی بیرونِ ملک ہے۔ظاہر ہے وہ تو کمانے کھانے* پکستان آئے تھے۔کمٹا بھی کھٹا بھی جو کچھ ہاتھ لگا وہ لٹو بھی اور g پاسٹیل مل کا غم لیکر' سابق صدر' کی اجازت اور آشیر*. د سے تمام* ثے بشمول غیر ملکی تحفے تحائف سمیٹ کر فرار ہونے کی بجائے سیکیوریٹی گارڈز کی حفاظت میں روانہ ہو گئے۔بینکر تو تھے ہی اس لیئے تمام کالی کمائی کا ایسا انتظام کیا کہ پکڑ میں نہ آسکے۔کالی کمائی کو سفید کرنے کے لیئے دونوں 'سابقین' نے لیکچرر W کا ایسا انتظام کیا کہ کوئی لیکچر سنے* نہ سنے لیکچر فیس کی مد میں ا یA. سے کالی کمائی نکال کر دوسری A. میں اس طرح ڈالی جائے کہ وہ سفید ہو جائے۔عقل کی داد دینی پڑتی ہے کسی بنس کے کرنے میں دال آٹے کے بھاؤ کا ہی پتہ نہیں لگتا بلکہ گیہوں چینی کا حساب بھی گلے پڑ جا* ہے۔گیہوں چینی پ* یدا* کہ* پکستان سے سستا گیہوں ایکسپورٹ کرنے کے بعد مہنگا امپورٹ کرنے پ کافی تھوتھو اس لیئے ہوئی تھی کہ نہ کسی نے گیہوں*. ہر جاتے دیکھا نہ آتے دیکھا۔دروغ بر دن راوی۔سنا ہے یہ & کاغذات پ ہوا تھا۔ع

آئے بھی وہ گئے بھی وہ، ختم فسانہ ہو Hی

بس یہاں فرق یہ ہے کہ پہلے گیہوں Hی پھر* ی اور اس آنے جانے کے بعد بھی فسانہ ختم نہیں ہوا بلکہ جو نقصان ہوا وہ اس غری$ قوم کو سہنا پڑا۔دوسرا نقصان یہ ہوا کہ موصوف آنے والے حکمرانوں کو ای نئی راہ دکھاHی۔اب خوف ہے کہ ہماری دوسری اجناس مثلاً چینی، چاول، نمک اور کوئلہ بھی*. ہر جانے اور پھر آنے میں نہ لگ جائے۔یہاں وہ لطیفہ صادق آ* ہے جس میں ای ایسے شخص کا ذکر ہے جس کا اپنے*. پ کے انتقال پ رو* دھو* بند ہی نہیں ہو رہا تھا۔لوگ حیرت کر رہے تھے کہ آج کے دور میں بھی ایسوں کی کمی نہیں جو اپنے بوڑھے*. پ کا اتنا غم کرتے ہیں۔وہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ موصوف کو*. پ کے مرنے کا نہیں بلکہ یہ غم تھا کہ موت نے گھر دیکھ لیا ہے۔ہاں تو انٹریو پ ہنستے ہنستے ای لمحے کو ہماری سٹی اس وقت گم ہوگئی. # یہ پڑھا کہ موصوف* پکستان* چاہتے ہیں۔آنے-- تو ٹھیک ہے کہ انٹرپول کی : مت حاصل کرنے سے ہم لوگ بچ جا N گے لیکن یہ فر* کہ وہ پہلے کی طرح ملک کی : مت کر* چاہتے ہیں، ہمیں دہلانے کے لیئے کافی ہے۔بس یہ کہہ h ہیں ''بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا''۔انٹریو میں موصوف نے اپنے ای حمائتی کا ذکر

کرتے ہوئے کہا کہ چودھری شجا (لندن آتے جاتے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ موصوف کی حمائ$ کی ہے۔اس پ ہمیں اس لیئے اعتراض نہیں کہ اس بیان سے ہمیں اپنے اس مضمون کو عنوان ملHی۔جو کچھ یوں ہے۔ع

کند ہم جنس بہ ہم جنس پ واز
کبوت بہ کبوت*. ز بہ *. ز

انٹریو میں یہ اعتراف بھی دلچسپ ہے کہ ملنے والے تحفے تحائف میں ز* یدہ # رون ملک سے ملے تھے۔شا# یہ کہنا چاہتے ہیں کہ # رون ملک ملے ہوئے تحفے ذاتی ملکیت ہوتے ہیں اس لیئے وہ % انے میں کیوں جمع کرا N۔جبکہ ڈیڑھ سو تحائف وہ% انے میں جمع کرا چکے ہیں۔یہ وضا # نہیں کی کہ لے کتنے گئے تھے۔ہاں یہ اقرار ضرور کیا کہ کچھ مہنگے گفٹ ضرور لےHی تھا (ہوسکتا ہے شگون کے طور پ)۔شا# اس ڈیڑھ سو تحائف میں% ک۔ٹوپی اور کلاہ وغیرہ رہے ہوں جو انہوں نے بوجھ سمجھ کر% انے پ ڈالد* ی ہو۔انٹریو میں ای *. ت خوفناک بھی ہے کہ وہ کچھ دو & ممالک کی بلا معاوضہ مدد کر رہے ہیں۔خوفناک*. ت یہ ہے کہ دو & ممالک کا* م نہیں بتا* ی تو ہم انہیں ہوشیار کیسے کریں گے۔بس دعا ہی کر h ہیں کہ اللہ انہیں اپنی امان میں رکھے اور شو ! ہی نہیں پ وی: مشرف سے بھی محفوظ رکھے۔ان ممالک میں امریکہ انگلینڈ تو ہو نہیں h کہ دونوں ہوشیار ہیں اور گرتی ہوئی دیوار کو دھکا دینے میں ماہر۔بس یہ تو مسلمان ملکوں کا وتیرہ ہے کہ اڑتے تیر کو پکڑنے بیٹھ جاتے ہیں۔۔اللہ خیر کرے

۵/اگست ۲۰۰۹

سوری جسو$ سنگھ

تقسیم ہند سے پہلے قا+ اعظمؒ نے سکھوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش تو بہت کی ۔لیکن ماسٹر* رسنگھ کو سمجھ نہ آئی۔ ہاں نچلی ذات کے ا ی رہنما ’جناب منڈل‘ نے مسلم لیگ کا ساتھ ضرور د* یہ اور* ت کہ قا+ کے بعد ہمارے حکومتی اراکین نے (ہمارے لیڈر نہیں، کیوè ہمارے لیڈروں کا اختیار تو غلام محمد اینڈ کمپنی نے ہائی O کر لیا تھا) قا+ کی* پالیسیوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے جناب منڈل کو+ دل کر د* ورنہ وہ بھی ابوالکلام آزاد۔ فخرالدین علی احمد* ڈاکٹر عبدالکلام کی طرح ہمارا صدر* اسپیکر W کے کام آتے۔ بھارتی خوش قسمت تھے کہ گا+ ھی کے بعد انہیں نہرو کے علاوہ بھی کئی اور لیڈر ہی نہیں ملے بلکہ کچھ مسلمان شو بوائیز (Show boys) بھی ہاتھ آئے جنہیں بھارت نے خوب خوب استعمال کیا۔ ہم+ قسمت رہے کہ قا+ اور لیاقت علی خان کے بعد ہی ہمارے جینوئن لیڈر مثلاً خواجہ* ظم الدین اور نشتر جیسے رہنما بیدخل ہو گئے *پ کستان کو ا ی حکومتی ٹولہ میسر آH ۔جو بھیس+ ل+ ل کر آج -- حکومت کر رہا ہے۔ شروع شروع میں اتنا تو خیال رکھا H کہ فر$ لائن پ کبھی سہروردی کو تو کبھی چندر v کو رکھا لیکن بعد میں یہ تکلف بھی ختم ہوا اور اسکندر مرزا کے بعد پس پ دہ اداکار دھڑلے سے سامنے* شروع ہو گئے ۔کبھی آ M توڑا تو کبھی لپیٹ کر رکھ د* ۔کبھی* فظ کر د* ا/ کوئی رکاوٹ پیش آئی تو * آ M بنا لیا پھر بھی مشکل پ ڑی تو - امیم کر ڈالیں اور سارے کام آ M کے تحت ہی ہوتے رہے۔ ا ی حکمران کو کچھ ممبروں کی کمی پ ڑی تو آ M میں فلور کراسنگ کی شق کو چند دنوں کے لیئے معطل کیا Ðی پوری ہو گئی تو وہی شق بحال کر دی کہ اب آ تو گئے ہو جا نہیں h ۔چلو شکر ہے ہر کام آ M کے ہی تحت ہو* ہے۔ ہماری قوم غیر آ Ž اقدامات سے بچی ہوئی ہے۔ سنا ہے (واللہ اعلم) کہ ا/ آ M بھی توڑ* ہو تو آ M کے تحت ہی توڑا جا* ہے اور نئی حکومت پچھلے غاصب کو عزت واحترام سے رخصت کرتی ہے کہ % ا ی دن انہیں بھی تو جا* ہے۔ ویسے بھی % ت کا خیال تو پیش

Ã ہو* ہی چاہیئے۔ یہ ساری* تیں ذہن میں اس لیئے آ گئیں کہ ہم جناب جسو$ سنگھ کے* م سے دھوکہ کھا گئے اور انہیں* راسنگھ کی طرح سکھ سمجھ بیٹھے۔ اور سمجھنا بھی چاہیئے کہ جس ماسٹر* راسنگھ نے قا+ اعظم کی* ت نہ مانی اور اتنی ب ڑی غارت/ ی کا L بنا وہ بعد میں یہ ماننے پ مجبور ہوا کہ اس سے غلطی ہوئی تھی کہ اس نے قا+ کی پیش¾ کو نہیں اپنا* اور جن ہندوؤں کی خاطر سکھوں اور مسلمانوں کے خون کا ذمہ دار ٹھہرا انہوں نے ہی گولڈن ٹمپل کی ا M سے ا M بجادی اور سینکڑوں سکھوں کو بھی جان سے ہاتھ دھونے پ ڑے۔ اس کے ب عکس* پ کستان میں سکھوں کی عبادت گاہیں محفوظ ہیں* راسنگھ کے پچھتاوے کو سکھوں سے منسوب حماقتوں میں سے ا ی / ذ* جا* ہے کہ یہ کرتے پہلے ہیں سوچتے بعد میں ہیں۔ ا/ پہلے سوچ e تو اپنا نقصان بھی نہ کرتے اور* پ کستان بھی ا ی ب ڑے نقصان سے بچ جا* ۔ماؤ$ بیٹن اور ر+ کلف کی سازشیں بھی* کام ہوتیں* سٹھ سال کے بعد جسو$ سنگھ کو قا+ میں خوبیاں Ã آ N تو ہم اس د ی کی وجہ سے انہیں سکھ سمجھ بیٹھے کہ انہیں صحیح* ت کا ادراک ذرا د ی سے ہی ہو* ہے۔ بہرحال د ی آ+ در & آ+ ۔ہمیں خوشی ہے کہ جسو$ سنگھ نے قا+ پ کتاب لکھ کر ہمیں شکریئے کا موقع فراہم کیا ہے۔ پھر بھی ہمارا خیال ہے اس پ کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے پوری کتاب کا مطالعہ ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تعریف کرنے بیٹھ جا N اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ تو شکر میں لپٹی/ ڑوی گولی تھی۔ پھر بھی اس* ت سے ڈھارس ہوتی ہے کہ جناب جسو$ سنگھ کو کتاب لکھنے کی* پ داش میں بی جے پی سے ہاتھ دھو* پ ڑے۔ 1 کیا معلوم کل کلاں کو کیا ہو۔ بھارت کے معاملے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہی ہے (It is too early to say) ہوسکتا ہے کل یہ بیان آ جائے کہ ہم نے تو جسو$ کو جناح کے* رے میں کتاب لکھنے اور é کی تعریف کرنے پ نہیں بلکہ اس لیئے نکالا ہے کہ انہوں نے جناح کو دیئے گئے بلبل ہند سروجنی* + ڑو کے* ٹائیٹل ’’The Ambassador of Hindu Muslim Unity‘‘ کو گوکھلے سے منسوب کر د* ہے۔ ہم اپنی اس* دانی پ شرمسار ہیں کہ غلطی سے جناب جسو$ سنگھ کو سکھ سمجھ بیٹھے جس کے لیئے ہم ان سے معذرت خواہ ہیں۔ ‘Sorry Jaswant Singh’ !! ۔اس کے علاوہ ہم *پ کستانیوں کو احتیاط سے کام e ہوئے بھارتیوں کے پھٹے میں* ڑ - اڑانے کی بجائے۔ جناب جسو$ سنگھ کا شکریہ ادا کر* چاہیئے اور انہیں* پ کستانی شہر$ ی کی آفر کرنی چاہیئے۔ ا/ ہندوستان چاہے تو+ لے میں ہم

دس بیس ایسے* پ کستانی دے h ہیں جنہیں قا+ اعظمؒ * پ کستان ،ڈاکٹر قد یر خان اور* پ کستان کے ایٹمی ,پ وا/ ام سے: اواسطے کا بیر ہے۔ا ی ت* م نہاد مورخ ہیں جن کا کہنا ہے کہ وہ ۱۹۴۷ء میں ہوتے تو* پ کستان کے خلاف ووٹ دیتے۔ا ی یونیورسٹی کے فزکس کے لیکچرر ہیں۔بیس تیس سال سے کورس ,پڑھاتے ,پڑھاتے اپنے آپ کو سا × سمجھنے لگے ہیں اس لیئے انہیں* پ کستان کے V ا بم ,پ اعتراض ہے اور انہیں یہ: شہ لاحق ہے کہ یہ غلط ہاتھوں میں جا سکتا ہے۔شا+ موصوف V ا بم کو ماؤزر* ی ٹی ٹی سمجھتے ہیں کہ کسی کے بھی ہاتھ لگ سکتا ہے۔کچھ اور بھی ہیں جنہیں واہگہ سرحد ,پ دیئے جلانے کا شوق ہے۔اور چند ا ی ہندوستانی فلموں کے سحر میں کچھ اسطرح /ا فتار ہیں کہ انہیں* پ کستان کی % بہ سازی تو Ã آجاتی ہے لیکن بھارت میں کی گئی ہماری فلموں اور گانوں کی Õلی Ã نہیں آتی۔ہندوستان میں آپ کسی بھی گھر میں* پ کستانی چینلز نہیں دیکھ h لیکن اس میں تعجب کیسا کہ* پ کستانی چینلز اکثر* پ کستانی گھروں میں بھی Ã نہیں آتے بلکہ اب تو* پ کستانی فلمیں بھی * پ کستانی سنیما گھروں میں نہیں لگتیں۔امید ہے /ا بھارت راضی ہو H تو بی جی پی کو ا ی جسو $ سنگھ کے + لے کئی دوسرے مل جا N گے اور پھر بی جی پی کو دشمن ر p کی ضرورت بھی نہیں ,پڑے گی۔۔کیو è یہ جس تھالی میں کھاتے ہیں اس ہی میں چھید کرنے کے عادی ہیں۔لہٰذا امید کامل ہے کہ ہماری تھالی محفوظ ہو جائے گی۔۔

۲۰/اگست ۲۰۰۹ء

بحران ہی بحران

میڈ p سائینس میں* بلخصوص دوائیوں کے حوالے سے دو الفاظ ,بڑی اہمیت ر p ہیں۔سن% م (synergism)اور پوٹینسی ا c (Potentiation)۔عام قاری کی دلچسپی کے لیئے اتنا بتا* کافی ہے کہ کبھی کبھی ڈاکٹر کو دو ایسی دوا N تجویز کر* ,پڑتی ہیں، جن کا ا ث تو ا ی جیسا ہو* ہے۔لیکن دونوں مل کر دہرا فا+ ہ دیتی ہیں۔یعنی ا ی جمع ا ی ,ا ,ا دو کے۔اس سے مقصد دونوں دواؤں سے پورا فا+ ہ اٹھا* ہو* ہے لیکن ساتھ ہی ان کے مضر ا ث ات سے بچنا بھی ہو* ہے جو کہ کبھی کبھی ا ی ہی دوا کی ڈبل مقدار کے e سے ہو h ہیں۔اس کے مقابلے میں پوٹینسی ا c سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں دو دوا N مل کر ڈبل سے ز* یدہ ا ث کرتی ہیں۔یعنی ا ی جمع ا ی کا ا ث دو سے ز* یدہ۔ان دواؤں کی خاصیت ہوتی ہے کہ یہ مل کر ز* یدہ ا ث دکھاتی ہیں۔چو è دواؤں کے حوالے سے ہمیں علم تھا کہ دو چیزیں مل کر کبھی دوہرا ا ث کرتی ہیں اور کبھی کبھی دو دوا N مل کر ز* یدہ مو ث ہو جاتی ہیں۔اس لیئے ہمیں ڈاکٹر شیر افگن کی* ب توں ,پ کبھی تعجب نہیں ہو* ۔# وہ فرما* ی کرتے تھے کہ آ M کی فلاں شق کو فلاں شق کے ساتھ 5 کر ,پڑھنے سے یہ ہی مطلب نکلتا ہے۔غور فرما* ی آپنے !!ا/ دونوں شقوں کو علیحدہ علیحدہ ,پڑھیں گے تو* ب ت مخالفین کے حق میں چلی جائے گی لیکن 5 کر ,پڑھنے سے * ب ت اپنے مطلب کی ہو جائے گی۔ہو سکتا ہے دوسروں کو ڈاکٹر صا # کی* ب ت ماننے میں* مل ہو لیکن ہم اسے پوٹینسی ا c کا کمال سمجھتے تھے کہ جو چیز میڈیسن میں ہو سکتی ہے وہ آ M میں کیوں نہیں ہو سکتی جبکہ بے چارے ڈاکٹر صا #* ب ت میں زور پیدا کرنے کے لیئے 'جان' -- کا زور لگا کر آ M کو 'ہاہین' کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔اور واقعی یہ ان ہی کا کمال تھا کہ کبھی کسی شق کو علیحدہ نہیں ,پڑھا۔اور ہمیشہ دو چار شقوں کو 5 کر ,پڑھنے سے* ث $ ب کر* ی کہ وردی میں ملبوس صدر کو دس بیس* ب ر منتخب کر* ہا ہین (آ M) کے عین مطابق ہے* ب ت تو ڈاکٹر صا #* ب لکل ٹھیک ہی کرتے تھے کہ ۔# & کچھ آ M کے مطابق ہی کر* ہے تو

پھر نئے لوگوں کو امتحان میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ سسٹم کو چلنے ‌دیا جائے۔ * آنے والا بھی تو اس ہی آ M سے
مطلب، اری کرے گا۔تو موجودہ L اپ کیا، اہے؟ ہمارا آ M/ چہ تحریری ہے لیکن اس میں انگلینڈ کہ
اَن رِٹن کانسٹی ٹیوشن (Un written Constitution) سے زیادہ لچک ہے۔اسے آپ جتنا چاہیں توڑ
مڑور h ہیں۔ جتنا چاہے کھینچ h ہیں۔ یہ بیک وقت آرٹیکل چھ کے تحت کارروائی کی اجازت دیتا بھی ہے
اور نہیں بھی دیتا۔اگر آپ % ب اختلاف میں ہیں تو اجازت ہے بسم اللہ۔کس نے روکا ہے؟۔اور اقتدار میں
ہیں تو آرٹیکل چھ کی شق ایک کو دو کے ساتھ 5 کر پڑھیں تو غاصب کا ساتھ دینے والے دس بیس ہزار کو شامل
کرنا ہوگا کہ آ M تو ایک اکیلے بندے کے بس کا روگ نہیں۔تو پھر صرف اکیلے بندے کا L ا کیسا؟ اس کے
علاوہ بین السطور بھی پڑھیئے تو واضح ہو جائے گا کہ اس سے پہلے اس ہی قسم کے H ہوں کے مرتکب لوگوں کا
L ا کرنا پڑے گا۔بس پھر نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا کو زحمت دی جائے گی۔ہاں استاد حامد علی خان کے
ساتھ 'لاگی رے۔۔' گانے کی اجازت ہے! (ایک کیسٹ میں مشرف نے یہ کمال کر کے دکھایا ہے۔اور حامد
علی خان سے داد بھی پائی ہے)۔ n% م کا عملی مظاہرہ تو اس وقت ہوا۔ # اچانک چینی کی قیمت آسمان سے
* بات کرنے لگی اور جناب وٹو صا # نے مل مالکان کی وکا } کرتے ہوئے کہا کہ انٹرنیشنل مار ٹ میں ر $
بڑھیں گے تو پھر اس کا اثر لازمی طور پر یہاں بھی ہوگا۔دیکھا آپ نے پاکستان میں موجود چینی کے اسٹاک پر
آئندہ درآمد کی جانے والی چینی کی قیمت کا سنرجیٹک افیکٹ (synergetic effect)۔ہماری چینی کی
موجودہ قیمت ۴۰ سے بڑھ کر انٹرنیشنل کے مد مقابل آ گئی۔کہتے ہیں کہ مریض کو موت دکھا دی جائے تو بخار پر
بھی راضی ہو جاتا ہے۔ہمارے وزیر خوراک کو بھی چاہیئے کہ شو ! عزیز کے پیدا کیئے ہوئے آٹے کے
بحران کا حوالہ دینا شروع کر دیں K انشاء اللہ عوام ۶۵ روپے فی کلو پر راضی ہو جا N گے۔پھر لوگ چینی کے
حصول کے چکر میں قیمت اور کوالٹی دونوں کو بھول جا N گے۔جیسا کہ آٹے کی مد میں ہو رہا ہے۔ایسے میں
کسی اور وزیر نے آٹے، چینی کے بعد گھی اور تیل کا بحران کھڑا کر دیا تو لوگ آٹے کو چینی اور چین کو گھی کے
ساتھ 5 کر دیکھنے کے عادی ہو جا N گے۔کھاد کا بحران تو سر پر کھڑا ہے اب اگر دال چاول بھی زد میں آ گئے
تو عوام کو دال آٹے کے بھاؤ کا صحیح پتہ لگ جائے گا۔پھر شاید عقل آ جائے اور وہ تیل بھی دیکھنے لگیں اور تیل

کی دھار بھی۔مہنگائی کوئی بحران نہیں۔بحران تو اجناس کی امپورٹ کا دوسرا نام ہے۔گندم کی طرح پہلے سستی
ایکسپورٹ اور پھر مہنگی امپورٹ ہو تو مرضی ہے 'سونے پہ سہاگہ' کہیں یا 'واہ واہ' بھی 4% ھا' بجلی اور پانی
سے اتنا ڈرایا جا چکا ہے کہ اب آ 2 بہاتے بھی ڈرتے ہیں کہ ڈی ہائیڈریشن (Dehydration) C نہ ہو
جائے۔کمال تو یہ ہے کہ % ب اقتدار کی سنو تو لگتا ہے ملک میں کوئی بحران نہیں ہے۔مہنگائی تو ہے ہی نہیں۔بس
ذرا معیار زندگی بلند ہوا H ہے % ب اختلاف کی سنو تو بحران ہی بحران ہے۔اس لیئے ہم نے تو اب آ M
کی شقوں کی طرح دونوں کے بیانات کو 5 کر پڑھنا شروع کر دیا ہے اور واقعی نتیجتاً کہنے لگے ہیں ۔ع

اف نہ کریں گے،) سی لیں گے آ 2 پی لیں گے
غم سے اب گھبرانا کیسا ؟ غم سو * بار 5

۲۲/اگست ۲۰۰۹

*یدماضی

.# بھی ماضی کا ذکر ہوتو نہ جانے کیوں یہ شعرڑ. ن,پ آجا‫ ہے ع

*یدِ ماضی، عذاب ہے*یرب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

ویسے ہم اس شعر سے بچنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔اور اَ سہواً بھی یہ ڑ.ن,پ آجا‫ ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ کہیں قبولیت کا وقت نہ ہو اور حافظہ جا‫ رہے۔اور پھر صحیح معنوں میں عذاب شروع ہو جائے۔اپنے لیئے بھی اور لواحقین کے لیئے بھی!اس کے علاوہ ا یـ ,پ*۰ گا۰ بھی ہے جس کی موسیقی ، گلوکاری اور شاعری ہمیں بہت پسند ہے لیکن اس کے ا یـ مکھڑے کی وجہ سے ہم اس سے ,پ ہیز کرتے ہیں ـ,پ ہیز کرتے ہیں لیکن g سے*. ز بھی نہیں آتے*. لکل اس ہی طرح جیسے شواَ کے مریض میٹھا کھانے سے نہیں بچ*پتے۔مکھڑا ہے ‡ گی دینے والے سن، تیری د * سے جی بھرH یـ ہمیں اس میں سراسر* شکری Ã آتی ہے اس لیئے لاحول,پڑھ,پڑھ کر g ہیں۔گانے کا اتنا مسئلہ نہیں لیکن ماضی کے حوالے سے یہ شعر تو مسلسل جان کو لگا رہتا ہے کہ عمر کے اس حصے میں*یدش بخیر (nostalgia) ہی ا یـ سہارا ہے اور کہیں حافظہ ساتھ چھوڑH یـ تو 'تیری د * سے جی بھرH یـ' والی کیفیت ہوسکتی ہے۔گانے کو تو چھوڑیئے لیکن آج کل یہ شعر کچھ ڑ*یدہ ہی*ید آرہا ہے کہ تقریباً روزانہ ہی ٹی وی,پ واَ اموں میں کوئی نہ کوئی لال بجھکڑ ماضی,پ مٹی ڈالنے کا مشورہ دیتا Ã‫ ـ.# سے آ M کے آرٹیکل چھ کا پتھر عدا) تے*پ رلیمنٹ کو تھما یـ ہے۔ہر آمر $ کا ساتھ دینے والے کو اپنے سر کی فکر,پڑ گئی ہے۔اور وہ.ڑی اچھی اچھی*. تیں کرنے لگے ہیں کہ بھئی اَڑے مردے اکھاڑنے سے کیا فا‡ ہ ؟۔اسلام بھی در گذر سے کام e کی تلقین کر‫ ہے!!± لے سے معاف کر*۰ افضل ہے!!جمہور $ & سے اچھا انتقام ہے(ہمیں گمان ہے کہ اَ : انخواستہ پھر کسی غاصب نے قبضہ کیا تو

'اسلام وعلیکم ہم وطنو' کے بعد اس کا پہلا جملہ ہوگا کہ''جمہور $ کے خلاف & سے بہترین انتقام آمر $ ہے''

کچھ تو ایسے بھی ہیں جو مشرف کا,ڑ ا L تو چاہتے ہیں لیکن اس سے پہلے آنے والے آمروں کے ڑ ا L کے بعد۔ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ڑ*یدہ آگے جانے کی ضرورت نہیں بس ضیا الحق ‫- ٹھیک ہے۔چند ا یـ کا خیال ہے کہ احتساب شروع ہوا تو پینڈورا بکس کھل جائے گا۔دیکھا کتنے محبّ وطن ہیں۔۔آمروں نے آ M توڑتے وقت ایسا کچھ نہیں سوچا۔بس توڑ ڈ*یـ۔یہ بے چارے پینڈورا بکس کی فکر میں,پڑ گئے ہیں۔ارے ا یـ *. رکھو لدو جان چھوٹے گی۔مشاہد جیسے سابق وزرا کا بھی خیال ہے کہ ہمیں آگے کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ماضی کو چھوڑو۔جو ہوا سو ہوا۔کیوں کھا*یـ پیا اگلوانے کے چکر میں ہو۔ارے بھئی آگے کی طرف دیکھو۔ان خیالات کی وجہ سے ہمیں یقین ہے اَ & نے آگے کی طرف دیکھنا شروع کیا تو مندرجہ صورت حال کے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔

(۱) ہوم ورک نہ کر کے آنے والا طا). علم کہے گا''جناب آگے کی طرف دیکھیئے۔رات گئی*. ت گئی''

(۲) قتل عمد کا مجرم کہے گا۔جناب کیا اَڑے مردے اکھاڑ رہے ہو۔اور اَ اتنا ہی شوق ہے تو پہلے قابیل,پ بعد از مرگ مقدمہ ` وَ کہ قاتلوں کا سرغنہ تو وہی تھا۔

(۳) ۱۰۷ اور ۱۱۷ کے تحت اَ فتار ہونے والا بلوائی کہے گا یہ کام اکیلے کا تو تھا نہیں ہزار*پنچ سو تو رہے ہونگے پہلے انہیں لاؤ پھر مجھے ہاتھ لگا*۰۔

(۴) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اَ آمر کا آ M توڑ*۰ غلط ہے تو پھر اس کا ہر اقدام غلط۔۔چلو مان لیا کہ & کچھ الٹا بھی ڈ*یـ تو بنگلہ دیش کو مشرقی*پ کستان کیسے بناؤ گے۔اس لیئے مٹی*پ وَ۔ہمارے خیال سے ماضی بھول کر آگے کی طرف دیکھنے کا ا یـ فا‡ ہ بھی ہے۔نہ پولس کی ضرورت نہ تھانے کی۔نہ وکیل کی حا.# نہ عدلیہ کی۔ہر طرف چین ہی چین ہوگا۔قتل کر ڈ*یـ چلو مٹی ڈالو۔ڈاکہ,پڑ H یـ چلو ہٹاؤ۔زمین,پ قبضہ کر لیا۔چھوڑو اس کی قسمت۔۔۔& کچھ لوٹ لیا۔معاف کر دو یہ ہی افضل ہے۔۔۔چینی غا $ ۔جا*پنی پی کر سوجا۔صبر کر۔۔صبر کا پھل میٹھا ہو‫ ہے۔۔گندم غا $ ۔تو کیا ہوا۔اللہ نے تو پہلے ہی I کیا تھا کہ قری $ نہ جا*۰۔نہیں مانے تو

وہ خود غائب $ ہوگئی۔ دو چار سابق وزرا بشمول شیخ رشید اور شیر افگن کی یہ* بات بڑی اچھی لگتی ہے کہ قوم کو مشرف کے ٹرائل L سے دلچسپی نہیں وہ تو روٹی کپڑا مکان چاہتے ہیں۔ یہ وہی وزرا ہیں جو کہا کرتے تھے عوام کو عدلیہ کی بحالی نہیں اê مسائل کا حل چاہیئے۔ گو* یہ کہ مسئلے کا حل بھی کوئی اور ہے۔

گو* یہ کہ قیامت کا ابھی دن ہے کوئی اور

عوام کو انتظار ہے اس وقت کا ۔# حکمران مشورے دینے لگیں کہ روٹی نہیں ملتی تو کیک کھاؤ۔ چینی نہیں ہے شہد سے کام ` ؤ۔ پھر ¶K اللہ ماضی کو بھلانے کا مشورہ دینے والوں کو ماضی سے سبق مل جائے گا۔ انقلاب فرانس طوفان نوحؑ سے پہلے کی* بات تو نہیں کہ عوام کو* یاد نہ ہو۔ بس بھس میں چنگاری لگنے کی دیر ہے۔۔

۲۵ر اگست ۲۰۰۹ء

کریڈیبلیٹی (credibility)

قا+ اعظمؒ کے بعد ہماری دا a میں دو ایسے اشخاص* پاکستان کی* ریخ میں داخل ہوئے ہیں جن سے محبت کرنے والے* یہ جن کی عزت و احترام کرنے والے، چاہے کسی بھی طبقے سے تعلق ر p ہوں، سرخ رو ہوئے جبکہ عناد، بغض ر p* یہ مخالفت کرنے والے ذلیل و خوار ہوئے۔ یہ بھی اتفاق ہے ان ذلیل ہونے والوں نے ان دونوں کی+ ذلیل کرنے کی کوشش میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر عبدالقدیر خان صا # ہیں اور دوسرے چیف جسٹس آف* پاکستان جناب افتخار محمد چودھری۔ سچ ہے کہ اللہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذ) ۔ قا+ اعظم نہ مولوی تھے نہ مولا*۔ نہ پیر نہ سجادہ نشین لیکن آج بھی انہیں ہر شریف اور ذی شعور رحمت اللہ علیہ لکھتا اور کہتا ہے۔ جتنی فاتحہ خوانی ان کے مزار پر ہوتی ہے وہ اچھے اچھے مولویوں کو نصیب نہیں۔ جتنی قرآن خوانی ان کے مزار پر ہم نے ہوتے دیکھی۔ اتنی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہم شاہجہاں کے* تاج محل پر گئے ہمایوں اور اکبر اور جہانگیر جیسے* بادشاہوں کے مقبرے پر گئے 1 وہاں ہزار ہا حاضرین میں اکا دکا کو ہی ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ نہ جانے کیوں اکبر کی قبر پر ہمارے ہاتھ بھی دعا کے لیئے نہیں اٹھے۔ بھارت میں تحریک آزادی کے دوران قا+ اعظم کی مخالفت اور انہیں کافر/ داننے والے دو ایک مولویوں کی قبروں پر جا* ہوا لیکن وہاں بھی افسوس ہوا کہ صورت حال ملکہ نور جہاں کی قبر سے مختلف نہ تھی۔ یعنی

بر مزارِ ما غریباں نے %چراغان نے گلے

نے پرِ پروانہ سوزن نے صدائے بلبلے

یہ تو تھا قا+ کے مخالفین کا حال۔ لیکن ڈاکٹر صا # اور چیف صا # کے مخالفین کے سربراہ کو رسوا ہوتے تو & ہی دیکھ رہے ہیں اور ابھی تو ابتدائے عشق ہے۔ مشرف کا کیا ذکر اس کے چیلوں کا حال بھی سامنے ہے۔ شیخ رشید ہو* یہ شیر افگن۔ محمد علی درانی ہو* یہ محمد علی سیف، عبدالقیوم ہو* یہ پیرزادہ۔ چودھری

ادران ہوں* شہدا بہاولپور کے صا ñ دگان ان کو پوچھنے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔فی الحال شا+ تفنن طبع کے لیئے اینکر پرسن شیخ رشید کو بلوا e ہیں۔اور ۔ ممبر* پارٹی کا سر اہ اسے اپنے لیئے افتخار سمجھتا ہے۔ع

اغیار کو یہ * ز کہ +* م کیا ہے
میں خوش ہوں کہ اخبار میں تصویر چھپی ہے

اللہ تعالی کا Â م کچھ ایسا ہے کہ جس نے جتنی ہرزہ سرائی کی تھی اتنا ہی وہ رسوا ہو رہا ہے۔لیکن جیسا کہ کہا H ہے اللہ تعالی دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور عقل سلب ہو جاتی اس ہی لیئے آج بھی کچھ کم عقل پرویز مشرف کو بچانے کے لیئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں اور دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔عجیب وغریب $* دلیلیں پیش کر رہے ہیں۔مشرف نے نو دس سال حکومت کی تھی اور مال مفت اسی طرح لٹا* بھی تھا تو اس کا مراعات* یافتہ طبقہ اس کی محبت میں نہیں بلکہ اس خوف میں کہ ''تیرا کیا ہوگا کالیا'' اسے بچانے کے لیئے سازشیں کر رہا ہے۔جیسے ہی اس پر کیس C شروع ہوئے اچا - یکے بعد د v ے ا ê ایجنٹ وکیلوں نے الٹی سیدھی حرکتیں شروع کر دیں۔پولس والے کو مارا۔دوسرے دن صحافیوں کی شامت آئی۔ا ۔ دن جج کے کمرے میں توڑ پھوڑ مچائی* کہ وکلاء کی ساکھ کو نقصان پہنچا* جا سکے۔پھر وکیل رکے تو پولس والے شروع ہو گئے۔چند سپاہیوں نے ا ۔ بچی کے ساتھ* دتی کی اور لاش* لے میں ڈال دی۔پھر چند ا ۔ نے ا ۔ عورت کو اغوا کیا اور ہوٹل میں لے گئے اور مالک ہوٹل نے بھی انکا ساتھ* ۔ایسے تین چار واقعات کے علاوہ تین چار مسلم لیگ ن کے صو* ئی اسمبلی کے ممبران نے بھی* م پیدا کیا۔ایسا لگتا تھا کہ یہ & کچھ کسی اسکر $ کے تحت ہو رہا ہے۔اور اسٹیج صرف ا ۔ ہی صوبے میں لگا H ہے۔ہر ڈرامہ چاہے وکلاء کا ہو* پولس کا* ممبران اسمبلی کا۔کم از کم د* تین واقعات پر F تھا۔بیڑیوں میں مقید لوگوں کی آمدگی کا ڈرامہ بھی کچھ دن ` کم سن لڑکیوں کی شادی بھی ڈھڑا دھڑ ہو N اور پھر فیڈ آؤٹ ہو گئیں۔اگر کوائف جمع کیئے جا N تو محسوس ہوگا یہ & کچھ کسی سوچے سمجھے طر j سے وکلاء، پولس، اور صو* ئی حکومت کو +* م کرنے اور اس کی ساکھ ختم کرنے کے لیئے کیا جا رہا ہے۔اس کے لیئے لائحہ عمل کو K اختیار ہو* ہے۔حکمت عملی کیا ہوتی ہے۔یہ تو کر* دھر* جا 3 لیکن اس سارے معاملے میں* ٹائمنگ & سے اہم ہے۔بریگیڈیر امتیاز اور جنرل نصیر اختر کی ایم

کیو ایم کے خلاف کی گئی سازش آنکھیں کھولنے کے لیئے کافی ہے۔جس نے اس محاورے کے معنی ہی + ل دیئے کہ جہاں دھواں ہو* ہے۔وہاں آگ ضرور ہوتی ہے۔کیسا دھواں اور کیسی آگ۔خود ہی جناح پور کا نقشہ بنا* اور خود ہی قتل اور غارت گیری کا* زار* م کر کے ہزاروں H ہوں کو شہید کر ڈالا اور اب* پر رسا بن رہے ہیں کہ جا... ہیں یہاں احتساب تو ہو* نہیں اور ہوا بھی تو پہلے ایوب خان سے شروع کر* ہوگا۔جنرل آصف نواز سے ہوتے ہوئے بریگیڈیر امتیاز - پہنچنے میں کئی نصیر اللہ* اور جنرل نصیر اختر آڑے آ N گے۔بہرحال ہمیں امید ہے کہ مشرف کی* قیات اپنی سازش میں* کام ہوگی اور ہمارے اداروں کی ساکھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔K اللہ پرویز مشرف کا ا L ہوگا اس پر دونوں* پارٹیاں متفق ہیں بس طر i کار پر اختلاف ہے اور یہ کوئی اچنبھے کی* ت بھی نہیں کیو è پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔دونوں* پارٹیاں چیف جسٹس کی بحالی چاہتی تھیں بس طر i کار پر اختلاف تھا اور عوام اختلاف ختم کرانے کے ماہر ہیں۔یہ د* دیکھ چکی ہے

۲۵/اگست ۲۰۰۹

معاوضہ

ا یـ m̈* سے ا یـ دلچسپ پروگرام پیش ہوتا ہے جس کا میزبان کسی بھی مشہور شخصیت کا ا یـ دن کا مہمان ہوتا ہے۔ یہ شخصیت کوئی بھی ہوسکتی ہے فلمی ، سیاسی ، مذہبی یا ادبی ۔کبھی کبھی یہ میزبان کسی بڑے ادارے کے کسی بڑے افسر کا بھی مہمان ہوتا ہے۔حاضر اسٹاک حکمران تو خیر ہوتے ہی ہیں۔لیکن کبھی کبھی سابق حکمرانوں میں سے بھی کوئی شرفِ میزبانی حاصل کرتا ہے۔اس پروگرام کی Đادیت $ یہ ہے کہ پروگرام کا میزبان، مہمان بن کر صا # خانہ کے ساتھ پورا دن ہی نہیں گذارتا بلکہ صا # خانہ کے بارے میں کما حقہٗ معلومات حاصل کرکے ناظرین کو پیش بھی کرتا ہے۔پروگرام کی ا یـ خصوصیت اسکے میزبان کا انوکھا انداز ہے۔ # وہ سوالات کرتا ہے تو اس میں بھول پن اتنا ŭیں ہوتا ہے کہ پوچھے جانے والے K ن کو سوال کی چبھن ۔۔ محسوس نہیں ہوتی ۔بس یوں سمجھئے کہ ع

کتنے شیریں ہیں تیرے) کہ رقیب ے
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

*بات اس شعر سے بھی واضع نہیں ہوئی تو ابھی ہم ا یـ مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کیوèہم نے اکثر دیکھا کہ سوال میں چھپی ہوئی L ں سے چھیدے جانے کے باوجود لوگ مسکراتے رہتے ہیں *بات طویل کرنے سے بہتر ہے کہ یہ مثال پیش کردی جائے۔ہوا یہ کہ میزبان ا یـ مشہور (* م)زمانہ اسٹیج وفلمی اداکارہ کے گھر مہمان تھا۔ ایکٹرس کا تعارف یہ ہے کہ عرٍیں ڈانس پیش کرنے میں *ثانی نہیں رb ۔کئی بار اس کے اسٹیج ڈراموں پر چھاپے بھی پڑے اور ڈرامے بین (Bann) بھی ہوئے۔غیر تصدیق شدہ یہ خبر بھی اسکے کھاتے میں ہے . # ا یـ چھاپے کے بعد اس کا سر مونڈ دیا H گیا تھا۔اور اسے زلفوں کے سر ہونے ۔۔ بیرون ملک رہنا پڑا تھا۔واللہ اعلم ۔۔موصوفہ ا یـ ڈانسنگ اسکول کی مالکہ بھی ہے اور

قوم کی بیٹیوں کی .M بھی کر رہی ہے کہ روشن خیال حکمرانوں کی کلچر سے محبت کا تقاضہ بھی یہ ہی ہے۔خیر دن بھر اداکارہ کے ساتھ وقت گذارنے اور اس کی مصروفیات سے واقف ہونے کے بعد ٹی وی کے میزبان نے اداکارہ کی امارت سے متاثر ہوتے ہوئے بڑے بھول پن سے پوچھا'' میڈم ! کیا یہ کروڑوں کی کوٹھی ، شاندار کاروں کی ریل پیل اور اتنا ہائی اسٹنڈرڈ آف لونگ (High standard of living)،صرف آپ کی ڈانس کی کمائی کے مرہونِ منت ہیں''۔سوال کی کاٹ اور اس میں چھپے طنز کو ہم نے محسوس تو کیا لیکن جواب میں رقاصہ کے لبوں پر رقصاں مسکراہٹ دیکھ کر ہمارے حلق میں کچھ ایسی کڑواہٹ محسوس ہوئی کہ m̈* لنا پڑا آج یہ انٹرویو ہمیں اس لیئے یاد آیا کہ کچھ ہی دن پہلے ا یـ چھوٹی سی خبر Ā وں سی گذری جس کے مطابق پرویز مشرف کو فی لیکچر دو سے ڈھائی ہزار ڈالرز ملتے ہیں ۔ماشا اللہ۔اتنی قیمت ا یـ ایسے Kن کے لیکچرز کی ہے۔جس نے حکومت اپنی حکمت عملی سے نہیں کی بلکہ فوج کے بل بوتے پر کی۔وردی کے اترتے ہی ساری کراری دھری رہ گئی۔ا یـ ایسے فوجی کے لیکچرز کی اتنی قیمت جو کہ ناکام ترین جنرل تھا۔جس کو جنرل کی حیثیت سے صرف ا یـ B لڑائی پڑی تو اس میں بھی ناکامی ہوئی۔رہی تو یہ ہے یہ B تھوپی نہیں گئی تھی بلکہ موصوف نے خود شروع کی تھی۔پھر بھی A نہ سکا۔اگر ا یـ ناکام شخص کے لیکچرز کی اتنی قیمت ہے تو کسی کامیاب سیاستدان یا کسی کامیاب جنرل کا معاوضہ اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہیئے ۔مشرف نے لکھا تھا کہ حجرت کے وقت سامان سفر میں ا یـ بکس بھی تھا جس کی حفاظت اس کے والد اپنی جان سے زیادہ کر رہے تھے۔اس بکس میں سات لاکھ روپے تھے۔اگر ان روپوں میں جنرل کی دوران 5 زمت ساری تنخواہ بشمول صدارتی تنخواہ اور الاؤنس کے جمع کر دیئے جا N $ بھی اس کی موجودہ جائیداد کی قیمت نہیں چکائی جاسکتی۔یہ ہم اس لیئے کہہ رہے ہیں کہ ہماری اپنی تنخواہ بھی کچھ کم نہ تھی اور ہمارے گوشوارے کے مطابق ہمارے پاس کم از کم مکان کے علاوہ دس لاکھ کی بچت ہونی چاہیئے ۔جبکہ ہمارا ابھی سے یہ حال ہے جو سکندر کا د* سے جاتے وقت تھا۔ہمیں اس وقت ا یـ اینکر مبشر لقمان کا یہ گلہ یاد آ رہا ہے جو اس نے فیصل صالح حیات سے کیا تھا کہ میں بھی ا یـ فوجی کا C ہوں اور میرے گھر میں جو ریل پیل ہے وہ میں ہی جا { ہوں پھر یہ ہمایوں اختر عبدالرحمٰن کے پاس اتنی دو) کہاں سے آ گئی؟ فیصل صالح کے پاس اس کا کیا جواب! یہ کہہ کر

جان چھڑائی کہ یہ آپ ان ہی سے پوچھئے۔ویسے ٹی وی کے وہ میز* ن جوا- دن کے لیئے مہمان W رہتے ہیں اگر مشرف کے مہمان بنیں تو بھو [میں رقاصہ سے پوچھے گئے سوال کی طرح پوچھ h ہیں۔'جنرل صا # ! آپ کو جن لیکچر کے ڈھائی ہزار ڈالر ملتے ہیں،ان میں ایسی کیا انوکھی* ت ہوتی ہے۔کہیں یہ ان * کستانیوں کا معاوضہ تو نہیں جن کو آپ نے امریکہ کے حوالے کیا تھا۔کیوè فی لیکچر یہ پیسے بہت* دہ ہیں۔ لیکن فی گمشدہ* کستانی بہت کم ہیں'۔ہمیں یقین ہے مشرف کے چہرے پر بھی وہی مسکراہٹ رقصاں ہوگی جو رقاصہ کے چہرے پر دیکھ کر ہمیں m+ لنا پڑا تھا۔

۲۷راگست ۲۰۰۹ء

جام اٹھانے سے حیا آتی ہے

ہمارے ا- دو & تھے تو اکلوتی بیوی کے شوہر لیکن . # کبھی دوستوں کی محفل میں بیوی کا ذکر آجا* تو اسکا ذکر 'ہماری پہلی بیوی' کہہ کر ہی کرتے تھے۔استدلال یہ ہی ہو* تھا کہ واقعتاً وہ ہے ہی پہلی۔دوسری نہیں۔تو پھر اسے صرف بیوی کیوں کہوں؟ ان کی* ت ہمارے دل کو ایسی لگی کہ ہم ایوب خان کو ہی پہلا مستند ڈکٹیٹر کہتے ہیں اگر چہ ہمارا استدلال ذرا مختلف ہے۔ہمارا خیال ہے غلام محمد اور اسکندر مرزا بھی ڈکٹیٹر سے کم تو نہ تھے لیکن انہوں نے اوڑھنی* پرلمنٹری فارم (Parliamantary Form) کی اوڑھ رکھی تھی اور* قا+ ہ وزیر اعظم وغیرہ بھی ر p تھے۔. # کہ ایوب نے تو* قا+ ہ آ M کو توڑ* ڑ مارشل لا* فظ کر د* ۔خود ساختہ صدر ہی نہیں فیلڈ مارشل بھی بن H ۔ایبڈو کے تحت ساری سیاسی* رٹیوں کو بین (bann) کر د* ۔

ملک کے اس & سے پہلے مستند ڈکٹیٹر ایوب خان نے بعد میں ا- * آ M بھی بنا یا اور ا- اسمبلی بھی وجود میں آئی جس میں% ب اختلاف بھی تھی۔بہت مختصر۔1 بہت ہی مضبوط۔جس میں مولوی فر+ اور* قی بلوچ جیسے دبنگ ممبران نے جمہور $ کی ر* یت کو+ ہ رکھا ہوا تھا۔ان کے علاوہ ایوب خان کے بھائی سردار بہادر خان بھی تھے جو نہ صرف قا+% ب اختلاف تھے بلکہ شعلہ بیان مقرر بھی تھے۔اسمبلی کے ا- اجلاس میں تو گو* % ب اقتدار کے وزرا کی دم پر پیر ہی رکھ د* ۔ # انہوں% ب اقتدار کی i ں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا۔ع

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے، ا• مِ گلستاں کیا ہوگا

بڑی لے دے ہوئی اور جیسا کہ% ب اقتدار کا وتیرہ ہے کہ جواب ہونہ ہو۔دینا ضرور ہے چاہے جواب کتنا ہی بھو+ ا کیوں نہ ہو۔اس میں اس کی قید نہیں کہ جواب دینے والا ایوب خان کا عبدالوحید ہے* مشرف کا محمد عل

+ رائج آج کی فوزیہ اڑ* ب اقتدار۔ بہرحال عبدالوحید نے جواب میں مندرجہ ذیل بھرتی کے دو مصرعے پڑھ کر سارا مزہ کرکرا کر دیا۔

ے .# شاخ پہ الو بیٹھے تھے گلشن کی ہوا N روتی تھیں

اب شاخ پہ بلبل بیٹھے ہیں ا• م گلستاں کیا ہوگا

%ب اقتدار نے اس پر خوب خوب بغلیں (ڈ I) بجا N لیکن .# طوفان+ تمیزی ٹھہرا تو فقط نو (۹) ممبران کی اسمبلی میں سے کسی نے 'واہ رے بلبل' کہہ کر دیا رہ محفل کو لوٹ لیا۔ اور ان اشعار کی بازگشت ایک عرصے تک گونجتی رہی۔ اس ایک واقعے سے+ ازہ کیا جا* ہے کہ اس وقت کی %ب اختلاف کے ذوق کا معیار کیا تھا۔ لیکن%ب اقتدار کا معیار، دورِ مشرف دور حاضر سے مختلف نہ تھا کہ اس وقت بھی وزرا جھوٹ بولنے میں محمد علی غلط بیانی سے کم نہ تھے۔ ۹ ممبران کی %ب اختلاف کہاں تک جھوٹ کے سیلاب کے آگے بند+ ھنے کی کوشش کرتی۔ اس ہی لیئے سردار بہادر خان نے اسمبلی میں خاموشی اختیار کر لی۔

ایک سیشن میں .# انہیں بولنے پر آمادہ کیا بھی تو انہوں نے یہ شعر پڑھنے پر کتفا کی۔ ع

ے .# سے جا* ہے کہ ہیں* اہل* دہ >

اب مجھے جام اٹھانے سے حیا آتی ہے

اور واقعی یہ شعر فی زمانہ اہل دل کی صحیح ترجمانی کر* ہے۔ & کچھ ویسا ہی ہے کچھ نہیں+ لہ۔ وہی لوٹ کھسوٹ۔ وہی اقربا پروری۔ وہی جھوٹ، فریب، مکاری۔ وہی مال مفت وہی دل بے رحم۔ وہی سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنا۔ قوم پہلے بھی دھوکہ کھانے کی عادی تھی آج بھی ہے۔ ایک ہی سوراخ سے ڈسے جانے کی اب تو تعداد بھی یاد نہیں۔ وہی حبس کا عالم ہے۔ اس میں ایک خوشگوار جھونکا ایٹمی دھماکے سے پیدا ہوا تھا تو اس کا لطف بھی قوم نہ لے سکی کیو è اس دھماکے کے خالق اور ملک کو* قابل تسخیر بنانے والے ڈاکٹر قدیر کو عزت وتکریم کی بجائے قید تنہائی نصیب ہوئی۔+ ھیرے اور حبس میں مزید اضافہ اس وقت ہوا .# اسٹیل مل@ کر ملک کو* قابل تلافی نقصان پہنچانے کی کوششوں کو خاک میں 5 نے والے چیف جسٹس کو خا+ ان سمیت Ā بند کر دیا H۔ چیف کی بحالی پر پھر روشنی کی کرن Ā آئی 1 چار دن کی چا+ نی پھر+ ھیری رات والی* ت

ہوئی۔ ایوب خان کو روکنے والے ۹ ممبران بھی+ دل ہو گئے تھے لیکن اب تو وہ ۹ بھی نہیں ہیں۔ ہاں ایک لمبی چوڑی %ب اختلاف ہے تو صحیح لیکن ے ''ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے''۔ کیوں کہ سنا ہے فرینڈلی ہے۔

اب ایک عدلیہ سے کیا کیا توقع کریں۔ یہاں تو آوا کا آوا ہی %اب ہے۔ اس ہی+ ھیرے سے ڈر کر کچھ کالم سپرد قلم کیئے تو جی کچھ ہلکا ہوا۔ لیکن پھر ایک* رجھوٹ، فریب، الزام۔ پھر جوابی الزامات کا ایک* سلسلہ ایک ریٹائرڈ بریگیڈیر نے شروع کرا دیا۔ اس نے تو ایسا r* وار کیا ہے کہ ہر ایک کی ساکھ (credibility) داؤ پر ہے۔ ڈور ایسی الجھ گئی ہے کہ سرا ہی نہیں ملتا۔ ہر شخص اپنی صفائی کے چکر میں مزید گند ڈال رہا ہے۔ کوئی بھی اس آگ کو بجھانے کی کوشش نہیں کر رہا۔ کسی کو یہ خیال نہیں دس پندرہ سال بعد بریگیڈیر کا ضمیر کوما (coma) سے* ہر کس انجکشن کی وجہ سے* یا اور یہ انجکشن اس وقت کیونکر کارآمد ہوا .# مشرف پر مقدمات کی بھرمار ہوئی۔ این آر او پر زد پڑی۔ دودھ کا دودھ ہونے کی امید ہوئی تو اداروں کو مشکوک بنانے کا کام شروع ہو H۔ .# کوئی *ک شو دیکھنے بیٹھو تو جھوٹ کے وہ وہ ڈونگرے۔ ستے ہیں کہ m+ لنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ بس ایسے میں یہ ہی تو کہنے کو دل چاہتا ہے کہ ع۔

ے اب مجھے جام اٹھانے سے حیا آتی ہے

۳۰/اگست ۲۰۰۹ء

کون کہہ رہا ہے

کہا جا* ہے کہ یہ دیکھو کیا کہا جا رہا ہے یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ* ت کوئی نہیں 7 ۔ & یہ دیکھتے ہیں کہنے والا کون ہے۔ کوئی امیر کبیر، کوئی معروف شخصیت* کوئی صاحبِ اقتدار۔ ہم نے دو کالم لکھے تھے۔ ای ۔ ’بینظیر، M. اللہ محسود اور یگیڈ یر چیمہ (BB, BM, & BC)‘ اور دوسرا ’ شرلاک ہومز اور اسکاٹ لینڈ* یرڈ‘۔ ظاہر ہے ہم مندرجہ* لا صفات میں سے کسی ای ۔ کے بھی حامل نہیں، اس لیئے ’نوائے وقت‘ جیسے مشہور و معروف اخبار میں جگہ* پنے کے* وجود شا+ از* بِ اقتدار کی توجہ نہ حاصل کر سکے۔ ہم یہ* ت اتنے وسوق سے اس لیئے کہہ رہے ہیں کہ اگر پڑھ لیئے گئے ہوتے تو بی بی قتل کیس کی تحقیقات کے لیئے پہلے اسکاٹ لینڈ* یرڈ اور پھر اقوام متحدہ کی ٹیم کو زحمت نہ دی جاتی اور قوم کا پیسہ (* ی ہو سکتا ہے بی بی کا اپنا پیسہ) اس مد میں ضائع ہونے سے بچ جا* ۔ اور قوم کے (* ی بی بی کے لواحقین) کے کام آ* ۔ کیو è ہم سمجھتے ہیں کہ اقوام متحدہ کی ٹیم کے اچھے بھی اس سازش کو بے Õ ب نہیں کر h ۔ ہمارا ایسا سمجھنے کی کئی وجوہات ہیں۔ ای ۔ تو ہم جناب ابن صفی مرحوم کی دو ڈھائی سو کتابوں کو کم از کم ۱۵، ۲۰* ر پڑھکر ماشا اللہ اتنے قابل تو ہو گئے ہیں کہ اسکاٹ لینڈ* یرڈ اور اقوام متحدہ کے تفتیشی افسروں کی تحقیقاتی سرا میاں دیکھ کر یہ کہہ سکیں کہ بھئی یہ تمہارے بس کی* ت نہیں۔ یہ تو ای ۔ بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جائے حادثہ کا معائینہ اور وہ بھی اتنے عرصے بعد ’کتنے گم گشتہ فسانوں کا پتہ دیتا ہے‘* لفرض اگر یہ معائینہ واردات کے ای ۔ آدھ دن بعد بھی ہو* تو کچھ حاصل نہ ہو* کیو è جائے حادثہ کی دھلائی ,ڈی تندہی سے کی جا چکی تھی۔ امریکن فلموں میں بھی جائے حادثہ کو رسیوں کے ذریعے گھیرے میں e دیکھا ہے۔ چاک سے بھی کچھ ¶K* ت لگائے جاتے ہیں۔ صفائی ستھرائی کا اہتمام ہماری Ã وں سے کبھی نہیں گذرا۔ دوسری وجہ یہ کہ اسکاٹ لینڈ والے بھی جائے حادثے کی تصاویر بناتے رہے تھے۔ # ہم انہیں تصویر بناتے دیکھ رہے تھے تو گمان ہوا شا+ ا ê* پس وہ

کیمرے ہیں جو ماضی میں رونما ہونے والے واقعات کی عکس بندی کر h ہیں۔ اس لیئے اب قاتل کی ¶K+ ھی ہو جائے گی اور پھر پس پردہ سازشی-- پہنچنے کے لیئے ہماری پولس کا ڈرائنگ روم مددگار* $. ہوگا لیکن نتیجہ ڈھاک کے تین* پت! آج -- یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ وہ لوگ کیا تیر مار گئے تھے۔ کیا ہی اچھا ہو* کہ کسی کو گرفتار کروا دیتے اور دوران تفتیش تھرڈ ڈگری. دا & نہ کرتے ہوئے وہ ’مومو‘ کرتے ہوئے جاں بحق ہو جا* ۔ اب بیٹھے عقلی گھوڑے دوڑائے جاتے کہ وہ مومو کرتے ہوئے کہنا چاہتا تھا کہ ’مو جھے نہیں معلوم *ی پھر ای ۔ لسٹ بن جاتی کہ ’مو‘ سے کون کون سے* م ہو h ہیں۔

اس سے کم از کم ای ۔ فا+ ہ ضرور ہو* کہ اونچے ایوانوں میں بیٹھے ’م‘ سے شروع ہونے والے* م کے حامل حضرات مرتے دم-- لرزہ. + ام رہتے کہ مرتے ہوئے K ن کے %آ ی الفاظ اہم ہوتے ہیں۔ اور پھر کون جانے کہ پندرہ سولہ سال بعد کسی ڑ* ے ڈ کا ضمیر انگڑائی لیکر اٹھ بیٹھے اور پینڈورا بکس کھل جائے۔ ان دونوں ,ڈے اداروں کی* کامی کا ہمیں اس لیئے بھی یقین ہے کہ عموماً ,ڈے اداروں کی Ã چھوٹی چھوٹی چیزوں پر نہیں ,پڑتی۔ وہ ڑ* ی دہ گہرائی میں جھانکنے* ی ڑ ی دہ دور کی کوڑی لانے میں قر R مشکوک چیزوں پر توجہ نہیں دیتے* لکل اس طرح جیسے چیکنگ کے دوران کار کے+ ر اسلحہ تلاش کرنے والوں کو کار کی چھت پر رکھی توپ Ã نہیں آتی۔ اس کے علاوہ ہماری سمجھ سے* لا* ہے کہ یہ لوگ پو & مارٹم رپورٹ کی عدم موجودگی میں موت کی وجہ کا کیسے تعین کریں گے۔ ہماری سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آ* کہ وہ جائے وقوع پر کیا دیکھنے جاتے ہیں۔ اور وہاں سے حاصل کیا ہو* ہے۔ کہیں یہ اس بندر کی طرح ٹوپیوں کا بتانے کی بجائے اپنی پھرتیاں دکھانے کے چکر میں تو نہیں پڑ گئے کہ تفتیش کی مد میں ملنے والی رقم کو حلال کر سکیں۔ اگر واقعی یہ ادارے اتنے فعال ہوتے تو کینیڈی کے قتل کی سازش اب-- طشت از* م ہو چکی ہوتی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیں خواہمخواہ+ گمانی ہو رہی ہو۔ تفتیشی افسران آرتھر کانن ڈائل کے شرلاک ہومز کے اسکول آف تھوٹ (School of thought) سے تعلق ر p ہوں۔ بس ڈاکٹر واٹسن جیسا کوئی اسسٹنٹ مل H تو قاتل کو حاضر کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہمارے ذہن میں ای ۔ آئیڈ* ی آ رہا ہے۔ اگر اقوام متحدہ والے* کام ہو جاتے ہیں جسکا ہمیں تو سو فی صد یقین ہے تو ان کو دی ہوئی فیس (جو واپس ملنے سے تو رہی) کے عیوض ای ۔ اور کام لے لیا جائے۔ ان سے پوچھا جائے کہ تحقیق کر

کے بتا N اقوام متحدہ میں شامل وہ کوٴ قوم ہے جوا یـ ہی سوراخ سےٴ ڈ. رڈ سے جانے پ شرمندہ نہیں ہوتی اورجسکے حکمران سوجوتے اورسو پیاز کھانے میں اپنا* نی نہیں ر p ۔

۲ ستمبر ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۳ نومبر ۲۰۰۹ء

واپسی

واپسی کو انگریزی میں ریٹرن (Return) کہتے ہیں ۔اس کے علاوہ واپسی کو ود ڈرآل (With Drawl) کے معنوں میں بھی استعمال کیا جا* ہے ۔اب اس میں کیا فرق ہے یہ تو ماہرِ لسا* ت جا 3 ۔ہم تو مثالوں کے ذریعے فرق سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ ¶K اللہ فرق واضح ہوجائے گا۔ہمارے تعلیمی دور میں ایسی فلمیں بھی ہوا کرتی تھیں، جوکامیابی کے جھنڈے گاڑنے کے بعد ڈ* رہ اس طرح جلوہ اَ ہوتی کہ فلم کے *. م* یـ فلم کے مرا. ی کردار کےاَ دا یـ نئ کہانی بُنی گئی ہوتی ۔اورنئ فلم ’ریٹرن‘ کے لاحقے کے ساتھ لوگوں کی توجہ حاصل کرلیتی ۔اس طرح عموماً پہلی فلم کی کامیابی کے بل بوتے پ یہ* کس آفس پ ہٹ ہو جاتی تھی، ویسے کبھی کبھار یہ وہ کامیابی نہ حاصل کر* پ تی جس کی امید فلمساز کو ہوتی تھی ۔ا یـ فلم* ٹ رزن کامیاب ہوئی تو فلمساز نے دا ریٹرن آف* ٹ رزن (The Return of Tarzan) پیش کردی۔اس ہی طرح زورو (ZORRO) اور پھر ریٹرن آف زورو (Return of Zorro) تھیں۔کبھی کبھار یہ سلسلہ دو فلموں کے بعد منقطع ہوجا* ۔اس کی مثال پیٹن پلیس (Peyton Place) اور ریٹرن ٹو پیٹن پلیس سے دی جاسکتی ہے۔ایسا بھی ہوا کہ کسی فلم کا کوئی کردار ہٹ ہوH تو اس کے* م پ ا یـ سیر یز شروع کردی اس کی بہترین مثال سپر مین (Super Man) میں ملتی ہے ’واپسی* یـ ریٹرن پ فلم بنانے کی دو مستند وجوہات ہیں۔پہلی ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ فلم کامیاب ہوئی تو اس کامیابی کومز+ یـ کیش (Cash) کرالیا۔ہوسکتا ہے اس کی کوئی# رونِ خانہ وجوہات بھی ہوں مثلاً پہلی فلم کے کچھ ز# سین جو عکس بند تو ہوچکے ہوں لیکن بوجہ استعمال ہونے سے رہ گئے ہوں ۔ہم ان تکنکی وجوہات میں جا* نہیں چاہتے کہ یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور عرض کرنے کی جسارت کریں گے کہ ’# رونِ خانہ وجوہات‘ کے* معنی الفاظ (Phrase) کو ذہن میں ر Ö گا ،شا# یہ سمجھنے سمجھانے کے کام آجائے ۔ہم بھی اس ہی ’# رونِ خانہ وجوہات‘ کے تحت ہی تو اپنے کالم میں

طویل تمہید* + ھتے ہیں اور اصل موضوع کو جلدی سے چند الفاظ میں لپیٹ دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں۔ع

کچھ نہ سمجھے : ا کرے کوئی

حالا è سمجھنے والے غضب کی سمجھ ر p ہیں۔اب اس مجبوری کے تحت کہ تمہید فلمی ہے کیوں نہ ا ۔ فلمی نغمے کے اس مکھڑے کو شامل کر کے کچھ دلچسپی پیدا کی جائے ع

سمجھنے والے سمجھ گئے ہیں، نہ سمجھے وہ *ڑی ہے

واپس موضوع کی طرف آتے ہوئے بتاتے چلیں کہ واپسی* ریٹرن پر فلم بنانے کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ پہلی فلم میں فلساز کی دا a میں کوئی تشنگی رہ جاتی* کوئی کو* ہی ہوتی ہے جس کے ازالے کے لیئے 'واپسی' یعنی ریٹرن کا سہارا لیکر ا ۔ اور فلم بن جاتی ہے۔یہ* ت ہماری سمجھ میں تو آتی ہے لیکن دوسری واپسی یعنی ودڈرال ہماری سمجھ سے* ہر ہے جس کا مظاہرہ ڈی شدومد سے ہمارے حکمران کرتے نہیں 4 ۔ا ۔ دن ا ۔ آرڈ S *بیان آ* ہے۔اس پر تبصرے ہوتے ہیں۔کچھ خوشی کے اظہار میں بہت آگے چلے جاتے ہیں کہ اé واپسی (Return) کی امید A نہیں آتی۔کچھ دوسرے* راضگی میں ساری حدود پھلا ۔ جاتے ہیں۔مبصروں کی بن آتی ہے۔لمبی لمبی چھوڑتے ہیں۔کوئی اس کے دوررس { ئج کی نو+ دیتا ہے تو کوئی مضر ا ات سے دہلا دیتا ہے۔ا ۔ فریق اسے حکمرانوں کی بصیرت کا کا* مہ دا { ہے تو دوسرا احمقانہ اقدام۔یہ سلسلہ چوبیس گھنٹے بھی پورے نہیں کر* کہ آرڈ S* بیان کی واپسی. استہ + ہو جاتی ہے۔اب بیان پر تبصرے کرنے والے اپنے اپنے کہے ہوئے پہ شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔بلکہ اس 'آرڈیننس* بیان کی واپسی' (withdrawl of the ordinance) پر مز+ گلفشا *ں شروع ہو جاتی ہیں۔ایسی ایسی دور ۔ د ۔ کی کوڑ* یں لاتے ہیں کہ عقل د ۔ رہ جاتی ہے۔1 ا ۔* ت بہت اچھی دیکھنے میں آئی ہے کہ کوئی بھی تبصرہ نگار، دانشو* سیاستدان% ب اقتدار کا ہو% ب اختلاف کا اپنے کہے پہ شرمندہ نہیں ہو*۔حکومت تو اپنا کہا، اپنا آرڈ S ، اپنی قرارداد واپس لے لیتی ہے لیکن یہ لوگ اپنے الفاظ واپس نہیں e بلکہ اپنی غلط* توں کی* G میں مز+ غلط بیا *ں کرنے لگتے ہیں۔یہ سلسلہ اس وقت ۔ چلتا ہے . # ۔ حکومت کسی* ن ایشو کو ایشو بنانے کے لیئے کوئی بیان نہیں + یتی، کوئی آرڈ S* فظ نہیں کر دیتی* کسی متفقہ قرارداد کی فرمائش نہیں کر دیتی۔لیجئے * سلسلہ شروع۔۔۔''متفقہ

کی کیا ضرورت۔بس سادہ اکثری$ ہی کافی ہے''۔'سادہ اکثری$ کیا؟ قرارداد کی بھی ضرورت نہیں'۔کہیں سے آواز آتی ہے 'ہم تو خود بھی وہی چاہتے ہیں% ب اختلاف چاہتی ہے۔بس طر i کا ر پر اختلاف ہے۔یہ ہی عدلیہ کی بحالی پر ہوا تھا، ہم جس طرح چاہتے تھے ویسے نہیں کرنے* یـ* دل* خواستہ کر* پڑا۔ہماری & کی منزل تو ا ۔ ہے بس راستہ مختلف ہے۔ع

نہ ,ا : ا کوئی اور ہے نہ میرا : ا کوئی اور ہے

یہ جو راستے ہیں . ا . ا، یہ معاملہ کوئی اور ہے

بس آپ لوگ لا ۔ مارچ کرتے جاؤ ہم آپ کی* ت ما... رہیں گے۔% ہم بھی تو کسی کو جو+ ہ ہیں۔ہمیں بھی تو اپنے ووٹ وں کے* پ س واپس جا* ہے۔% 'دا ریٹرن آف د* پ رٹی'' بھی تو ہو* ہے۔۔

۵ رستمبر ۲۰۰۹

پیمانۂ مقبولیت

دوسیاستداں جن میں سے ا یـ سابقہ حکومت کا ùا ئندہ تھا جبکہ دوسرا موجودہ حکومت کا حصہ، تفریح کرتے کرتے کچھ ژ یدہ دور نکل گئے۔بس یوں سمجھیے مزے میں آ کر موت کو بھول گئے۔آپ کے ذہن میں سوال تو ضرور اٹھ رہا ہوگا کہ موجودہ کا سابقہ سے کیا تعلق۔تو عرض ہے کہ سیا & میں ایسا ہی ہوٹ ہے۔ہر آنے والا جانے والے کا # رون خانہ دو & ہی ہوٹ ہے۔کیوè ا یـ دن اسے بھی جاٹ ہوٹ ہے۔عوام انہیں ا یـ دوسرے کا دشمن سمجھتے ہیں لیکن یہ نہیں جا... کہ اقتدار ہمیشہ ا یـ ہی طبقے کے* پ س رہتا ہے۔بس یوں جانئے کہ اقتدا ژ رہٹ ری/;؛ (Cousins) کے* پ س ٹ ہے۔بس یہ رشتہ داری ظاہر نہیں ہونے دیتے۔اس لیئے لڑتے جھگڑتے بھی رہتے ہیں۔ہاں کبھی کبھی کوئیٹ لائق فیملی ممبر حقیقتاً بھی دشمنی کر بیٹھتا ہے۔بہر حال ہم فیملی a ز میں ا 2/1 کی بجائے آگے چلتے ہیں کہ وقت کا تقاضہ بھی یہ ہی ہے کہ اُ ے مردے اکھاڑنے کی بجائے قوم کو آگے لگاٹ ۔۔معاف کیجیے آگے لے جاٹ ہے۔ہاں تو ژ ت ہو رہی تھی دوسیاستدانوں کی جو تفریح کرتے کرتے دور نکل گئے۔دونوں کے ہوش ٹھکانے تو اس وقت آئے . # اچا ۔ ا یـ شیر سامنے آ Hیـ۔ہاتھ* پ ؤں پھولنے تو تھے ہی لیکن سابقہ حکمران تجربے کار اور گھاگ تھا اس لیئے اطمینان سے دوڑ لگانے کی پوز c میں آHیـ۔یہ دیکھ کر نئے حکمران نے پوچھا کیا تم شیر سے آگے نکل سکو گے۔گھاگ سیاستدان نے اسٹارٹ e ہوئے کہا ۔نہیں ! دراصل . # شیر پیچھا کرے گا تو مجھے تم سے آگے رہنا ہوگا۔شیر سے نہیں۔ظاہر ہے یہ کہانی من گھڑت ہے کیوè آجکل کوئی بھی حکمران بغیر پ وٹوکول ور بلٹ پ وف گاڑی کے *۔ہر نہیں نـ ۔ایسے میں اتنی لمبی واک کا سوال ہی نہیں پیدا ہوٹ کہ جس میں شہر کی حدود ختم ہو جائے اور شیر کی را . ھانی شروع ہو جائے۔اور پھر ا یـ سابق حکمران کے ساتھ جانے کی تو کوئی ۔۔ بھی نہیں Z ۔اس قسم کی بے تکی کہانیوں کا استعمال حقیقتاً ادب عالیہ کی وجہ سے ہے جس نے علامتی افسانے کو فروغ دے کر اس قسم کی علامتی کہانیوں کی ہمت افزائی کی۔ایسی کہانیوں میں ا یـ آدھ کردار کو تو پہچاننا آسان ہوٹ ہے لیکن کہانی کے

* ۓ ٹ . نے اس طرح بنے جاتے ہیں کہ کچھ پلے نہیں پ ٹ کہ شیر کون ہے، اور حکمران کون؟ سابق حکمران کو اس کی اصلی خودغرضی کی + و) تو پہچاٹ جا سکتا ہے لیکن جنگل سے کیا مراد ہے۔یہ سمجھ میں نہ آنے والی ٹ ت ہے۔یہ بھی سمجھ سےٹ . ہر ہے کہ کیا شیر پیچھے رہ جانے والے کو ہی دبوچے گا۔کیا دونوں کو پ # نہیں کرے گا۔اب ظاہر ہے یہ کالم ہے کوئی جیوَا ا فک mؒ نہیں کہ شیر کی نفسیات سے واقفیت ضروری ہو۔یہ تو شیر پ رسرچ کرنے والا ہی بتا سکتا ہے کہ شیر کی دور کی A%اب ہوتی ہے۔اس لیئے اپنے سے آگے سے آگے والے کو نہیں پکڑ سکتا۔شیر کی یہ کہانی ا یـ لطیفے کے طور پ سامنے آئی لیکن اسے حسن اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ عین اس وقت ا یـ بیان ہمارے سابق غاصب حکمران کا سامنے ٣ یـ جو اس نے لندن میں دی گئی افطا* پ رٹیوں میں بلائے گئے مہمانوں میں اپنی ‌ٔ ھتی ہوئی مقبولیت کو محسوس کرتے ہوئے داغ ژ یـ کہ لندن میں* پ کستانی کمیو> جس طرح پ ٕ یائی کر رہی ہے اس سےٹ $. ہوٹ ہے کہ میں موجودہ حکمرانوں سے ژ یدہ مقبول ہوں۔موصوف نے یہ وضا # نہیں کی کہ موجودہ* پ کستانی ٰ. طانوی حکمران۔اُ ان کا اشارہ* پ کستانی حکمرانوں سے ہے تو انہوں نے یہ نہیں بتاٹ یـ کہ لندن میں* پ کستانی کمیونیٹی بھی کتنے کروڑ پ مشتمل ہےٹ کہ صحیح تقابلی جا ٔ ہ لیا جا سکے۔ا یـ غور طلب مسئلہ یہ بھی ہے کہ موصوف کو دی گئی افطاریوں کا اہتمام ان کے دو & کر رہے ہیں۔یہاں سوال اٹھتا ہے کہ% چ کون . دا ٹ & کرٹ ہے۔اور ہر* پ رٹی میں مدعوین + لتے رہتے ہیں* یا وہی کامن فرینڈز ہوتے ہیں% چ کا ہم نے اس لیئے پوچھا کہ ہمارے ا یـ غیر مقبول یونیورسٹی فیلو ہر سال دو تین افطا* یـ ں اپنے اعزاز میں خود دیتے تھے۔طر i یہ ہوٹ کہ% چہ ان کا اپنا ہوٹ تھا لیکن میز ٰ نی مختلف دوستوں کے حصے میں آتی تھی۔یہ راز کھلنے ۔۔ ہم ان کی مقبولیت پ رشک کرتے تھے کہ ہر سال موصوف کے اعزاز میں دو تین* پ رٹیاں ہو جاتیں جبکہ ہم ان سے ژ یدہ مقبول ہونے کےٹ . وجود ا یـ سے بھی محرومی رہتے تھے۔یہ تو اچھا ہوا کہ راز جلد ہی افشا ہو H ورنہ ہم احساس محرومی کا شکار ہو h تھے۔ہمیں امید ہے کہ شیر کے لطیفے، پیمانۂ مقبولیت اور افطاریوں کے ذکر کے بعد آپ اس سادہ لوح کی طرح (جس نے ا یـ لطیفہ ğ کے بعد پوچھا تھا پھر کیا ہوا) یہ نہیں پوچھیں گے ان تینوں واقعات میں ربط کیا ہے۔

۶ ستمبر ۲۰۰۹ء

*۔ شکری قوم

بچپن میں دیکھی گئی فلموں میں سے جو* ی دداشت & میں چپک کر رہ گئی ہیں ان میں سے ا ی فلم کی ابتدا کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ ا ی انگر ی ا ی ہندوستانی مزدور کی کسی غلطی پر کوڑوں سے پٹائی کر رہا ہو* ہے۔مزدور کی آہ و بقا سن کر ا ی شہسوار آ* ہے اور ظلم دیکھ کر اپنا خنجر نکالتا ہے اور انگر ی کو مار دیتا ہے۔یہ دیکھ کر مزدور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے 'حضور یہ آپ نے کیا کیا؟ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ نواب سراج الدولہ کی را جدھانی میں کسی کو قتل کر*۔ قابل معافی% م ہے'۔یہ سن کر وہ شخص غصے میں اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہتا ہے۔'اگر کوئی پوچھے کہ یہ قتل کس نے کیا ہے تو کہہ دینا۔قتل کرنے والا خود نواب سراج الدولہ ہے'۔اس کے بعد نواب انگر ی وں سے بر سرِ پیکار ہو جا* ہے۔لیکن اس سے پہلے کہ انگر ی وں کو شکست فاش ہوتی، میر جعفر لالچ میں آ کر غداری کا مرتکب ہو* ہے اور نواب کے قتل کے ساتھ ساتھ ہندوستان پر ایسٹ ا* ی کمپنی کے قبضے کی راہ بھی ہموار کر دیتا ہے۔اس کہانی کے ی د آنے کی وجہ وہ خبر بنی جس میں بتا ی H ہے کہ اسلام آ* د میں ا ی امریکی تنظیم کے نمائندوں نے ا ی * کستانی کی اس لیئے پٹائی کر دی کہ اس نے اپنی کار غلطی سے امریکیوں کی کار کے آگے کھڑی کر دی تھی۔افسوس ہوا کہ اسلام آ* د میں کیا نواب سراج الدولہ کی ٹکر کا کوئی حکمران نہیں تھا جو اس امریکی کو سبق سکھا سکتا اور جاتے جاتے اپنا تعارف بھی کروا جا* ۔اس واقعہ کو ا ی معروف کالم نگار نے اپنے کالم میں قلم بند کیا ہے۔اس لیئے یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی پر پڑھ کر دکھ ہوا او ر* ن سے نکلا۔ع

اپنے وطن میں آ کر غر ی$ الوطن ہوئے

اور پھر نواب سراج الدولہ و میر جعفر اور ٹیپو سلطان و میر صادق ی د آ گئے۔دن بھر ا ٹھتے رہنے کے بعد سوچ نے ۔ D لگائی اور خیال آ* ی کہ نواب سراج الدولہ نے جو کچھ کیا، کیا وہ صحیح تھا* ی میر جعفر کا اقدام در & تھا۔ٹیپو سلطان صحیح تھے* ی میر صادق!!! اگر نواب اور ٹیپو انگر ی وں کے لیئے د* ہ وہ دل فرشِ راہ بن جاتے تو شا* دونوں قتل ہونے سے بچ جاتے اور آنے والے حکمران دونوں کو گارڈ آف آ* بھی پیش کرتے اور سیف ایگزٹ بھی فراہم کرتے۔اور پھر دونوں آکسفورڈ اور کیمبرج میں لیکچر دیتے اور خوب کمائی کرتے۔انگر ی ہمارے لیئے دودھ کی نہریں بہا دیتے جیسے امریکیوں نے '9/11' کے بعد اس وقت کے میر جعفر کے اقدامات کے جواب میں کیا۔اور* کستان کو خوش حال* کستان اور اسلام کو اینلائٹنڈ اسلام بنا* ی۔ہمیں محسوس ہوا کہ ہماری قوم کتنی*۔ شکری ہے کہ خوشحالی کے* وجود خوش نہیں۔پہلے بینکوں سے قرضے مل مالکان، زمیندار اور سیاستدان لیا کرتے تھے اب ماشاءاللہ ہر* کستانی بینک سے قرضہ لیکر کار، بنگلہ* موٹر سائکل% ی سکتا ہے۔کہتے ہیں کہ اگر اسلامی Â م* فظ ہو جائے اور لوگ زکواۃ صحیح طور پر ادا کرنے لگیں تو کوئی زکواۃ e والا نہیں ملے گا۔اب اسلامی Â م کی ضرورت نہیں رہی کہ ہم خود گواہ ہیں کہ موجودہ Â م میں بینک والے قرضہ دینے کے لیئے پھر رہے ہیں اور e والا کوئی نہیں۔ہمیں خود دن بھر ایسی فون کالز ملتی ہیں جن میں بینک سے قرضہ e کی آفرز ہوتی ہیں۔لیکن ہم ہیں کہ کان ہی نہیں دھرتے۔

خوشحالی اس سے بھی ظاہر ہے کہ جو بکرے کا گوشت & ہم دو سو میں بڑی مشکل سے% ی* تے تھے اب آسانی سے ساڑھے تین سو میں لے آتے ہیں۔آسانی سے یوں کہ پہلے گوشت&% ی نے میں دو تین گھنٹے ضائع ہو جاتے تھے اب نہیں ہوتے۔یہ ہی حال دوسری اجناس کا ہے۔پہلے امیر غر ی$ & عام دکانوں سے % ی تے تھے۔اب غریبوں کو یوٹیلیٹی اسٹور کی راہ دکھا کر عام دکانوں سے% ی نے والوں کے لیئے آسا* س پیدا کر دی گئیں ہیں آٹے اور چینی کی عدم فراہمی کی وجہ جو بتائی جاتی ہے وہ قطعئی نہیں ہے۔اصل وجہ صرف *۔ شکری قوم کو احساس دلا* ہے جو اتنی آسائشوں کے* وجود امریکیوں کے خلاف ہے*۔ شکری یہ ہی نہیں بلکہ بیجا اسراف بھی*۔ شکری ہی کی مد میں آ* ہے۔اس لیئے حکمران کہتے ہیں چینی کم% چ کرو۔بجلی کا استعمال بھی کم کرو۔ہماری تونگری تو اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہم اپنی معد* ت ۔ خود نہیں نکالتے۔اب کون مزدوری کرے اس لیئے یہ کام امریکی اور آسٹر Wی کر رہے ہیں۔دروغ بر گر دن راوی سندک (بلوچستان) میں یہ ہی ہو رہا ہے۔خیر سگالی کے طور پر برٹش پٹرولیم (BPL) بھی ہماری او۔جی۔ڈی۔سی (OGDC) کا

بوجھ ہلکا کر رہی ہے۔اگر یہ کام ہمارے *پ کستانی کرنے لگیں تو پھر دبئ ،سعودی عربیہ اور یو ن کون جائے گا۔%جن کی موت کنٹینزوں میں لکھی ہے اس کو بھی تو پورا ہو ہے۔قدرت کے کاموں میں مداخلت کون کرسکتا ہے۔چین سے کوئلے کی کانوں میں اموات کی خبریں اتنی *یدہ آتی ہیں کہ ای آسودہ قوم کو زیب $ نہیں دیتا کہ اپنے لوگوں کو ایسے جوکھم میں ڈالے۔%ہمارے کوئلے کے ذخا د* میں *پ نچویں نمبر پ ہیں تو کیا ضرورت کے خود ہی نکالنے بیٹھ جا N ۔یہ کام بھی امریکیوں کو دے کر اس کی گر تی ہوئی معیشت کو سہارا *ی جاسکتا ہے ان ساری* ب توں کو مد Ā ر p ہوئے اور نواب سراج الدولہ و ٹیپو سلطان کے ا• م سے سبق e ہوئے اب ہمارا خیال ہے کہ ہمیں اسلام* ب دکے ای رہائیشی کی امریکیوں کے ہاتھوں پٹائی پ%اغ* پ نہیں ہو چاہیئے بلکہ اس کی پٹائی کو* پ کستان کی خاطر 'دوسری' قر* ب نی کا درجہ دی ینا چاہیئے *کہ قوم میں ایسی قر* ب نی کا .' بہ پیدا ہو سکے۔دوسری اس لیئے کہ پہلی تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان* کردH ہ کی معافی ما گ کر دے چکے ہیں۔۔

۲۳رستمبر ۲۰۰۹ء

۔۔۔۔ تناظر میں

بہت پہلے ای شعر سنا تھا جو ہمیں پسند نہیں *یا تھا اس لیئے شعر *ی دبھی نہ ہو سکا لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں اس کا مفہوم ہماری* یدداشت & میں آج بھی محفوظ ہے۔مفہوم کے حوالے سے آج وہ شعر غلط سلط جیسا اور جتنا *ی د آرہا ہے پیش کیئے دیتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ شعر صحیح طور پ ہی* ی د آرہا ہو۔بہر حال کچھ یوں ہے۔ع

ہوں* توا اں اتنا کہ ہو کفن بھی ہلکا ے

ڈالدو تم سایہ اپنے آ Š کا

قار N میں سے کسی کو صحیح *ی د ہو تو تصیح فرمالیں۔ورگ نہ اس ہی پ اکتفا کریں۔اس سے آج کے موضوع پ قطعئی فرق نہیں پ ڑے گا۔یہاں شعر نہیں بلکہ اسکے مفہوم کے تناظر میں کچھ عرض کر* ہے اس لیئے شعر کی صحت پ بحث لا حاصل!! ہمیں شعر پسند نہ آنے کی وجہ شعر میں حقیقت کا فقدان ہی رہا ہوگا۔آ Š کے سائے کا کفن ہماری سمجھ سے* ب لا تھا۔مفہوم کی نسبت سے اسکا* *ی د* ، ای وزیر مملکت کے بیان کا مرہونِ منت ہے۔جوانہوں نے دہشتگردوں کے جی ایچ کیو پ حملے کے بعد *ی تھا۔حملے کے بعد مختلف آراء سامنے آرہی تھیں۔کچھ کا خیال تھا کہ یہ القا+ ہ کا کام ہے تو کچھ کہہ رہے تھے کہ یہ طالبان کا کیا دھرا ہے۔کچھ کہہ رہے تھے کہ بھارت اس کا ذمہ دار ہے۔کچھ سمجھ رہے تھے یہ حال ہی میں ہونے والے آپ یشنز کا 'ری ایکشن' ہے۔ایسے میں کسی ذی حس نے کہہ *ی کہ یہ تو بلیک واٹ کا کام لگتا ہے۔بس یہ *ب ت میڈ*ی میں کیا آئی ، مذکورہ وزیر مملکت نے فوراً سے پیشتر خبردار کر *ی کہ ایسا سوچنا بھی نہای$ خطر* ک ہے۔5 خطہ فر*ی آپ نے!! یہ بیان تو او پ بیان کردہ شعر سے بھی* ب زی لے H گیا کیوں کہ آ Š کا سایہ پ دہ رکھے* ی نہ رکھے کم از کم Ā تو آ* ہے جبکہ 'سوچ' تو Ā ہی نہیں آتی۔اب سوچنے کی* ب ت یہ ہے کہ Ā نہ آنے والی چیز کیسے خطر* ک ہوسکتی ہے۔اس لیئے اس وزیر کو داد دینی پ ڑتی ہے جس نے ب وقت آگاہ کر *ی کہ بلیک واٹ کے* ب رے میں سوچنا بھی خطر* ک ہوسکتا ہے۔اب اس کی وضا # کون کرے گا کہ ایسا سوچنا خطر* ک کیوں ہے۔خاص کر کے حکومتی حلقوں

کے اس بیان کے بعد کہ *پ کستان میں بلیک واٹر کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اگر وجود نہیں ہے تو پھر خوف کیسا؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے ای بھوت نے افغانستان سے گذرتے ہوئے دوسرے بھوت سے کہا تھا ’C ڈرنے کی ضرورت نہیں، یہ طالبان والبان کچھ نہیں ہوتے‘‘۔ حکومت کی ت ڈ ی کے * وجود: اجانے میڈ* یہ کیسے کہتا ہے کہ بلیک واٹر والوں نے کرائے پر مکا* ت لے لیئے ہیں۔ یہ بھی کہا جا* ہے بلیک واٹر نے* م + ل لیا ہے *۔ م میں کیا رکھا ہے۔ کہہ h ہیں ’’کس *۔ م سے پکاروں، کیا* م ہے تمہارا؟‘‘ مشہور ہے گلاب کو کسی بھی *۔ م سے پکارو گلاب گلاب ہی رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے بلیک واٹر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو کہ وہ کسی اور ہی *۔ م سے ڈ*۔ رہے ہوں ورنہ وزیر مملکت یہ کیوں کہتے کہ ایسا سوچنا بھی خطر*۔ ک ہے کہ یہ بلیک واٹر کا کام ہے۔ اب یہ تو وزیر صا # ہی بتا h ہیں کہ جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو وہ خطر*۔ ک کیونکر ہوسکتا ہے۔ بہر حال ’ہلکے کفن‘ والے شعر کے تناظر میں اس ’سوچ‘ والے بیان نے ہماری سوچ کو ای نئی سوچ ڈ ی ہے۔ اب ہم ہر*۔ ت کو کسی نہ کسی تناظر میں دیکھنے لگے ہیں۔ چاہے وہ شعر ہو* یا لطیفہ۔ اب ہم آپ کی توجہ ان سرکاری بیا*۔ ت کی جا$ مبذول کرا*۔ چاہیں گے۔ جن میں وقتاً فوقتاً بتا* جا* ہے۔ ’ای مشکوک گاڑی شہر میں داخل ہوگئی ہے‘ *ی ’سات دہشت گرد شہر میں داخل ہوچکے ہیں‘ *ی ’ای سفید وین میں دھماکہ خیز مواد کی موجودگی کی اطلاع ہے‘۔ ان بیا*۔ ت سے ہمیں تو* احوصلہ ہو* ہے کہ اب ہماری انٹیلی جنس کافی چوکس ہوگئی ہے۔ وقت بتا دیتی ہے کہ کتنے دہشت گرد اور کتنی گاڑ*یں شہر میں داخل ہوگئیں ہیں۔ افسوس کی* ت یہ ہے کہ ہم لوگ اچھی* توں کو بھی نہیں سراہتے۔ قنوطی حضرات بجائے سراہنے کے تنقید کرتے ہیں کہ # معلوم ہوH تو پکڑا کیوں نہیں۔ اب انہیں کون سمجھائے کہ پکڑ*۔ انٹیلی جنس کا کام نہیں۔ یہ ذمہ داری دوسرے محکمے کی ہے۔ اب ان سے کو* ہی ہوجائے تو اس میں کسی کا کیا دوش؟ یہاں ت تو ٹھیک ہے لیکن # ہم ایسی اطلاعات g ہیں جن میں بتا* جا* ہے کہ دہشتگردوں کا اگلاK نہ کون ہوگا تو ہماری سانسیں بند ہونے لگتی ہیں۔ اس ضمن میں جن *ٹ رگیٹس کی K+ ہی کی جاتی ہیں وہ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔ ہم کیا کوئی بھی نہیں سوچ سکتا کہ ان اداروں کو بھی *ٹ رگیٹ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ہم تو یہاں ت کہیں گے کہ یہ *ٹ رگیٹس تو حملہ آوروں کے ذہن میں بھی نہیں ہوتے ہونگے۔ لیکن اطلاعات کا (source) اتنا معتبر ہو* ہے کہ یقین کرتے ہی Z ہے۔ اور

پھر چند دنوں بعد اس وقت حیرت ہوتی ہے # واقعتاً بتائے گئے اداروں سے ملتے جلتے کسی ادارے پر حملہ ہو جا* ہے۔ پولیس ٹ یننگ سینٹر، ایف آئی اے کے دفا ت اور پولیس چوکیوں سے ہوتے ہوئے اب دہشت گرد حساس اداروں کے گیٹس پر پہنچ رہے ہیں۔ پھر وزرا کے یہ بیا*۔ ت بھی کم اہم نہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اس* ت کی K+ ہی کردی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہ تو ہم نے چھ ماہ پہلے بتاد* یا تھا۔ یہ سن سن کر ہمیں اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہو* ہے کہ یہ دہشت گرد اتنے مضبوط ہیں کہ پیشگی اطلاع کے* وجود پکڑ میں نہیں آتے۔ اور ہم کفِ افسوس ملتے رہ جاتے ہیں۔ کالم لکھ کر اپنا دل ہلکا کرتے ہیں اور قارN کو ای آدھ شعر* یا کوئی لطیفہ سنا کر غم* W ہیں۔

۱۷/۱اکتوبر ۲۰۰۹

تھنک ٹینکس بمقابلہ ہمارے دانشور

پہلے تو یہ وضا # ہو جائے کہ تھنک ٹینکس کیا ہیں اور ہمارے دانشور کون ہیں۔ ہماری عقل کے مطابق، تھنک ٹینکس (ThinkTanks) وہ لوگ کہلاتے ہیں جو کوئی مقصد (objective) سامنے رکھ کر غور و فکر کرتے ہیں۔ سارے عوامل کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ماضی کے تناظر میں حال کو دیکھتے ہیں۔ پھر قوم کے سامنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے مستقبل کی پلاننگ کرتے ہیں۔ مقصد., اری کے لیئے حکمت عملی (Strategy) کیا ہوگی اور لائحہ عمل (Tactics) کیا ہونگے۔ یہ سارا کام., ڈی* ., ر ی- بینی سے کیا جا* ہے۔ حتیٰ کہ پلان فیل ہونے کی صورت میں متبادل پلان بھی تیار رہتا ہے۔ تھنک ٹینکس سوچتے ہیں غور کرتے ہیں اور عمل کرنے کے لیئے اپنی حکومت کو پلان مہیا کرتے ہیں۔ ایسے تھنک ٹینکس امریکہ کے علاوہ بھارت میں بھی* پ ئے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں نہیں ہوتے۔ سنا ہے اب ہونگے۔ ا ê مقابلے میں ہمارے* پ س دانشور ہیں جو نہ سوچتے ہیں نہ غور کرتے ہیں نہ پلان کرتے ہیں۔ صرف بولتے ہیں اور وہ بھی* ٹ ک شوز میں! یہ رونما ہو چکنے والے واقعات کا تجزیہ کرتے ہیں جسے ادبی ژ. ن میں 'بعد از مرگ واویلا' کہا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے غیر ادبی ژ. ن* ی عوامی ژ. ن میں 'گدھے کے پیچھے ٹخ' بھی کہا جا* ہو۔ واللہ اعلم! ہاں ان دانشوروں کی خوبی ہے کہ یہ سا $ کے نکل جانے کے بعد لکیر ہی پ ٹ* رہ جاتے ہیں۔* . دی النظر میں غیروں کے تھنک ٹینکس اور ہمارے دانشوروں میں کوئی فرق نہیں۔ اوہو!! غلطی ہوگئی۔ معافی چاہتے ہیں۔ دراصل ہم یہاں* م نہاد دانشوروں کا ذکر کر رہے ہیں تو گذارش ہے کہ . # بھی یہاں دانشو* ی تجزیہ نگار کا ذکر ہو تو آپ اس میں* م نہاد' کا لاحقہ ضرور استعمال کرلیں۔ یہ ہماری+ قسمتی ہے کہ ہمارے یہاں* م نہاد دانشوروں کی تعداد ژ* ی دہ ہے۔ جینو M ا ی- تو آٹے میں نمک کے., ا. ہیں۔ دوئم یہ کہ انہیں* ٹ ک شوز میں شاذ ژ* در ہی مدعو کیا جا* ہو۔ اس وضا # کے بعد عرض ہے کہ اَ/ تھنک ٹینکس اور دانشوری کا فرق واضع نہیں تو ہم ا ی- دو مثالوں

سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی . B (قطع Ã اس کے کون جیتا تھا کون ہارا تھا* ی یہ . B کس نے شروع کی تھی)، سے صرف ا ی- مثال 8 چاہتے تھے* کہ تھنک ٹینکس سمجھ میں آ جا N ۔ لیکن اب ۱۹۶۵ء کی . B کا ذکر نکل ہی* ی ہے تو چلیئے اس, پ بھی* . ت کر e ہیں کہ شا+ اس سے ہمارے دانشور اور تجزیہ نگار بھی سمجھ آ جا N کیوں کہ ہمارے دانشوروں اور تجزیہ نگاروں میں سے چند کا خیال ہے کہ یہ . B* پ کستان . A تو H ی تھا، لیکن* شقند میں مذاکرات کی میز, پ ہا H ی تھا۔ کچھ کا خیال ہے* پ کستان کو شکست ہوئی تھی اور چند ا ی- ژ* ی دہ ہوشیار ہیں کہ ا ê سیاسی بیان کے مطابق نہ کوئی ہارا، نہ کوئی جیتا تھا۔

ہمارے دانشور ژ* ی دہ , ت ریٹا' ڈ فوجی ہیں* ی ژ*, ' ڈ سفارت کار۔ کچھ صحافی بھی ہیں لیکن 'سینئر' کے لاحقے کیساتھ۔ ویسے اور بھی ہیں جنہیں ٹی وی کے اینکر, پ Ü نے 'معروف دانشو* ی مشہور تجزیہ نگار بنا* ی ہے'* ی د* ی کچھ 'مذہبی اسکالرز' کے دم چھلے کے ساتھ بھی آتے ہیں۔ ہنسی اس وقت آتی ہے . # کسی دینی, پ وا/ ام مثلاً 'اسلام میں, پ دے کے احکامات'* ی 'معاشرے میں عورت کے حقوق', پ تبصرہ کرنے کے لیئے فلمی د* سے کسی ڈریس ڈزائنر* ی کسی بیوٹی* پ رلر کی مالکہ کو بلو* ی جا* ہے اور تعارف اس طرح کر* ی جا* ہے جیسے موصوفہ کوئی بہت., ڈی دینی شخصیت ہیں۔ پھر ظاہر ہے, پ دے کی مخالفت میں وہ وہ* . تیں g کو ملتی ہیں جس سے کان* آشنا ہی رہتے اَ/ میڈ* ی آزاد نہ ہو*۔ یہ خواتین اپنے پیشے کو مد Ã ر p ہوئے حجاب کی مخالفت میں قران واحاد $ کے حوالے بھی دیتی ہیں۔ اور ان کی* G کرنے کے لیئے ا ی- آدھ مذہبی اسکالر بھی موجود ہو* ہے، جو قران سے* . $ کر* ہے کہ اسلام میں, پ دہ ضروری نہیں کیو è قران میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ واللہ عالم۔ ویسے دیکھا جائے تو اس میں کوئی تعجب کی* . ت بھی نہیں کیو è اَ/ کسی* چنے گانے والے سے پوچھا جائے کہ اسلام میں* چ گانے کے* . رے میں کیا حکم ہے تو ظاہر ہے اس کا بیان* چ گانے کی مخالفت میں تو ہونے سے رہا۔ پھر وہ اپنے بیان کی* G میں 'دف' کی اسلام میں اجازت ہونے کی مثال دیتے ہوئے امیر خسرو- پہنچ جائے گا، جنہوں نے شا+ طبلہ ا X د کیا تھا۔ ایسی بھرپور سند کے بعد تو اچھے اچھے قائل ہو جا N گے کہ اسلام میں* چ گانے کی مما Æ نہیں ورنہ 'تو سے Ç 5 ٹیکے اور ہری ہری چو ژ* ی ں' جیسے گیت کی تخلیق کیونکر ہوتی۔ اس ہی, پ کیا اکتفا کیو è ا ی- ژ*, ' ڈ جسٹس (جو ماشاللہ اب دانشور بھی ہیں) تو اپنے عظیم* . پ کی لاج بھی نہیں ر p ۔ کہتے

ہیں’اسلام میں شراب کی نہیں، بہکنے کی مما Æ ہے‘۔* للہ و* الیہ راجعون۔ ہمارے دانشوروں کی ای- اور خوبی ہے وہ اپنے افکار پیش کرتے ہوئے* پ کستان* ی اسلام کے مفاد کی بھی پ واہ نہیں کرتے۔ کیوè وہ بھی اس سے متفق ہیں کہ سچ کہنا لازمی ہے۔1 ا ê, دی- امر k* ی بھارت کا کوئی معاملہ ہو، تو تھوڑی سی غلط بیانی کی جاسکتی ہے کیوè بقول ا ê اسلام میں مروت کی اجازت ہے۔ کسی کا دل نہیں دکھا* چاہیئے اس لئے دل میں تو اللہ تعالیٰ رہتے ہیں۔ اس لیئے یہ لوگ بھارت* ی امریکہ کی دل آزاری نہیں چاہتے۔ ہاں* پ کستان کے خلاف ہرزہ سرائی میں کوئی حرج نہیں۔ سنا ہے کہ اب ا٫ مارشل اصغر خان بھی دانشور ہو گئے ہیں۔ اس ہی لیئے تو کہہ رہے ہیں کہ ۶۵ کی .B ، ہندوستان نے نہیں* پ کستان نے شروع کی تھی۔ ہمارے دانشور اور مبصر اتنا سچ بولنے لگیں ہیں کہ بھارت کو موقع مل رہا ہے یہ کہنے کا کہ ’’ہم تو پہلے ہی یہ کہتے تھے کہ & کچھ* پ کستان کا کیا دھرا ہے‘‘* پ کستان کا شروع سے یہ موقف ہے کہ .B بھارت نے چھیڑی تھی جبکہ بھارت کا کہنا تھا کہ .B اس پ تھوپی گئی تھی۔ اب* ٫ ڈا اصغر خان نے بھارت کی* G کر کے* .$ کر* ی کہ بھارت ہی سچا تھا۔

دانشور اور تجزیہ نگار کھیلوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اس کی ای- مثال کر ٹ کے ماہرین سے بھی لی جاسکتی ہے جن سے پوچھا جائے کہ آپ کے خیال میں آج کون جیتے گا۔ تو ماہرانہ رائے ہوتی ہے۔’جو آج اچھا کھیلے گا وہ ہی جیتے گا‘۔ دیکھا! کتنی ز. د & ماہرانہ رائے ہے۔ ایسے ہی کسی کے آؤٹ ہونے پ عوام کے علم میں اضافے کے لیئے کہتے ہیں’اَ اس شارٹ کو ایسے نہیں کھیلتا تو آؤٹ ہونے سے بچا جا سکتا تھا‘۔

اب تھنک ٹینکس کی ġ ۱۹۶۵ کی .B کے بعد جنرل ما- شا* م ٹھیک سے* ی د نہیں) نے .A ہار کے جھمیلے میں پ ڑنے کی بجائے ہماری قوم کے مضبوط اور کمزور پہلوؤں کے* رے میں سوچنا شروع کیا۔ .B میں قوم کی یکجہتی پ غور کیا H ی۔ یہ بھی زیرِ غور* ی کہ .B کے دوران چوروں نے چو* ی-- چھوڑ دی تھیں %ائم نہ ہونے کے ا. رہ گئے تھے۔ ساری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی تھی۔ تھنک ٹینکس کی رپورٹ تھی یہ & اتحاد کا نتیجہ ہے۔ اس لیئے اتحاد کو ختم کر* چاہیئے۔ اتحاد ختم ہوا تو، یقین محکم کو ختم کرنے میں آسانی ہو گی۔ اور ان دونوں کی غیر موجودگی میں کیسا ڈسپلن، کہاں کی تنظیم؟ قائدِ اعظم نے یونیٹی، فیتھ اور ڈسپلن (Unity,Faith,Discipline) کا درس* ی تھا۔ ہماری قوم نے اسے پس پشت ڈال* ی اور دانشوروں کو بحث

کے لیئے ای- موضوع ہاتھ آ H ی کہ قا* نے پہلے کیا کہا تھا’فیتھ* ی’یونیٹی‘۔ دور دور کی کوڑی لائی گئی کہ پہلے یقین محکم ہوگا تو اتحاد بھی ہوگا۔ دوسرے اَ وہ کا کہنا تھا کہ اتحاد ہوگا تو یقین خود بخود ہو جائے گا۔ ہمارے دانشور اس چکر میں پ ڑے رہے۔ وہاں ہمارے اتحاد کو* پ رہ* پ رہ کرنے کے لیئے کام شروع کر* ی H ی۔ ہماری قوم میں سے میر جعفروں کو ہی تلاش نہیں کیا H ی بلکہ اپنے ایجنٹ بھی اس طرح ہماری قوم میں داخل کر دیئے کہ خود ساختہ فیلڈ مارشل سے بنگالیوں کو خوش ر p کے لیئے حکم دلوا* ی کہ اب خبروں میں مشرقی کی بجائے پوربو* پ کستان کہا جائے اور مغربی کے بجائے پچھمی* پ کستان۔ پھر مز± خوش کرنے کے لیئے ہر چیز میں ا ê لیئے ’56%‘اور پچھمی* پ کستان کے لیئے’46%‘ کا کوë مقرر کر* ی۔ اس کے بعد تعصب کا و@ بو* ی H ی کہ & کچھ ملیا میٹ ہو H ی۔ نتیجتاً ای کی .B میں ہار* ی .§ کا* ب ختم اور شکست کو لاؤڈ اینڈ کلیر (loud & clear) کر* ی اور پوربو* پ کستان بنگلہ دیش بن H ی* پ کستان آدھا رہ H ی۔ لیکن ر* قوم کے لیئے چھوڑ کر، حکمرانوں اور* م نہاد دانشوروں نے بغلیں بجا* شروع کر دی۔’آج دو قومی Ã یہ اور مضبوط ہو H ی اور ای- * پ کستان وجود میں آ H ی۔ اب ہمیں اس کی* قی کے لیئے کام کر* چاہیئے۔ قا* بھی یہ ہی چاہتے تھے۔ انہوں نے ای- اسٹیٹ کی* ت نہیں کی تھی، وغیرہ وغیرہ‘۔

پھر نئے* پ کستان میں* پ کستانیوں کی بجائے سندھی، پنجابی، بلوچ اور پٹھان Ã آنے لگے۔ جن کے* پ س* ن تو تھی زمین نہ تھی انکار* بھی شروع ہو H ی۔ سن آف دی سوئل (Son of the soil) ہو** . (افتخار ٹھہرا۔ & بھول گئے کہ مسلمان تو ابو* اب (زمین کا* پ) ہو* ہے۔ تھنک ٹینکس نے * ن کی C ی د پ علیحدہ تشخص کے لیئے لوگوں کو ایکسپلوائ $ (Exploit) کر* شروع کر* ی۔* ن اور کلچر اہم ہوئے۔ مذہب * نوی ٹھہرا۔ آ ق کا @ بو* ی H ی۔ دانشوروں نے آبیاری کی۔ ا* ی چوٹی کا زور لگانے لگے کہ مذہب کو اپنے اپنے گھروں-- محدود رکھو۔ اجتماعی معا5ت میں سیکیولرزم کی اہمیت جتانے کے لیئے قا* اعظمؒ کی ای- تقر ی سے انہیں سیکیولر* .$ کرتے وقت بھول جاتے ہیں کہ بیسیوں دفعہ قا* نے قران اور مسلم اسٹیٹ کی* ت کی تھی۔ اس ضمن میں قا* کی جس تقر ی کا حوالہ* ی جا* ہے، اس کا مفہوم تھا کہ* پ کستان بن H ی اب ہم & * پ کستانی ہیں اس لیئے کیا ہندو کیا مسلمان ہم & کو مل جل کر اس کی تعمیر میں حصہ 8* چاہیئے۔ ہمارے دانشور

شاۂ چاہتے ہیں کہ قاۂ کو بحیثیت گورنر جنرل یہ کہنا چاہیئے تھا۔ 'اب پاکستان بن گیا ہے اس لیئے مسلمانوں کو چاہیئے تمام اقلیتوں کو نیست و نابود کردیں'۔ ہمارے دانشوروں کو اس تقریر کے بعد کی گئی وہ تقریر یاد نہیں جس میں انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے کہہ دیا تھا کہ اسے ہمارے آئین کے لیئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمیں ہمارے رسول ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی قرآن کی صورت میں ایک آئین دے دیا ہے۔

اس ہی طرح امریکی تھنک ٹینکس ہیں جو پاکستان کے ایٹمی قوت بنتے ہی سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے ایک ہی مقصد تھا کہ کس طرح اس قوت کو ختم کیا جائے یا تو ایٹمی پروگرام کو ختم کروا دیا جائے یا ذہنی طور پر اس قوم کو اتنا کمزور کردیا جائے کہ یہ ایٹم بم کو خود اپنے لیئے خطرناک سمجھنے لگیں۔ اس کے لیئے بڑی گہری چالیں سوچی گئیں۔ جمہوریت ختم کی گئی۔ ایک غاصب کو مہرہ بنایا گیا۔ ایٹمی پروگرام کے خالق کو رسوا کرانے کے بعد بند کروا دیا گیا۔ پھر '9/11' کا ڈرامہ رچایا گیا۔ دہشت گردوں کا تعلق پاکستان، افغانستان اور عراق سے جوڑا گیا۔ پھر وار اگینسٹ ٹیررزم (war against terrorism) کے نام پر ڈالرز نے قوم کو سہل پسند بنا دیا۔ پہلے اکا دکا اموات پر لوگ دکھی ہو جاتے تھے۔ اب دو تین سو کے مرنے کی خبریں دوران لنچ پڑھ سن لیتے ہیں۔ قوم کو بے حس کر دیا گیا۔ شرم اور غیرت صرف کاروکاری تک محدود ہوگئی۔ ساری غیرت و حمیت گاؤں گوٹھوں میں رہنے والے ہاریوں، کسانوں اور نچلے طبقے کی میراث بن گئی۔ کاروکاری کا ایک بھی واقعہ کسی وڈیرے، کسی زمیندار کسی ملک یا کسی سردار کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہوسکتا ہے اونچے طبقے میں کوئی عشق جنم نہیں لیتا۔

یہ سب تھنک ٹینکس کا کمال ہے۔ تھنک ٹینکس نے پاکستانی حکمرانوں کو اپنے طابع کرلیا۔ اور ہماری خارجہ ہی نہیں داخلہ پالیسی بھی امریکہ کے ذمے ٹھہری۔ یہ ہی نہیں معاشی پالیسی اور بجٹ کی تیاری میں بھی آئی ایم ایف کا مشورہ حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ تھنک ٹینکس ہماری جڑوں تک کو کھوکھلا کرنے میں لگے ہیں۔ ہماری سیاست، ہمارا دین، ہماری قومی غیرت، ہمارا کلچر ہی نہیں ہماری تجارت تک داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔ ایسے ایسے منصوبے بنا رہے ہیں کہ ہمارے اپنے وسائل بھی ان کے ہاتھوں میں پہنچ کر ہمارے مسائل حل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ ہمیں اپنے مسائل حل کرنے کے لیئے ان کی امداد کی ضرورت رہتی ہے۔ تیل کے ذخائر ہوں یا گیس کے، سونا ہو یا تانبہ۔ ہیرے ہوں یا کوئلہ ہم ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ تمام معدنیات نکالنے کا ٹھیکہ غیر ملکیوں کو اس طرح دیا جاتا ہے کہ پورا ''آٹا'' انکا اور ''آٹے کا نمک'' ہمارا۔ دکھ سہیں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ تیل نکالنے کے لیئے کھدائی کا دکھ تو ہماری او۔جی۔ڈی۔سی (OGDC) سہتی ہے جبکہ انڈے برٹش پٹرولیم لمیٹڈ (BPL) کو ملتے ہیں اور پاکستانی عوام ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ ان مثالوں سے تھنک ٹینکس اور دانشوروں کا فرق سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اب سنا ہے کہ ہمارے یہاں بھی تھنک ٹینکس بنائے جارہے ہیں۔ اللہ خیر کرے! کیونکہ دانشوران ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے تھے تو نقصان بھی نہیں دے رہے تھے لیکن ہمیں گمان ہے کہ ہمارے تھنک ٹینکس ہمیں کہیں کاری ضرب نہ پہنچا دیں کیونکہ ہمارے تھینک ٹینکس بھی غیروں کے تھنک ٹینکس کے پلان ہی کا نتیجا دکھائی دے رہے ہیں۔۔۔

۱۷/۱اکتوبر ۲۰۰۹ء

بے ربط

آج جی چاہ رہا ہے کہ ذہن پہ جتنے موضوعات حملہ آور ہورہے ان & کو بے ربط کے عنوان سے لکھ دیا جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اکثر کہانی، کالم، افسانہ لکھتے ہوئے یا شاعری کرتے ہوئے ایسے بھی واقعات ذہن میں آتے ہیں کہ اگر ان کو ضبط تحریر میں لایا جائے، تو یہ چند سطور میں ہی مکمل ہو جائینگے۔ شاعری میں بھی اکثر یہ ہوا کہ بات ایک شعر سے آگے نہ بڑھ سکی۔ دو اشعار ہوئے تو قطعہ کہہ دیا اور اگر یہ مطلع اور مقطع کے وزن میں ہوئے تو رباعی ہو گئی۔ Ž میں اس کا حل ہم یہ نکال رہے ہیں کہ ایک آدھ کالم بے ربط ہی سہی! بس مختلف باتوں کو لکھ دیا جائے، چاہے ان میں کوئی ربط ہو یا نہ ہو۔ مصوری میں یہ ہی مشکل ایبسٹر I (abstract) آرٹ بن کر آسان ہوئی کہ الٹی سیدھی بے ربط لکیریں کھینچ دی اور حاصل تصویر کو ایک عنوان دے دیا۔ اگر ناقدین نے حوصلہ افزائی کر دی تو دنیائے مصوری میں تہلکہ مچ گیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم سے پہلے بھی کسی نے اس پہ سوچا یا نہیں۔ اگر نہیں تو ہم ایسی کسی بے ربط تحریر کے خالق ہونگے۔ اور Ž کے پکاسو ہونے کا اعزاز حاصل کرلیں گے۔

بے ربط باتیں لکھنے سے ایک اور فائدے کی بھی امید ہے کہ شاید کسی تنقید نگار کی Ãوں سے یہ تحریر گذر جائے اور وہ قطرے میں دجلہ دیکھ لے۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ کبھی کبھی تنقید نگار کسی تحریر میں وہ بات دیکھ لیتے ہیں جو مصنف کے خواب خیال میں بھی نہیں ہوتی۔ بالکل اس طرح جیسے ایک بار شیطان کے ساتھ ہوا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک شخص کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا گناہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیئے اس نے بڑی جامعہ حکمت عملی اپنائی گناہ سرزد ہو جانے کے بعد اس نے دہائی دی کہ یہ & کچھ شیطان کا کیا دھرا ہے۔ شیطان یہ سن کر ششدر رہ گیا اور بولا 'جو حکمت عملی اس نے اپنائی وہ تو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی'۔ ایک پیر صا # پہنچے ہوئے تھے، کتنے پہنچے ہوئے تھے وہ مندرجہ ذیل واقعے سے عیاں ہو جائے گا۔ ایک خاتون نے پیر صا # سے اس لیئے رجوع کیا کہ Wکی آرزو میں آٹھ بیٹیوں کی ماں بن چکی تھی۔ پیر صا # نے کہہ دیا کہ

اس بار بھی لڑکی ہو گی۔ اس ہی میں اللہ کی رضا ہے۔ آٹھ لڑکیوں کے بعد پیر صا # لڑکے کی نوید سناتے ہوئے ڈر رہے تھے کہ کہیں مونہہ کی نہ کھانی پڑ جائے۔ عورت کے جانے کے بعد اپنے خادم خاص سے شیلف پہ سے ایک کتاب نکالنے کو کہا۔ اور کتاب کے %0ی صفحے پہ اپنے د & مبارک سے لکھ دیا کہ عورت کے اس بار اولاد نرینہ ہو گی۔ اللہ کی مرضی سے۔ # عورت نے لڑکے کو جنم دیا تو پیر صا # کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پیر صا # کو اطلاع دی کی اللہ نے اسے لڑکے سے نوازا ہے۔ پیر صا # مسکرائے اور خادم کو اشارہ کیا کہ وہ کتاب لائے۔ %0ی صفحے پہ لکھی تحریر دکھاتے ہوئے بولے ''ہمیں تو پہلے سے ہی علم تھا۔ لیکن ہم نے تجھے اس لیئے نہیں بتایا کہ تجھے شادیٔ مرگ نہ ہو جائے''۔ عورت بہت خوش ہوئی اور ڈبل نذرانہ پیش کیا اور عقیدت سے سرشار واپس ہوئی کہ واقعی پیر صا # کی مستقبل پہ گہری Ã ہے۔ ہمارے ملک میں بھی ایک ایسے سیاسی پیر ہیں جو بیک وقت چار پانچ پیشنگوئیاں کر دیتے ہیں پھر ان میں سے جو ایک آدھ پوری ہو جاتی ہے تو اس کا خوب ڈھنڈھورا پیٹا جاتا ہے جس کے شور میں پوری نہ ہونے والی پیش گوئیاں دب کر رہ جاتی ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی ایک اور ہیں جو الیکشن میں اپنی ضمانت ضبط کروا کر پیشگوئیاں کرنے لگے ہیں۔ میڈیا بھی شاید éا تفریح 8 رہتا ہے اور انہیں بار بار نسپو% ھا رہتا ہے کہ شیخ صا # آپ کی تو مستقبل پہ گہری Ã ہے اور آپ کی پیشگوئیاں تو سچ ہوتی ہیں اس لیئے فرمایئے کہ آپ آئندہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ کوئی نہیں یاد دلاتا کہ شیخ صا # آپ تو کہتے تھے ''افتخار چودھری ایک گھینٹے (گھنٹے) کے لیئے بھی بحال نہیں ہو گا''

☆ فیض احمد فیض کا ایک قطعہ بھی ہم اپنے بے ربط کالم میں شامل کر رہے ہیں۔

فکرسود و زیاں تو چھوٹے گی
منتِ ایں و آن تو چھوٹے گی
خیر دوزخ میں مے ملے نہ ملے
شیخ صا # سے جاں تو چھوٹے گی

حیدرآباد میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے ایک اسسٹنٹ ڈائیریکٹر کو اê آفس میں گولی مار کر دونوں قاتل موٹ

سائیکل,پ بیٹھ کراس طرح فرار ہوئے کہ سامنے موجود پولس چوکی,پ موجود اہلکاروں کو یہ بھی نہیں پتہ ` کہ دونوں ڈبل سواری کرتے ہوئے آئے بھی اور گئے بھی اور وہ بھی اس وقت . # ڈبل سواری,پ* پ بندی تھی۔لوگ کہتے ہیں تو کیا غلط کہتے ہیں کہ سروے کرا کر دیکھ لو۔ا/ ڈبل سواری,پ* پ بندی کے زمانے میں%ائم میں کمی ہوتی ہے تو موٹ سائکل کمپنیوں کو سنگل سیٹر موٹ سائیکل بنانے کا* پ بند کرڈ* ی جائے۔

☆فیض صا # حیدر* . دجیل میں تھے۔ا ی دن وہ سلاخوں کے پیچھے سے جھا - رہے تھے۔اتنے میں وہاں ا ی بوڑھا n ی آHی۔فیض صا # نے اس سے پوچھا کیا ہم تمہیں جیل میں دکھائی دے رہے ہیں۔n ی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں جواب ڈ* ی تو فرما* ی۔ہمیں تو تم جیل میں دکھائی دے رہے ہو۔کیری لوا/ بل,پ قوم تو نہیں ہاں لیڈران کے درمیان سلاخیں حائل ہو گئیں ہیں% ب اقتدار سلاخوں کے ا ی جا$ ہیں% ب اختلاف دوسری جا$ ۔اِدھر والے کو بل میں قوم کی فلاح Ā آرہی ہے تو اُدھر والوں کو قوم کی تباہی۔قوم کو چاہیئے کہ آزمالے۔ا/ واقعی فلاحی ہوا تو وارے * رے!! ورنہ غسال کا بل سے آ N گے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غا) کو* ی دکرنے لگے۔ع

ے ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دڑ* ی
نہ کبھی جنازہ اٹھتا ، نہ کہیں مزار ہو*

☆ا ی ,. رگ * . ل* شوانے حجام کے* پ س پہنچے۔حجام نے بتا* ی کہ* . لوں میں سفید* . ل ظاہر ہو گئے ہیں۔ ,. رگ نے یہ سمجھ کر کہ اکا دکا ہونگے ، کہا۔انہیں نکال دو۔حجام نے بتایا کہ جناب بہت ژ* ی دہ ہیں تو کہا اس صورت میں کالوں کو نوچ دو۔ا ی سیاسی جما (کی پہچان یہ ہے کہ اس نے بہت قر* . * ں دیں، جیلیں کاٹیں اور کوڑے کھائے ہیں۔مخالفین . # کوئی اعتراض کرتے ہیں تو کارکنوں کو یہ* ی دد* ,پ* ہے۔ا/ منا & ہو تو * پ رٹی کو چاہیئے کہ ا ی کتاب چہ شائع کردے جس میں ان تمام ممبران اسمبلی کے* م ہوں جو جیل گئے ہوں * ی کوڑے کھا N ہوں۔جان کا* رانہ پیش کرنے والے موجودہ اسمبلیوں میں تو ہو نہیں h ،اس لیئے ان کے * م سابق ممبران سینٹ ،قومی* ی صو* . ئی اسمبلی کی حیثیت سے شامل کیئے جا h ہیں۔ا/* م ژ* ی دہ ہوں تو پھر ان لوگوں کی لسٹ شائع کردی جائے جو ان اعزازات سے محروم رہے ہوں۔K¶ اللہ مخالفین کے مونہہ بند ہو

جا N گے۔قار N سوچ رہے ہونگے کہ ہم نے 'کتاب چہ' کو اس طرح شا+ غلطی سے لکھا ہے۔نہیں، یہ ہم نے جان بوجھ کر لکھا ہے کیوں کہ بہت سے لوگ 'کتابچہ' کو کتا، بچہ,پ ڑھتے ہیں۔ہم بھی طا) علمی کے زمانے میں سینیماؤں کے بورڈ,پ 'آجشبکو' کو 'آجش بکو,پ ڑھتے رہے تھے۔ہمارا خیال تھا کہ انہیں 'آج ش& کو' لکھنا چاہیئے۔

ا ی مضمون نگار کو اس وقت بہت صدمہ پہنچا. # مشہور آرٹسٹ 'پکاسو' ,پ ان کا لکھا ہوا مضمون شائع ہو کر ا ê سامنے* ی۔کا$ نے یہ سوچکر کہ مضمون نگار 'ژ' لکھنا بھول گئے، جہاں جہاں پکاسو لکھا تھا وہاں وہاں پکاسو کے% میں 'ژ' اور پکا,پ شد (ّ) کا اضافہ کرڈ* ی۔ظاہر ہے مضمون نگار کو سر پ t ہی بنی ہوگی۔اس واقعے کی سند جناب ابن صفی کے پیشرس سے ملتی ہے۔% میں/ ارش ہے کہ ہم نے شروع میں عرض کرڈ* ی تھا کہ یہ بے ربط کالم ہے جس کا ظاہر ہے نہ کوئی سر ہوگا نہ پیر، اس لیئے امید ہے قار M اس کو ہمارے اعتراف کے تناظر میں ہی دیکھیں گے۔

۲۳/ اکتو. ۲۰۰۹ء

۔۔۔ اور گلاس ٹوٹ Hی

چند. سوں پہلے کی*.ت ہے ہمارے ملک میں جا بجا ایسے ہوٹل اور ریسٹوران ملتے تھے جن میں ا ے*ی ا ے سے *ِ دہ 5 زمین چائے اور کھا *.ڑی تندہی سے گا ہکوں کو پیش کرتے تھے۔ ایسے 5 زم 'ٹیبل والا' کہلاتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا. # بلِ دینے اور ٹِپ (Tip) è کی علت عام نہیں تھی۔ٹیبل والا پیش کی گئی اشیا کا حساب ذہن میں رr تھا اور. # گا ہک اٹھ کر جانے لگتا تو اس کے دروازے کے قری$ کاؤنٹر *یگلّے کے قری$ پہنچتے ہی آواز لگا* کہ صا # سے دو آنے، آٹھ آنے *ِ اتنے روپے لو۔اگ کوئی گا ہک معلوم کر* چاہتا کہ اتنے پیسے کیسے بنے تو وہ.ڑی چابکدستی سے کھائی ہوئی اشیاء کا حساب بتا دیتا۔اور گا ہک مطمئن ہو جا*۔ایسے میں ا ے دن ا ے ٹیبل والے نے ا ے عجیب آواز لگائی 'صا # نے کھا* یا کچھ نہیں۔گلاس توڑا۔چھ آنے لو' معلوم ہوا بے چارے گا ہک کے کچھ کھانے W سے پہلے ہی اس سے گلاس ٹوٹ H۔شا4 بے چارے کے* پ س اتنی رقم نہ تھی اب کچھ کھا بھی سکتا اس لیئے اٹھا H اور گلاس کی قیمت مبلغ چھ آنے چکائی اور `H۔یہ واقعہ کس شہر میں پیش *ِ اس کی تو خبر نہیں لیکن اس ڈا ^ گ'' کھا* یا کچھ نہیں، گلاس توڑا۔۔۔ چھ آنے لو'' کی گونج ہم نے اپنے شہر اور ملک میں ہی نہیں بلکہ بھارت میں بھی سنی۔کئی فلموں اور ٹی وی ڈراموں میں اسے ا ے محاورے کے طور پ استعمال ہوتے یکھا *ٹ ک شوز کے کئی سنجیدہ پ وگ اموں میں بھی، سیاستدانوں کو ہی نہیں دانشوروں کو بھی اس جملے کو استعمال کرتے سنا۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس جملے کو محاورۃً ہی نہیں ہم نے اپنے ملک میں معنوی اعتبار سے بھی استعمال ہوتے دیکھا۔جس کی نظیر بھی شا4 ہمارے ملک کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی۔ کیوè ہمارا ہی خاصہ ہے کہ ہم اکثر کھاتے W کچھ نہیں اور گلاس ہی توڑتے رہتے ہیں۔ ہاں! کھا* ہی پڑ جائے تو ۱۰۰ جوتے بھی کھاتے ہیں اور ۱۰۰ پیاز بھی۔اس کا عملی مظاہرہ حال ہی میں ہونے والے لا ہ مارچ کے دوران دیکھنے میں *ِ۔لا ہ مارچ اور دھرنے، جہاں

ہ۔ ہم سمجھتے ہیں، حکومتوں کو مفلوج کرنے کے لیئے ہوتے ہیں۔لیکن ہماری حکومت نے یہ کمال کیا کہ لا ہ مارچ اور دھرنے سے کئی دن پہلے ہی خود کو مفلوج کر لیا اور اس کے لیئے کنٹینروں کی فراہمی کی مد میں اربوں روپے کا نقصان بھی کر لیا۔ابھی مارچ شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ کنٹینرز لگا کر سڑکیں بند کر دی گئیں۔آمدورفت اور سامان کی *سیل رک گئی۔پکڑ دھکڑ بھی شروع کر دی گئی۔اعلا*ت بھی ہوئے کہ لا ہ مارچ اور دھرنے کو *کام بنانے کی پلاننگ کر لی گئی ہے۔حکومتیU ئندوں نے اپنی حکومت کا مزاج دیکھتے ہوئے چیف جسٹس کے خلاف بیا*ت کا سلسلہ شروع کر *ِ۔اور ہرزہ سرائی میں ا ے دوسرے سے *.زی لیجانے کی کوشش میں ادب و آداب کی ساری حدود بھی *پ رکر ڈالیں۔کچھ لیڈر تو زور خطا$ میں یہ بھی بھول گئے کہ اب میڈ *ِ کا دور ہے اور اگلے پچھلے بیا*ت کا رکارڈ مونہہ کالا کر سکتا ہے۔لیکن شا4 عقل پ پتھر پ *بھی اس ہی کو کہتے ہیں کیوè کسی نے کہا کہ چیف سیاسی ہو گئے ہیں تو کسی نے پیشن گوئی کی کہ بحالی کا سوال ہی نہیں۔کوئی دور کی کوڑی لا* کہ افتخار چودھری کنٹرو ورشل ہH ہے۔ا ے محترمہ نے مشورہ *ِ کہ افتخار چودھری کو از خود مستعفی ہو جا* چاہیئے۔کسی نے کہا کہ ہماری *رٹی نے کبھی بھی بحالی کا وعدہ نہیں کیا اور. # محترمہ بھٹو کی تقری کا حوالہ *ِ H کہ وہ بھی بحالی کے حق میں تھیں تو اسے بھی جھٹلا *ِ H کہ اس بیان میں چیف کا* م ' لیا تھا۔حد تو اس وقت ہوئی. # میڈ *ِ نے پچھلے بیا*ت اور اعلا*ت کی وڈیو دکھا دی لیکن پھر بھی نہ مانے۔انہیں پختہ یقین تھا کہ اب چیف صا # کبھی بحال نہ ہو نگے۔اس لیئے.ڑے.ڑے دیو قامت سیاستدانوں کے علاوہ تسنیم قریشی اور تنو یر عالم جیسے بونے بھی اچھلنے کودنے لگے۔بہتی گنگا دیکھ کر پنجاب اسمبلی کے ا ے سینئیر وز یر نے بھی ہاتھ دھونے کی کوشش کی اور مونہہ کی کھائی۔1 مجال ہے جو شرمندہ ہوئے ہوں۔یہ بھی قدرت کا کرشمہ ہے ورنہ ہم نے اتنی جلدی اس طرح لوگوں کو رسوا ہوتے نہیں دیکھا۔ کیوè دھرنے سے پہلے ہی دھڑن تختہ ہH اور چیف کے خلاف زہر افشانی کرنے والے اب جس طرح یو ٹ ن'U-Turn' لے رہے ہیں وہ بھی ان ہی کا خاصہ ہے۔میر تقی میر کو تو قاتل پ رشک تھا کہ جس کے نہ دامن پ کوئی چھینٹ تھی نہ خنجر پ کوئی داغ۔لیکن ہمیں ان لیڈروں پ حیرت ہے جن کے چہروں پ پشیمانی ہے نہ Q نی پ Ä ۔.ڑے طمطراق سے کہہ رہے ہیں ہم نے چیف کو بحال کر کے محترمہ کی وصیت پ عمل کیا ہے۔اور دیکھ لو ہم نے وعدے کے مطابق صرف ا ے

ایکزیٹیو آرڈر سے عدلیہ کو بحال کرڈ* ی۔اور اس کے لیئے ہم نے پہلے سے طے کر لیا تھا۔۔بہرحال جس ایکز Ð آرڈر کوا ی- سال پہلے* تھا وہ اس وقت* ی۔ #* رٹی لیڈروں کی ساکھ مٹی میں مل گئی اور حکومت کو اربوں روپے کا نقصان بھی ہواH ی۔ #۔ رات کے پچھلے پہر چیف صا # کی بحالی کا عندیہ 5 تو ہمیں حکومت کا وہی حال دکھائی ڈ* ی جو اس گاہک کا تھا جس نے کھا* ی پیا تو کچھ نہیں لیکن گلاس توڑنے کا مرتکب ضرور ہوا تھا۔اور خوبی دیکھیئے کہ ابھی اس گلاس کی کرچیاں سمیٹی بھی نہیں گئی تھیں کہ دوسرے گلاس کی قیمت بھی ادا کرنی پڑ گئی۔ # پنجاب حکومت بحال ہوگئی۔اب حساب لگا لیجیئے کہ* اہلی کے فیصلے سے بحالی-- کیا کھا* ی اور کیا گنوا* ی۔۔۔لیکن گلاسوں کے ٹوٹنے کا سلسلہ تو ہنوز جاری ہے کہ خبر آئی ہے کہ سوات معاہدے پر بعد از %ابی ء آ ی ردستخط ہوگئے ہیں۔

۱۲۵ اکتوبر ۲۰۰۹ء

بیتھاون سے ہٹلر۔

د* کی تقریباً چھ ارب کی* دی میں آدھی سے* ی دہ خواتین ہیں۔ان میں سے ای- # ازے کے مطابق پچاس ساٹھ لاکھ کی عمر اتنی ہوگی کہ مقابلہء حسن میں حصہ لے سکیں (تعداد پر* ی دہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں کہ یہ اس وقت اہم نہیں)۔ان پچاس ساٹھ لاکھ میں سے سو دو سو* ی پنچ چھ سو اس مقابلے میں شری- ہوتی ہیں اور پھر صرف ای- مس یونیورس (Miss Universe) قرار* پاتی ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی د* میں یہ ہی خوبصورت ین ہے۔فلمی د* میں کسی کے رسائی ہو جاتی ہے اور وہ فن کی بلندیوں پر پہنچ جا* ہے۔رسائی ہونے میں قسمت کا دخل ہو* ہے، ہوسکتا ہے کوئی دوسرا ہو* تو شا# وہ بھی یہ مقام حاصل کر8 ۔ایسے ہزاروں ہونگے جو دلیپ کمار ، # یم* ی مارلن ، # و بن h ا/ انہیں موقع فراہم ہو جا* ۔پر ائیو $ کمپنیوں میں بھی دیکھاH ی ہے کہ فیملی بیک/ اؤ# ، دوستی، سفارش، چاہے چمچہ گیری کی صورت میں ہو آگے بڑھنے میں مددگار* $ ہوتی ہے اور پھر'' : ا۔ # حسن دیتا ہے ۱۰ ! آہی جاتی ہے''۔فیملی اسٹیٹس ہی نہیں کبھی کبھی تو وہ لوگ بھی تی کر جاتے ہیں جنکا کوئی بیک/ اؤ# نہیں ہو* لیکن، بیر، وہسکی، فلاش* ی ، ج (Beer, Whisky, Flash or Bridge) کے شوقین ہوتے ہیں۔بس اخلاقی پسما# گی کام آجاتی ہے۔اور وہ خوب تی کرتے ہیں۔کیوè دیکھا یہ ہیH ی ہے کہ ای- پرہیزگار دوسرے کا اتنا خیال نہیں کر* ، جتنا ای- شرابی دوسرے کا۔پھر محرومین اپنی قابلیت کے ٹو & پر اخلاق و اخلاص کا جام لگا کر چاٹتے رہ جاتے ہیں کچھ لوگ قابل ہوتے ہوئے بھی پہلے سے موجود لوگوں کی اجارہ داری کی وجہ سے محرومیت کا شکار ہو جاتے ہیں تو کچھ لوگ قسمت سے مار کھا جاتے ہیں۔ان چند مثالوں کے علاوہ اور بھی ہیں لیکن وہ & بھی ان مثالوں میں بتائی گئیC ی دوں پر ہی ایستادہ ہیں۔ا/ * ی دہ* ر ی- بینی سے دیکھیں تو اسے قسمت* ی مواقع کا* م دے h ہیں قسمت کی ای- بہترین مثال ہے کہ%نی کا مشہور سما (سے محروم آرٹسٹ بیتھاون

(Beethowen) پیدا ہونے سے پہلے ہی اَ/ ڈاکٹروں کے مشورے پر اقساط حمل کا شکار ہوجا* تو د* ای- بہترین مو« ر سے محروم رہ جاتی ۔ یہ اس کی قسمت تھی کہ اسے پیدا ہونے سے نہیں روکا Hی ۔ایسی مثالیں بھی ہیں کہ اخلاق کے فقدان کے* وجود قوموں کی* گ ڈور سنبھالنے کے لیئے قسمت نے روز ویلٹ او%چل کو موقع فراہم کر* ی۔دونوں میں سارے شرعی عیب ی- جاتے لیکن ان میں سے ای- امر k کا صدر اور دوسرا. طا 6 کا وزیر اعظم بنا۔افسوس تو اس وقت ہو* ہے . # ہم جیسی قومیں نہ جانے کیوں آج بھی ا ê گن گاتی ہیں جنہوں نے ہمیں لو* ہی نہیں بلکہ پستیوں میں اس طرح ڈالا* ی کہ ہم میں غیرت اور حمیت* م کی کوئی چیز نہیں رہی۔ تا* کہ ہٹلر نے بہت ظلم ڈھائے 1کس پر؟ کیا مسلمانوں پر؟ نہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان مما لک بھی ہٹلر کو قابل Ðت اَ/ دا... ہیں۔اس نے کیا کیا تھا؟ اس نے ,. طا 6، اٹلی فرانس اور دوسرے یورپی مما لک بشمول روس کی ا M سے ا M بجادی تھی۔دلچسپ* ت یہ ہے کہ روز ویلٹ او%چل کی طرح ہٹلر اخلاق* ختہ نہیں تھا۔نہ شرابی نہ عورتوں کا رسیا %چل کی طرح نہ تھا کہ لوگ اسے عشائیے میں مدعو کرنے سے اَ/ ,ی کرتے تھے کیو è مدہوش ہوجانے کے بعد اس کا طرز عمل خواتین کے ساتھ* قابل,. دا ث& ہوجا* تھا۔شرابی ہی نہیں افیون کا بھی شوقین تھا۔وزیر اعظم,. طا 6 کی حیثیت سے اس کی* پرلیمنٹ میں کی گئی ای- تقریر آج بھی رکارڈ پر ہے جو اس نے ای- خاتون کی تقریر کے جواب میں کی تھی۔اس تقریر کے غیر اخلاقی ہونے کا اس سے,. ا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ہم اسے یہاں Ü نہیں کر رہے ورنہ یہ,. طا 6 کی* پرلیمنٹ کے رکارڈ پر ہے۔طرفہ تماشہ ہے کہ اسے . ف بھی نہیں کیا Hی ۔اَ/ ہم* رتخ پر Ã ڈالیں تو ای- لمبی لسٹ ایسے حکمرانوں کی تیار ہوجائے گی جنہوں نے ظلم* ی دتی، قتل وغارت او* ا« فی میں کوئی کثر نہیں چھوڑی ۔1 المیہ یہ ہے کہ وہ تمام لیڈر قابل احترام ٹھہرے جنہوں نے . B . Ạ لی۔یہاں یہ وضا # ضروری ہے کہ §. کے بعد ساری,. ائیاں ہارنے والے پر ڈالدی جاتی ہیں۔ہٹلر اَ/ . Ạ جا* تو اس کے اعلیٰ اخلاق کی مثالیں دی جاتیں %چل کی اخلاقی اَ/ اوٹ* ن زد و عام ہوتیں۔ہٹلر . Ạ جا* تو بتا* کہ اس نے یہودیوں کا قتل عام کیوں کیا تھا۔کیا پہلی . B عظیم میں جو کچھ یہودیوں نے %منز کے ساتھ کیا، کیا وہ قابل معافی تھا۔وہ بتا* کہ اس نے ا = لنس اور ہسپتالوں پر حملے کیوں کیئے۔کیا یہ اتحادیوں کی غیر اخلاقی حر ! نہ

تھی کہ انہوں نے ا = لنسوں کو فوجی مقاصد کے لیئے استعمال کر* شروع کر* ی تھا۔اَ/ آج کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہودیوں کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا، کیا اس سے* ی دہ اسرا L اور امریکہ مسلمانوں کے ساتھ نہیں کر رہے۔پھر امریکی پروپیگنڈے کا کمال دیکھئے کہ مسلمان ہٹلر کو گالیاں دینے میں & سے آگے ہیں۔کوئی نہیں پوچھتا کہ بھئی اس نے مسلمانوں کا کیا بگاڑا تھا ٹ کی تو اس کا ساتھی تھا ٹ کی کے ساتھ انگریزوں نے کیا کیا؟ سلطنت عثما 6 کا خاتمہ، کیا ہٹلر نے کیا تھا؟ سلطنت مغلیہ کو کیا ہٹلر نے* راج کیا تھا۔ا V بم کیا ہٹلر نے اَ/* ی تھا؟ ہماری دا a میں تو ای- بھی ایسا اسلامی ملک نہیں جس پر ہٹلر نے % ھائی کی ہو۔جبکہ آج -- جو بھی مسلمانوں کے ساتھ* ی دتی ہورہی ہے اس میں سوفی صد امر k,. طا 6* ی روس کا ہاتھ ہو* ہے۔ای- اور قابل غور* ت یہ ہے کہ ہٹلر نے یہودیوں کو مارا، اس کے حمائیتیوں نے یہودیوں کے آ 2 پو 1 کے لیئے انہیں زمین کا ای- ٹکڑا فلسطینیوں کے درمیان دلوا* ی۔کینڈا اور آسٹریلیا میں* دکرنے کا خیال نہیں* ی جہاں آج بھی اتنی زمین موجود ہے کہ دونوں مما لک کو اکثر ا G نٹس (Immigrants) کے لیئے اشتہار دینے پڑتے ہیں۔ہماری قوم انگریزوں کے ا« ف کی بھی مداح ہے جس نے ہندوستان کے بٹوارے کے وقت مسلمانوں کا حق مارنے سے اَ/ ,ی نہیں کیا۔کشمیر، دکن اور جو* گڈھ اس کی ای- مثال ہیں۔یواین او کی قرارداد پر بھی (جس کے تحت کشمیر میں رائے شماری کر* تھا) عمل نہ کر* امریکیوں اور اس کے اتحادیوں کی ہی چال ہے۔افسوس ہم مسلمان نہ جانے ' کھوٹے کھرے میں تمیز کرنے کے قابل ہونگے۔میر تقی میرؔ کی سادگی سے ہماری قوم اتنی متا ث ہے کہ جس کی وجہ سے بیمار ہوتی ہے علاج بھی اس ہی سے کر* چاہتی ہیں۔سبحان اللہ جو زخم پر زخم دیتا ہے اس کی دیوانی اور جس نے مسلمانوں کو تو نہیں لیکن اس کے دشمن کو مضروب کیا اس کو گالیاں دینے میں آگے آگے۔۔

۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۹

درخوا &

بچپن سے ġ آئے ہیں کہ %ت میں & سے ؒ دہ سخت پکڑ علماء کی ہوگی۔ ٰا عجیب محسوس ہؒ تھا کیوè ہماری ؒ قص عقل کے مطابق ے سے امولوی بھی ا ی عام آدمی سے تو ؒ دہ ہی متقی اور پ ہیزگار ہوگا۔ کچھ ٰے بلکہ یوں کہیے کہ بوڑھے ہوئے (یعنی حالیہ دور میں) تو تو ا سے سن رہے ہیں کہ ی سے ی جمہور $ بھی آمر $ سے بہتر ہوتی ہے۔اس سے ہمارے خیال کو تقو $ ملی کہ ے سے امولوی عام آدمی سے بہتر ہؒ ہے۔سوچتے تھے کہ پھر کیوں ا é پکڑ سخت ہوگی۔سوچ بچار میں کئی دہائیاں گذر گئیں۔پھر ہم نے سوچا یہ اللہ کا معاملہ ہے، ہم کیوں اس چکر میں پڑ رہے ہیں۔نہ ہم مولوی، نہ Ŵ کا ارادہ ہے۔اس لیئے سوچنا بند کر ؒ ی۔لیکن کیا کبھی ایسا ہوا ہے۔کیا آدمی سوچنا بند کر سکتا ہے۔کچھ ؒ تیں ایسی ہوتی ہیں۔جو آدمی کے بس میں نہیں ہوتیں۔مثلاً اکثر اینکر، پ سن، پ وا ام کے % میں کہتے ہیں 'اپنا اور اپنے ارد ا د کے لوگوں کا خیال رکھیے گا'۔ یہ نہیں بتاتے کہ کیسے؟ ہمیں اس پ ہنسی آتی ہے۔ # کوئی ہم سے کہتا ہے اپنا خیال رکھیے گا۔ارے بھئی کیسے رکھیں؟ اکثر ڈاکٹروں کو بلڈ پ b کے مریضوں کو یہ مشورہ دیتے سنا ہے 'ٹینشن ؒ لکل نہ لیں۔کسی ؒ ت کا غم نہ کریں۔ ؒ دہ نہ سوچیں۔واک کیا کریں اور کھانے میں احتیاط تیں'۔ چلیے واک ہو جائیگی، کھانے میں پ ہیز بھی ہو جائیگا لیکن ٹینشن نہ ę کا کیا طر i ہوگا۔ یہ کوئی نہیں بتا ؒ کہ سوچنا کیسے چھوٹے گا؟ خیر ہم نے بہت کوشش کی کہ سوچنا چھوڑ دیں لیکن نہ چھوڑ سکے۔اور سوچتے رہے جس سے معلومات میں اضافہ بھی ہوا اور کچھ کچھ علم بھی ہوا کہ مولوی حضرات پ یہ سختی کیوں؟ واقعی اللہ بہتر جا { ہے۔ہمیں تو یہ * ت سیا & میں ملوث مذہبی جماعتوں کی + و } ہی معلوم ہو سکی۔ ہو سکتا ہے غیر سیاسی مولوی بھی سیاسی مولویوں سے پیچھے نہ ہوں لیکن وہ ایکسپوز نہیں ہوتے۔مذہب کے ؒ م پ فرقہ وار $! مذہب کے ؒ م پ مطلب ار ی! مذہب کو وجہ بنا کر مخالفین کو کافر قرار دینا۔یہ اور ایسے ہی دوسرے اقدام ا ی عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔مسلمانوں کو آپس میں لڑا ؒ ۔قرآن کے منافی چلنے کی ہمت ا ی عام آدمی میں کہاں؟ ا ی عام آدمی کے کسی غلط قدم کا خمیازہ اکا دکا کو ہی بھگتنا ہؒ ہے لیکن مولویوں کی وجہ سے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ

اپنی راہ کھوٹی کر ę ہیں اور ستم ؒ لائے ستم H ہ بھی نہیں سمجھتے بلکہ اسے عین ثواب ا دا ... ہیں۔عام ؒ ن میں یوں سمجھئے کہ ا ی ú زی ا ú زمیں کوئی غلطی کر ؒ ہے تو اس پ صرف اس کا H ہ ہوگا لیکن پیش امام کی ؒ ہی پ & کی ذمہ داری بھی مولوی پ ہوگی۔اس لیئے مولوی کی پکڑ ؒ دہ ہوئی ؒ !!۔

یہ مولویوں کا ہی تو کا ؒ مہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمان $ گئے۔کچھ ؒ کستان کی موافقت میں تو کچھ مخالفت میں۔ہم حیدر ؒ د میں پڑھے ہیں لیکن حیدر ؒ دی ؒ ی اسکول کی نسبت سے ؒ ونچیرین (Bonaventurian) نہیں کہلائے۔جبکہ دیو بند اور ~ میں پڑھنے والے۔دیو بندی اور W ی بن گئے۔اور وہ بھی ایسے کہ اپنی اپنی مسا بھی بنوالیں۔مولویوں نے ہی تو اہلحد $، اہلسنت، اہل تشیع۔حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کی داغ بیل ڈالدی۔ہم # کلین شیو (Shaved Clean) تھے اور ú ز روزے سے بھی غافل تھے تو کسی نے نہیں پوچھا کہ 'تم ہو کون؟ تمہارا مسلک کیا ہے؟'۔لیکن # اللہ نے توفیق دی اور ú زیں شروع کیں اور داڑھی رکھ لی تو ا ی دو & نے یہ دیکھ کر کہ ہم نے مونچھیں نہیں رکھیں، پوچھا 'کیا تم دیو بندی ہو۔ہم نے جواباً کہا 'نہیں'۔تو پوچھا 'اہل حد $'؟ جواب Ô میں ؒ کر بولا 'اچھا تو کیا W ی ہو؟' سن کر غصہ تو بہت ؒ ی لیکن اسے بتا ؒ 'ہم یہ & نہیں جا...۔بس مسلمان ہیں۔ # قبر میں یہ سوال نہیں پوچھا جائے گا تو ہم اس چکر میں کیوں پڑیں'۔تو بولا 'بھئی کسی نہ کسی کا ہؒ ضروری ہے ورنہ %ت میں کس کے ساتھ کھڑے ہوگے۔یہ ہمارے لیئے ؒ لکل نئی تھی اس لیے ہم نے ہنس کر کہا 'حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ی حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ اور وہ تمام مسلمان جو، ان مسالک سے پہلے گذرے ہیں، جس کے ساتھ کھڑے ہونگے، اس کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو جا N گے'۔سن کر خاموش ہ H ؒ ت آئی گئی ہوگئی اور ہماری توجہ صرف ú زروزوں پ ہی رہی۔حقوق اللہ کی طرف تو ہم بہت بعد میں آئے لیکن حقوق العباد سے ہم کبھی غافل نہیں ہوئے۔وجہ یہ رہی کہ کونو M میں پڑھتے تھے اور ہمارے اسا H ہ عیسائی ہونے کے ؒ وجود جتنا ہمارے رسول ﷺ کی ŀ پ عمل کرتے تھے اتنا ہم لوگ نہیں کرتے۔ہمارا ذاتی خیال ہے کہ ا وہ کلمہ پڑھ لیں تو ہم سے بہتر مسلمان ہونگے۔ہمسائے کا جتنا وہ خیال ر p ہیں ہم نہیں ر p ú زہمیں ڈسپلن کا درس دیتی ہے لیکن جتنا ڈسپلن یورپ و امریکہ میں Ā ؒ ہے

اتنا ہماری مسا . میں بھی نہیں ملتا۔ آج یہ ذکر اس لیے لے بیٹھے کہ ابھی ابھی ا ِ- مولا ٔ کے * رے میں ایسی خبر Ãوں سے گذری کہ ہنسنے کے علاوہ کچھ اور نہیں کر h تھے۔ ہنسی رکی تو ایسی تلخ سنجیدگی چھائی کہ قلم اٹھاتے بنی۔ خبر تھی۔ 'ا ِ- مولا ٔ حج پر روانہ ہوگئے۔ درخوا & کے * وجود سعودی عرب نے شاہی مہمان کا درجہ نہیں * ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولا ٔ نے حج پر روانگی سے پہلے سعودی عرب سے درخوا & کی تھی کہ ا ِ- سیاسی جما (کے سر اہ اور * رلیمانی کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے انہیں سعودی عرب میں رہائش اور شاہی مہمان کا درجہ * جائے۔ سعودی حکومت نہ جانے کس پریشانی میں تھی کہ مولا ٔ کی درخوا & کو شرف قبولیت نہ مل سکی۔ یہ مولا ٔ کا بڑا پن ہے کہ اس بے اعتنائی کے * وجود آپ حج کے لیئے روانہ ہوگئے۔ وقت کم تھا ورنہ ہو سکتا ہے ہماری دز * دل حکومت انہیں اپنی پسند+ ہ سرکاری 'پجیر ؤ ساتھ لے جانے کی سہو) فراہم کر دیتی ۔ ہوسکتا ہے پھر سعودی حکومت کو بھی احساس ہوجا * اور ازالے کے طور پر مولا ٔ کو اپنی گاڑی میں بیٹھ کر طواف کی اجازت دے یتی۔ گاڑی میں بیٹھ کر سعی کرنے میں بھی آسانی ہوتی۔ شیاطین کو کنکر * ن مارتے وقت ان کے شر سے بھی محفوظ رہتے۔

اس خبر کے نتیجے میں ہنسی، پھر تلخ سنجیدگی کے نتیجے میں یہاں تک لکھ * ئے تھے کہ پھر ہنسی آ گئی۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ اللہ بہتر جا { ہے کہ مولویوں کی پکڑ سخت کیوں ہوگی۔ واقعی اللہ بہتر پلاز (Planner) ہے۔ وہ & کچھ جا { ہے اس ہی لیئے مولا ٔ کی درخوا & رد کروادی ورنہ درخوا & کی قبولیت کے بعد کچھ بعید نہ ہو * کہ مولا ٔ ا ِ- درخوا & اللہ تعالیٰ کو بھی بھجوا دیتے کہ میں ا ِ- مذہبی کم (Cum) سیاسی جما (کا سر اہ ہی نہیں بلکہ ہر دور میں کسی نہ کسی * رلیمانی کمیٹی کا چیرمین رہتا ` * ہوں اور جس شاخ پر بیٹھتا ہوں اس کو کاٹنے سے بھی اَ * کرتا ہوں۔ وردی کا مسئلہ ہو، سترھویں ترمیم کا تحلیل سرحد اسمبلی کا، میں نے ہمیشہ در # کا ساتھ * ہے۔ حتیٰ کہ وعدے وعید کے * رے میں بھی در # کی ہی ہم نوائی کی۔ اب چاہے در # مضبوط آمر $ کا ہو * لرزتی جمہور $ کا۔ میں نے پرواہ نہیں کی۔ اس لیے مجھے عام مولویوں کی سخت پکڑ سے استثنا دی جائے۔

۱۹رنومبر ۲۰۰۹ء

خالی جگہ پُر کرو

اردو شاعری میں ا ِ- مصرعہ بڑا مشہور ہے، جس کے * رے میں کہا جا * ہے کہ یہ کسی بھی دوسرے مصرعے کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے۔ اتنا ضروری مصرعہ۔ ۔ اور ہماری لاپرواہی !! ۔ کہ ہمیں ٹھیک سے * د ہی نہیں آ رہا۔ بہرکیف اپنے تجربے سے اس کو قابلِ قبول صورت میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شا# کام بن جائے۔ دوسری صورت میں بھی کوئی ''د# ہ'' نہیں کہ اس طرح سے صا # طرز حضرات کو * د کرنے کا موقع فراہم ہوجائیگا۔ یہ بھی گھاٹے کا سودا نہیں کہ ہم بحیثیت قوم بھی & کچھ بھولتے جا رہے ہیں۔ اَ ہماری وجہ سے کچھ * تیع * د آ جا N تو کیا برا ہے۔ اَ مصرعہ غلط بھی ہوا تو کیا مضا B؟ اب تو اچھے اچھے کالم نگار اور صا # طرز * مہ نگار بھی غلط اشعار ہی نہیں، غلط محاورے اور غلط ا5 بھی لکھ دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں 'اس سے کیا فرق پڑ * ہے؟ * ت سمجھ میں آ گئی! تو بس پھر ٹھیک ہے'۔ او * ت بھی ٹھیک ہی ہے کہ اب تو اردو کی خبریں پڑھنے والے بھی تلفظ کا خیال نہیں ر p ۔ کیو è خبروں کا مقصد خبریں پہنچا * ہے۔ اَ امر پڑھا * نہیں۔ جی! تو * ت ہو رہی تھی ا ِ- ایسے مصرعے کی جو کسی بھی شعر کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے۔ مصرعہ ہے

حالا è اس سے کوئی فرق نہیں پڑ *

آیئے ا ِ- دو مثالیں دے کر دیکھتے ہیں۔ اس کے لیئے چند مشہور و معروف شعرا کے مصرعوں سے استفادہ کیا ہے۔

غا) ۔ مے سے غرض K ط ہے کس رو سیاہ کو
حالا è اس سے کوئی فرق نہیں پڑ *

جگر۔ پیتا بغیر اذن یہ ' تھی میری مجال
حالا è اس سے کوئی فرق نہیں پڑ *

فیض۔ فیض وہ نہ رہیں، ہیں تو صحیح
حالانکہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا

طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو مزید مثالیں بھی دی جاسکتی تھیں۔ ویسے بھی یہ ہمارا آج کا موضوع نہیں بلکہ یہ بھی عادتاً تمہید باندھ رہے ہیں تاکہ جو کچھ کہنا چاہ رہے وہ سمجھا بھی سکیں ورنہ ہم تو ایک ایسے بیان کی تلاش میں تھے جو اس مصرعے کی طرح ہر واقعہ پر آسانی فٹ ہو جائے۔ پھر ہماری مشکل آسان ہوگئی اور وہ بھی اس سیاستدان کی بدولت جس کے بارے میں ہمیں کوئی خوش فہمی نہیں۔ اتفاق سے ہم ان کا اور ان کی جماعت کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اس کے لیئے ہم نے پاکستان بننے سے پہلے سے لیکر اب تک کا جائزہ لیا اور گوہر مقصود ہاتھ آگیا۔ گوہر مقصود ہاتھ تو آگیا لیکن۔

'نہ جانے کتنی کشاکش سے، کتنی کاوش سے'۔

اس کے لیئے ہم نے مندرجہ ذیل طریقہ اپنایا:۔۔۔

(الف)۔ اس پارٹی کے تقسیم ہند کے بارے میں پالیسی بیانات کا جائزہ لیا۔ (اس سے ہمیں دلی تکلیف پہنچی)

(ب) پاکستان بننے کے بعد اس پارٹی کے بیانات کو مدنظر رکھا۔ (ان سے ہمیں معلوم ہوا کے یوٹرن کسے کہتے ہیں)

(ج)۔ مذکورہ سیاستدان کے مختلف مسائل پر مختلف ادوار میں دیئے گئے بیانات کو پرکھا۔ (ان سے اس مصرعے کے معنی سمجھ میں آگئے)

''باہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

(د)۔ کچھ تحریف وقیاس (interpolation & extrapolation) کا بھی سہارا لیا لیکن فقط اپنی پیش کی گئی 'خالی جگہیں پر کرنے کے لیئے۔

خیر خوشی کی بات ہے کہ ہمیں کامیابی ہوئی اور ایک ایسا پالیسی بیان ہاتھ لگ گیا جسے ہم اس مصرعے کی طرح ہر پیش آنے والے مسئلے سے منسلک کر سکتے ہیں۔ بیان ملاحظہ فرمایئے۔

''اس سے زیادہ اہم مسئلہ ملکی سلامتی ہے''

اب ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ بیان لکھ کر لفظ ''اس'' کی بجائے خالی جگہ رکھ دیں تو خالی جگہ پُر کرنے کے لیئے ایک بہترین سوال بن سکتا ہے

مثلاً:۔ نیچے دیئے گئے مسائل میں سے کون کون سے مسائل خالی جگہ پُر کرنے کے کام آچکے ہیں۔ نیز ان مسائل کی بھی نشاندہی کی جاسکتی ہے جو آئندہ اس جگہ کو پُر کر سکتے ہیں

''۔۔۔۔۔ سے زیادہ اہم مسئلہ ملکی سلامتی ہے''

(۱)۔ تقسیم ہند (۲)۔ وردی (۳)۔ عدلیہ کی بحالی
(۴)۔ احتساب (۵)۔ وعدوں (۶)۔ ۱۷ویں ترمیم
(۷)۔ این۔ آر۔ او۔ (۸) کشمیر (۹)۔ مڈٹرم الیکشن
(۱۰) بنیادی حقوق
(۱۱) بنیادی ضرورتیں بشمول پانی بجلی اور گیس، آٹا، دال اور چینی

اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس بیان کو کہاں کہاں استعمال کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس کے استعمال سے ذاتی فوائد حاصل کرنا شرط ہے۔

۴ نومبر ۲۰۰۹

شکریہ فوزیہ وہاب

اسکول کے زمانے میں ہم ڈکٹیشن 8 پسند نہیں کرتے تھے لیکن مجبوری تھی۔ انگر ی کے علاوہ اردو میں بھی ڈکٹیشن* ی ا5 ہو* تھا* پسند± گی کی وجہ یہ تھی کہ ہم بلڈ (Blood) کو (Blud) اور سائیکلوجی (Psychology) کو (Cychology) لکھ مارتے تھے* لج (Knowledge) میں 'K' نہیں لگاتے تھے اس لیئے* لج سے محروم ہی رہے۔ اردو میں بھی* لکل' کو ہمیشہ 'بلکل' اور صورت کو سورت تو کبھی سیرت کو صیرت لکھ دیتے اور Wڈ تھے۔ اس لیئے ڈکٹیشن 8 ہمیں پسند نہیں تھا۔ ہاں . # ہم خود کچھ قابل ہوئے تو & سے اچھا کام ڈکٹیشن دینا لگتا تھا۔ صبح ہی صبح سیکریٹری کو ڈکٹیشن کے لیئے طلب کرتے اور فخریہ چند لائینیں ڈکٹیٹ کر دیتے۔ لفظ 'ڈکٹیشن' اس کے علاوہ ہم نے کہیں اور نہیں سنا تھا۔ یہ عجیب* ت ہے کہ کچھ الفاظ کسی نہ کسی حکمران کے دور میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً 'اکاؤنٹیبلٹی' (Accountability) ضیاالحق کی پہلی تقر یسے مشہور ہوئی۔ ہوسکتا ہے یہ لفظ پہلے بھی سنا ہو لیکن پوری طرح آگاہی ضیا دور میں ہی ہوئی۔ اس ہی طرح بعد کے حکمرانوں نے ڈکٹیشن نہ e کی، اور خاص طور پ امریکہ سے ڈکٹیشن نہ e کی ایسی رٹ لگائی کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہمارے حکمرانوں کی انگر ی ٹھیک نہیں، اس ہی لیئے ڈکٹیشن e سے گھبراتے ہیں۔ ا ی تو انگر ی *ز ن اور وہ بھی امریکن! یعنی/ وا اور وہ بھی 4% ھا اور واقعی سچ کہا ہے کسی نے ''انگر ی *ز ن ہے ہی عجیب۔ 'Put' اور 'But' کو ہی دیکھ لیجیئے۔ ا ی میں پیش تو دوسرے میں ز. ا ی پُٹ اور دوسرا بَٹ۔ سبزی خور کو تو کہتے ہیں، ویجی ٹیرین (Vegetarian)۔ لیکن آدم خور کو ہیومن ٹیرین (Humaniterian) نہیں کہتے''۔ ان کے ہاں پیروں کے لیے فیٹ اسمیلس (feet smells) استعمال ہو* ہے جبکہ* ک کے لیئے نوز رنس (Nose Runs)۔ دوڑنے والے پیروں کے ساتھ سونگھنا اور سونگھنے والی* ک کے ساتھ دوڑنے کی ت کیب آپ کی سمجھ میں آتی ہو، تو ہو، ہماری سمجھ سے* ہر ہے۔

چوè ہم خود ڈکٹیشن سے گھبراتے تھے اس لیئے ہمیں حکمرانوں سے ہمدردی ہوگئی۔ یہ تو بعد میں کسی نے بتا* ی کہ ڈکٹیشن e سے مراد کچھ اور ہے۔ آگاہی ہوئی کہ لوگ مشرف پ . # الزام لگاتے تھے وہ امریکیوں کے کہنے پ عمل کر* ہے تو وہ , ت د± کرنے کہ لیئے کہتا تھا کہ میں کسی سے ڈکٹیشن نہیں 8 ۔ مطلب یہ کہ میں اپنے فیصلے خود کر* ہوں۔ بہر حال اس سے ہمارے علم میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ ا ی اور لفظ '/ اد± ریلیٹی' بھی ہم نے دور مشرفی میں ہی سیکھا۔ فنڈامینٹلزم (Fundamentalism) کو ا ی .. ائی کے طور پ بھی اس ہی دور میں پیش کیا H ی۔

حالا è ان الفاظ کو آمر $ی کے ساتھ ہی دفن ہو جا* تھا لیکن نہ جانے کیوں ان الفاظ کی* زگشت جمہور $ی میں بھی گونجتی رہی۔ تقریباً روزآنہ ہی حکومتی ú ئندے یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ ہم ڈکٹیشن نہیں e اور ہم اپنے فیصلے خود کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارا خیال ہے کہ ان کے قول و فعل میں واضح تضاد Ã* ہے۔ آج جتنا امریکی ú ئندے ہمارے ملک میں رہتے ہیں اتنا تو ہمارے لیڈر بھی یہاں نہیں رہتے۔ پھر یہ ہی تجربے میں* ی ہے کہ وہ اپنی* ت منوانے میں بھی± طولیٰ ر p ہیں اور ہمارے حکمران ان کا حکم تو ما ... ہیں لیکن ڈکٹیشن* لکل نہیں e، کیوè سارے حکمنامے پہلے سے* $ شدہ ہوتے ہیں۔ ان پ دستخط بھی نہیں ہوتی* کہ کوئی سند ہی نہ رہے اور بوقت ضرورت بھی کام نہ آسکے۔ اب ان حالات میں عام لوگوں کا تو نہیں لیکن پ ڑھے لکھے لوگوں کا پ یشان ہو* ا ی حقیقت ہے۔ بتا* ت پ ڑھتے ہیں، تجزیہ نگاروں کی g ہیں۔ غیر ملکی اخبارات سے معلوم ہو* ہے کہ فیصلے کوئی اور ہی کر* ہے۔ جتنی شد و مد سے یہ الزام لگتا ہے اتنی ہی زوروں سے ت د± ہوتی ہے۔ ''ہم ڈکٹیشن نہیں e''۔ ہم جیسے لوگ پ یشان ہو جاتے ہیں کہ

.. اکس کو جانوں ، بھلا کس کو مانوں

یہ & عیب مجھ میں، میں بہروپیا ہوں

اس ت± ب کی کیفیت میں فوزیہ وہاب کا ا ی ایسا بیان سامنے* ی جس پ ہم یہ کہہ h ہیں ''تیری آواز مکے اور مدینے'' کیوè اس بیان نے ساری الجھنیں سلجھا دیں۔ بیان بھی ایسا کہ جس پ یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ فوزیہ وہاب نے ا ی ہی سانس میں ایسے ایسے انکشافات کیے ہیں کہ ان کا شکریہ کرنے کے علاوہ کوئی

چارہ ہی نہیں۔انہوں نے ا یہ اینکر پرسن کو رحمٰن ملک کے حوالے سے بتا یا کہ ۱۵ مارچ کو نواز شریف، امریکہ کی اس یقین دہانی کے بعد ہی * ہر نکلے تھے کہ تمام رکاوٹیں ہٹادی گئیں ہیں۔ یہ بھی بتا یا کہ امریکی سفیر کا صبح ہی صبح رحمٰن ملک کو فون * یا تھا جس میں نواز شریف کو گرفتار نہ کرنے کا کہا H یا تھا۔ ملک صا # نے ایسا ہی کیا۔ سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ واقعی نواز شریف کو گرفتار نہیں کیا H یا۔ اس سے یہ تو * $. H یا کہ امریکن سفیر نے کوئی ڈکٹیشن نہیں * دیا تھا۔ ملک صا # نے فقط احترام میں این پیٹرسن کی * ت مانی تھی بس۔

دوسری طرف حنیف عباسی کی * توں سے پتہ ` کہ نواز شریف کسی کی نہیں g ، کیو è وہ گھر سے نکل پڑے تھے ۔حالا è وزیر داخلہ نے بتا * یا تھا کہ مبلغ آٹھ عدد بمبار، جس کے نصف چار ہوتے ہیں، راستے میں کھڑے ہیں۔انہوں نے تو % ڈہالبروک کی بھی نہیں مانی۔ جنہوں نے نواز شریف کو * ہر 3 سے I کیا تھا۔اور تو اور دوسرے دو & ممالک نے بھی I کیا تھا لیکن نواز شریف نے ان کی بھی نہیں مانی۔ حد ہوگئی!!!

ہمیں اس پر تشویش ہے کہ اس طرح تو نواز شریف سارے دوستوں کو * راض کر دیں گے۔کم از کم انہیں رحمٰن صا # سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے کوئی ڈکٹیشن لیئے بغیر این پیٹرسن کی * ت مان لی تھی۔ بہر حال ہم فوزیہ وہاب کے شکر گذار ہیں کہ قوم کو اس ++ ب سے تو نکالا اور اب ہماری قوم یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ ہمارے حکمران ڈکٹیشن e ہیں * یا نہیں e ۔ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو فوزیہ وہاب جیسی ترجمان » کرے پھر اسے الگ سے کوئی دشمن ر p کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ویسے بھی یہ ٹو ان ون (two in one) کا زمانہ ہے۔

۸ر نومبر ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۰۹ء

لطیفہ، گانے اور محاورے

بہت پہلے ا یہ لطیفہ سنا تھا، بہت پہلے سنا تھا اس لیے ہنسی بھی بہت آئی تھی۔اب اتنے * یدہ لطیفے سن چکے ہیں کہ بہت کم ہنسی آتی ہے۔ہنسی کم آنے کی ا یہ وجہ یہ بھی ہے کہ اب ا یہ ہی لطیفے کے کئی کئی ورژن (version) آنے لگے ہیں۔ دیکھا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑ * چاہیے۔لیکن فرق اس وقت پڑ * ہے۔ # * ورژن پہلے والے سے کم تر ہو * ہے * ت سمجھانے کے لیے ملکہ ترنم نور جہاں کے ان گانوں کا سہارا لیا جا سکتا ہے جنہیں ٹی وی کے کر * دھر * نہ جانے کیوں کسی دوسری گلوکارہ سے دو * رہ گواتے ہیں۔اگر نور جہاں کی گائیکی میں کوئی کسر رہ گئی ہو * یا نئی گانے والی ان سے 'بیس (۲۰)' ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہو * ۔ ۲۰ ہو * تو رہا الگ، یہ تو ۱۷/ ۱۸ بھی نہیں ہوتیں۔اب اس کی اتنی بہتات ہوگئی ہے کہ کان اصلی پر انے گانوں کو ترس گئے ہیں۔ٹی وی پر تین * یا چار حرف بھیج کر * زار سے پرانے گانوں کی کیسٹ % یا بھی لا N تو کوئی فا + ہ نہیں۔ کیو è اس میں بھی جھنکار کا ٹ کہ لگا ہو * ہے۔اس جھنکار کی وجہ سے میلوڈی کا خون ہو جا * ہے، شا + ان کے خیال میں نوشاد، فیروز Â می، خواجہ خورشید انور، شنکر جے کشن سمیت تمام پرانے میوزک ڈائریکٹروں کا کام اصلاح طلب ہے۔ لیجیے * ت لطیفے سے گانے بجانے تک پہنچ گئی۔ڈر ہے کالم کے اختتام تک محاوروں پر نہ منتج ہو جائے۔اس سے پہلے کہ * ت طول پکڑے ہم وہ لطیفہ سنا دیتے ہیں جس پر بچپن میں خوب ہنسے تھے۔لطیفہ تھا کہ ا یہ گاہک ہوٹل میں پہنچا اور چائے کا آرڈر د * یا۔ بیرے نے چائے لا کر رکھی تو اس میں موجود مکھی دیکھ کر گاہک نے ہوٹل کے مالک سے شکا $ کی کہ چائے میں مکھی پڑی ہوئی ہے۔ مالک نے بڑی ڈھٹائی سے جواب د * یا ''جناب دو آنے کی چائے میں مکھی نہیں تو کیا ہاتھی ملے گا''۔اس لطیفے پر ہم دل کھول کر ہنسے تھے۔لیکن ہمیں یقین ہے اسے اب g تو ہنسنا در کنار مسکراہٹ بھی نہ آتی۔اس کی وجہ یہ ہی سمجھ میں آتی ہے کہ اب زمانہ ترقی کر H یا ہے اور ایسی * تیں لطیفوں سے نکل کر حقیقی + گی کا

حصہ بن چکی ہیں۔ اپنی* ت کی دلیل میں ہم آج کے اخبار سے یہ خبر پیش کر h ہیں جس میں بتا H یا ہے کہ حیدر آ* د کی جیل میں قیدیوں نے اس وقت ہنگامہ* کر ڈ یا اور بیرکوں میں واپس جانے سے انکار کر ڈ یا۔ # کھا* کھاتے ہوئے ان کے سالن میں ا یـ Kl نی انگلی نکل آئی۔ پولس کے ا یـ ڑے افسر نے اخبار کو بتا یا کہ سالن سے Kl نی انگلی بر آمد ہونے کی تحقیقات کی جا رہی ہے۔ جس کے بعد کھا* سپلائی کرنے والے ٹھیکیدار کے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا دیکھا آپ نے لطیفوں اور حقیقتوں کے درمیان فرق!!! اگر یہ لطیفہ ہو* تو قیدیوں سے کہا جا* ''قیدیوں کے کھانے میں سے انگلی نہیں تو کیا پوری لاش بر آمد ہو گی''۔ حالا è یہ لطیفہ نہیں ہے پھر بھی ہم نے اس واقعے میں سے یہ لطیف* ت اچک لی کہ تحقیقات کے بعد ٹھیکیدار کے خلاف کارروائی نہیں، کارروائی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اب ٹھیکیدار کی قسمت کہ فیصلہ حق میں ہو* ہے* یا خلاف۔ پچھلے زمانے میں لطیفے گھڑے جاتے تھے جس کے لیے ڑے* پاپڑ بیلنے پڑتے۔ کسی واقعے کی عدم موجودگی میں خیالی گھوڑے دوڑائے جاتے تھے پھر جھوٹ سچ کے 5 پ سے ایسے لطیفے وجود میں آتے کہ سن کر خواہمخواہ ہنسی نکل جائے۔ 1 اب حقیقتاً ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ خیالی گھوڑے دوڑانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بس واقعات اور بیا* ت کا تجزیہ کرنے سے ڑی لطیف لطیف* تیں سامنے آ جاتی ہیں۔ جیسے پولس افسر کا بیان کہ کارروائی نہیں کارروائی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اتفاق دیکھئے۔ ہم نے کہا تھا کہ* ت کہیں محاوروں -- نہ پہنچ جائے اور یہ پہنچ بھی گئی۔ محاورہ ہے 'اگر ہاتھ نہیں تو انگلی ضرور ہے'۔ لیکن یہاں سالن سے انگلی محاورۃً نہیں حقیقتاً نکلی تھی۔ اب سوال پیدا ہو* ہے یہ انگلی آئی کیسے اور کہاں سے؟ کیا قصاب کی دکان سے؟ ہمارا مشاہدہ ہے کہ گائے اور بکرے کے گو ش & کی دکا 3 الگ الگ ہوتی ہیں۔ پھر تو Kl نی گو ش & کی دکان بھی الگ ہی ہوتی ہو گی۔ الگ ہوتی ہو گی تو یہ Kl نی انگلی گائے کے گو ش & میں کیسے شامل ہو گئی۔ کہیں ایسا تو نہیں قیدیوں کو Kl نی گو ش & ہی سپلائی ہو* ہو اور اتفاق سے انگلی* $. رہ کر مسئلہ بن گئی ہو۔ اگر ایسا ہے تو نہ جانے یہ قیدی ! سے ا• نے میں آدم خوری کر رہے ہونگے۔ اب یہ انگلی ٹھیکیدار کے گلے میں اٹـ جائے گی۔ محاورہ ہے 'گلے میں ہڈی اٹکنا'۔ انگلی میں بھی ہڈی ہوتی ہے اس لیئے * محاورہ گلے میں انگلی اٹکنا بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا Kl نی گو ش & ہمیشہ سپلائی ہو* تھا* یا کبھی کبھار۔ ہر دو صورتوں میں یہ سوال گلے میں اٹکا رہے گا کہ یہ

آ* کہاں سے تھا۔ کسی لاوارث کا تو ہو نہیں سکتا کیو è لاوارث لاشیں کئی کئی دنوں -- سرد خانے میں رہتی ہیں، اس لیئے* زگی، قرار نہیں رہ سکتی +. بو اٹھنے لگتی ہے* زہ لاش کے ملنے کا بھی سوال نہیں پیدا ہو*۔ پھر یہ معمہ کیا ہے؟ ار* ب اختیار کے لیے لمحۂ فکریہ!!! چلئے اس معمے کو چھوڑ کر دوسری طرف آتے ہیں کہ Kl نی انگلی کا اس طرح سالن میں آ* تو بہت ڑی خبر Z ہے پھر یہ ڑی خبر کی طرح کیوں نہیں چھپی؟ صرف ا یـ کالم میں وہ بھی ا%0 ی صفحے پر کیوں چھپی؟ ٹی وی نے اس خبر کو کیوں نہیں نشر کیا۔ اگر ایسا کوئی واقعہ کسی اور ملک میں ہو* تو کیا ہو*؟ ہمارے ملک میں بھی ایسے واقعات پر کمیشن بٹھانے کی روا $ تھی لیکن اب اتنے کمیشن بیٹھ چکے ہیں کہ اب بٹھانے کے لیئے کوئی کمیشن* قی نہیں بچا۔ ا یـ وجہ اور بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ اب لفظ 'کمیشن' بہت +*. م ہو چکا۔ اتنا کہ کوئی کمیشن 8 پسند نہیں کر* ہاں کک بیک e میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے خیال میں 'کمیشن' کی بجائے 'کمیٹی' بٹھا* شروع کر ڈ یا جائے تو کیسا رہے گا۔ ویسے اس میں بھی ا یـ قبا # ہے۔ ہم نے اکثر عورتوں کو کہتے سنا ہے کہ میں 'اتنے' روپے ماہانہ کی کمیٹی ڈالتی ہوں* یا اس* رتو میری کمیٹی 3 والی ہے اس لیئے منے کا عقیقہ کرونگی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ اور* ت کہ اس میں بھی رقم کا ہی ذکر آ* ہے۔ دودھ کا جلا چھاج بھی پھو- پھو- کر پیتا ہے اور یہاں تو آوا کا آوا ہی دودھ کا جلا ہے، اس لیے کمیشن اور کمیٹی سے بچنا چاہیے۔ ہم تو کہیں گے ہمارے حکمرانوں کو کک بیک بھی نہیں 8 چاہیے اس لیے کہ کک بیک کو ہم الٹی لات * یا پچھلی لات سمجھتے ہیں اور کوئی بھی عزتِ Ñ کا رکھوالا لات کھا* پسند نہیں کرے گا۔ واللہ عالم۔۔۔ ا%0 میں قار M سے معذرت کہ بقول خود ہمارے* ت لطیفے سے گانے اور گانے سے ہوتی ہوئی محاوروں -- پہنچ ہی گئی۔ کبھی کبھی قبولیت کا وقت ہو* ہے اور شا+ . # ہم یہ لکھ رہے تھے وہ وقت قبولیت ہی کا تھا۔ اس لیے ہم بھی موقع سے فا+ ہ اٹھاتے ہوئے یہ نصیحت کرتے ہیں۔

''ہمیشہ مونہہ سے اچھی* ت نکالیں۔ نہ جانے کو´ گھڑی قبولیت کی ہو''

۲۲ر نومبر ۲۰۰۹

B. ہو* ِالیکشن

ہمارے کالج کے * ہر ا- بوڑھی بھکارن بیٹھتی تھی۔جو ہمارے خیال میں نفسیات میں ضرور پی۔ایچ۔ڈی (Ph.D) رہی ہو گی کیو è وہ لڑکوں کو اé چھپی ہوئی خواہشوں کے مطابق دعا N دیتی تھی۔وڈیروں کے بیٹوں کو کہتی 'اللہ تمہیں گورنر بنائے، پٹواری بنائے' جبکہ ہمارے جیسوں کے لیئے مخصوص دعاؤں میں ماسٹر* ڈپٹی بنوانے کی نوید ہوتی تھی۔اب ماسٹر سے مراد لیکچرر اور ڈپٹی سے مراد ڈی۔ایس۔پی سے لیکر ڈپٹی کلکٹر تک ہوتی تھی۔گاؤں گوٹھوں کے رہنے والے نہ جانے کیوں پٹواری کو کچھ * دہ ہی اہمیت دیتے ہیں۔اس لیئے اس کی Ã میں گورنر اور پٹواری ہم پلہ تھے۔وہ خود بھی کسی گاؤں کی تھی اس لیئے پٹواری کی اہمیت جا" ہوگی۔ہم شہری اس کی اہمیت نہیں جا... تھے اس لیئے سوچتے کہ ا- پٹواری کا گورنر ی سے کیا مقابلہ؟ کہاں گورنر کہاں ا- معمولی پٹواری؟ اس تفاوت پر ا- دو &* دآ رہا ہے جس سے اگر پوچھا جا* * ر،ئ شا+ قمیص پہنی ہوئی ہے، کتنے کی لی؟' تو اپنے مخصوص پشتو لہجے میں کہتا * ۔رآ آ آ کچھ * د نہیں۔کیراچی سے لیا*۔$* نئی چے روپیا کا * ڈائی سوروپیا کا * ۔* ر کچھ * دنہیں۔کراچی سے لیا تھا۔ پتہ نہیں چھ روپیہ کا تھا * ڈھائی سو روپیہ کا تھا) بہر حال۔یہ عقدہ لا حاصل ہی رہتا اگر ا- قابل * پ کے صا ñ ادے ہمارے تو نہیں لیکن ا- دوسرے صوبے کے گورنر نہ بن جاتے۔یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ہمارے کالج (یعنی گورنمنٹ کالج حیدر* د) کے طا) علم تو نہ رہے ہونگے، ہاں یہ ہوسکتا ہے ان کی اپنی درس گاہ کے * ہر بھی اس ہی قماش کی کوئی بھکارن رہتی ہو جو لڑکوں کو گورنر اور پٹواری W کی دعا دیتی ہو اور اس کی دعا ہی اس صوبے کے لوگوں کے لیئے عذاب بن گئی ہو۔یہاں یہ وضا # ضروری ہے کہ ہمیں اس کا علم نہیں کہ وہ دعا ان میں سے کسی ا- عہدے کے لیے ہوتی تھی * بیک وقت دونوں کے لیے۔: اکا * دیکھیئے کہ مذکورہ شخص کو دونوں عہدے بیک وقت مل گئے یعنی ٹو ان ون۔جسمانی طور پر گورنر اور ذہنی طور پر پٹواری!! ان کی ذہنی پس + گی کے لیے تو لاتعداد مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن ا- ہی پر اکتفا کرتے ہیں کیو è قار M کا وقت ضائع کر * ہمارا شیوہ کبھی بھی نہ رہا۔آپ موصوف کی قابلیت کا + ازہ بخوبی ان کے اس بیان سے لگا h ہیں جو انہوں

نے حال ہی میں ا- بین الاقوامی ادارے ٹرانسپیر ´ انٹرنیشنل (Transparency International) کے * رے میں اس وقت * ۔ # اس ادارے نے * کستان میں کرپشن کے حوالے سے ا- رپورٹ شائع کروادی جس کے بمو # * کستان + عنوانی میں د* میں ۴۲ نمبر پر ہے۔رپورٹ شا+ موصوف کے D منشا نہ تھی اس لیے فرما * ''میں نہیں جا { کہ ٹرانس پیر ´ انٹرنیشنل کس جانور کا * م ہے''۔5 حظہ فرما * ، نہ کوئی * + نہ وضا # ۔نہ ہی کوئی دلیل۔نہ یہ ہی بتا * کہ ۴۲ ویں نمبر پر ہو * ۔ الگا * پہلے نمبر پر نہ ہو * ۔بس مونہہ اٹھا کر اپنی کم علمی بیان کردی کہ میں اس جانور کو نہیں جا { ۔محاورے میں تو % * کہا جا * ہے۔جانور نہیں۔شا+ موصوف کے ذہن میں کسی عفر $ کا تصور ہو۔مثلاً ڈائینا سورس * ہاتھی وغیرہ کا۔ایسا بیان کسی گورنر کا تو ہو نہیں سکتا۔ہاں پٹواری کے * رے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔چلیے گورنر ی اور پٹواری کے قضیئے کو چھوڑ کر اس ادارے کی رپورٹ کا جا ´ ہ e ہیں، جس کے مطابق * کستان کرپشن میں اب ۴۲ نمبر پر ہے۔کرپشن کا ذکر ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایمنسٹی اور امیون (Amnesty & Immunity) کا ذکر نہ ہو۔ان دو کا ہی تو احسان ہے کہ ہم ۴۲ نمبر - بھی پہنچ گئے ہیں ہاں، قانون سے کرپشن کی سزا ہی ختم ہو جائے تو K انشاء اللہ ہم کرپشن کی پہلی * G ان پر بھی ۔اجمان ہو h ہیں۔: اجانے قانون میں کرپشن کی سزا کیوں رکھی گئی ہے۔ # کہ اس کے تحت اب - تو کسی کو سزا ملی نہیں۔ہمارا مطلب اربوں کھربوں کی کرپشن سے ہے۔معمولی قسم کے کر $ لوگوں سے * ۔ * ۔ لا ہی û لیا جا* ہے * دتو ہوگا ا- بچے کو روٹی % انے پر اہل محلّہ نے موقع پر ہی موت کی سزا دے دی تھی۔نہ ایف آئی آر۔نہ مقدمہ۔فوری فیصلہ۔دین اینڈ دیئر (Then & there) میڈ p کی کتابوں میں ہم پڑھا کرتے تھے کہ امیونیٹی قوت مدافعت ہوتی ہے جو K نوں میں پیدا کی جاسکتی ہے جس سے ا- آدمی % اثیم کے حملے سے محفوظ ہو جا* ہے۔مثلاً اگر کسی کو کسی خاص بیماری سے بچاؤ کا ٹیکہ لگا * جائے تو وہ شخص اس بیماری کے % اثیم * وا ´ س سے تو بچا رہتا ہے۔لیکن دوسری بیماری کے وا ´ س سے محفوظ رہنے کے لیئے دوسرا ٹیکہ ضروری ہے۔اگر چیچک کا ٹیکہ لگوا لیا تو چیچک نہیں ہوگی لیکن سوائن فلو کے لیئے اس کا ٹیکہ 8 ہوگا۔کچھ بیما * ں ایسی بھی ہیں جنکے ٹیکے ابھی X ا دنہیں ہوئے۔ا-* ت اور کہ بچاؤ کے ٹیکے صرف ان بیماریوں کے لیئے ہوتے ہیں جو % اثیم کے حملہ آور ہونے پر ہوتی ہیں۔وہ بیما * ں جن میں % ژ ومے کا عمل دخل نہ ہو ان سے بچاؤ کے ٹیکے بھی

نہیں ہوتے جیسے بلڈ پ b ،ڑ* بیطس وغیرہ۔ ہمارے علم میں امیونیٹی کے صرف یہ ہی معنی تھے۔ وہ تو بھلا ہو کہ *پ کستان میں کرپشن کا وہ شور مچا جس کے ساتھ ہی امیونیٹی کا غوغا بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ فلاں لیڈر کو امیو › (استثنا) حاصل ہے اس لیئے اس پر کرپشن کے چا% نہیں لگ h ۔ یہ* بات ہماری سمجھ سے* بالا تھی اس لیے ہم نے فوراً ڈکشنری کا سہارا لیا تو علم میں اضافہ ہوا کہ امیو › (Immunity) کے معنی چھٹکارا، 6 فی، استثنا اور $ کے بھی ہوتے ہیں۔ اب چوè ہمارا علم میڈ p کے* برے میں آٹے میں نمک کے برابر ہے* یہ کہیے کہ محدود ہے اور بقول الکزینڈر پوپ (Alexander Pope) ''little learning is a dangerous thing'' (کم علمی خطر* ک چیز ہے) اس لیئے ہم سوچنے بیٹھ گئے کہ استثنا حاصل کرنے کے لیے کوK ٹیکہ ہو* ہے جس سے لوگوں کو کرپشن سے استثنا مل جاتی / جا* ہے۔ ا یـ ڈ* نے رہنمائی کی اور بتا* یـ کہ ا/ آپ الیکشن A جاتے ہیں اور کسی بڑے منصب پر فا* ہو جاتے ہیں تو آپ کو ہر قسم کے کرپشن سے استثنا حاصل ہو جا* ہے* بات سمجھ میں آتی ہے کہ # کروڑ ہا لوگ اعتماد کا ووٹ د+ یتے ہیں تو پھر کسی کو انگلی اٹھانے سے کیا حاصل ہوگا۔ واقعی ووٹ کی طاقت کا کوئی+ ل نہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ ی سی۔ ی جمہور$ آمر$ سے بہتر ہے ا/ فلپائن کے مارکوس، ا یان کے شہنشاہ* یـ دV آمروں کے *پ س ووٹ بینک ہو* تو عبرت* ک ا• م سے بچ h تھے۔ 1 یہ & ڈرامے ایشیا، افرk اور لاطینی امرk کے لیئے ہیں یورپ کے لیے نہیں۔ ورنہ ہٹلر تو* ضابطہ منتخب فیوہرر تھا۔ فوج میں اپنے کا* موں کی+ و) آ ئ ن کراس ون اینڈ ٹو (IRON CROSS I & II) کا حامل، مضبوط کیرکٹر کا مالک، نہ شرابی نہ زانی۔ پھر بھی مارا Hیـ ۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہودیوں کا دشمن تھا۔ وہ بھی اس لیے کہ یہودیوں نے پہلی B عظیم میں غداری کی تھی۔ انگر یـ وں کا مخالف جو پوری د* پر حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ توسیع پسند تو 6 طا تھا۔ مذہبی جنون میں مبتلا تو کنگ % ڈ بھی تھا۔ وہ ر# ہ ء درگاہ کیوں نہیں۔ ہٹلر ہی پر یہ* لہ کیوں؟ اس لیئے کہ وہ B ہا Hیـ تھا۔ B ہو* یـ الیکشن $ ضروری ہے ورنہ سارے الزامات سچ دکھائی دیتے ہیں

۲۵ / نومبر ۲۰۰۹ء

مگس کو* باغ میں جانے نہ دینا

لڑکوں سے ماسٹر نے پوچھا ’بتاؤ د* میں وہ کوK ملک ہے جو & سے ز* یـ دہ امیر بھی ہے اور طاقت ور بھی‘۔ جواب میں کسی نے کہا روس تو کسی نے امر k کا* م لیا۔ کچھ سمجھتے تھے کہ 6 طا & سے امیر اور & سے ز* یـ دہ طاقتور ملک ہے۔ صرف ا یـ لڑکے کا خیال مختلف تھا اس نے کہا ’سر* پ کستان‘۔ ماسٹر صا # لڑکے کی خوش فہمی پر مسکرائے اور پوچھا وہ کیسے؟ لڑکا بولا ’سر، ہمارے صدر نے حال ہی میں ۵۴ ارب روپے کے قرضے معاف کر دیے، کیا کوئی غر$ یـ اتنا قرضہ معاف کر سکتا ہے۔ اور معاف کروانے والے بھی غر$ یـ غ* نہیں۔ کروڑوں کے بنگلوں میں رہتے ہیں۔ کئی کئی ملوں کے مالک ہیں۔ # معاف کرنے والا بیش بہا قرضے معاف کر سکتا ہے اور معاف کروانے والے بھی امیر ہیں تو ملک کی* باقی # ہ* دی (جو نہ قرضہ لیتی ہے نہ معاف کرواتی ہے) کیا غر$ یـ ہوگی؟ رہا طاقت کا سوال تو یہ & ہی جا... ہیں کہ ۱۶ کروڑ عوام بڑی جا x نی سے اسے توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ اتنا مضبوط ہے کہ ہمارے سر۔ اہ اس کی مضبوطی کے بل بوتے امریکہ کی مدد کر رہے ہیں* کہ وہ افغا T ن و عراق کی ا M سے ا M بجا سکے۔ اور یہ تو آپ بھی جا... ہونگے کہ ہماری مدد کے بغیر امر k یہ B چھیڑ ہی نہیں سکتا تھا۔ ا/ ہمارے صدر صا # یہ مدد کرنے سے ا کر دیتے تو کیا ہی اچھا ہو* ؟‘۔ ماسٹر کو اس جواب سے بڑا مزہ* یـ تو بولا ’بھئی ا کر دیتے تو امریکہ *پ کستان کی ا M سے ا M بجا دیتا‘۔ لڑکا ہنستے ہوئے بولا ’ایسے ہی بجا دیتا۔ سر، جس ملک کو افغا T ن جیسے چھوٹے سے ملک کو تباہ کرنے کے لیئے* پ کستان کی ضرورت پڑ رہی ہو کیا وہ* پ کستان کو تباہ کر سکتا تھا؟‘۔

ماسٹر صا # سن کر خاموش ہو گئے کہ* بات تھی بھی سچ۔ کیا 6 طا جوا یـ وقت د* کا سپر* پ ور تھا، نواب سرا ب ولہ کو میر جعفر کی مدد کے بغیر شکست دے سکتا تھا؟ کیا ٹیپو سلطان کو شکست اس نے تن تنہا دی تھی؟ ا/ # رونی سازش نہ ہوتی تو کیا بنگلہ دیش بن سکتا تھا؟۔

یہ تو تھا حقیقت پر F لطیفہ لیکن لطیفے پر F حقائق بھی ¼ر+ پ ، یہ ہوتے رہتے ہیں *۔ زہ ت ین یہ کہ ا ی۔ بینک کے صدر کی معاو$ سے ا ی۔ مل کے مالک نے ۹ ارب روپے ہڑپ کر لیے لیکن بھلا ہو سپریم کورٹ کا کہ مل مالک / فت میں آ H اور ۹ ارب لو* نے پر راضی ہو H ۔1 ساتھ ہی ا ی۔ وز*+ یر پر یہ تہمت لگائی کہ اس نے اس کیس کو ختم کرانے کے لیئے ساڑھے تین کروڑ ہتھیا لیے۔ پچاس لاکھ وکا (کے اور بقا* اس نیک کام میں آسا*ں پیدا کر کے کیس ہی ختم کروانے کے۔ مل مالک کو شا+ وز پر یقین نہ تھا اس لیے تین کروڑ مز+ %چ کر کے دو مز+ وکیلوں کی : مات حاصل کی۔ حالا è وز یر صا # نہا$ شریف K ن ہیں، ڈاکٹر$ بھی لی ہوئی ہے جس پر حاسد لوگ معترض ہیں کے جعلی ہے۔ یہ تو ڈاکٹر صا # کی شرافت ہے ورنہ ہتک عزت کا دعویٰ ٹھو- دیتے تو پچاس لاکھ کھرے ہو جاتے۔ علاوہ ازیں بینک کے صدر نے بھی چشم پوشی کی قیمت تقریباً ۴۰/۵۰ کروڑ روپے تحائف کی شکل میں لیے۔ اس بہتی گنگا سے موصوف کے ا ی۔ بھائی بھی فیضیاب ہوئے اور تین ارب ۶۵ کروڑ وصول* پ ئے۔ جس کے عیوض بھائی کو مشورہ ڈ* ی کے کہ ۹ ارب بینک کو واپس نہ کیا جائے۔ مل مالک نے یہ سارا حساب کتاب اس لیے بتا* ی کہ شا+ کورٹ کو رحم آ جائے اور ۹ ارب میں سے مبلغ* پ نچ ارب محنتانہ* ی%اجات کی مد میں معاف کر دے۔ لیکن 'یہ ہو نہ سکا اور اب یہ عالم ہے' کہ کورٹ نے کہہ ڈ* ی ہم یہ & نہیں جا... رقم پوری کی پوری واپس کی جائے۔ حارث مل کا مالک اس پر راضی ہو H ۔ ہمیں پھر بھی گمان ہے سستا چھوٹ رہا ہے۔

دروغ بر / دن راوی۔ کہتے ہیں ایسے قرضے e والے حاصل شدہ رقم کو قومی بچت اسکیم میں جمع کرا دیتے ہیں۔ اَ/ دس پندرہ سال بعد ایسی کوئی افتاد پڑے تو اس وقت -- رقم دگنی ہو چکی ہوتی ہے۔ تو قرضہ چکانے میں کیا قبا # ہو گی۔ اور یہ تو اتفاق ہے کہ پہلی* رایسی کوئی مصیبت گلے پڑ رہی ہے ورنہ کون 8 تھا اور کون دیتا تھا۔ لیکن اب شا+ یہ رسم چل نکلی ہے دیکھیئے کہاں -- پہنچے۔ اَ/ یہ سلسلہ چل پڑا تو ہمارے% انے میں اربوں نہیں کھربوں روپے آ جا N گے۔ پھر امر k کی کیا مجال کہ ہمیں امداد کے بہانے بے غیرت بنا سکے۔ ہماری ملیں اور فیکٹر* یں* دھ ہونگی تو ہم تیار شدہ مال ایکسپورٹ کریں گے پھر اپنے آدمیوں کو بیچنے کی ضرورت نہیں رہے گی اس لیئے مسنگ پرسن (Missing Persons) کا مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔ فیکٹر* یں چل پڑیں گی

تو روزگار بھی ملنا شروع ہو گا۔ اور روزگار ملنے لگے کا تو ڈ کی کے راستے یو* ن جانے والوں کی لاشیں ملنا بھی بند ہو جا N گی۔

۲ ہمارے خیال میں ر ائی کی% یہ قرضے ہیں ان قرضوں کی وجہ سے سرمایہ دار اپنا پیسہ نہیں لگا* بلکہ بینکوں کا پیسہ لگا* ہے پھر M% اب ہوتی ہے اور رشوت، تحائف* ی سفارش سے قرضے معاف کروا* ہے۔ کہتے ہیں۔ ع

مگس کو* غ میں جانے نہ دینا ے
کہ* حق خون پر وانے کا ہو گا

بس اَ/ شہد کی مکھی* غ میں نہیں جائیگی تو نہ شہد بنے گا نہ موم نکلے گا۔ نہ موم بتی ہو گی نہ پر وانہ جل مرے گا۔ اس لیئے اسلامی طرز+ گی اپناؤ۔ نہ کوئی قرضہ d ۔ نہ معاف کروائے گا۔ اپنے سرمائے سے مل لگائے گا۔ نہ ملک سے فرار ہو گا نہ ملیں بند ہونگی۔ نہ بیروزگاری پھیلے گی۔ نہ لوگ بیرون ملک جا N گے، نہ کنٹینرز وں میں مریں گے نہ* پ کستان کی* می ہو گی۔ یہ تو ا ی۔ سوراخ بند کرنے کے فو+ ہیں ابھی تو ایسے سینکڑوں سوراخ ہیں۔ جن کو بند کرنے سے دین اور د* دونوں کے مزے ہمارے منتظر ہیں۔

۲۷ ر نومبر ۲۰۰۹

کیا واقعی؟

پرانے وقتوں سے ہی بادشاہوں کی کہانیاں سنانا عام ہے۔ بچے شوق سے سنتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کا المیہ ہے کہ نادانستہ ہی نہیں، دانستہ بھی غلطیاں کرتے ہیں۔ اب دیکھئے بادشاہت کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش نہیں لیکن بڑی بوڑھیاں بھی کہانیاں بادشاہوں کی ہی سناتی ہیں۔ بچپن سے ہی ذہن بادشاہت کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ پھر بادشاہوں کے ساتھ ہی وزیروں کا بھی ذکر آتا ہے۔ وزیر بھی کیسے؟ دانا، ہوشیار اور ہر فن میں یکتا۔ بادشاہ ان کے مشوروں کا محتاج رہتا ہے۔ ایک اور لفظ جس سے کان بچپن سے ہی آشنا ہوتے ہیں وہ ہے با تدبیر۔ یہ لفظ وزیر کا ہم قافیہ ہے اور عموماً وزیر کے دم چھلے کے طور پر آتا ہے۔ مثلاً وزیرِ با تدبیر۔ ہمارے ذہن میں بھی یہ لفظ بچپن سے ہی ڈیرا ڈالے ہوئے ہے۔ ذکر کسی بھی وزیر کا ہو، ذہن میں اس کے با تدبیر ہونے کا خیال آتا ہے۔ حالانکہ اب کوئی بھی وزیر با تدبیر نہیں ہوتا۔ یہ بات # ز. ن کھولتا ہے تو اس کے با تدبیر نہ ہونے کی دلیل مل جاتی ہے۔ با تدبیر وزیر کی بجائے اب یہ صوبائی ہوتا ہے یا وفاقی۔ یہ بھی نہیں تو وزیر مملکت ضرور ہوتا / ہوتی ہے۔ 'وزیر مملکت' سے ہم جیسے کند ذہن یہ ہی سمجھتے ہیں کہ صوبائی اور وفاقی وزیروں کی کوئی مملکت نہیں ہوتی۔ ہم نے ابھی کہا کہ اب کوئی وزیر با تدبیر نہیں ہوتا۔ جیسا کہانیوں میں ہوتا تھا۔ جو بادشاہ سلامت سے جان کی امان پا نے کے بعد مفید مشورے دیتا تھا۔ اب بادشاہ سلامت بھی نہیں رہے۔ اب سربراہ ہوتے ہیں جو کہیں صدر تو کہیں گورنر اور کہیں وزیراعظم کہلاتے ہیں۔ تاش کے چار اور شطرنج کے دو بادشاہوں کے علاوہ دنیا میں چند بادشاہ ضرور ہیں لیکن ان میں سے کسی کی بھی سلامتی کی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔ اس لیئے کوئی بھی بادشاہ سلامت نہیں کہلاتا۔ پھر جس کی خود سلامتی کا ٹھکانہ نہ ہو اس سے جان کی امان کون مانگے گا۔ اب وزرا، جان کی بجائے اپنی وزارت بچانے کے چکر میں رہتے ہیں اس لیئے مشورے بھی نہیں دیتے۔ ہمارے سربراہوں کو اب مشوروں کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ وافر مقدار میں درآمد ہو جاتے ہیں

اور ان پر کوئی پیسہ بھی نہیں خرچ ہوتا بلکہ ہر مشورے پر عمل کرنے کے لیے مشاہرہ بھی مشورہ دینے والے ملک سے ملتا ہے۔ جو قومی خزانے میں بھی جمع نہیں کرانا پڑتا۔ بلکہ سربراہ چاہے تو وہ رقم دینے والے کے پاس امانتاً پڑی رہتی ہے۔ اور سربراہ کے ریٹائر ہو کر سلامت ملک سے جانے کے بعد بظاہر لیکچر وغیرہ دینے کی فیس کی مد میں وصول کر سکتا ہے۔ اس سے دوہرا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک تو بلیک کی کمائی وائٹ ہو جاتی ہے دوئم دنیا تو نہیں لیکن اپنے ہی ملک کے بار بار ایک ہی سوراخ سے ڈسے جانے والے بیوقوفوں کی نظر میں دانشور ٹھہرتا ہے۔ مشورہ دینے والے کو بھی ایک فائدہ ہوتا ہے۔ اسے ایک مشورہ قبول کرنے والا میسر آجاتا ہے کیونکہ وہ اپنے سے پہلے والے سربراہ کی خوش حالی سے مرعوب ہو کر اس کے نقش قدم پر چل پڑتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم وزیروں یا وزیر مملکتوں کے بارے میں کچھ کہیں ان غیر سلامت بادشاہوں (آمروں) کے بارے میں اتنا ضرور کہیں گے کہ عوام انگریزی کے اس محاورے 'Nip in the bud' یا اردو کے محاورے 'سانپ کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسے کچل دینا چاہیئے' پر عمل کرتے ہوئے غاصب کے خلاف پہلے دن ہی اٹھ کھڑے ہوں تو یہ شب خون مارنے کی کبھی ہمت نہ کریں۔ غاصب حکمرانوں نے با تدبیر وزیروں کی بجائے، سینکڑوں ایسے وزیروں کی کھیپ تیار کر دی ہے جن کے بیانات سن کر جاہلوں کی طبیعت میں جولانی اور سمجھداروں میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ دورِ مشرفی میں ان کی ایسی بھرمار تھی کہ ہر وقت، ہر دم، مشرف کا دم بھرتے نظر آتے تھے۔ دلیل اور عقل کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ انہیں جھوٹ کو سچ اور کالے کو سفید کرنے کے لیے حد سے گذرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ ان میں سے تو کئی الیکشن میں مشرف کی بھینٹ چڑھنے کے باوجود اب بھی اس ہی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے نہیں تھکتے۔ ایک صاحب تو اپنی نئی پارٹی بنا چکے ہیں اور اپنی اس ون مین پارٹی (One Man Party) کی سربراہی سنبھالے ہوئے ہیں۔ اپنے تیئں عقل کُل تو ہیں ہی، اینکر پرسنز نے انہیں غیب داں بھی بنا دیا۔ ایک اور خاتون ہیں جن کے لہجے میں ایسی چہکار ہے جیسے یہ ہاری ہوئی پارٹی نہیں بلکہ جیتی ہوئی پارٹی کی نمائندہ ہیں۔ ویسے جیتی ہوئی پارٹی کے وزرا بھی کچھ کم نہیں ہیں جو غلط بیانی میں اپنے پیش رووں سے دو قدم آگے ہیں۔ اس کے لیے صرف ایک مثال کافی ہے جو حال ہی میں ایک وزیر مملکت نے یہ کہہ کر قائم کی ہے کہ این آر او کے کیس کھلے تو سارے ججز فارغ ہو جاتے ہیں (غور فرمایئے۔ 'سارے'۔ 'تقریباً سارے' نہیں)۔ سوال

پیدا ہو* ہے کیا واقعی؟ موصوف کا مشورہ ہے کہ یہ کیس نہ کھولے جا N کیو è کو ٹیکنا کیس میں ملک قیوم سمیت تین جج فارغ ہوئے تھے اور موصوف کو: شہ لاحق ہے کہ یہ کیس کھلنے پ کہیں سارے جج فارغ نہ ہو جا N ۔سوال پھر پیدا ہو* ہے کیا واقعی؟ موصوف نے یہ نو+ بھی دی ہے کہ عدا } میں جانے کی صورت میں حکومت این آر او کے فو+ کا دفاع کرے گی۔سوال پیدا ہو* ہے اگر فو+ سرے سے ہوئے ہی نہ تو پھر کس کا دفاع کرے گی۔ہمیں تعجب ہے کہ ابھی -- کسی جج نے اس* بت کا. ا کیوں نہیں منا* کہ وزیر موصوف نے انہیں ملک قیوم کی صف میں کیوں کھڑا کر* دیا۔ملک قیوم نے بھی ز* بن کھولی اور خوب کھولی ہے ۔فرماتے ہیں میں نے استعفیٰ* دیا تھا، فارغ نہیں کیا H تھا۔میں ایک اچھا جج تھا (کیا واقعی؟)۔پھر یہ بھی فرما* کہ ا« ف ملنا چاہیے چاہے 100 جج فارغ کر دیے جا N ۔انہوں نے تو ایک ہی سانس میں اپنے g میں دبی ججوں کو فارغ کرنے کی خواہش کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ 5 اپنے ایک اچھا جج ہونے کی اطلاع بھی فراہم کر دی۔ہمیں نہیں معلوم وزیر مملکت اور ملک قیوم، دونوں میں سے کون توہین عدا } کا مرتکب ہو رہا ہے۔اس لیئے ہم اپنی رائے محفوظ ر p ہوئے ملک قیوم کو یہ مشورہ ضرور دیں گے کہ ''جا اپنی حسرتوں پہ آ 2 بہا کہ سوجا''۔اور وزیر صا # سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ این آر او میں کوئی خوبی تھی تو کیا ایک اچھا مسلمان ہونے کے* ناطے یہ ان کا فرض نہیں تھا کہ کسی کے* دباؤ میں آئے بغیر اسے* پارلیمنٹ سے* پاس کروا e ۔کہا جا* ہے کہ جابر حکمران کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے سے نہیں ڈر* چاہیے۔اور یہاں تو سارا معاملہ ہی فیور (favour) میں ہے۔اپنے حکمران، وہ بھی جابر نہیں بلکہ۔۔مہر* ن۔۔۔۔۔۔تو پھر ڈر کس کا؟

۲۹ر نومبر ۲۰۰۹ء

شکوک و شبہات

امریکی سینٹ نے الزام لگا* یہ ہے کہ امریکیوں نے اسامہ کو پکڑنے میں غفلت. تی۔ع

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ* و* نام ہے

ہمیں تو شروع دن سے ہی شبہ تھا لیکن کہتے ہوئے ڈرتے تھے کیوں کہ ہمیں اپنی قابلیت پ بھی شروع سے ہی شبہ ہے۔اور شا+ یہ واحد شبہ ہے جو اب فقط شبہ نہیں رہا۔ہاں تو ہم بتا رہے تھے کہ ہمیں شروع سے ہی شبہ تھا لیکن کہتے ہوئے ڈرتے تھے حالا è ہمارے شبہے کی* G امر k کی تقریباً بیس یونیورسٹیوں کے پ وفیسروں کے علاوہ، ڈاکٹر ذاکر* نائیک نے بھی کر دی ہے کہ '9/11' کا واقعہ امر k کا اپنا کیا دھرا ہے۔اس دعوے کی C دعقل اور دلیل پ رکھی گئی ہے۔اس کے علاوہ ایک دو فلم پ وڈیوسروں اور ڈائریکٹروں نے ایسی فلمیں بنا N ہیں جن سے یہ* $. ہو* ہے کہ ایسا سوچنے والے غلط نہیں سوچ رہے ہیں۔اور اب تو امریکی سینٹ کی اس رپورٹ نے، مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ۲۰۰۱ء میں امریکیوں نے اسامہ کو پکڑنے میں کو* ہی کی تھی اور اس ہی لیے وہ ہاتھوں سے نکل H ۔سوال پیدا ہو* ہے امریکیوں نے اسے کیوں نکل جانے* دیا۔کیا اس کی اہمیت سے لاعلم تھے؟ اگر لاعلم تھے تو اب اس کے اور اس کے ساتھیوں کی کہیں بھی موجودگی کے شبہے میں ایسے ڈرون حملے کیوں کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اکثر و بیشتر سینکڑوں معصوم شہری ہلاک ہو جاتے ہیں۔کہیں ایسا تو نہیں کہ # انہیں کسی مخصوص علاقے پ بمباری کرنی ہوتی ہے تو پہلے وہاں اسامہ کا ہوّا کھڑا کر* دیا جا* ہے اور بعد میں وہاں حملہ کر دیتے ہیں۔اگر اسامہ کو پہلے ہی پکڑ e تو پھر عراق اور افغا T ن میں لاکھوں قتل کیسے کیے جاتے۔یہ تو* بالکل ایسا ہی ہے کہ شیر کے شکاری خود مچان پ بیٹھ جاتے ہیں پھر ایک بچھڑا درخ # سے* + ھ دیتے ہیں۔شیر آ* اور بچھڑے کو آسان شکار سمجھتا ہے 1 اوپ بیٹھے ہوئے شکاریوں کے ہاتھوں مارا جا* ہے۔خود جان سے جا* ہے لیکن شکاریوں کو بہادری کی سند مل جاتی ہے بچھڑا اگر بچ جا* ہے تو پھر کسی اور شیر کو پھانسنے کے کام آ* ہے۔شکاری کی کوشش یہ ہی ہوتی ہے کہ بچھڑا نہ مرنے* پائے۔کیا اسامہ کا رول بچھڑے والا

ہے؟ ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو یہ مثال غیر متعلقہ لگ رہی ہو تو لیجیے دوسری مثال۔ وہ یہ کہ کتوں کی ریس میں کتوں کو ای- لا M میں کھڑا کر د* یجا* ہے پھر ای-% گوش* یلومڑی کو دوڑا دیتے ہیں سارے کتے اسے پکڑنے دوڑتے ہیں جو پکڑ 8 ہے وہ فاتح ہو* ہے۔ ایسے جانور کو جو کتوں کو لبھانے کے لیے دوڑ* یجا* ہے اسے ڈ r ئے (decoy) کہتے ہیں۔ پ+ وں کو پکڑنے کے لیئے بھی ان کے غول میں اپنے سدھائے ہوئے پ+ ے شامل کر دیئے جاتے ہیں جن کی مدد سے کچھ پ+ ے ہاتھ آ جاتے ہیں۔ کیا اسامہ کا رول ڈی کوئے والا تو نہیں؟ ہمارے خیال سے یہ مثالیں بے کار ہیں اس لیئے چھوڑیے مثالوں کو۔ اشاروں کنایوں میں کیوں *بت کریں؟ ڈائیر I ġ ۲۰۰۱ء میں اسامہ کو اس لیئے چھوڑ د* یتھا* کہ جس ملک* یجس شہر پہ حملہ کر* ہو تو وہاں اسامہ کی موجودگی ظاہر کر دی جائے۔ پھر دو ڈھائی لاکھ K نوں کی بھینٹ e کے بعد اسامہ کو کسی اور سرحد پہ دیکھے جانی کی ہوائی چھوڑ دی جائے۔ بس پھر چل سو چل۔ سنا ہے کہ اسامہ واشنگٹن میں دیکھا H یہے 1۔ امریکی اس پہ یقین نہیں کریں گے کیو è اسامہ تو خود ان کے* پس ہے۔ اگر اسامہ ہمارے* پس ہو* اور ہم یہ خبر پھیلاتے تو کسی کو بھی یقین کرنے میں* مل نہ ہو* ۔ اب وہ تو وہاں قید* یÃ بند ہے اس لیئے وہ کہیں بھی اس کی موجودگی بتا h ہیں۔ ہمارا اپنا تجربہ ہے۔ پشاور میں چا+ نکلا نہیں ہو* لیکن گواہیاں مل جاتی ہیں کہ چا+ دیکھا H ی۔ اس کے بعکس اگر چا+ نکل آئے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا چا+ نہیں ہوا۔ اب امریکیوں کو پتہ ہے اسامہ ان کے قبضے میں ہے اس لیئے کسی کو دکھائی نہیں دے گا لہٰذہ وہ اس کی موجودگی کسی بھی سرحد پہ بتا دیتے ہیں۔ اگر آزاد ہو* تو اس کے دیکھے جانے کا بیان کبھی نہ آ* کیو è اس طرح جھو** $. ہونے کا دھڑ کا تو لگا ہی رہتا۔ اس ہی لیے اب امریکیوں نے* پکستان کے کسی علاقے پہ حملہ آور ہونے کے لیے اسامہ کو استعمال کر* شروع کر د* یہے۔ ہم تو کہتے ہیں اسامہ ز+ ہ ہے ہی نہیں۔ بہت پہلے امریکیوں کے مطابق اسامہ کے گر دے *ناکارہ ہو گئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا ز+ ہ رہنا، مشکل ہے۔ کہتے تھے وہ ڈائیلسس (Dialysis) پہ ہے۔ اگر واقعی، تو کیا پہاڑوں میں ڈائالسس مشین ساتھ لے کر پھر* ہے۔ ۱۵* ی۱۶ سال کے بعد اب-- تو اس کے گر دے* ناکارہ ہو چکے ہونگے۔ گر دے کی تبد~ بعید از قیاس ہے۔ اکثر خودکش حملوں کے بعد اسامہ* یاس کے تجمان کی کیسٹس بھی آ جاتی ہیں جس میں وہ ذمہ داری قبول کرتے Ã آتے ہیں۔ کیوں کرتے

ہیں؟ پتہ نہیں۔ یقین & کر e ۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان حملوں سے فا+ ہ کسے ہو رہا ہے اور نقصان کسے؟ کوئی نہیں پوچھتا '9/11' میں صرف تین چار ہزار مرے تھے۔ 1 عراق، افغا T ن اور* پکستان میں کتنے مر رہے ہیں۔ ۹/۱۱ کے بعد القا G ہ نے توپوں کا رخ کیوں موڑ لیا۔ کیا صرف ٹوئن* ٹ ورز سے ہی دشمنی تھی۔ اسامہ کا بھوت ہماری سرحدوں پہ ہی کیوں گھومتا ہے کبھی *گر ہ فال پہ بھی تو دکھائی دے۔ اگر سرحدوں پہ ہی گھومنا ہے تو میکسیکو کی سرحد کیا بری ہے۔ اگر اسامہ امریکیوں کے* پس نہیں ہو* تو ہم اسے دیوار چین سے لگوا دیتے۔ ڈرون وہاں پہنچتے اور امریکی چیں کر کے رہ جاتے کیو è نہ وہاں مشرف ہے نہ اس کی روح ۔ وہاں تو عظیم چین ہے اور وہ ڈروں حملوں کی اجازت دینے سے تو رہا۔ پھر پتہ چل جا* کہ ڈرون ٹیکنکل فا) کی وجہ سے گر تے ہیں* ی۔۔۔۔!!

۳؍دسمبر ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۲۴ اگست ۲۰۱۰ء

اب کیا خاک مسلماں ہوگا

ہمارے ا۔ دو & ہیں غلام احمد۔ نہا$ شریف، عبادت گذار، نیک، ہمدرد، مخیّر، ایما+ ار (مطلب اونیسٹ 'Honest') غرض یہ کہ تمام خوبیوں سے مالا مال بس ا۔ کمی ہے کہ مسلمان نہیں ہیں۔ ہم اس سے کہتے ہیں ''مسلمان ہو جاؤ۔ توبہ کرو اور ختم t ت پر ایمان لے آؤ تو ہم کیا لاکھوں سے بہتر مسلمان بن جاؤ گے''۔1 اس کو سمجھ ہی نہیں آتی۔ کہتا ہے . # -- میں ا۔ پرفکٹ (Perfect) K ن نہ بن جاؤنگا، کلمہ نہیں پڑھونگا۔ ہم سمجھاتے ہیں۔ بھلے مانس تمہیں *یدہ -- دد کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے ماشا اللہ تمہارے & کام ٹھیک ہیں بس ا۔ ختم t ت پر ایمان لے آؤ، اللہ خود مدد فرمادے گا۔ جواب میں بڑی ہی بے تکی دلیل دی *یر مسلمان ہونے کے بعد مطمئن (complacent) ہو جاؤں گا۔ اس لیے خود احتسابی چھوڑ دونگا۔ پھر خامیاں کیسے دور ہونگی؟ مسلمان ہونے کے بعد دوزخ کا خوف ختم ہو جائے گا۔ توبہ استغفار کیونکر کرونگا۔ سنا ہے سارے مسلمان .A میں جا N گے۔ ہم نے کہا یہ کس نے کہہ *ی۔ بولا کسی مولوی سے سنا تھا کہ سارے مسلمان جنتی ہیں۔ ہمیں ہنسی آگئی۔ ہم نے کہا ہاں یہ تو ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہم میں سے حقیقتاً مسلمان ہے کون؟ کوئی اللہ کی* فرمانی کر رہا ہے اور خود کو مسلمان سمجھ رہا ہے۔ کوئی اللہ کے غفور الرحیم ہونے کے *طH ہوں کا مرتکب ہو رہا ہے۔ Ú زروزے سے غافل دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں یکتا۔ کہتے ہیں کہ اللہ شا+ & کچھ معاف کردے۔ لیکن شرک کرنے والے کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ دن بھر میں نہ جانے کتنی *رشرک کر* ہے اور اسے ثواب بھی سمجھتا ہے۔ کہتے ہیں اگر Ú زپڑھ کر اس پر گھمنڈ کرے تو وہ بھی شرک کے زمرے میں آ* ہے۔ جبکہ یہاں تو قدم قدم پر غیر شرعی کام ہو رہے ہیں۔ اللہ جا { ہے ہم میں سے کون مسلمان ہے۔ جنتی تو وہ ہونگے جو اللہ کی Ã وں میں مسلمان ہونگے۔ کہنے لگا ٹھیک ہے لیکن میرا ا۔ آڈ L (Ideal) ہے۔ اس جیسا C چاہتا ہوں۔ ہمیں اشتیاق ہوا۔ پوچھا کون؟ بولا 'ہیں ا۔ وزیر صا # ۔صا # رلیش،

منجھے ہوئے وکیل بھی ہیں۔ ٹی وی کے ا۔ m* سے ان کا پروگرام ہو* ہے جس میں قران کے حوالے سے قانون کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ماشا اللہ ڈاکٹر$ بھی لی ہوئی ہے۔ کردار کے تو ہونگے ہی۔ گفتار کے بھی غازی ہیں'۔ ہم نے کہا بہت خوب تو پھر کیا چیز مانع ہے، بسم اللہ کرو۔ تو کہا 'دراصل ان میں جو ٹولرنس (قوت برداشت&) ہے وہ مجھ میں نہیں۔ سوچتا ہوں ایسی صفت پیدا ہو جائے تو مسلمان ہونے کا مزہ ہی کچھ اور ہوگا'۔ ہم نے دل میں سوچا 'عذر لنگ (lame excuse)!!۔ نہ ماننے کے سو بہانے'۔ پھر بھی پوچھا 'کیسی ٹولرنس؟' کہنے لگا 'ڈاکٹر صا # سے کیسے کیسے سوالات کرتے ہیں یہ اینکر پرÜ! لیکن مجال ہے جو ماتھے پر شکن آجائے *یہوŠں سے مسکان غا$ ہو جائے۔ ایسے دلکش+ از سے مسکراتے ہیں کہ مخالفین پر# ہو جاتے ہیں'۔ ہمارا تجسس بڑھنے لگا تو پوچھا مثلاً؟ 'مثلاً یہ کہ کسی نے اڑادی کے موصوف کی ڈاکٹر$ جعلی ہے۔ میڈ*یا کو تو 'پر' کا کوا بنانے میں دیر نہیں لگتی اس پر ستم یہ ہوا کہ 'ہا' اسٹڈیز کے محکمے نے بھی ہوائی چھوڑ دی کہ جس یونیورسٹی کی ڈاکٹر$ ہے اس کا تو کوئی وجود ہی نہیں۔ آپ سمجھ h ہیں اس پر تو اچھوں اچھوں کو غصہ آسکتا ہے۔ سچ ہو*ی جھوٹ ہر دو صورتوں میں آدمی خفیف ہو جا* ہے، لیکن مجال ہے ڈاکٹر صا # کو Ä بھی*ی ہو۔ مسکراتے رہے۔ اینکر پرسن نے پوچھا تو بڑی لاپرواہی سے بولے کہ میں ایسی* باتوں کا نوٹس نہیں 8'۔ یہ مثال دے کر رکے، فخریہ ہماری طرف دیکھا اور پھر بڑے جوش سے شروع ہو گئے 'حال ہی میں ا۔ بینک فراڈ کیس میں ا۔ مل مالک نے ڈاکٹر صا # پر بیہودہ الزام لگا*ی کہ کیس ختم کروانے کے لیئے ڈاکٹر صا # نے ساڑھے تین کروڑ روپے لیئے تھے۔ اس کے علاوہ پچاس لاکھ اپنی وکا) کی فیس بھی لی۔ اخباری Ú ئندوں نے ڈاکٹر صا # کو گھیرنے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر صا # نے ذرا بھی غصہ نہیں کیا۔ یہ ہے تحمل! جو ہم اپنے میں پیدا کر* چاہتے ہیں'۔ ایسی بیہودہ مثالوں سے ہمارا اپنا ٹولرنس جواب دینے لگا تو ہم نے % کر کہا*یار! عجیب آدمی ہو، اسے تم خوبی سمجھ رہے ہو'۔ کہنے لگے 'اور کیا؟ اتنے جھوٹے الزامات کے بعد بھی مسکراتے رہنا کیا خوبی نہیں؟ اور پھر ڈاکٹر صا # نے یہ بھی تو بتا*ی کہ یہ & ا۔ سازش ہے۔ ہم نے پوچھا کس کی سازش؟ تو بولے یہ ابھی نہیں بتا*ی، کہہ رہے تھے & ہی جا... ہیں'۔ ہم نے کہا 'بیوقوف مل مالک نے تو یہ بھی بتا*ی کہ یہ رقم اس نے دبئی کے ا۔ ہوٹل میں رمضان کے مہینے میں دی تھی۔ اس کے علاوہ بیس لاکھ کی ان کے گھر والوں کو شاپنگ

بھیکروائی تھی۔ سن کر بولے۔ بھئی یہ ہی تو ڈاکٹر صا # کا کہنا ہے کہ یہ ان کے خلاف سازش ہے۔ ہم نے کہا ہاں ! واقعی اتنی لمبی سازش کہ۔ بینک کے مینیجر کو پھسلا ۔ معمولی نوعیت کی زمین کے + لے اربوں کا قرضہ لیا۔ پھر قرضہ نہ واپس کرنے کے لیے ڈاکٹر صا # کو وکیل کیا۔ پچاس لاکھ کی فیس کے علاوہ، ساڑھے تین کروڑ کیس ہی ختم کرانے کا محنتانہ بھی ۔ پھر ملک سے فرار ہو کہ سازش دہ گہری ہو جائے۔ فتار ہوا اور پھر سازش کے تحت ساڑھے تین کروڑ کا الزام لگا ۔ ہنس کر بولا ۔ اس ہی کو تو سازش کہتے ہیں۔ ہم نے اپنا بلڈ b ھتا محسوس کیا تو خاموشی اختیا کر لی اور پھر ت آئی گئی ہو گئی۔ دوسرے دن ہم بیٹھے ٹی وی چینلوں سے کھیل رہے تھے کہ غلام احمد کا فون ۔ ر آج خبریں سنی، ہم نے کہا ابھی نہیں کیوں خیر $ ؟ کہنے لگا ۔ اس ڈاکٹر نے تو حد کر دی۔ اس کا ازگفتگو کچھ + لہ سا لگا تو ہم نے پوچھا۔ کیوں؟ خیر $! کیا ہوا؟ تو بولا ڈاکٹر نے آج کہا ہے کہ یہ & الزامات ا- لابی سازش کے تحت لگا رہی ہے۔ استفسار جا... ہو کیا بتا ۔ ہم نے کہا ہمیں کیا معلوم؟ تو کہنے لگا ڈاکٹر کا کہنا ہے یہ & قا نی کر رہے ہیں۔ دیکھا کیسی بکواس کی ہے۔ حد ہو گئی۔ ہم لوگ کیا اب کسی فرد واحد کے خلاف سازش کرنے کے لیے رہ گئے ہیں؟ حد ہو گئی حد! میں انہیں اپنا آئیڈیل سمجھتا تھا۔ لیکن ۔۔۔۔۔۔ لاحول لا قوۃ ۔۔۔''۔ ہماری طرف سے کوئی جواب نہ * کر بولا اور جا... ہوا اس مل مالک نے یہ بھی بتا ہے کہ دبئی کے ہوٹل میں۔ # ڈاکٹر تھا تو وہ لوگ کھا کھا رہے تھے۔ ڈاکٹر کو کھانے کے لیے کہا تو اس نے ا کر کیو è روزے سے تھا۔ وہیں رقوم کا لین دین ہوا تھا۔ بقول مل مالک کچھ دیر بعد۔ # وہ ڈاکٹر کے کمرے میں H تو دیکھا ڈاکٹر کھا کھا رہا ہے۔۔ # روزے کا پوچھا تو بتا کہ قے ہونے کی وجہ سے روزا ٹوٹ H ہے ۔ رحد ہو گئی۔۔ میں اسے اپنا آئیڈیل سمجھتا تھا۔۔ لاحول ولا قوۃ''، ہمیں محسوس ہوا غلام احمد یہ کہتے ہوئے ہاتھ بھی مل رہا ہے۔ یہ سوچ کر ہمیں ہنسی آ گئی اور ہم نے کہا اتنا لاحول مت پڑھو ایسا نہ ہو کہ خود غا $ ہو جاؤ۔ شیطان تو اب لاحول پروف ہو چکا ہے۔ تم ہی غا $ ہو جاؤ گے۔ اب ہماری یہ امید تو ختم ہو گئی کہ یہ $ ہو کر ا- اچھا مسلمان بن جائے گا بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ''
کیا اب خاک مسلماں ہو گا''

۵/دسمبر ۲۰۰۹

میں بتاؤں فرق کیا ہے

ایسا نہیں کہ اب اچھی خبریں نہیں چھپتیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی اچھی خبر اس بہار کے جھو ê کی ما # لگتی ہے جو کئی دنوں کے حبس کے بعد چا - رحمت: ا + ی سے آ ہے۔ ایسی ہی ا- خبر پڑھ کر خوشی ہوئی کہ نیو یارک میں ا- مسلمان اسٹور کیپر کے حسن سلوک کی وجہ سے ا- چور مسلمان ہو H ۔ ت تعجب خیز ہے کہ آج کے دور کا ا- مسلمان اور حسن سلوک!! لیکن نہیں۔ یہ اتنی تعجب خیز ت نہیں کیو è یہ قصہ پاکستان کا ۔ پاکستان میں رہنے والے مسلمان کا نہیں۔ امریکہ میں رہنے والے پاکستانی سہیل کا ہے جس کے اسٹور میں چور آ H اور اس سے کہ پہلے وہ سہیل کو نقصان پہنچا سہیل نے پستول چھین لیا اور چور کو قابو کر لیا۔ چور ا ۔ کہ وہ بھوکا ہے اور ڈبل روٹی % چاہتا تھا۔ سہیل نے یہ وعدہ e کے بعد کہ وہ آئندہ چوری نہیں کر u۔ اسے ڈبل روٹی د ی اور ساتھ ہی ۴۰ ڈالر دے کر رخصت کر ۔ چند دن بعد مذکورہ چور نے ۵۰ ڈالر کے منی آرڈر کے ساتھ ا- $ شدہ خط کے ذریعے اطلاع دی کہ وہ $ ہو H اور مسلمان ہو کر خوش ہے۔ اس کے بر عکس پاکستان میں ا- بچے کو روٹی % انے کے % م میں جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ وجہ شا یہ تھی کہ بچہ پہلے سے ہی مسلمان تھا اور اس کے مر + مسلمان ہونے کا کوئی چانس نہیں تھا اس لیے موت کی سزا دینے والے اب کیوں حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے اس لیے بچے کو اتنا مارا کہ وہ مر ہی H ۔ دونوں خبریں اخبار سے ملی ہیں۔ واللہ اعلم۔۔ ڈ— میں ہم اپنے W کے ساتھ ا- بینک گئے۔ ا- لمبی قطار میں C کھڑا ہو H ہم اس کے ۔ قطار سے ہر کھڑے تھے۔ اتنے میں ا- خاتون آئی۔ ہم چو è قطار سے ہر تھے اس لیے معذرت کے بعد ہم سے پوچھا کیا ہم قطار میں ہیں؟ جواب Ô میں کر وہ ہمارے W کی پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس کے بر عکس پاکستان میں ہم پلیٹ فارم ٹکٹ e کے لیے اپنے سے پہلے موجود شخص کے پیچھے کھڑے تھے کہ ا- نوجوان اور ہمیں Ã از کرتے ہوئے اپنا ہاتھ کھڑکی میں ڈالنے لگا۔ ہم نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا کہ C ہم بھی اس ہی کام کے لیے کھڑے ہیں تو بیزاری سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولا چلو۔۔ آپ لے

لؤ۔ہم اس کے اس حسن سلوک سے متاثّ ہوئے کہ اس نے یہ نہیں کہا ’چل بے۔اپنا کام کر‘۔۔۔میں بتاؤں فرق کیا ہے؟۔۔۔ یہ ہے فرق!! یورپ میں راہ چلتے ایسے لوگ ملتے تھے جو ہمیں دیکھ کر ہیلو* یا ہائے ضرور کہتے۔اجنبی مرد ہو* یا عورت،ہیلو کہنے میں ’جان نہ پہچان خالہ جی سلام‘ پہ عمل کرتے Ā آتے تھے اس کے برعکس .# ہم نے یہ ہی پریکٹس* پاکستان میں کرتے ہوئے اجنبیوں کو سلام کیا تو ا/ ث جواب تو مل جا* تھا لیکن حیرت میں ڈو* ہوا۔کئی لوگوں کے چہرے سے* گواری کا* ث بھی ملتا۔ایسا محسوس ہو* جیسے سوچ رہے ہوں ’شا+ کوئی غری$ غر* ہے۔کہیں د & سوال نہ بڑھا دے‘۔اس ہی لیے کچھ لوگوں کو سلام کا جواب دینے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھتے دیکھا۔ ۔۔۔یہ ہے فرق!! یورپ میں ۹۰٪ مسلم خواتین اسکارف کے بغیر Ā نہیں آتیں۔اس کے برعکس* پاکستان میں ۱۰٪ سے کچھ* زیادہ اسکارف* یا برقعے کا استعمال کرتی ہیں۔۱۵٪ برقعے کو فیشن کے طور پہ پہنتی ہیں۔بقایا میں سے ۵٪ کے علاوہ & ہی اذان سن کر آ š سے سر ڈھا$ لیتی ہیں۔یہ اور* بات کہ اذان کے فوراً بعد ’religeously‘ (نہای$ احترام واہتمام) کے ساتھ دوپٹے کو ڈو* رہ زی$ گلو کر لیتی ہیں۔آ š کے خود بخود ڈھلکنے کا انتظار نہیں کرتیں۔کیو è اس میں روما M* زیادہ ہونے کی وجہ سے Ú امن کا خطرہ رہتا ہے۔۔۔یہ ہے فرق!! یورپ امر k میں ہمارے رسول ﷺ V کی ای- حدی$ پہ عمل ہو رہا ہے۔وہاں آپ کوئی چیز% کے لے آ N بعد میں بوجہ واپس کر* چاہیں تو کوئی مضا B نہیں۔لیکن یہاں دکا+ اروں نے پہلے سے لکھ کر لگا* یا ہو* ہے کہ مال واپس* یا تبدیل نہیں ہوگا۔جنہوں نے نہیں لکھا، وہ بھی واپسی میں پس وپیش کرتے ہیں۔غیر مسلم ہمارے رسول ﷺ V کے فرمان پہ عمل کر رہے ہیں۔اور ہم؟۔۔۔یہ ہے فرق!! وہاں قانون کی* پاسداری قدم قدم پہ عیاں۔یہاں قانون شکنی طرہ امتیاز۔ای- وزیر کے W نے سرخ بتی پہ رکنے کی بجائے کار اور تیز کر دی تو اس کے دو & نے جو لندن پلٹ تھا اسے ٹوکا۔پسر وزیر نے کہا ارے میں وزیر کا C ہوں۔تم غم نہ کرو کوئی مائی کا لال چالان نہیں کر سکتا۔لندن پلٹ نے کہا* بات چالان کی نہیں۔وزیر زادے نے سنی ان سنی کر دی۔اتنے میں دوسری سرخ بتی کا سامنا H یا۔اس کا بھی وہی حشر دیکھ کر لندن پلٹ کو پ# لگ گئی۔کار تیسری کراسنگ پہ پہنچی، اتفاق سے بتی سبز تھی۔وزیر زادے نے کار روک دی۔لندن پلٹ نے حیرت سے پوچھا سبز بتی پہ کیوں روک دی۔قہقہہ لگاتے ہوئے بولا ’کیا پتہ ادھر سے بھی کسی وزیر

کا C آ رہا ہو جو سرخ بتی پہ رکنا کسرِ شان سمجھتا ہو‘۔یورپ میں اگر ریل کا حادثہ ہو جائے تو وزیر ذمہ داری قبول کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیتا ہے یہاں پوچھتا ہے کیا میں ٹرین ` رہا تھا؟ میں کیوں مستعفی ہوں۔ وہاں کرسٹین کیلر اسکینڈل پہ وزیر لارڈ پروفومو مستعفی ہو جا* ہے ہمارا صدر کہتا ہے ’میں صا # صدر ہوں۔ہاں ہے کوئی اور‘۔وہاں کرپشن کے الزام پہ لیڈر حضرات اپنی لیڈری گنوا دیتے ہیں۔ہمارے لیڈر ’N.R.O.‘ کا سہارا لے e ہیں* کہ ’زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد‘ صرف محاورہ ہی نہ رہے۔۔یہ ہے فرق!!ای- وزیر مملکت نے تو ای-*ٹاک شو میں یہ کہہ کر کمال کر* دیا کہ کرپشن تو ہمارا حق ہے۔اور ہماری* پارٹی نے تو & سے کم کرپشن کی ہے۔گو* یا حرام پیٹ بھر کر نہ کھا* یا جائے کم کھانے میں کوئی حرج نہیں۔دوسرے ممالک میں کوئی قومی سا ¢ ہو جائے تو پوری قوم سوگوار ہو جاتی ہے۔کوئی دو دن کا تو کوئی تین دن کا سوگ منا* ہے۔ہمارے یہاں اس کی ضرورت نہیں کہ بہادر قوم ہیں۔ہنستے گاتے بڑے سے بڑا غم سہہ جاتے ہیں*۔ چ گانے کی کوئی محفل منسوخ نہیں کرتے۔ٹی وی پہ مذاحیہ پروگرام جاری رہتے ہیں۔ای- حادثے میں جتنے ہائی رینک کے لوگ شہید ہوئے اتنے تو سنہ ۶۵ اور اے کی B میں بھی نہیں ہوئے تھے لیکن نہ پرچم سرنگوں ہوا نہ قومی پیمانے پہ آنکھیں نم ہو N۔معمولات زن+ گی جس طرح چلتے رہے اس سے تو یہ ہی* ث 5 کہ کچھ نہیں ہوا۔اگر ٹی وی* میڈ* یا فعال نہ ہو* تو ہمیں خبر بھی نہ ہوتی کہ کوئی حادثہ بھی ہوا ہے۔ٹی وی کے علاوہ کہیں غم و رنج دکھائی* دیا ہو تو بتا* یا جائے۔کوئی تقری$ منسوخ ہوئی؟ نہیں! یہ ہی تو فرق ہے جو ہمیں دوسروں قوموں سے الگ کر* ہے۔

اسلام میں کسی کلچر، کسی ثقافت کسی روای$، کسی رسم* یا رواج کی گنجائش نہیں، لیکن ہندوؤں کے بعد ہم دوسری قوم ہیں جہاں یہ ساری % افات موجود ہیں۔اچھے اچھے علماء بھی ان رسم و رواج میں جکڑے Ā آتے ہیں۔کیا امریکہ* یا طا 6 میں آج -- کوئی شادیوں میں گولی لگنے سے مرا ہے؟۔ہمارے یہاں یہ روای$ عام ہے۔ہم فخر یہ کہتے ہیں ’ہاں یہ ہماری ثقافت ہے ہم شادیوں میں فائرنگ کرتے ہیں‘۔ہمارے رسول ﷺ V نے % ی خطبہ ءحج میں فرما* یا کہ آپ نے ساری پرانی رسوم وغیرہ کو آج* پاؤں تلے رو+ ڈالا ہے۔(فقط مفہوم لکھ رہے ہیں)۔ ہمارا یہ حال کہ مصری صدر جمال* ناصر اپنی عوام کو ’فرعوں کی اولاد‘ کہہ کر مخاطب کر* تھا تو ایران* بادشاہ کو سائرس اعظم کی ± سے ہونے پہ فخر تھا۔۱۵۰۰ سالہ اسلامی تہذی$ والے ۴ اور ۵ ہزار سال پرانی تہذی$ کو

اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں بھی کچھ لوگ رنجیت سنگھ اور راجہ داہر کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں۔ اسپین کے عوام ۷۰۰ سال مسلمانوں کی حکمرانی میں رہنے کے* وجود اپنا* طہ عربوں سے نہیں جوڑتے۔

ا۔ ہم ہیں!!!! ہم میں اور دوسری قوموں میں فرق تو اور بھی ہے لیکن اپنا دامن اٹھانے سے اپنا ہی پیٹ ننگا ہو* ہے۔ اس لیے اس پہ ہی اکتفا کرتے ہوئے اتنا ضرور کہیں گے کہ ہماری قوم سمجھتی ہے وہ ز* ہ قوم ہے۔ اس کی Ā وں میں دوسری قومیں مردہ ہیں کہ اپنے کتے کے مرنے پہ غمزدہ ہو جاتی ہیں۔ ان کے ' د ی ۔ ع

ز* گی، ز* ہ دلی کا* م ہے

مردہ دل، کیا خاک جیا کرتے ہیں

ہم میں اور دوسروں میں یہ فرق ہے کہ اسلام کی سارے* تیں، سوائے اللہ کی وحدا M اور محمد ﷺ V کی رسا) پہ یقین کے، انہوں نے اپنالی ہیں جبکہ ہم نے تمام اسلامی تعلیمات کو یکسر بھلا* ی ہے۔

۸ دسمبر ۲۰۰۹ء

اسٹبلشمنٹ، بیوروکریسی، ڈیموکریسی، میڈ* یا اور بیا* ت

(establishment, bureaucracy,democracy.media & bayaanaat)

اسٹبلشمنٹ کے خلاف اب ہر کس* کس اتنا کچھ بولتا ہے کہ ہمیں احساس کم علمی ہونے لگا کہ ہمیں خبر ہی نہیں یہ اتنی. ی چیز ہے۔ ہم نے ڈکشنری میں اس کی تعریف (*. ائی) دیکھنے کی کوشش کی تو علم ہوا یہ* پہ ور فل لوگوں کے ایسے/ وپ کو کہتے ہیں جو تمام* پہ لیسیاں کنٹرول کر* ہے۔ (Group of powerfull people who controls Policies)۔ اس سے تو یہ* $. ہوا کہ یہ حکومت کا ہی دوسر* م ہے تو پھر حکومتی ارکان بھی اس کے خلاف کیوں بولتے ہیں؟ حکومت ہی تو* پہ لیسی بناتی ہے اور اس پہ حسبِ توفیق عملدرآمد کرتی ہے۔ D توفیق اس لیے کہ ا/ اس کے اپنے مفاد میں نہ ہو تو عمل نہیں کراتی۔ اسٹبلشمنٹ کی مخالفت کا سن سن کر کان پہ گئے تو ہمیں خیال* ی کہ کہیں یہ لوگ انگر. ی کی مار تو نہیں کھا گئے۔ اس لیے ہم نے اب بیوروکریسی کے معنی دیکھے۔ آگاہی ہوئی کہ یہ حکومت کا وہ سسٹم ہے جس کے تحت سارا انتظام، منتخب ارکان کی بجائے، ر* یستی افسران کے ذریعے ہو* ہے۔ (System of Govt.through departments managed by state officers, not by elected representatives.)۔ یہ ہمیں ز* یدہ بہتر لگا کہ بیوروکریسی سے شکا$ تو ہو سکتی ہے کہ یہ* لا ہی* لا منتخب Ú ئندوں کو اعتماد میں لیے بغیر ہی کام دکھا رہے ہوں۔ لیکن اسٹبلشمنٹ تو ان تمام اداروں کا مجموعہ ہوتی ہے جو* پہ لسی بناتے اور ان پہ عمل کرتے ہیں تو پھر اس کے خلاف زہر افشانی کیوں؟ خیر ہمیں کیا؟ ہم الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پہ ڑنے کی بجائے کیوں نہ ان بیا* ت کا جا' ہ لیں جو، ان اداروں کے علاوہ، میڈ* یا، علما اور V سیاستدانوں سے منسوب ہوتے ہیں اور جو ہر دہشت/ دی کے بعد ٹیوی اور اخبارات کی ز W M ہیں۔ جن بیا* ت پہ ہم بحث کریں گے وہ کسی ا۔ مخصوص حادثے سے متعلق نہیں اور نہ ہی کسی ا۔ فرد سے منسوب ہیں۔ یہاں ہماری پیشگی معذرت کہ ان میں

ہم نے کچھ مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا ہے۔اس کی وجہ کچھ اورنہیں ۔۔ بلکہ اس مصرعے کی پیروی ہے جس میں کہاHے ہے۔ع

کچھ ؓ ھا بھی دیتے ہے زیبؔ داستاں کے لیے۔

ا۔ وضا # اور کہ ان بیا ت میں کوئی تسلسل نہیں۔وجہ وہی کہ یہ کسی ا۔ حادثے کے بعد کے بیا ت نہیں ہیں بلکہ مختلف اوقات اور مختلف حا ت کے بعد مختلف لوگوں کے دیے ہوئے ہیں۔ان بیا ت کی روشنی میں عوام کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ دیکھیں ہمارے اداروں کے درمیان کتنی ہم آہنگی ہے۔ہوم ورک کیسا ہے ۔بیا ت کی اہمیت کیا ہے۔دعوے کیا ہے۔ان سے کوئی فا ہ بھی ہے یا بس یونہی!!تو 5 حظہ فرمائیے۔۔

خبر :۔ شہر میں دھماکے کی آواز سنائی دی۔پولس جگہ کاتعین کر رہی ہے۔دھماکہ فلاں جگہ ہوا۔اتنے جاں بحق ہوئے اور اتنے زخمی۔زخمیوں کو ا ل پہنچا یا جارہا۔ اس کے بعد مختلف رینک کے پولس افسران کے بیا ت•• 'دھماکے میں ۵کلومواداستعمال کیاH '۔••• 'خودکش حملہ تھا' ••• 'ریموٹ کنٹرول بم تھا' ••• 'بمبار کا سر ملH' ••• 'ڈی ۔این ۔اے حاصل کرلیا' (اب بتائیے ،کہ کتنا وزنی تھا اس سے عوام کو کیا؟خودکش تھا یا ریموٹ یہ آپ کے دیکھنے کی چیز ہے۔پہلے بھی سر ملے تھے ان کا کیا ہوا۔نہ جانے سر ملنے سے کیا فوا حاصل کیے جاتے ہیں۔ڈی این اے کو کس سے میچ کیا جا ہے۔کیا اب -- کوئی میچ ہو یا بس یونہی ٹیسٹ ہورہے ہیں)۔••• 'صدر/وزیر اعظم نے تحقیقات کاحکم دے دیا۔جس کے تحت ہم تحقیقات کررہے ہیں' ۔(کیا حکم نہیں ملتا تو تحقیقات نہ کی جاتی)۔

صدر یا وزیر اعظم کے بیا ت••' بزدلانہ حملہ تھا' ••• 'ہم ڈرنے والے نہیں' ••• 'مجرموں کوجلد کیفرکردار-- پہنچا N گے۔ی وقت-- پیچھا کریں گے' •• ہم نے دہشت گردوں کی کمر توڑ دی ہے•• دہشت گرد بوکھلا گئے ہیں،عالمی ادری کو چاہیے ہماری مدد کریں۔(ان بیا ت پر تبصرہ قطعی غیر ضروری ہے)۔

وزیروں کے بیا ت•• 'یہ کسی مسلمان کا کام نہیں' ••• 'طالبان کا کام ہے' ••• 'حکومت کے خلاف سازش ہے' ••• 'مذہب کی آڑ میں دہشت گردی ہورہی ہے'۔(تو کون کہہ رہا ہے کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے۔حکومت کے خلاف سازش ہے $ تو یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کون کررہا ہے)وزیر داخلہ کا بیان•• 'بھارت ملوث ہے' •••

'بھارت کے ملوث ہونے کے شواہد مل گئے ہیں' ••• 'بھارتی اصلحہ 5 ہے'۔وزیر خارجہ کا بیان•• 'بھارت کے ملوث ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔••• 'مقامی طالبان کا کام ہے'۔ جمان وزارت خارجہ کا بیان•• 'بھارت کے ملوث ہونے کے ثبوت مل گئے ہیں ۔'وقت آنے پر پیش کریں گے'۔(وزیر داخلہ اور وزارت خارجہ کو چاہیے وزیر خارجہ کوثبوت مہیا کردیں اور & مل کروقت آنے پر پیش کردیں)۔

مذہبی جماعتیں•••'یہ کسی مسلمان کا کام نہیں' ••• 'خودکش حملے حرام ہیں'۔اگر ا« ف نہیں ملے گا تو لوگ کیا کریں' (پہلے تو یہ طے کرلو کہ یہ کر کون رہا ہے۔دوئم اگر حرام ہیں تو ا« ف نہ ملنے کی صورت میں کیا حلال ہو جاتے ہیں۔سوئم اگر یہ مسلمان نہیں کررہے تو پھر کافروں کو حرام حلال کی کیا تمیز)۔ان بیا ت سے ظاہر ہے کہ آپس میں ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ذہن یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اصل مجرم کون ہے۔ان حملوں سے کس کا فا ہ ہے اور اس کا اصل ر کیا ہے۔میر صادق اور میر جعفر کی غداری کے بعد کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ مسلمانوں کا کام نہیں۔ & جا... تھے یہ انگریزوں کے ے ہوئے ہیں۔کیا آج امریکہ اری کی طاقت نہیں ر p ۔کیا اب میر جعفر اور میر صادق آؤٹ آف اسٹاک ہیں۔' 9/11 'پر اگر کوئی اپنے آدمی مرواسکتا ہے، ضیاالحق کے طیارے میں اپنے آدمی مرواسکتا ہے تو کیا معصوم پاکستانیوں کی جان ę میں اسے کوئی مشکل ہے۔ان کے ا۔ جنرل کا یہ بیان بھول گئے کہ ڈرون حملوں میں'700 ' آدمیوں میں سے'14 'کے علاوہ تمام معصوم شہری مارے گئے تھے۔اس پر کسی ہیومن رائٹس کوجلوس نکالنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ہمیشہ معصوم جانوں کے ضیاع پر امریکیوں نے اعتراف بھی کیا اور معافی بھی مانگی۔ہمارے فراخ دل حکمرانوں نے معاف بھی کردیا اور شا دریا دہ یہ عندیہ بھی دیا کہ آئندہ بھی ہم ہرقسم کی : مت کے لیے حاضر ہیں۔اگر ہماری قوم اس بات پر متفق ہوجائے کہ' 9/11 'بقول امریکی دانشوروں کے بش انتظامیہ کا کیا دھرا ہے۔۔کوئی مسلمان اس میں ملوث نہیں ہے،ہم کسی اسامہ وسامہ کونہیں جا...۔مشرف ا۔ غاصب تھا اور غاصب کے کیے ہوئے اقدامات کے ہم ذمہ دار نہیں۔تو اللہ جس طرح ایران اور وینزویلا کی طرف آ ç اٹھاتے ہوئے امر k کی گھگی بندھتی ہے اس ہی طرح پاکستان کی طرف میلی آ ç سے دیکھتے ہوئے اسے کئی بار سوچنا پڑے گا۔کیا پاکستان وینزویلا یا ایران سے کمزور ملک ہے؟

افغانستان اور عراق جیسے غیر ایٹمی ملکوں پر حملے کے لیے جس ملک کو پاکستان کی مدد درکار تھی وہ کس طرح پاکستان کو تورا بورا بنا سکتا تھا۔ اگر مشرف گھٹنے نہ ٹیک دیتا تو امریکہ عراق یا افغانستان پر کبھی حملہ آور نہ ہوتا۔ مشرف پر ایک اور مقدمہ چلنا چاہیئے۔ لاکھوں عراقی، افغانی اور پاکستانیوں کے قتل میں بالواسطہ (indirectly) ملوث ہونے کا!!!! اس کے لیے ہمیں کو اس ... ہوگا کہ ۹/۱۱ میں کس کا ہاتھ تھا۔۔۔

۱۲/دسمبر ۲۰۰۹ء

پیش بندی

دوسروں کا تو علم نہیں لیکن لفظ بزرگ کے سامنے آتے ہی ہمارے ذہن میں ایک ایسے عمر رسیدہ شخص کا تصور ابھرتا تھا، جس میں تقدس کا عنصر غالب ہوتا۔ ہم نے 'تھا' اس لیے کہا کہ یہ دیکھنے سے پہلے تھا۔ اب نہیں۔ ایران میں جا بجا یہ لفظ سامنے آتا ہے۔ بزرگ شاہراہ تو وہاں بہت ہی عام ہے۔ طبیعت اس دن صاف ہوئی جب منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنے جا رہے تھے۔ تینوں شیاطین تک پہنچانے کے لیے راستے میں عربی انگریزی کے علاوہ فارسی میں بھی رہنمائی کی گئی تھی۔ بڑے شیطان کی نشاندہی کے لیے بزرگ شیطان' لکھا دیکھ کر ایک لمحے کو ضرور ٹھٹکے لیکن پھر تہران کی بزرگ شاہراہ' نے ہماری رہنمائی بزرگ شیطان تک کردی۔ بہر حال نہ فارسی ہماری زبان نہ ہمیں فارسی کے بزرگ سے مطلب! اب ہم بھی عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ہم اور ہمارے دو ایک دوست بھی بزرگ ہیں۔ لیکن ہم سات آٹھ دوستوں میں صرف تین چار ہی واقعی بزرگی کے دعویدار ہیں۔ یہ اور بات کہ ان میں ایک جینوئن ہیں باقی بزعم خود۔ ہم خود ابھی بزرگی کے معیار پر پورے نہیں اترتے کیونکہ وقتاً فوقتاً ہم سے بچگانہ حرکتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ دوسرے یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے کہ ہم میں منافقت کا فقدان ہے اس لیے کھل کر اظہارِ رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے اپنی پارسائی کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے۔ جبکہ دوسرے اپنے آپ کو پارسا ظاہر کرنے کے لیے پنگوڑے سے ہی اپنے پاک دامن ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مبالغے کی حدوں سے گذرتے ہوئے کہتے ہیں" مجھے تو جب بھی لگتا تو رو رو کے آسمان سر پر اٹھا لیتا تھا۔ والدہ کو اللہ جنت نصیب کرے کہا کرتی تھیں کہ اس نے تو ایک دفعہ بھی بستر گیلا نہیں کیا''۔ جیسا کہ ہم نے کہا ایک بزرگ جینوئن ہیں جو کافی پڑھے لکھے ہی نہیں ڈاکٹر بھی ہیں۔ نمازی تو ہیں ہی وظائف کا بھی ورد کرتے رہتے ہیں۔ دینی مسائل اور احادیث پر بھی گہری نظر ہے لیکن ان باتوں کا اظہار نہیں کرتے۔ کبھی اپنے 'پہنچے' ہوئے ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں سگریٹ نوشی کثرت سے کرتے ہیں۔ دوسرے دو حضرات پڑھے لکھے تو نہیں ہیں لیکن اپنے پہنچے ہوئے ہونے کے دعویدار ضرور ہیں۔ انہیں

پیروں اورفقیروں کےؒ رے میں کافی معلومات ہیں۔ا ی کوعلم اعداد کی کچھ شُد بُد ہےاس لیےتعوی گنڈے بھی کرتے ہیں۔کچھ پیروں اورولیوں کی حکاۓ ت بھی ؒ د ہیں۔اس لیےاپنے آپ کوبھی پیر سمجھتے ہیں۔طر g کےؒ م پر شریعت میں ڈ+ ی مار جاتے ہیں۔* رسائی کے دعو+ ار بھی ہیں لیکن کبھی کبھی کچھ ؒ دہ ہی د* دار بن جاتے ہیں،جس کے لیے پیش بندی کررکھی ہے۔دوسرے صا # بھی پیچھےنہیں۔یہ کچھ ؒ دہ ہی چلتے پرزے ہیںؒ ۔قاعدگی سے پیری مر+ ی کا سلسلہ ` رکھا ہے ؒ پنچوں شرعی عیب سے مبرانہیں۔ا ی* رہمارے ا ی دو & کو کوئی تکلیف ہوگئی۔بہت علاج کرؒ ے افاقہ نہ ہوا۔اتفاق سے ان جعلی پیر کے سامنے ذکرنکل ؒ ۔انہیں ہماری موجودگی کا احساس نہیں رہا اس لیے علاج بتانے لگے کہ روزانہ نہانے کےؒ نی میں بیری کے پتے ڈال کرؒ ل8 ؒ نی پر سات ؒ رآئیت الکرسی پڑھ کر دم کرؒ پھرا ی ۔ بڑےؒ $ میں بیٹھ کرنہا8 ۔خیال رہےؒ نی ادھر ادھر/ نہ ہیؒ ئے۔ پھرؒ نی کو کسی جھاڑی * پودوں میں ڈال دیں ؒ کہ دم کیا ہو ؒ نی پیروں میں نہ آئے۔ہم خاموشی سے سن رہے تھےلیکن رہانہیں H تو اسے آڑے ہاتھوں e ہوئے بولے۔ ’ابے دماغ%اب ہوا ہے جو اپنی جال سازی یہاں بھی ` رہا ہے۔دم کیا ہوؒ نی پیروں میں نہ آئے اور نہاتے میں چاہےجسم کی کسی بھی حصے سے گذرؒ ہوا نہانے والے کے پیروں میں جمع ہو جائے۔‘یہ سن کر & دو & اس کا مذاق اڑانے لگے۔کھسیاؒ ہوکر کہنے لگا’ بھئی اب آپ لوگ نہ مانو تو مرضی‘۔جیسا ہم نے بتاؒ موصوف میںؒ نچوں شرعی عیب موجود ہیں۔انہوں نے بھی اپنی+ معاشیوں کی پیش بندی کررکھی ہے۔یہ اور * ت کہ صرف ہم سے گھبراتے ہیں۔ا ی اور ہیں،نسبتاً معصوم۔صرف دوسروں کی Õ لی میں پہنچے ہوئے W کی کوشش کرتے ہیںؒ ن کے اتنے شوقین کہ ہم نے ان کا موںہہ * ن کے بغیر نہیں دیکھا۔کچھ کھاتے ہوئے * ن کوا ی طرف کرنے میں ملکہ حاصل ہے۔موںہہ اتنالال رہتا ہے کہ قلفی کھاتے ہوئے انہوں نے ا ی* رگی جو قلفی کو موںہہ میں لیا تو قلفی نے اپنا رنگ + ل لیا۔اور & سمجھے کہ ان کےؒ س چوکؒ رہے۔انہیں بھی مزاروں سے عقیدت ہے۔پیری مر+ ی سے بھی کافی لگاؤ ہے۔یہاں -- تو ٹھیک ہےلیکن ہمیں ان سے اس * ت پر اختلاف ہے کہ سارے مسلمان .A میں جا N گے،اس لیے کچھ غیر شرعی کام بھی ان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ہم انہیں سمجھاتے تو ہیں کہ یہ در & ہے1 یہ کون طے کرu کہ کون مسلمان ہے۔ا/ کوئی شرک

کا مرتکب ہواتو .A میں کیسے جائے گا۔ان کا عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ ہم بے بسی محسوس کرتے ہیں۔ان میں بھی کچھ د* وی کمزورؒ ں ہیں جن کے لیے انہوں نے بھی پیش بندی کررکھی۔یہ پیش بندؒ ں کیسی ہوتی ہیں یہ ہم آپ کو مندرجہ ذیل کہانی سنانے کے بعد بتا N گے۔ا ی کر$ ، ؒ ؒ دشاہ کا ذکر ہے جسے لوٹنے کا منصوبہ پڑوسی ملک کے دو بھائیوں نے بنا ی اور دؒ رمیں پہنچ گئے ؒ دشاہ سے کہا کہ ؒ دشاہ سلامت ہم جولا ہے ہی نہیں،ڈریس ڈیزائنر بھی ہیں اور اپنی Xا دکردہ کھڈی پر ایسی پوشاک سونے اور چا+ ی کے ؒ روں سے تیار کر h ہیں جو آپ جیسے ایمان دار کے علاوہ کسی کو Ā نہیں آئے گی۔ا ی تو یہ پوشاک د* میں فقط ا ی ہو گی ، دوئم اس کو پہنے کے بعد آپ اپنے کر$ وزیروں ،مشیروں اور افسروں کو پہچان بھی لینگے ؒ دشاہ نے رضامندی ظاہر کی تو دونوں نے سونے چا+ ی کی کثیر مقدار کے علاوہ ریشم کی فرمائش کردی ؒ کہ ؒ دشاہ کے کومل جسم پر سونے چا+ ی سے کوئی%اش نہ آ جائے۔مطلوبہ چیزیں ملنے کے بعد انہوں نے کھڈی پر کپڑ O شروع کرؒ ۔ا ی وزیر ہوشیار چند کو ہشیاری سوجھی تو وہ دیکھنے پہنچH ۔خالی کھڈی کو چلتے دیکھ کر اس نے ؒ دشاہ کو اطلاع دی کہ ہفتہ ہH ہے لیکن کپڑے کی کوئی شکل دکھائی نہیں دے رہی۔جولا ہوں کو طلب کیا H تو انہوں نے بتا ی کہ کپڑا تو تیار ہے بس اب کٹائی اور سلائی کا کام شروع کرنے والے ہیں۔وزیر کی دی ہوئی اطلاع سن کر بولے حضور ہم نے تو پہلے ہی کہہ ؒ تھا کہ بے ایمانوں کو یہ پوشاک Ā نہیں آئے گی۔کچھ دن پہلے ا ی وزیر ؒ تھا اور ہم سے رشوت طلب کر رہا تھا۔ہمارے انکار پر اس نے ہمیں ڈرؒ دھمکا ی اور پوچھنے لگا کپڑا کہاں ہے ۔ہم نے دکھا ی تو اسے Ā نہیں ؒ کیو è اس کی M میں کھوٹ تھا۔سن کرؒ دشاہ نے اس وزیر کو ملک+ رکرؒ اور پوری کیبنٹ کو اسکی بے ایمانی اور ا • م سے آگاہ کرؒ ۔اب تو ہر وزیر،مشیر اور افسر کے کان ہو گئے۔ہر ا ی* ؒ دشاہ کو بتاؒ کہ پوشاک نر د & ہے۔کارv واقعیؒ کمال ہیں۔غرض پوشاک تیار ہوئی ؒ دشاہ کو دکھانے کے لیے دونوں بھائی دؒ رمیں پہنچے۔جیسے ہی دونوں نے اپنے خالی ہاتھ بلند کیئے ہر طرف سے واہ واہ کا شور اٹھا کیا خوبصورت لباس ہے۔بھئی کمال ہے۔چمک تو دیکھو۔واہ واہ۔۔ؒ دشاہ کو ہاتھ خالی Ā آئے ۔1 اپنے کر$ ہونے کا کیونکر بھا+ ا پھوڑؒ اس لیئے خود بھی لگا تعریف کرنے۔کارv وں کو اپنی کارv ی کی کامیابی پر خوشی ہوئی لیکن اس خوف سے بھا+ ا جلدؒ + پھوٹنا تو ہے ہی اس لیئے جلدی سے سیف ا/ ٹ

(safe exit) کی خاطر رخصت کی اجازت طلب کرتے ہوئے بولے'' عالی جاہ اس لباس کو زیب تن کرنے کے لیئے بہترین دن آپ کی سالگرہ کا ہوگا۔ آپ جلوس کی شکل میں پورے شہر کا چکر لگا ئیں۔ عوام بھی دیکھ لیں گے اور آپ کو شہر کے بے ایمانوں کا بھی پتہ چل جائے گا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر دونوں کو انعام و اکرام سے نوازنے کے بعد اپنے چیف پروٹوکول افسر کی معیت میں ائیر پورٹ روانہ کیا۔ دونوں بھائیوں نے پیش بندی کے طور پر پروٹوکول افسر کو سمجھا دیا کہ زمانہ خراب ہے ہر شخص کی نیت میں فتور ہے اس لیئے بادشاہ کے عذاب سے بچنے کے لیئے عوام کو خبردار کر دینا۔ ورنہ سارے مارے جائیں گے۔ پروٹوکول افسر سمجھدار تھا اس لیے فوراً سمجھ گیا اور رعایا کو بچانے کی فکر میں لگ گیا۔ سالگرہ کے دن بادشاہ کے خادموں نے بادشاہ کی پسندیدہ وردی اتاری اور اسے طلسمی لباس پہنا دیا۔ ہر درباری نے دل کھول کر داد دی۔ جان جانے کے خوف نے ان کی ہنسی چھین لی تھی ورنہ مارے جاتے۔ بادشاہ ایک کھلی بگھی میں کھڑا ہو گیا اور جلوس روانہ ہوا۔ سڑک کے دونوں طرف عوام کا ٹھاٹیں مارتا سمندر تھا۔ چیف پروٹوکول افسر کی وجہ سے عوام نے تعریف میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور واہ واہ کے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے رہے لیکن ایک اہواس بچے کا جس نے بادشاہ کو دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔ 'ارے بادشاہ تو ننگا ہے'' تو آپ نے ملاحظہ فرمائی جولاہوں کی پیش بندی۔ اب ہم آتے ہیں اپنے پہنچے ہوئے بزرگوں کی طرف۔ پہلے وہ جو تعویذ گنڈے فی سبیل اللہ دیتے ہیں اور پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا زیادہ ہے۔ اس لیے انہیں دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ان کے کرتوتوں کا علم نہ ہو جائے اس لیے پیش بندی کے لیے ایک دن ہمیں بتایا کہ بہت زیادہ پڑھنے پڑھانے اور وظائف کرنے کے علاوہ ضرورت مندوں کے لیے چلہ کشی کی وجہ سے عامل حضرات اس خوف سے کہیں ان میں غرور نہ پیدا ہو جائے، اس لیے دنیا کو دکھانے کی خاطر وہ کچھ ایسے ایسے کام بھی کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں پوجنا نہ شروع کر دیں۔ ہم صرف لاحول پڑھ کر رہ گئے۔ زیادہ پان کھانے والے بزرگ کا قول ہے کہ بہت زیادہ وظیفے کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ کثرت سے چائے یا سگرٹ نوشی کرے۔ بہت سے لوگ اس سے بھی شوق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ ان کے بس نہیں ہوتی۔ میں بھی جو ہر وقت پان چباتا ہوں وہ اس لیے ہے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں پڑھائی میں مشغول ہوں۔ ہم نے دل میں مسکراتے ہوئے کہا ہاں میں بھی ایسے دو

تین بزرگوں کو جانتا ہوں جو بھنگ پیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے یہ بھنگ نہیں ہے بلکہ حضرت۔۔۔۔۔۔ (ہم نام نہیں لکھ رہے۔ اتنی بڑی ہستی کا نام کم از ہم تو نہیں لکھ سکتے) کی بوٹی ہے۔ ان دوستوں کے علاوہ ہمارے ایک بزرگ کو بھی پہنچے ہوئے ہونے کا دعویٰ ہے بقول خود کے، ان کے پاس ۴۰ موئکل ہیں۔ ہم نے ایک دن ٹوکا کہ آپ باتیں بڑی بڑی کرتے ہو نماز تو پڑھتے نہیں۔ کہنے لگے ہم تو پڑھتے ہیں کسی کو نظر نہیں آتے۔ اب وہ ہمارے بزرگ دوستوں میں سے تو تھے نہیں اس لیے وہ بے نقط سنائی کہ کچھ دن بعد نماز پڑھتے ہوئے نظر بھی آنے لگے۔ ایک اور بزرگ کا کمال یہ ہے کہ خواتین کو الٹرا ساؤنڈ کی مدد کے بغیر لڑکا یا لڑکی کی آمد کا بتا دیتے ہیں۔ ایک دن ہماری موجودگی میں ایک خاتون نے بیٹے کے لیے استدعا کی تو فرمایا مشکل ہے۔ اس بار بھی لڑکی ہوگی۔ عورت بولی حضرت آٹھ تو ہو چکی ہیں۔ فرمایا اللہ کی مرضی۔ خاتون کے جاتے ہی ایک ڈائری اٹھائی اور اس پر کچھ لکھنے لگے، ہم نے پوچھا کیا لکھ رہے ہو تو صفحہ ہمارے سامنے کر دیا۔ لکھا تھا 'مائی فلاں کے اس بار لڑکا ہوگا'۔ ہم نے پوچھا یہ کیا فراڈ؟ تو (وہ ہنسی) ہنستے ہوئے بولا یہ پیش بندی ہے اگر لڑکی ہوئی تو ٹھیک اگر لڑکا ہوا تو کہہ دونگا یہ تو مجھے پہلے سے ہی علم تھا۔ ثبوت کے طور پر یہ ڈائری ہوگی۔ کہہ دونگا کہ آٹھ بیٹیوں کے بعد یہ خوشخبری بچے کے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے نہیں بتایا تھا۔ کیا سمجھے؟ ہم نے کیا سمجھنا تھا لیکن ہم نے اسے ایسا ٹھیک ٹھاک سمجھایا کہ کئی روز تک ہمارا سامنا کرنے سے گھبراتا رہا۔

۱۴/دسمبر ۲۰۰۹ء

نوائے وقت مورخہ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ء

‘56’ کروڑ کی چوتھائی

نہ جانے کیوں پ انے وقتوں میں لوگ اللہ تعالی سے ۵۶ کروڑ کی چوتھائی مانگتے تھے۔ سیدھے سادے طر j سے ۱۴ کروڑ کیوں نہیں مانگتے تھے؟ اس زمانے میں تو ۱۴ لاکھ بھی بہت ہوتے تھے پھر بھی نہ جانے کیوں کروڑوں کی فرمائش ہوتی تھی۔ پھر اتنا گھماؤ پھراؤ بھی سمجھ سے* بلا ہے۔ پہلے ۵۶ کروڑ کی* بت کی، بعد میں اس کی چوتھائی ما َ- لی۔ اللہ تعالیٰ سے یہ سیا & واقعی سمجھ میں نہ آنے والی ہے۔ Kl نوں کا معاملہ دوسرا ہے ان کے لیئے تو کہا جا* ہے کہ موت کا خوف دلاؤ تو بخار پ راضی ہو جاتے ہیں۔ اب ہمارا علم تو محدود ہے اس لیے ہمیں خبر نہیں کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ چوتھائی یعنی ۱۴ کروڑ دیئے* یہ نہیں۔ دوسری* بت یہ کہ اللہ کے دینے کے طر j ; الے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہو* کہ صبح اٹھے تو سرہانے مطلوبہ رقم رکھی ہو۔ وہ اس طرح دیتا ہے کہ ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔ کسی ممکنہ حادثے سے بچالیا۔ سمجھو کروڑوں کا فا+ ہ ہHیا۔ اولاد نکمی نکلی تو جانو کروڑوں کا نقصان ہHیا۔ اللہ کے پیمانے ہمارے پیمانوں سے مختلف ہیں۔ & جا... ہیں۔ لیکن اللہ تعالی کو چکر دینے کی کوشش کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں وہ ہمارا معبود ہے اور ہماری رگ رگ سے واقف ہے۔ کسی واعظ نے اپنے وعظ میں اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے لیے مثال دی کہ اللہ کے ‚ د یـ اربوں کھربوں کی حیثیت ایـ *پ ئی کے. ا. ہے اور سینکڑوں سال ایـ سکنڈ کے. ا. ـ واعظ کو شا+ یہ خیال نہیں تھا کہ جہاں اللہ کارساز ہے تو وہیں بندہ جعل ساز ہے۔ ایسے ہی ایـ چالباز نے اللہ سے فرمائش کی کہ مالک تُو تو غنی ہے تیرے ‚ د یـ کھربوں روپے ایـ *پ ئی کے. ا. ہیں، تو مالک مجھے ایـ *پ ئی » کردے + آئی میرے بندے بس ایـ سکنڈ ٹھہر جا۔ ہمیں یقین ہے ۵۶ کروڑ کی چوتھائی مانگنے میں بھی ایسی ہی کوئی چال ہوگی۔ پھر ۵۶ ہی کیوں؟ پورے ۶۰ یا ۵۰ کیوں نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس سے مشہورِ(*+* مِ) زمانہ ۵۶ چھری کی جا$ کوئی اشارہ ہو۔ ہو* یہ نہ ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ چوتھائی کی چوتھائی ہمارے آج کے کالم میں کام آگئی۔ ۵۶ کروڑ کی چوتھائی

یعنی ۱۴ کروڑ کسی کو ملے* یہ نہیں لیکن یہ حقیقت ہے ۱۴ کروڑ کی چوتھائی یعنی ساڑھے تین کروڑ کے لین دین کی * زگشت نے اونچے ایوانوں میں کھلبلی مچادی ہے۔ حرص وحوس کی وہ وہ داستا 3 سامنے آرہی ہیں کہ عقل بھی محوتماشہ ہے۔ بڑے بڑے $* شِ* پ ش ہو رہے ہیں۔ کرپشن کا لفظ جتنا آج سنائی دے رہا ہے شا+ یہ پورے ۶۵ سال میں نہیں سناHیا ہوگا۔ آدمی کے مردہ ضمیر کا بھی اب کھلے عامo% چا ہے۔ شرم وغیرت کے تو معیار ہی +ل گئے۔ کہاں کی غیرت اور کہاں کی شرم! اب تو فخریہ اپنے مقروض ہونے کا ذکر ہو* ہے، قرضے معاف کرانے والے ارفع واعلیٰ ٹھہرے ہیں۔ جتنا* یادہ قرضہ معاف کروا* یا اتنا ہی* یادہ عزت دار۔ ننگے بھوکوں کو کون قرضہ دیتا ہے؟ ہمارے اس بیان کی* Gتوایـ گورنر نے بھی یہ کہتے ہوئے کردی ہے کہ انہیں اپنا* م ‘N.R.O.’ کی لسٹ میں نہ* پ کرافسوس ہوا۔ ہم جیسے چھوٹی ذہنیت کے غری$ غر* جس کو ‘لعنت’ سمجھتے ہیں وہ ان کے ‚ د یـ تمغہ ہے۔ ۱۴ کروڑ کی چوتھائی جن صا # کو ملی وہ کوئی غیب سے نہیں ملی بلکہ اس کے لیے انہیں کافی محنت کرنی پڑی تھی۔ کچھ وکا) کی بطور فیس اور کچھ+ ورنِ خانہ مک مکا کرانے کا محنتانہ۔ اب یہ دونوں فریقین کی+ قسمتی کہ مک مکا والے جج صاحبان خود فارغ ہوگئے۔ ورنہ ہم اور آپ بے خبر ہی رہتے اور ۹ ارب روپے ”۹ من تیل“ ہو جاتے اور رادھا بھی* چ پ آمادہ ہو جاتی۔ غلطی Kl ن سے ہوتی ہے۔ محنتانہ وصول کرنے والے تو خیر بھول گئے تھے کہ مک مکا کرنے والی عدلیہ فارغ ہو چکی ہے۔ ہنسی تو آتی ہے قرضہ e والے پ کہ اس نے قرضہ لے کر اسے بچانے کے لیے آدھی سے* یادہ رقم وکلاo% چ کردی۔ وکلا بھی ایسے *می اَ امی کہ کروڑوں میں کھیلتے ہیں۔ اس ہی لیے تو کسی* یانتدار کا مقدمہ نہیں لڑتے۔ اتنی بڑی فیس تو لٹیروں سے ہی مل سکتی ہے۔ ایـ ملکی لٹیرے کو بچانے کے لیے بھی ان لوگوں نے سرتوڑ کوشش کی تھی لیکن. اہو عوام کا کہ جاگ گئی اور آزاد عدلیہ بحال ہوگئی ورنہ مک مکا کا دور جاری رہتا اور ”کمائے گی د* کھا N گے ہم“ پ عمل بھی ہو* رہتا۔ ہمیں اس وقت ایـ بیٹری سیل بنانے والے صا #* یاد آرہے ہیں جو رو* رو رہے تھے کہ ہمارے. +ٹ کیÜ* بزار میں کیا آئی کہ ہمارا. بنس ہo% اب ہHیا۔ ہم نے عدا)-- جانے کا مشورہ* یا تو بولے ہم ‘25%’ منافع بمشکل کماتے ہیں جبکہ Õل ‘75%’ کمارہا ہے۔ مقدمے پ وہ ہم سے تین H* یادہ %چ کرسکتا ہے۔ یہ اس دور کی* بت ہے. # عدلیہ اور میڈ* یا دونوں ہی آزاد نہ تھے۔ عدلیہ کی آزادی کے

ثمرات تو ظاہر ہو* شروع ہو گئے لیکن میڈ* یا کی آزادی سے ا یک نقصان بھی ہوا ہے۔ اب ڈراموں میں دل نہیں لگتا۔ بس آٹھ بجے رات سے * رہ بجے تک ل کر نے والے کرداروں کے $ نئے ڈرامے دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر * رہ بجے کے بعد ریپیٹ (Repeat)' ٹیلی کا & ! ایسے ہی ڈرامے کے ایک کردار کو شکوہ کرتے دیکھا کہ۔ # بھی ہماری * پارٹی کی حکومت آتی ہے ہمارے خلاف کرپشن کے الزامات شروع ہو جاتے ہیں۔ اینکر پرسن * مروت تھے اس لیئے یہ نہ کہہ سکے' کرپشن ہوتی ہے تو الزامات بھی لگتے ہیں۔ آپ کرپشن بند کردو الزامات اپنی موت آپ مرجا N گے'۔ ایک وزیر کا رو* بجا تھا کہ & سے کم کرپشن ہماری * پارٹی کے لوگ کرتے ہیں جبکہ یہ ہمارا حق ہے۔ پھر بھی & سے کم کرپشن ہمارے دور میں ہوتی ہے۔ واقعی افسوس کا مقام ہے۔۔ حق ہونے کے * وجود کم کرپشن پر اکتفا کر رہے ہیں۔ اللہ جانے کیا مجبوری ہے۔ حالا è * پارٹی قر* * ں دیتی آئی ہے۔ کوڑے بھی کھائے ہیں۔ جیلیں بھی بھری ہیں۔ تو کیا اتنا بھی حق نہیں ہوگا۔ لوگوں کی * یاد داشت & ٹھیک نہیں * پارٹی کی قر* بانیوں کو بھول جاتے ہیں۔ آئے دن وزرا کو * یاد دلا * پڑ * ہے۔ ہمارا تو * پارٹی کو مشورہ ہے ایک ڈائریکٹری شائع کروادے، جس میں * پارٹی کے تمام صو * بائی اور قومی اسمبلی ممبران، سینیٹرز اور وزرا کا بتا یا جائے کہ کس کس نے کوڑے کھائے ہیں اور کون کون جیل میں رہا ہے۔ سرِ فہر & لکھے جانے کے قابل دو * م تو & ہی جا... ہیں۔ دونوں نے کافی مدت جیل میں گذاری ہے اور دونوں کا احسان قوم نے انہیں & سے اونچے منصب پر بٹھا کر ادا کر * یا ہے۔ بقا یا کا بھی علم ہو جائے تو قوم کی تشفی ہو جائیگی کہ انہیں بھی اé دی ہوئی قر* بانیوں کے عیوض صحیح صلہ 5 یا نہیں۔ آج ۱۶ دسمبر ہے اس لیے ہمیں مرحوم 'مشرقی * پاکستان' کی ایک فلم کا یہ ڈا ^ گ * یاد آ H یا "اَ غر $ کو مار * ہو تو اس کی عزت چھین لو۔ مرجائے گا اور امیر کو مار * ہو تو اس کی دو } چھین لو۔ ختم ہو جائے گا (یہاں تو دونوں ہی داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔ عزت بھی، دو } بھی)

۱۶ر دسمبر ۲۰۰۹ء

روز* نامہ * پاسبان مورخہ ۱۴ اگست ۲۰۱۰ء

قائدِ اعظم

قا+ اعظم بیک وقت خوش نصیب بھی ہیں اور + نصیب بھی، خوش نصیب اس لیے کہ ان کو قا+ اعظم کا جو لقب * یا H ہے اس سے بہتر کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ بس یہ سمجھیے کہ یہ قا+ ہونے کی % 0 ی حد ہے۔ قا+ ملت، قا+ جمہور $، قا+ عوام * یا قا+ اعلیٰ جیسے خطا * بات قا+ اعظم کا مقابلہ نہیں کر h۔ قا+ اعظم واقعی عظیم تھے۔ ان جیسا لیڈر بر صغیر تو کیا پوری د * میں پچھلی آٹھ دس صدی میں تو پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی آئندہ کسی کے پیدا ہونے کی امید ہے۔۔ # ہم یہ کہہ رہے ہیں تو یہ * بات رk رڈ پر لا * بھی ضروری ہے کہ اس میں کسی مذہبی شخصیت کا ذکر نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفر کا فتویٰ لگانے والے سرا َ م عمل ہو جا N۔ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے دور کا مسلمان چاہے کتنا ہی متقی اور پر ہیز گار کیوں نہ ہو اس ادنیٰ مسلمان کی پیروں کی خاک کے بر ا بر بھی نہیں جس نے ایمان کی حا } میں حضور ﷺ V کو دیکھا ہو۔

د * کے کسی لیڈر کو لے لیجئے۔ قا+ جیسی فہم و فرا & کسی میں نہیں۔۔ # یہ کہہ رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری خوبیاں کسی ایک شخص میں نہیں ملے گی۔ کوئی مد بر ہے تو کوئی مقرر۔ کوئی دانشور ہے تو کوئی * یا $ دار۔ کسی میں قا+ انہ صلا A یا ہے تو کسی میں دلیری۔ کوئی سچا ہے تو کوئی صاف گو۔ غرض کہ تمام خوبیاں اَ یک جا ملیں گی تو فقط قا+ اعظم میں۔ قا+ اعظم نے اپنے محدود وسائل کے * وجود جن پہاڑ جیسے مسائل کا مقابلہ کیا وہ کسی عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ غیروں سے لڑ * آسان ہو * ہے لیکن آستین کے سا Z ں سے مقابلہ کچھ معنی ر r ہے۔ خاص طور پر مذہبی ٹھیکیدار اَ مخالفت پر کمر بستہ ہو جا N تو عوام میں پذ یرائی مشکل ہو جاتی ہے۔ پھر مذہبی ٹھیکیدار بھی کون؟ وہ جو * بات بے * بات صرف کفر کے فتوے صادر کرنے پر قادر تھے۔ بیچارہ لاؤڈ سپیکر کس شمار میں تھا وہ لوگ تو قا+ اور اé بیگم محترمہ مریم جناح (محترمہ رتی جناح) کو بھی مسلمان ماننے پر تیار نہ تھے، جبکہ محترمہ کے اسلام قبول کرنے کی خبر سارے اخبارات میں چھپی تھی اور * پارسیوں نے ہنگامہ بھی

کھڑا کیا تھا۔بس لاعلم رہے تو یہ علماء۔عقل کے مارے یہ نہیں سوچتے کہ انہیں سول میرج کرنے میں کیا چیز مانع ہوسکتی تھی۔

جس وقت قا+ کانگریس کی عبوری حکومت کی چیرہ دستیوں سے. سرپیکار تھے یہ علماء کانگریس کے ساتھ کھڑے تھے۔قا+ اعظم کی فہم وفرا & جانچنے کے لیے یہ ہی بہت ہے کہ تقریباً ۰ ۷ سال پہلے انہوں نے ''بندے ماہترم'' کی مخالفت کی تھی اور کانگریسی حکومت کے خاتمے پ مسلم لیگ نے یوم • ت منا* یا تھا۔جبکہ جمیعت علمائے ہند کو ۰ ۷ سال بعداب یہ توفیق ہوئی کہ بندے ماہترم کے خلاف فتویٰ صادر فرمارہے ہیں۔قا+ نے غلط تو نہیں فرما* یا تھا کہ ہمارے ساتھ مولا* ۔ n ش احمد عثمانیؒ ہیں، جن کا علم وفرا & ا- پلڑے میں اور بقا* یا علما کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو مولا* عثمانیؒ کا علم ان پ بھاری ہوگا۔یہ وہی مولا* ہیں جنہوں نے مولا* اشرف تھانویؒ کے ساتھ قا+ کی دینی M. کی تھی اور جنہیں ہم مفسر قرآن شیخ الاسلام حضرت مولا* n ش احمد عثمانیؒ کے * م سے جا... ہیں۔آپ نے قا+ کی ú ز جنازہ پ ڑھاتے وقت اپنی تقر یر میں جو کچھ فرما* یا اس کا مفہوم یہ تھا کہ وہ بیشتر . رگان دین اور علماء کی صحبت میں رہے لیکن قا+ جیسا ایمان * . للہ کسی اور میں نہیں دیکھا۔بقول منشی خان عبدالرحمان خان ''وہ صا # ارشاد تھے۔حضور نبی ﷺV کے محبوب امتی اور . گذ+ یہ شخصیت بھی۔وہ عارف * . للہ تھے۔''منشی صا # نے دو کتابیں 'کردار قا+ اعظم' اور قا+ اعظم کا عقیدہ' . ڑے اہتمام سے لکھیں۔ان میں ایسے دستاو . ی حقائق پیش کیے گئے ہیں جنہیں جھٹلا* یا نہ جاسکا۔گواہوں کی فہر & میں وہ صا # کمال دینی ہستیاں ہیں جن پ شبہ کر* بھی * ممکن ہے۔ان میں سے ہم فقط، غازی صا #ؒ کا ذکر کریں گے۔غازی صا # کے * . رے میں منشی صا # لکھتے ہیں (حوالہ کے لیے دیکھیے منشی عبدالرحمٰن کی 'کتاب + گی' کا صفحہ ۷۳) کہ آپ 'غازی' کے عرف * م سے معروف تھے۔کسی زمانے میں بغداد میں سونے کا کرو * . رکرتے تھے۔لاکھوں میں کھیلنے والے کی ایسی کا* یا پلٹی کہ انہوں نے قا+ اعظم کی روحانی اصلاح پ معمور من اللہ ہوکر لاہور میں کتابوں کا کارو * . رشروع کیا اور * ج کمپنی کے قرآن لے کر حالات کا جا ٔ ہ e کے لیئے ملک کے طول وعرض میں دورے کرتے رہے۔اپنا ! ش ورسوخ اتنا . ڑھالیا کہ مسلم لیگ کے رکن بن کر قا+ کے مقرب ومعتمد بن گئے۔بظاہر وہ ا-*%کتب تھے 1* . طن میں وہ + ال تھے۔مضمون کی طوا) کے پیش Ã ہم اختصار سے کام e ہوئے اتنا بتا* چاہیں گے کہ قا+ اعظم کو بھی چوè ''عارف * . للہ'' کا مرتبہ بخشا H یا تھا اور روحانی دستور کے مطابق عارف کی + فین + ال کے ذمے ہوتی ہے اس ہی لیے غازی صا #ؒ نے تن تنہا قا+ اعظم کے جسد خاکی کو علامہ n ش احمد عثمانیؒ، لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر اور خواجہ * ظم الدین کی موجودگی میں لحد میں * را تھا۔اس کے لیے انہیں اپنی . ہ روانگی م%کر* پ ڑی۔۱۲ستمبر ۱۹۴۸ کو جہاز میں اپنا سامان چھوڑ کر جنازے میں شر ! کی تھی۔. # قا+ کے %ی سفر کا ذکر ہو ہی رہا ہے تو ہم جناب اسد ملتانی کے اس خط کا ضرور ذکر کریں گے جو انہوں نے منشی عبدالرحمٰن کو ۲۸ستمبر کو لکھا تھا 5 حظہ ہو۔'قا+ اعظم کی وفات کے سلسلے میں ا- خاص * . ت جو غالباً اخبارات میں نہ نکلی یہ تھی کہ ان کے لیے کوئی خاص * بوت نہیں بنو* H یا تھا۔قر $ کی مسجد سے عام * بوت منگو* H یا تھا جس میں معمولی کھجور کے پتوں والی چٹائی بچھی ہوئی تھی * بوت پ محض * پ کستانی پ چم تھا، کسی قسم کی کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔جھنڈے کے او پ سر کی جا $ تھوڑے سے پھول تھے البتہ قبر پ پھولوں کے ml رلگ گئے۔روزانہ پھول ہٹائے جاتے ہیں اور نئے پھولوں کا ml رلگ جا* ہے۔ابھی -- رات دن قرآن خوانی کا سلسلہ جاری ہے۔اور لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔اس مرد: انے عجیب موت * پ ئی ہے'۔قا+ کی ú ز جنازہ میں جہاں کہیں حیرت انگیز * . تیں دیکھنے میں آ N وہاں چشم فلک نے یہ بھی دیکھا کہ لاکھوں مسلمانوں کی موجودگی میں کئ* پ رسی اور عیسائی بھی اضطراری طور پ صف میں کھڑے ہوگئے۔کہتے ہیں بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جنکی ú ز جنازہ پ ڑھنے والے بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔میت اللہ کے پیارے کی ہوتی ہے ú ز پ ڑھانے والا بھی اللہ کا ولی ہو* ہے۔میت قا+ اعظم کی تھی ú ز پ ڑھانے والے مولا* n ش احمدؑ ثمانیؒ جنہیں ú ز پ ڑھانے کی K رت ہوئی تھی اور لحد میں * رنے والا + ال تھا، جس نے تن تنہا انہیں لحد میں * را تھا۔

ہم نے شروع میں لکھا تھا کہ قا+ بیک وقت خوش نصیب بھی تھے اور + نصیب بھی۔خوش نصیبی دیکھیے کہ ú ز جنازہ علامہ نے پ ڑھائی اور + فین ا- + ال کے ہاتھوں ہوئی۔جتنے قرآن ا ê مزار پ پ ڑھے جاتے ہیں اتنے کسی اور لیڈر کو نصیب نہیں۔ا/ کوئی * . دشاہ، وز یر * یا امیر %تا بھی اتنے ختم قرآن کر* چاہے تو نہیں کرواسکتا۔قا+ اعظم نے مر کر بھی د * وی* ریخ میں ایسا مقام حاصل کیا جو آج -- کسی لیڈر کو نصیب نہ

ہوا بد نصیبی یہ کہ آج ان کا پاکستان غلط ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔ آج انہیں سیکولر ثابت کرنے پر سارا زور لگایا جا رہا ہے۔ پچاسوں بار انہوں نے مسلم اسٹیٹ کی بات کی۔ کئی بار انہوں نے قرآن کی بالادستی کا کہا۔ ماؤنٹ بیٹن سے کہہ دیا کہ ہمارے آئین کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں وہ تو ہمیں ۱۴سو سال پہلے ہی قرآن کی شکل میں مل چکا ہے لیکن ہمارے دانشور اس کو بھول گئے اور ایک تقریر کو جو انہوں نے گورنر جنرل کی حیثیت سے کی تھی اس کو توڑ مروڑ کر سیکولر ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ گورنر کی حیثیت سے انہوں نے جو کہا تھا اس کا مطلب تھا کہ اب سارے مذاہب کے لوگ پاکستانی ہیں اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہونگے۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی مسئلہ کسی مسلمان اور کسی اقلیتی کے درمیان ہو تو مسلمان ہونے کے ناطے مسلمان کو فوقیت ملے گی لیکن یار لوگ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اسٹیٹ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر سیکولر ہوتے تو نکاح کی بجائے کورٹ میرج کرتے۔ بیگم کو مشرف بہ اسلام نہ کرتے۔ بیٹی کو غیر مسلم سے شادی کی پاداش میں عمر بھر صورت نہ دکھانے کا حکم نہ صادر کرتے۔

قائد نے تو سکھوں کو بھی ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی لیکن ماسٹر تارا سنگھ کی ہٹ دھرمی آڑے آئی۔ بعد میں ہندوؤں کے ہاتھوں رسوا ہونے کے بعد افسوس کیا کہ غلطی ہوگئی تھی۔ ایک اقلیتی لیڈر جناب مینڈل تو پاکستان آ بھی گئے تھے لیکن سازشیوں نے انہیں بھی ٹکنے نہیں دیا۔ طُرفہ تماشہ یہ کہ وہ حضرات جو بقول شخصے فقط آٹھ کی (جمعہ کی) کھاٹ کی (جنازے کی) اور تین سو ساٹھ کی (عیدین کی) نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی قائد کے نمازی ہونے پر شک کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں فقیر منش، دیانتدار مولانا حسرت موہانی کا سنایا ہوا یہ واقعہ کافی ہوگا۔ مولانا کانگریس کے سرگرم کارکن تھے۔ ایک دن غصے میں تہیہ کر کے کہ آج میں جناح سے نپٹ کر ہی رہوں گا۔ جناح صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ ملازم نے روکتے ہوئے کہا کہ اس وقت صاحب کسی سے نہیں ملتے۔ یہ سن کر مولانا طیش میں آگئے اور بقول خود ملازم کو ہٹا کر اندر چلے گئے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا تو انہوں نے کھڑکی سے جھانکا اور حیرت زدہ رہ گئے یہ دیکھ کر کہ قائد مصلے پر خضوع وخشوع سے نماز میں مشغول تھے۔ مولانا فوراً پلٹ گئے اور پھر کبھی قائد کی مخالفت نہیں کی۔ قائد نے جو کچھ مسلمانوں کے لیے کیا، اگر اس سے کم بھی زیادہ کسی مولوی نے کیا ہوتو بتا دے ہاں روڑے بچھانے میں پیش پیش تھے۔ ان علماء کی وجہ سے کانگریسی کہتے تھے کہ مسلمان تو

ہمارے ساتھ ہیں لیکن الیکشن میں پول کھل گئی۔ ایک بھی کانگریسی مسلمان جیت نہ سکا۔ حتیٰ کہ سرحد میں سرحدی گاندھی کے پیروکار ایک بھی سیٹ نہ لے پائے۔ آج بھی ایک مخصوص گروہ قائد کے ایک کیریکچر پر ان کی گیارہ اگست کی تقریر کے اقتباسات، سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے سنائے جا رہے ہیں۔ نہ جانے کیوں ماؤنٹ بیٹن کی موجودگی میں کی گئی ۱۳اگست کی تقریر نہیں سناتے، جس میں آئین کے حوالے سے قائد نے قرآن کا ذکر کیا تھا۔

۱۹/دسمبر ۲۰۰۹ء

شکریہ جسونت سنگھ

ہماری قوم کو امپورٹڈ چیزوں پر زیادہ اعتماد ہے۔ چاہے کوئی بیان ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی وضاحت سے پہلے قائد اعظمؒ کی یوم پیدائش کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ قائد اعظمؒ کی پیدائش کے موقع پر دانشوروں نے خوب خوب محفل سجائی۔ دانشوروں کے معاملے میں ہم خود کفیل تو پہلے ہی تھے لیکن اب اس میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اب مختلف چینلز کے اینکرز بھی اپنے تئیں نہیں تو اپنے ساتھیوں کے بقول دانشور ہو گئے ہیں۔ بس 'من ترا حاجی بگویم، تو میرا حاجی بگو' والی کیفیت ہے۔ یہ ہی رفتار رہی تو ہوسکتا ہے ہم سر پلس گندم کی طرح دانشوروں کو بھی ایکسپورٹ کرنے کے قابل ہو جائیں۔ دانشوروں اور ایک دو اینکروں نے اس بار ہمارے قائد کو سیکیولر ثابت کرنے کی کوشش میں کچھ پہلے سے زیادہ آزادیء اظہار کا مظاہرہ کیا۔ پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ بالکل ہی کھل کر اظہار نہیں ہوا۔ ہاں عوام کے ذہن میں بوائی کر دی ہے۔ دو چار سال میں فصل تیار ہوگی۔ ایسے میں جب ہمارے دانشور اور ٹی وی کے میزبان قائد کے قد کاٹھ کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جسونت سنگھ نے یہ کہہ کر کہ قائد اعظمؒ پاکستان کے نہیں بلکہ پورے ہندوستان کے عظیم رہنما تھے اور گاندھی بھی انہیں قائد اعظم کہہ کر مخاطب کرتے تھے، 'ہمیں شکریہ جسونت سنگھ' کہنے کا موقع فراہم کر دیا۔ ورنہ ہمارے اپنے تو گاندھی کو فوقیت دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایسے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب ہمیں بیانات بھی امپورٹ کرنے پڑیں گے۔ اس سے توازن بھی برقرار رہے گا۔ سر پلس دانشور ایکسپورٹ۔ اور پاکستان اور قائد اعظم کے حق میں دیے گئے بیانات امپورٹ۔ ہمارے بوٹے قد والے (لیڈر تو نہیں، کیونکہ انہیں لیڈر کہنا لیڈروں کی توہین ہے) ممبران اسمبلی، اپنے پنجوں پر کھڑے ہو ہو کر قائد اعظم کو سیکیولر ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان بونے سنگھوں سے کوئی یہ پوچھنے والا نہیں کہ اگر قائد سیکیولر تھے تو پھر ان کے اپنے صوبے میں ان کے سکہ بند سیکیولر قائدین کانگریس کے لیے ایک بھی سیٹ کیوں حاصل نہ کر سکے تھے۔ ان کی تو زبان، کلچر، سب ہی کچھ تو صوبے کے عوام جیسا تھا۔ پھر کیوں انہیں مسترد کر دیا گیا تھا۔ کیا صوبے کے عوام، مذہب کی بنیاد پر مسلم لیگ کے حامی نہ تھے۔ آج مشرف کی مہربانی سے الیکشن جیت گئے ہیں تو صوبے کے نام میں تبدیلی آرہی ہے انگریزوں کے زمانے میں بھی تو ان کی حکومت تھی اس وقت تبدیلیء نام کا خیال کیوں نہیں آیا۔ ایک بونے سنگھ، اللہ جانے حاجی ہیں یا نام حاجی ہے، یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سے 'اسلامی' نکال کر 'عوامی' ڈال دیا جائے۔ عوامی کا مطالبہ کرنے والے اس بچہ جمہورا کی عوام میں کتنی پذیرائی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پارٹی کی لیڈر نے اس مطابہ کا از خود نوٹس لے لیا ہے۔ جلد ہی انہیں لیڈری سے ہٹا کر عوامی بنا دیا جائے گا۔ آج ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اچھا اور بڑا دانشور وہ ہے جو پاکستان مخالف ہو یا اسلام مخالف۔ نہیں تو وہ، جو کم از کم حقیقت پسند ظاہر کرنے کے لیے قائد کی خوبیاں بیان کرتے کرتے ایک آدھ شوشا ان کی عیب جوئی کے لیے چھوڑ دے۔ اب الزام لگا دیا۔ صفائی پیش کرتے رہو۔ صفائی بھی وہ پیش کریں گے جو پہلے سے ہی قائد کے چاہنے والے ہیں۔ مخالفین کیوں تردد کریں؟ بحث چھڑ گئی۔ اب عوام کی قسمت کہ وہ کس کے نکتہء نظر سے متاثر ہوتے ہیں۔ ویسے باقاعدگی سے تو مباحثوں کا حصہ بنتے نہیں۔ بس، جہاں، جو، سن لیا وہ مستند ٹھہرا۔ یہاں ایک بات دہرانا ضروری ہے کہ مخالفین اس کام کو زیادہ تندہی سے کرتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ قائد کی ۱۱، اگست کی ایک تقریر کا آپ بہت چرچا سنتے ہیں جس میں انہوں نے اقلیتوں کے حق میں بات کی تھی اگر دیکھا جائے تو یہ میثاق مدینہ کی روح کے مطابق تھی لیکن ان لوگوں نے اس میں سے سیکیولرزم برآمد کر لیا۔ العیاذ باللہ۔ ان کا بس چلے تو شاید میثاق مدینہ کے بعد یہ لوگ اس وقت کے مسلمانوں کو بھی سیکیولر کہنے سے باز نہ آئیں۔ یہ لوگ ۱۳، اگست کی اس تقریر کا کبھی ذکر نہیں کرتے، جس میں قائد اعظم نے کہا تھا کہ ہمیں تو ۱۴۰۰ برس پہلے ہی ہمارے رسول ﷺ نے قرآن کی شکل میں آئین دے دیا تھا۔ قائد نے اپنی کسی ایک تقریر میں بھی لفظ سیکیولر استعمال نہیں کیا تھا۔ لیکن ہمارے دانشور حضرات اس لفظ کو قائد سے منسوب کرنے کے چکر میں دروغ گوئی کی تمام حدیں پار کر جاتے ہیں۔ حالانکہ قائد کی اس تقریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سیکیولرزم چاہتے تھے۔ نہ انہوں نے ایسی کوئی بات کی۔ بالفرض محال کہہ بھی دیا تھا تو اس کے لیے یہ اتنے بے چین کیوں ہیں۔ ان کی اور کون کون سی بات پر عمل

ہورہاہے جواس کے لیےطوفان کھڑا کر*ۃ یا ہے۔کیا جو کچھ یہاں ہورہاہے وہ قا‡ کے فرمانوں کی روشنی میں ہو رہاہے۔جھوٹ، بےایمانی، اقر*، پ وری، وعدہ خلافی، بہتان، جن سے قا‡ کوÐ ت تھی یہاں عام ہیں۔انہوں نے اپنی ساری جا‡ اۃ* پ کستان کودے دی تھی۔تنخواہ ا ی روپیہ e تھے۔کیا ہمارے حکمران اس پ عمل کررہے ہیں۔پھر H ! رۃ* ریخ کی تقر ی پ اتنازور کیوں؟ ۳* ریخ کی تقر ی تو بعد کی ہے اسکا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ا ی نئے نئے دانشور نے یوم قا‡ پ تو حد ہی کردی۔دوران انٹرویو ا ی تو انٹرویو e والی خاتون کے حسن کی وجہ بے وجہ تعریف کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں ۃ* ی۔دوسرے اپنی چند کمزوریوں کا بلاکم وکا & ذکر کر کے اپنے آپ کو سچا، کھرا اور صاف گو* $. کرۃ* ی۔اپنے آپ کو بے خوف ظاہر کرنے کے لیے مشرف کی تعریف بھی کردی۔اپنے آپ کو کھلے ذہن کا جتانے کے لیے اپنے صوبے کے لوگوں کی تھوڑی . ائی بھی کردی۔اپنے دو چار ہم عصر اینکرز کی کھل کر تضحیک کردی۔اپنے آپ کو لبرل اور* ن فنڈا میٹلسٹ کی حیثیت دینے کے لیے یہ بھی فر* ی کہ ان کی Ã میں آج کا دن کرسمس کے حوالے سے ۃ* ی دہ اہم ہے۔قا‡ پ تو کبھی بھی* .ت ہوسکتی ہے۔جیسے کرسمس پ آج کے علاوہ* .ت نہیں ہوسکتی۔بے چاری کمپیر رکو تو اس کے حسن کی تعریف کر کے پہلے ہی ارتھ (earth) کرۃ* ی تھا۔اب اس کے* پ س صرف ہاں میں ہاں 5 نے کے کوئی چارہ نہ تھا۔اپنے آپ کو سچا اور کھرا* $. کرنے کے بعد قا‡ کی تعریف کی اور پھر صاف گوئی کے لیے اپنا اختلاف بھی بیان کرۃ* ی کہ قا‡ نے خود کیوں گور C پسند کیا تھا۔ماؤ $ بیٹن کو کیوں نہیں بنا* ی۔اب یقین جانیے اس پ اتنی* .تیں ہوچکی ہیں اور اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ کوئی جینوئن دانشور اس پ کہنا 7 پسند نہیں کرے گا۔اَ/ خاتون کی جگہ کوئی اور ہو* تو پوچھتا کہ اس سلسلے میں اتنے دلائل سامنے آچکے ہیں۔کیا پ ڑھے نہیں* ی سمجھ نہیں آئے؟ وہم کا علاج لقمان کے* پ س نہیں تھا لیکن حماقت کا علاج تو خاتون کمپیر رکے* پ س ہو* چاہیے تھا لیکن بے چاری اپنے حسن کی تعریف سن کر احسانوں کے بوجھ تلے دب گئی تھی۔موصوف کے پ وَا اموں کے پ ومو (Promo) میں بتا* ی جا* ہے کہ موصوف ا ی ہی ہیں۔واقعی، ’ا ی ‘ ہی ہیں۔ان کے سطحی ہونے کے لیئے انکا پ وی مشرف کا حامی ہو* ہی کافی ہے۔لمبی بحث میں ا 1⁄2 کی بجائے کہ مشرف اچھا تھا* ی . ا یہ بتا* ی جائے کہ آ M توڑنے کی سزا کیا ہے۔ کوئی اچھا آدمی کسی کو قتل کردے تو کیا اسے اس لیے معاف کرۃ* ی جائے گا کہ وہ اچھا آدمی تھا۔اَ/ یہ درِ & مان

لیا H ! تو ہر آدمی کو حق ہوگا کہ راستے میں پ ڑے ہیروئن چیوں کو قتل کردے کہ یہ معاشرے کا* سور ہیں۔صحافت کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں یہ نہیں کہ مونہہ پھاڑ کر کسی کے* .رے میں کچھ بھی کہہ ۃ* ی۔جس طرح کے الفاظ موصوف نے ڈاکٹر شاہد کے* .رے میں کہے یہ انہیں زی $. نہیں دیتے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ آج کل دو تین صحافیوں نے ہر* ک شو کو ہارڈ* ک (HARD TALK) بناۃ* ی ہے۔جس طرح سے چیخ چیخ کر مہمانوں سے ۃ* ی دہ خود بولنے کی کوشش کرتے ہیں اس سے تو یہ لگتا ہے یہ اینکرز نہیں* پ رٹیسپنٹ (Participant) ہیں۔ہم صحافی نہیں لیکن پھر بھی موصوف کا* م لیئے بغیر یہ کالم لکھ رہے ہیں

۲۸ر دسمبر ۲۰۰۹

جھوٹ، جھوٹ نہ رہا

کافی عرصے پہلے ای- نغمہ سنا تھا، جو اچھا لگا تھا۔ بول تھے ’دو & ، دو & نہ رہا‘۔ سن کر یہ خیال * ی کہ دو & کے نہ رہنے کے لیے اس کا ہو* بھی تو ضروری ہے۔ اگ دو & ہو گا ہی نہیں تو نہ ہونے کا کیا سوال۔ ہوسکتا ہے اس ہونے نہ ہونے نے کنفیوژن پیدا کرڈ* ی ہو* بالکل اس طرح جیسے۔ ع

نہ تھا کچھ تو : اتھا، کچھ نہ ہو* تو : ا ہو*

ڈبو* ی مجھ کو ہونے نے، نہ ہو* میں تو کیا ہو*

اس کنفیوژن کو دور کرنے کے لیے ای- لطیفے کا سہارا e* ہیں۔ ہوا یہ کہ ای- شخص کافی ہاؤز میں داخل ہوا۔ فوراً ویٹر سے بولا’ جلدی سے ای- پ کافی لے آؤ۔ خوب گ م اور ہاں! وود آؤٹ کریم’’ without cream ’’(بغیر کریم کے)۔ ویٹر کچھ دی بعد لو* ٹ اور بولا’’ سر، کریم تو موجود نہیں ہے۔ دودھ ہے۔ کہیں تو ود آؤٹ ملک (بغیر دودھ کے) لے آؤں‘‘!!!

اب اس نغمے کے بول، شعر اور لطیفے کو ذہن میں رکھیے، ¶K اللہ ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ بہ آسانی سمجھ میں آجائے گا۔ ہم فقط یہ سمجھا* چاہتے ہیں کہ آج کل جھوٹ، جھوٹ نہیں، جھوٹ کے علاوہ & کچھ ہوسکتا ہے۔ جھوٹ فیشن ہوسکتا ہے، جھوٹ ای- آرٹ ہوسکتا ہے، ای-* پ لیسی ہوسکتا ہے۔ تکنیک ہوسکتا ہے۔ حکمت عملی، لائحہء عمل ہوسکتا ہے۔ ان &* ی ان میں سے کچھ کو استعمال کرنے والے کو اگ فقط ای- لفظ سے ظاہر کرنے کے لیے کہا جائے تو وہ بھی کر h* ہیں۔ لیکن اس سے فا+ ہ؟ خواہمخواہ کوئی وز*ی راض ہو جائیگا۔ اس لیئے آگے ب ڑھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ جھوٹ کو اتنے رنگ- کس نے دیے؟ یہ اچا- ہو* ی بتدریج اس نے اپنی جُون+ لی۔ یہ دور مشرفی کی* بات ہے۔ # میڈ* ی نے*ٹ ک شوز کا سلسلہ شروع کیا۔ ہوسکتا ہے یہ*ٹ ک شوز پہلے بھی ہوتے ہوں لیکن مقبولیت ۹ مارچ کے بعد ملی۔ # چیف جسٹس کو معذول کرڈ* ی H۔ اینکر پ Ü، وزی وں کو بلواتے، وکیلوں، مبصروں، تجزیہ نگاروں کے علاوہ دانشور حضرات بھی آتے۔ خوب بحث

مباحثے ہوتے۔ وزی بے چاروں کا کمزور موقف انہیں جھوٹ کا سہارا e پ مجبور کر* *ت اتنی ب ڑھی کے وزی وں نے جھوٹ میں مہارت حاصل کرلی۔ ان جھوٹوں کے پیش امام تو ایم اے غلط بیانی کے* م سے مشہور ہوئے۔ دوسروں میں شیر افگن، شیخ رشید، وصی ظفر، طارق عظیم کے علاوہ بھی کئی اور تھے جو پیش امام کے پیچھے نہیں بلکہ ساتھ تھے۔ یہ ہی لوگ تھے جن کی وجہ سے ہمیں ’’جوتوں سمیت آنکھوں میں گھسنے‘‘ والا محاورہ سمجھنے میں آسانی ہوئی۔

اس دور میں جھوٹ اور سچ میں تمیز کر* مشکل ہوگئی تھی لیکن بقا* ی صفات جو اوپ بیان کی جا چکی ہیں ابھی جھوٹ کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں نہ لے* پ ئی تھیں۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ میڈ* ی رہا ہو جو اس وقت-- اتنا با* نہیں ہوا تھا۔ بعد میں میڈ* ی نے # وزی وں کو دیوار سے لگا* شروع کیا تو انہوں نے بھی اپنے جھوٹ کو نئے نئے رنگ- دینا شروع کردیے۔ اب یہ ہونے لگا کہ میڈ* ی نے پ انے کلپ دکھانے شروع کیے، تو وزرا نے ’’میں نہ مانوں‘‘ کی* پ لسی اپنالی۔ اب اس کے لیے آرٹ کا سہارا لیا H اور جھوٹ کو ای- آرٹ بناڈ* ی۔ ان کا اب یہ حال ہے جو اس شخص کا تھا جس نے ای- غلط* بات پ شرط لگالی تھی۔ رقم خطیر تھی اس لیے ای- دو & نے کہا* ی ر یہ کیا کیا۔ تمہارے § کا تو رتی بھر بھی چانس نہیں۔ رقم تو ہاتھ سے جائے گی۔ مخالفین چٹکی بجاتے تمہیں غلط* $. کرد 8‘۔ ہنس کر بولا ’ایسے ہی* $. کر دیں گے، میں مانوں گا ہی نہیں تو کیا کرلیں گے‘۔ اب جھوٹ ای- آرٹ ہے۔ آرٹ کے علاوہ اب کچھ وزرا* پ لیسی کے تحت بولتے ہیں اس لیے وہ سمجھتے ہیں* پ لیسی کے تحت بول رہے ہیں تو یہ جھوٹ کیسے ہوا؟ اس ہی طرح کچھ اسے فیشن کے طور بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ پہلے پہل تو یہ وزرا کچھ سہمے سہمے رہتے تھے پھر وقت گذر* H تو انہوں نے حکمت عملی+ ل ڈالی۔ اب تحمل کی بجائے چیخنے ` نے اور مخالف کو نہ بولنے دینے والی حکمت عملی اپنالی گئی۔ لائحہ عمل یہ رہا کہ سوال کے جواب کو اتنا طول دو کے مز+ ی سوالات آ ہی نہ سکیں۔ یہ* پ لیسی کامیاب رہی کہ اینکر پ Ü کا کنٹرول ہی ختم ہو H۔ اب مطالبات بھی ب سر اقتدار لوگ کرنے لگیں ہیں۔ یہ* بالکل اس طرح ہے جیسے پولس مطالبہ کرنے لگے کہ چوروں کو پکڑا جائے۔ ایسا محسوس ہو* ہے %ب اختلاف کی Ú ئندگی کر رہے ہیں اور جو کچھ کر* ہے وہ ان کا نہیں اوروں کا کام ہے۔ مز+ ی لطف یہ کہ وزرا کی بجائے مخالفین سسٹم بچانے کی فکر میں پ ڑ گئے ہیں۔

آج جتنی ہم آہنگی مختلف فرقوں میں دیکھنے میں آرہی ہے شا# کبھی نہ تھی۔امریکہ اور قا* نوں سمیت کئی # یکھی طاقتیں فرقہ وارانہ فساد کرانے کے درپے ہیں لیکن انہیں* کامی کا مونہہ دیکھنا پڑ رہا ہے، ایسے میں ا- حکومتی ú ئندے کو مونہہ سے جھاگ نکالتے ہوئے دیکھ کر تعجب ہوا موصوف غصے اور *.ت میں اپنے ممدوح کو O کا درجہ دینے میں بھول گئے کہ آج کا کوئی بھی مسلمان چاہے کتنا ہی نیک او* رسا کیوں نہ ہو امام عالی مقام کے* وَں کی خاک کے. ا. بھی نہیں ہوسکتا۔موصوف جوش خطا$. میں بھول گئے کہ وہ کسی دینی مجلس میں نہیں، سیاسی مباحثے میں بیٹھے ہیں۔مخالف کو منافق تو اس طرح کہہ رہے تھے جیسے خود سچے ساو " ی' ہوں ان کا کہنا تھا کہ منافقین کے* رے میں جو سورۃ ا " ی ہے وہ اe* رٹی کے ا- منحرف لیڈر، جو خیر سے گورنر بھی رہ چکے ہیں، کے لیے ہے۔اچھا ہوا وہ صا # ٹیلی فون پر تھے ورنہ ہوسکتا ہے ہاتھا* پائی ہو جاتی۔موصوف ہر سیاسی* ت کو گھما پھرا کر واقعہ کربلا سے منسلک کرنے کے چکر میں یہ بھی بھول گئے کہ یہ وقت فرقہ وار$ کو ہوا دینے کا نہیں ہے۔مارےQ چھوٹے آ ç کے مصداق کہنے لگے کہ 'فلاں کو حضرت' کہنے والے اپنے بچوں کا یہ*۔ م کیوں نہیں ر p ۔پہلی* ت تو یہ کہ ایسی* توں کو چھیڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی کیوè سارے مباحثے میں اس کا ذکر ہی نہ تھا۔دوسرے یہ بتا N کہ اَ واقعی کسی نے اپنے بچے کا یہ* م رکھ بھی *ی تو کیا ان جیسے کم ظرف اسے. دا & کرلیں گے کیوè ا- مقرر نے ممبئی میں اپنی تقریر میں اس* م کو ذرا احترام سے ادا کیا تھا تو کراچی کی دیواروں پر اس مقرر کے لیے وہ وہ فحش کلمات لکھے گئے تھے کہ بچے بوڑھے اور خواتین Ã یں% اتے اَ رتے تھے۔تیسرے یہ کہ کیا ا ê اپنے گھر میں مرد و خواتین کے* م حضور ﷺ V کے تمام جانشینوں کے* م پر رکھے جاتے ہیں۔اَ نہیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجا$ ہیں کہ موصوف اپنی* رٹی کو بچانے کے لیے ملک میں فرقہ وارانہ ہنگامہ کرو* چاہتے ہیں۔

% میں تمام ٹی وی میز* نوں سے درخوا & ہے کہ مہمانوں کو قابو میں رکھنا ان کی ذمہ داری ہے۔ورنہ ان جیسے سیاسی بونے Ðت @ بونے میں کامیاب ہو جا N گے۔ہمیں ایسے تمام ایشوز پر* ت کرنے سے اَ یز کر* چاہیے جس سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہو۔میز* ن کو اس* ت کا بھی علم ہو* چاہیے کہ کوئی جھوٹ تو نہیں بول رہا ہے۔جن صا # کا ذکر ہو رہا ہے وہ* ر بتا رہے تھے کہ وہ بی بی کے ساتھ دبئی

میں بھی تھے امریکہ میں بھی تھے۔ہمیں شک ہے کیوè اتنے تھرڈ اَ + کارکن کا بی بی کے قری$ ہو* بعید از قیاس ہے۔ہر ہر* ت میں وہ اپنی چشم د+ گی ظاہر کررہے تھے۔اچھا ہوا پروا اَ ام کا وقت ختم ہH ورنہ یہ بھی سن e کہ بی بی نے وصیت بھی ان کے سامنے ہی لکھی تھی اور کیا پتہ ان کے مشورے سے ہی لکھی ہو؟ واقعی اب جھوٹ جھوٹ نہ رہا۔۔

۷/جنوری ۲۰۱۰

جمہوری$ ۔۔۔ بہترین انتقام

اسلام ہماری ہر ہر طرح سے رہنمائی کر* ہے۔ کوK مسئلہ ہے جس کا حل اسلام میں نہیں۔ یہ اور *. ت کہ ہر وہ حل جو ہمیں پسند نہیں* یا ہمارے ذاتی مفادات کو تحفظ نہیں دیتا، اسے ہم Ã# از کر دیتے ہیں۔

اسلام قرآن کے احکام اور حضور ﷺV کے فرمان اور L, پر عمل کرنے کا* م ہے۔ کوئی بھی چیز جو K M اور اخلاق سے متصادم ہو، اسلام سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ ہاں کسی نہ کسی مسلک سے متعلق کر لی گئی ہو تو کسی کا کیا دوش۔ قرآن نے ہمارے لیے ای- ضابطہء حیات مر$ کیا ہے جس کی تشریح رسول اکرم ﷺV نے فرما دی ہے۔ اب ز# گی کے ہر مسئلے کے حل کو اللہ کی دی ہوئی کسوٹی پر پرکھ لو، K¶ اللہ کوئی پریشانی نہ رہے گی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺV نے واضح کر دیا تھا کہ اگر کوئی اسلام قبول کر لے تو اس کے پچھلے دور کا* ب بند کر دیا جا* ہے۔ لیکن ہم مسلمان اس کو نہیں ما . . . ۔ چاہے دینی معاملہ ہو یا سیاسی *$ ہونے والے کی جان نہیں چھوڑتے۔ ہاں اپنی اپنی دفلی اپنا اپنا راگ کے تحت اپنے لیے ای- اصول اور مخالفین کے لیے دوسرا۔ سیا & میں بھی خود نے اگر کوئی* رٹی چھوڑ دی تو کوئی مضاB نہیں لیکن مخالف چاہے کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو جائے اسکا ماضی اس کے لیے* ل جان بنا رہے گا۔ ہمارے اکثر سیاستداں دوسروں کو مارشل لا کی پیداوار بتاتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ وہ خود بلواسطہ* یا بلاواسطہ اس ہی کشتی کے سوار رہے ہیں* پاکستان کا کوئی بھی سیاستدان اس سے مستثنا نہیں۔ ۱۹۵۸ء سے پہلے کے سیاستداں اگر چہ کسی جنرل کی نرسری میں نہیں پڑھے تھے لیکن وہ بھی کسی نہ کسی نرسری سے ضرور وابستہ رہے تھے۔ لیکن اسلام نے اس کے* رے میں بھی واضح کر دیا ہے کہ کسی کو پر p کے لیے اس کے ماضی سے زیادہ بہتر ہے اس کے حال پر Ã رکھو۔ اس کے لیے حضرت عمرؓ کی بہترین مثال ہمارے سامنے ہے۔ یہ واقعہ بھی ہمیں* یاد رکھنا چاہیے . # ای- کافر نے دوران .B کلمہ پڑھ لیا تو ہمارے نبی ﷺV نے واضح کر دیا تھا کہ دلوں کا حال صرف اللہ جا{ ہے اس لیے کسی کی M پر شک نہ کرو کہ یہ دل سے* $ ہوا* یا نہیں۔ ہماری قوم کا ای- اور المیہ ہے۔ ہمارے قول اور فعل میں تضاد ہے ہم ای- طرف جمہوری$ کی* بات کرتے ہیں تو دوسری طرف* بادشاہت کے نزدیک ہیں۔ وراث$* بادشاہت میں ہوتی ہے جمہوری$ میں نہیں* بادشاہت کی کوئی جگہ اسلام میں نہیں۔ لیکن ہم اپنے بچوں کو *بادشاہوں کی کہا*ں سنا کر ان کے ذہنوں کو* بادشاہت کے لیے تیار کرتے ہیں۔ اس ہی طرح اگر وراث$ کا تصور صحیح ہو* تو قا# اعظمؒ انتقال سے پہلے محترمہ فاطمہ جناح کو* مزد کر جاتے۔ وہ وقت ایسا تھا کہ کوئی مولوی ان کی مخالفت کی %ا$ بھی نہیں کر سکتا تھا* بادشاہت کی Ôتو وہ پہلے ہی فرما چکے تھے . # انہوں نے شہنشاہ *پاکستان کا Èہ لگانے پر اپنی* پسند± گی کا اظہار کیا تھا۔ یہاں تو فنکار حضرات بھی اپنی* جیوشی پر پھولے نہیں سماتے۔

غا) نے کہا تھا جو آ ç قطرے میں دجلہ نہ دیکھ سکے وہ آ ç نہیں، بچوں کا کھیل ہے۔ ہم نے قطرہ او پر بیان کر دیا اب دجلہ آپ خود دیکھ لیں۔ ہم اگر تشریح کرنے بیٹھ گئے تو دینی اور سیاسی دونوں محازوں پر مارے جا N گے کہ محترمہ مریم (رتی) جناح کے قبول اسلام پر یہ ہی کہا جا* رہا ہے کہ دل سے نہیں قبول کیا تھا۔ اس ہی طرح جہاں سیا & میں %نیلوں کی نرسری سے سیا & کرنے والوں کو منحرف ہونے کے* وجود یہ طعنہ 7 پر* ہے کہ وہ تو مارشل لاء کی پیداوار ہیں وہاں یہ خوشی کا مقام ہے کہ کم از کم ای- سیاستداں تو ایسا تھا جس کو ۸ سال مارشل لاء کی حمای$ کرنے اور شمع جمہوری$ کو گل کرنے میں معاو$ کے* وجود اس کے* $ ہونے کے بعد ماضی کے حوالے سے نہیں بلکہ اس کے اپنے کا* موں کی وجہ سے* یاد کیا جا* ہے۔ جمہوری$ کے فروغ کے لیے اس کے اقدامات کو سراہا جا* ہے۔ شا± اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ وہ جمہوری$ کی خاطر اپنی جان کا# رانہ پیش کر کے مرتبہء شہادت پر فا* ہوا ہو۔ اس ہی کی وجہ سے آج ملک میں ٹوٹی پھوٹی جیسی بھی ہے جمہوری$ ہے تو سہی۔

جمہوری$ کے* رے میں کہا جا* ہے کہ اس میں سروں کو H جا* ہے تولا نہیں جا* ۔ اور یہ ہی اس کا عیب ہے اس ہی لیے یہ ای- بہترین* ±, ین انتقام ہے۔ دور ایوبی میں یہ ہی ہوا تھا۔ . # ۸۰ ہزار ممبران C دی جمہوری$ میں سے بھاری اکثری$ مادر ملت کے* م پر جیتی تھی لیکن . # صدارتی انتخاب ہوا تو یہ بھاری

اکثر$ ،جس کوعوام نے مادرِملت کے*ٔ م پر ووٹ ڈ* یا تھا اور جن لوگوں نے مادرِملت کو ووٹ دینے کی قسم کھائی تھی* یا تو پیسوں کی خاطر* یا خوف کی وجہ سے ایوب کو جتانے پر مجبور ہوگئی تھی۔اس ۸۰ ہزار کے الیکٹورل$ کالج (electorate college) نے قرآن پر حلف اٹھوانے کی* پاداش میں عوام سے انتقام e ہوئے ایوب کو جتوا ڈ* یا۔ جمہوری$ واقعی+ ، ت ین انتقام ہے کہ اس میں یہ دیکھا جا* ہے کہ کینڈ+ یٹ$ نے کتنے ووٹ لیے، یہ نہیں دیکھا جا* کہ مخالفت میں کتنے ووٹ آئے۔اسے یوں سمجھیے کہ ۱۰۰ ووٹ ہیں اور چار امیدوار۔ ایک امیدوار اگر ۳۰ ووٹ لے، ۷۰ ووٹ بقا* یا تین امیدوار لے لیں تو جمہوری اصول کے تحت ۳۰ ووٹ e والا A. جائے گا۔بقا* یا تین میں سے چاہے ایک نے ۲۹ دوسرے نے ۲۸ اور تیسرے نے ۱۳ ووٹ لیے ہوں، کامیاب تو ۳۰ والا ہی ہوگا۔اس ہی طرح سے ۸۰ ہزار C یا دی جمہوری$ کے ممبران ۔ h ہیں تو تین چار سو کی اسمبلی کیوں نہیں۔ان تمام* ۔ توں کو مدA ر p ہوئے ہمارا خیال ہے اس انتقام کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہیے کہ اللہ کی A میں بھی انتقام پسند+ ہ نہیں۔اس لیے ہمیں چاہیے انتقام کی بجائے ایک بہترین Âم اپنا لیں۔اس کے لیے الیکشن میں تھوڑ% چہ۔ ڑھ جائے گا لیکن نتیجہ بہتر ہوگا۔اس کے لیئے انتخا*۔ ت دو حصوں میں ہوں۔ پہلے مرحلے میں & سے ز* یادہ ووٹ e والے پہلے دو امیدواروں کے مابین دوسرا مقابلہ ہو* کہ ان دونوں میں & سے ز* یادہ ووٹ e والا کامیاب قرار ڈ* یا جاسکے۔صدارتی۔ قومی اور صو*۔ ئی اسمبلی کے انتخا*۔ ت ایک ہی دن ہوں۔وقت صبح آٹھ سے شام سات بجے ~ کا ہو۔صدارتی امیدوار کا کسی* پارٹی سے تعلق نہ ہو۔اس کے لیے ووٹ. اہ را & عوام سے لیا جائے۔سینیٹ کا ڈھکوسلہ ختم کر ڈ* یا جائے۔کیا ضروری ہے کہ دوسروں کی Õلی کی جائے۔ہر الیکشن بوتھ میں کیمرے ہوں جو پورے دن کی کارروائی رکارڈ کریں۔جعلی ووٹ* یا بیلٹ بکس کی تبد ~ کا غم نہیں رہے گا۔ہمیں امید ہے اگر صحیح لوگ ایک* ۔ ر بھی منتخب ہو گئے تو جمہوری$ ایک بہترین Âم* ۔$ ہوگی اور عوام انتقام سے بچ جا N گے۔عمل ہو* یا نہ ہو مشورہ دینے میں کیا حرج ہے

۱۰ر جنوری ۲۰۱۰ء

گلو بھائی گلو بھائی

بھارت نے ایک فلم بنائی تھی ’غلامِ مصطفیٰ‘۔ہمیں حیرت ہوئی کہ ایک غیر مسلم معاشرے میں اسلامی* ٔم کا اتنا صحیح تلفظ۔ورنہ ہمارے یہاں کا تو* ۔ وا آدم ہی ، الا ہے ہمارے یہاں پیغمبروں اور صحابہ اکرام کے* ٔم تو ۔ ڑی عقیدت سے رکھ e ہیں اور* ٔم کے ساتھ غلام بھی لگا دیتے ہیں لیکن معنی پر غور نہیں کرتے۔ یہاں* ٔم ہو* ہے غلام مصطفیٰ ،غلام محمد، غلام یہ غلام وہ۔ یہ نہیں سوچتے کے اس میں غلام کے ساتھ زیر لگا* ٔ ضروری ہے، جیسے غلامِ احمد (Ghulaam-e-Ahmed)* یا غلامِ رسول۔زیر لگانے سے معنی ہوتے ہیں رسول کا غلام* یا محمدؐ کا غلام۔ورنہ معنی* ۔ لکل مختلف ہوتے ہیں۔اس سے توہین کا پہلو ۔_ ہے۔اس ہی طرح عبدالرحمٰن کو بھی رحمٰن کہہ کر پکارا جا* ہے

ہمارے ہاں تعلیم کی کمی نے بھی کافی گل کھلائے ہیں۔دوسروں کی Õلی میں حد سے گذر جاتے ہیں۔انگر ، ی کی Ü ضروری سمجھتے ہیں۔اگر کسی نے اپنی دکان کا* ٔم بیوٹی کارنر رکھ لیا ہے تو دوسرا اس کی Õلی میں یہ نہیں دیکھے گا کہ اس کی دکان کونے پر نہیں @ میں ہے وہ اپنی دکان کا* ٔم میک اپ کارنر رکھ لے گا۔کئی کونوں/نکڑ پر موجود دکا 3 سینٹر کا لاحقہ لیے ہوتی ہیں جیسے آفتاب سگری$ سینٹر وغیرہ۔کراچی میں گلستانِ جوہر میں ایک عطر* یات کے کھوکے والے نے سڑک کے درمیان ایک گذرگاہ (Cut or crossing) کا* ٔم پر فیوم چوک رکھ ڈ* یا اور اس کی تشہیر بھی خوب خوب کی۔کراچی کی دیواروں پر جابجا پر فیوم چوک کی چاکنگ نے ایسی شہرت دی کہ حیدر* ۔ دلطیف* ۔ د میں ایک عطر* یات بیچنے والے نے اپنے کھوکھے کا* ٔم پر فیوم چوک رکھ ڈ* یا۔انگر ، ی ز* ۔ ن سے لوگوں نے خوب فا+ ے اٹھائے ہیں۔حالا è اسلام نے کسی بھی پیشے کو. انہیں بتا* یا لیکن* یار لوگوں نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی* ٔئی۔قصائی درزی اور دھوبی کے پیشوں کو اس طرح کم تر جا* ٔ کہ بیچاروں کو انگر ، ی میں پناہ لینی پڑی* ٔئی، ہیر ڈر^ * یا ہیر کٹنگ سیلون و بیوٹی سیلون والے ہو گئے۔قصاب

%* ے میٹ مرچنٹ (Butcher or Meat merchant) بن گئے *۔ ورچی بھی کیٹررز (caterers) ہوئے، درزی ڈریس ڈیزائنر، ٹیلرز ماسٹر تو دھوبی ڈرائی کلینرز ٹھہرے۔ انگریزی میں تبدیلی نے ان پیشوں کو عزت بنادی۔ # کہ اسلام نے تو پہلے ہی کسی پیشے کی تضحیک سے I فرمایا ہے۔

ایسی چھوٹی چھوٹی ائیاں ہمارے # ر پیدا ہوگئی ہیں کہ ہمارا پورا معاشرہ ہی مسخ ہوکر رہ گیا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ کوئی بھی اپنے آپ کو یا معاشرے کو سدھارنے بھی نہیں چاہتا۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ ابھی ہم پٹری پر ہی نہیں % ھے ہیں اور پٹری پر آنے کے بعد بھی کم ازکم دوسو سال لگیں گے سدھرنے میں!!

اگر غور فرما N تو معلوم ہوگا کہ سوچ بھی در & نہیں۔ سوچتے کچھ ہیں اور کرتے برعکس ہیں۔ جلد *۔ زی ایسی کہ لگے گا ان سے زیادہ وقت کا قدردان کوئی نہ ہوگا، اور وقت کا ز یں بھی یہیں ملے گا۔ شادیوں میں تین چار سو آدمی کم سے کم دو گھنٹے کھانے کا انتظار کرتے ہیں۔ یعنی ۶۰۰ سے آٹھ سو گھنٹے *۔ داور دکھ کسی کو نہیں۔ جلد *۔ زی دیکھ] ہوتو رW ے پھا ٹ- پر دیکھیے۔ ہر شخص جلد *۔ زی میں کار، موٹر سائکل اور رکشہ اس طرح آگے لے آئے گا کہ اپنی لین سے نکل کر سامنے سے آنے والی گاڑیوں کے راستے میں حائل، اب پھاٹ- کھلنے پر دونوں طرف کا ٹ یفک پھنس جائے گا۔ دو منٹ بچانے کے چکر میں ۳۰ منٹ گئے۔

اسلام میں صفائی کو نصف ایمان کا درجہ حاصل ہے۔ ہم سے ہر طرح سے کم تر تھائی لینڈ، (یہ اس وقت کی *۔ ت ہے۔ # معاشی، معاشرتی اور اخلاقی طور پر تھائی لینڈ پست تھا۔ اب تو معاشی حا) ہم سے کئی Ĥ بہتر ہے)، میں ریڑھی فروش سے اناس %ٍ ا، اس نے سیلیفین کی تھیلی ہاتھوں پر % ھا کر اناس کی پھانکیں کاٹ کرایک کاغذ پر رکھیں اور ایک تنکا بھی ساتھ دیا کہ ہاتھ لگائے بغیر نوش کیا جاسکے۔ یہاں جس ہاتھ سے ناک چھنکتا ہے اس ہی سے کٹا، بوز پلیٹ میں ڈال کر دیتا ہے۔ تندور کی روٹیوں میں *ن *۔ ئی کا Ä مفت شامل ہو* ہے۔ ہمارے یہاں کچرا سڑک کے بیچوں @ پھینکنے کا بھی رواج ہے۔ بس اپنے گھر سے ہاتھ نکالا اور کچرا N دیا اس پر ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ ایک *پ کستانی مسلمان قسمت سے A میں ` Ĥ۔ وہاں ایک دن فرشتے اسے مار رہے تھے۔ وجہ معلوم کی تو پتہ ` اس نے دہی کھانے کی فرمائش کی تھی جو پوری کردی گئی۔ پوچھا تو مار کیوں رہے ہو۔ جواب 5 کہ دہی کھانے کے بعد اس نے بچا ہوا دہی، دودھ کی نہر میں

پھینک* یہ ہے۔ مرغی ذبح کراتے ہوئے احتیاطاً ہم خود بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ e ہیں۔ وجہ یہ کہ ہم نے خود دیکھا ہے کہ گفتگو کرتے کرتے مرغی ذبح ہو جاتی ہے۔ پوچھنے پر بتا یا کہ چھری پر پڑھ کر پھو- چکا ہوں۔ اب اس فتوے کے بعد ہمارا استحقاق تو یہ ہی C ہے خود پڑھ لیں۔ بکرا کیو è ہمارے سامنے نہیں ذبح ہو* اس لیے مجبوری ہے *۔ تیں تو اور بہت ہیں لیکن ان چند ایک مثالوں کے بعد ایک اور بتا* ضروری ہے۔ وہ ہیں ہماری قوم کے اX دکردہ È ے۔ ہڑ* لیں ہوں، جلسے جلوس ہوں *یا الیکشن! عجیب وغری$ È ے وجود میں آتے ہیں۔ اگر کوئی ہمت کرے اور ان È وں کو جمع کرلے تو ایک ضخیم کتاب مر$ ہوسکتی ہے۔ انتخا*۔ ت میں *پ رٹیوں کے منشور- È وں میں ڈھل جاتے ہیں۔ ردیف اور قافیہ- تنگ نہیں ہو* ، وزن کی کوئی قید نہیں کیو è اب تو آزاد شاعری کا زمانہ ہے۔ اگر آزاد نظمیں ہوسکتی ہیں تو آزاد اشعار میں کیا حرج۔ یہ اشعار اور È ے اپنے امیدوار کے حق میں بھی ہو h ہیں اور مخالف کی ہجو میں بھی۔ اکثر لوگ تو È وں کی وجہ سے کامیابی حاصل کر e ہیں۔ پچھلے الیکشن میں ہمارے ایک دو & اس لیے حصہ لے بیٹھے کہ ان کی برادری کافی بڑی ہے۔ اور برادری کے *۔ ہر جیسے شادی نہیں کر h اس ہی طرح ووٹ بھی نہیں دے h ورنہ حقہ *پ نی بند۔ ہمارے دو & کا* م ہے تو غلامِ احمد لیکن جیسا کہ ہم نے شروع میں بتا یا کہ لوگ کہتے اور لکھتے غلام احمد ہی ہیں۔ 1 موصوف کو ایک فا+ ہ یہ ہوا کہ وہ نہ غلامِ احمد کہلاتے ہیں نہ غلام احمد بلکہ گلو کہلاتے ہیں۔ اب موصوف کی فتح یقینی تھی تو* یہ رلوگوں کو نئی سوجھی اور الیکشن میں جان ڈالنے کے لیے ایک È ے کی فکر میں پڑ گئے۔ اب گلو میں کوئی ایسی *۔ ت تو تھی نہیں کہ È ے کے طور پر استعمال کرتے، لے دے کہ ۹ بچے اور ایک بیگم کی موجودگی میں کوئی اور خوبی نہ تھی۔ امیدوار بھی آزاد تھے اس لیے روٹی کپڑا بھی کام نہیں آسکتا تھا۔ پیلی ٹیکسی اور موٹر وے بھی بے کار تھے۔ بہرکیف ایک منچلے کو خوب سوجھی اور ایک ایسا È ہ د+* یہ کہ اسکی گونج آج -- سنائی دیتی ہے۔ È ہ تھا۔۔ ۹ بچے ایک لُگائی۔۔ گلو بھائی گلو بھائی۔

۱۴؍ جنوری ۲۰۱۰

احترام کرتا ہوں لیکن۔۔۔

قابل اجمیری مرحوم نے شاید اپنے محبوب کے لیے کہا تھا۔ ع۔

یہ بھی احباب کی نوازش ہے کس تکلف سے کام لیتے ہیں

احتراماً، سلام کرتا ہوں، انتقاماً، جواب دیتے ہیں

ہم نے 'شاید' اس لیے کہا کہ اگر احباب سے مراد، مرد حضرات ہوتی تو یہ شکایت بھی نہ ہوتی۔ ہاں کسی خاتون سے یہ شکایت ہوسکتی ہے، اس لیے کہ خواتین سے معاملات میں آدمی خاص طور پر شاعر کچھ زیادہ ہی حساس ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ پھول کی چوٹ بھی قابل برداشت نہیں ہوتی ہے اور وہ چیخ اٹھتا ہے۔ ع

سہتے سہتے ستم، زمانے کے، پیکر یاس ہوگئے ہیں ہم

پھول مارو تو چوٹ لگتی ہے اتنے حساس ہوگئے ہیں ہم

ہمارے نزدیک قابل کی شکایت جائز نہیں۔ اس کے زمانے میں خواتین کافی حد تک اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا تھیں۔ حکم ہے غیر محرموں کے سلام کا جواب بھی روکھے انداز میں دینا چاہیے تاکہ کوئی کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہوجائے۔ اب ظاہر ہے محبوب کے لیے قابل غیر محرم ہی رہے ہونگے، کیونکہ (cousins) بھی غیر محرم ہی ہوتے ہیں۔ اب شاعر نازک مزاج اور حساس ہونے کے علاوہ شائستہ بھی ہوتے ہیں اس لیے اغلب ہے کہ قابل نے تو احتراماً ہی سلام کیا ہوگا اور وہ بھی لہک کر!!۔ جب احترام سے سلام کیا جاتا ہے تو یہی امید کی جاتی ہے کہ جواب بھی گرم جوشی سے آئے۔ قابل کے پیش نظر یہ حکم رہا ہوگا کہ اگر کوئی سلام میں پہل کرے تو جواب میں زیادہ گرم جوشی کا مظاہرہ کیا جائے۔ قابل کو خیال نہیں رہا، یہ حکم مردوں کے لیے ہے خواتین کے لیے نہیں اور خاتون نے بجا طور پر روکھے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا قابل کو شکایت کا موقع فراہم کردیا جو ہم لوگوں تک ایک بہترین شعر پہنچانے کا ذریعہ بن گیا۔

یہ تو ہوئی شاعری نازک مزاجی اور احساس کی بات ورنہ عام زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے کے رویہ کا انتظار کیوں کیا جائے۔ خود ہی احترام کا دعویٰ کرے۔ اور خود ہی دشنام طرازی سے کام لیتے ہوئے ساری کارروائی انتقاماً ہی نمٹا دے۔ احترام اور عزت کرنے کی نوید کے بعد 'لیکن' کسی بم سے کم نہیں ہوتا۔ قابل احترام و عزت ٹھہرائے جانے والا بے چارہ کسی جواب دینے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ یہ طریقہ رائج الوقت ہے کہ اس میں سارے سیاستدان بالعموم اور برسرِ اقتدار طبقہ بالخصوص یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ تقریباً روزانہ ہی کسی نہ کسی ٹاک شو میں یہ سننے کو ملتا ہے 'میں ان صاحب کا احترام کرتا ہوں لیکن۔۔۔' یا 'یہ میرے بھائی ہیں میں ان کی عزت کرتا ہوں لیکن۔۔' یا 'میں اپنے بھائی سے متفق ہو لیکن۔۔' پھر اس لیکن کے بعد جو جو پھول جھڑتے ہیں وہ اس قابلِ احترام شخص کی مٹی پلید کرانے کے لیے کافی ہے۔ یہاں تک تو سہا جاتا رہا اور ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی لیکن این۔ آر۔ او (N.R.O) پر عدالتی فیصلے کے بعد تو ایسی ایسی باتیں احترام کی آڑ میں کی جارہی ہیں کہ خواہش ہو رہی ہے کہ کاش ان لوگوں کے بیانات کی روشنی میں ان لوگوں کو احتراماً سلاخوں کے پیچھے کردیا جائے۔ غور فرمائیے چند ایک نمونے :۔

☆ ہم عدلیہ کا احترام کرتے ہیں لیکن اداروں کو اپنی حدود میں رہنا چاہیے۔۔۔ ایک سیاستداں (حدود کا تعین بھی فرما دیتے تو اچھا ہوتا)

☆ عدلیہ کا احترام کرتے ہیں تمام ادارے اپنی حدود میں رہیں۔۔۔ وفاقی وزیر ریلوے (کاش وہ "Trains" کو بھی حدود میں رکھتے کہ ٹرینیں پٹڑیوں سے باہر نہ ہوتیں)

☆ موجودہ آرمی قابل احترام نہیں ہے پارلیمنٹ بالاتر ہے۔ سینیٹر حاجی عدیل (عدیل صاحب کہنے کی کیا ضرورت ہے پارلیمنٹ کی برتری کا مظاہرہ تو ہالبروک کے روبرو ہو چکا۔ جب ہالبروک نے ہمارے ارکان پارلیمنٹ کو ہمارے اپنے ملک میں اس طرح ڈانٹ پلادی کہ بے چاروں کا استحقاق بھی مجروح نہیں ہوا)۔

ایک سیاستدان جنہیں مولانا کہلوانے کا بھی شوق ہے فرماتے ہیں کہ وہ حکومت پر زور ڈال رہے ہیں کہ بجائے جی ایچ کیو کے پارلیمنٹ سے رہنمائی لی جائے۔ ایک ٹی وی کے مطابق موصوف نے یہ بھی بتایا ہے کہ آزاد عدلیہ کا مطلب بے لگام عدلیہ نہیں۔ ویسے عوام کے مطابق ایسے بیانات زبانوں کی زبان کو لگام دینا

ضروری ہے جنہیں یہ نہیں پتہ کہ عدلیہ اور افواج کے* رے میں الفاظ کا استعمال سوچ سمجھ کے کر* چاہیے۔لیکن ہم تو یہ ہی کہہ h* ہیں ع۔

’ایسے لوگوں کا کیا گلہ کیجیۓ، جن کی M کا اعتبار نہیں‘۔

اور ہم یہ اس لیے کہہ رہے کہ یہ تو عدلیہ ہے موصوف تو قران کی* یت کے منافی بھی کہہ چکے ہیں کہ ’وعدے اہم نہیں ہوتے‘۔بس ’ - رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ‘ والی کیفیت ہے۔شا4 اس ہی لیے اب -- کنٹیمپٹ آف کورٹ(contempt of court) کی خبر نہیں آئی۔

۲۲/جنوری ۲۰۱۰

مولا* فرزانہ

پنجاب اسمبلی میں خواتین کے مسائل پر گفتگو نے نئے مسائل پیدا کر دیے۔نتیجتاً ا- خاتون ممبر ثمینہ خاور کو کفِ افسوس ملنے کا موقعہ مِل H کہ پڑھی لکھی خواتین کو عائلی قانون کے* رے میں علم ہی نہیں ۔یہ کوئی ایسی بڑی* ت ہی نہیں جس پر افسوس کیا جائے۔یہ ۱۹۶۷ کی* ت ہے ہم یونیورسٹی طلباء یو 2 میں جائنٹ سیکریٹری تھے۔دور ایوبی تھا جس میں ا- آرڈیننس* فظ ہوا جس کا* مِ می ’’یونیورسٹی آرڈیننس‘‘ تھا۔نہ جانے کیسے، لیکن معلوم ہوا کہ طا) علموں میں اس آرڈیننس سے بے چینی پھیل رہی ہے۔یہ جان کر ہم ہی نہیں د V طا) علم لیڈران بھی بے چین ہو کر سڑکوں پر نکل آئے۔اب روزانہ ہی جلسے جلوس ہونے لگے۔/ فتا*یں بھی ہو N ، لاٹھی چارج بھی ہوئے۔سنا تھا کہ ڈھاکہ مشرقی* پ کستان میں کچھ شہادتیں بھی ہو N (واللہ اعلم)۔معاملے کی سنجیدگی کا یہ عالم تھا کہ پنجاب یونیورسٹی کے صدر نے تمام طلبا انجمنوں کو، اس سلسلے میں ا- کنوینشن منعقد کرنے کے لیئے مدعو کرلیا۔حکومت نے بھی جان توڑ کوششیں شروع کر دیں کہ کنونشن نہ ہو* پ ئے۔ہم کسی نہ کسی طور لاہور پہنچے لیکن پنجاب یونیورسٹی کے ڈین(Dean) اور یو 2 کے جنرل سیکریٹری (جو کہ بنگالی تھا) نے بتا* یہ کہ کوئی کنونشن ونوینشن نہیں ہو رہا اور یو 2 کے صدر نے جن کا تعلق اتفاق سے اسلامی جمعیت سے تھا، یہ کنونشن جمعیت کی طرف سے بلا* یہ ہے نہ کہ پنجاب یونیورسٹی کے صدر کی حیثیت سے۔اب اس واقعہ کا آج کے موضوع سے تعلق نہیں اس لیئے اس تفصیل کو، کہ کیسے ہم نے کنونشن -- رسائی حاصل کی، کسی اور وقت کے لیئے اٹھا ر p ہیں۔ہم صرف اتنا بتا* چاہیں گے۔کنونشن ہوا، دھواں دار تقاریر ہو N ۔قرار دادیں* پ س ہو N ۔لیکن ہمیں آج -- نہیں معلوم ہوا کہ یہ آرڈیننس تھا کیا؟ یہ تو کچھ بھی نہیں کہ طا) علمی کا زمانہ تھا* ت تو یہ ہے کہ 90% سیاسی جماعتوں کو پتہ نہیں کہ کالا* غ ڈیم ہے کیا اور اس سے کس صوبے کو فا4 ہ پہنچے گا اور کس کو نقصان۔لیکن ہر کوئی اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ٹیکنکل حضرات، انجینئر اور غیر سیاسی لوگ جا... ہیں کہ اس سے کسی کو نقصان نہیں ہوگا۔لیکن بن H تو صو* ئی سطح پر سیا &

کرنے والوں کی دال روٹی کا کیا ہوگا؟

ان دومثالوں کے تناظر میں دیکھئے تو محترمہ ثمینہ خاور کا افسوس کر* بے وجہ لگتا ہے۔ان دومثالوں میں یونیورسٹی لیول کے طلبا لیڈرز کی لاعلمی کے علاوہ سیاستدانوں کی گمراہی کی ¶K+ ہی کردی گئی ہے تو تعلیم* یافتہ خواتین پہ افسوس بے کار ہی ہوا۔انہیں یہ بھی گلہ ہے کہ اسمبلی میں دوسری شادی کا مذاق اڑا* یا H ۔شا* محترمہ کے ذہن میں اسلام کے احکامات تھے* پھر ہوسکتا ہے ان کی بھی ہماری بیگم کی طرح کسی ایسی عرب خاتون سے 5 قات ہوگئی ہو جس نے بڑی رازداری سے ہماری بیگم سے پوچھا تھا کہ کیا تمہارا شوہر ''مسکین'' ہے جواب - دوسری شادی نہیں کی؟ اسکے بعد ہم نے اپنی مسکینی دور کرنے کی خواہش کے* وجود مسکین ہی رہنا پسند کیا کیوè ہمیں لیبیا نہیں* پاکستان میں رہنا تھا۔

اپنی* بات میں زور پیدا کرنے کے لیے محترمہ ثمینہ نے فلور آف دا ہاؤس اپنے شوہر کو دوسری شادی کا عندیہ بھی دی*۔ یہاں ای* بات اور بھی* $ ہوتی ہے، ثمینہ خاور حیات کو اپنے شوہر سے بہت محبت ہے اس لیئے اپنے *نام کے ساتھ خاور حیات لکھتی ہیں (ہمیں یقین ہے یہ ان کے شوہر کا ہی* نام ہے)۔جبکہ دوسری ممبر اسمبلی محترمہ فرح دیبا جو اس قسم کا لاحقہ نہیں رb ،فرماتی ہیں کہ ثمینہ کی اس* بات سے کچھ نوجوانوں کی بتیسی* باہر آگئی ہے (: اجانے کیسے؟ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ گھو 3 مارنے سے بتیسی* باہر ہوجاتی ہے۔ہوسکتا ہے ان کی بیویوں نے ایسا کوئی قدم اٹھایا ہو)۔بہرحال ممبرانِ اسمبلی کی اس نوک جھو- سے فلور پہ زیر بحث آنے والا یہ ایشو ٹی وی کے ای- شو میں آ H اور اینکر پرسن نے بیلنس قائم رp کے لیے ای- مفتی جناب قوی صا # اور ای- سماجی کارکن محترمہ فرزانہ* باری صاحبہ کو دعوت فکر دn* پاکستانیوں کے دل A لیئے۔مفتی صا # نے تو ہمارے علم میں کوئی اضافہ نہیں کیا کیوè وہ وہی پرانی* بات کر رہے تھے کہ اسلام نے بے راہ روی سے بچنے کے لیئے چار شادیوں کی اجازت دی ہے۔جبکہ محترمہ فرزانہ نے ہمارے علم میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ اسلام اور قرآن کی روشنی میں یہ بھی بتایا کہ وہ چار شادیوں کی* بات نہیں مانتیں کیوè اسلام میں مردوں کو چار شادیوں کی اجازت نہیں۔انہوں نے یہ بھی استدلال پیش کیا کہ اسلام تو غلام رp کی بھی اجازت دیتا ہے اور یہ سوال کر کے & کو لاجواب کرد* یا کہ کیا اس دور میں غلامی کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ اس طرح محترمہ نے* $ کرد* یا کہ

اسلام کے احکامات آج کے دور سے مطابقت نہیں رp ۔محترمہ کے علم و فرا & ت+. اور قرآن پہ ان کی سوجھ بوجھ دیکھتے ہوئے ہمیں اپنی کم علمی پہ شدت سے رو* یا کہ ہمیں علم ہی نہیں تھا کہ اسلام غلام بنانے کی اجازت دیتا ہے۔محترمہ کی مذہب پہ / فت کا # ازہ اس* بات سے کیجئے کہ انہوں نے غلام رp کی اجازت حضور ﷺ کے %0ی خطبے سے* $ کی ہے۔انہوں نے انکشاف کیا کہ حضور ﷺ نے غلاموں کے ساتھ نیک* وَ کی تلقین فرمائی تھی اب چوè نیک* وَ کی* بات ہے تو* $ ہوا کہ اسلام میں غلام رp کی اجازت ہے۔ہم نے اسے محترمہ کا انکشاف اس لیئے کہا کہ ہم جیسے کم فہم کو %0ی خطبے میں ایسی کوئی* بات دکھائی ہی نہیں دی اور مزے کی* بات یہ کہ اینکر پرسن نے بھی اس کی* G یت+ نہیں کی۔اس لیئے* $ ہوا کہ محترمہ کا استدلال صحیح ہے کہ اسلام میں غلام رp کی اجازت کے* وجود اس دور میں غلام نہیں رکھے جا h اس ہی طرح چار شادی کی اجازت کے* وجود چار شادی* یں نہیں کی جاسکتیں۔سبحان اللہ۔ہم تو محترمہ کو فقط سماجی کارکن سمجھتے تھے لیکن قرآن کی جس طرح تشریح انہوں کی اور جس طرح %0ی خطبے سے وہ* بات نکالی جو ہم جیسوں کو دکھائی ہی نہیں دی۔اس سے تو یہ* $ ہوا H کہ وہ بھی مولا* کہلوانے کی حقدار ہیں۔اب یہ اردو ٹیکسٹ - بورڈ کا کام ہے کہ بتائے محترمہ کے لیئے 'مولا*' صحیح ہوگا* یا 'مولانی' کیوè ہماری معلومات کے مطابق لفظ ''5نی'' تو پیش امام* یا موذن کی بیوی کو کہتے ہیں۔اب . # -- یہ طے نہیں* پا جا* ہم سمجھتے ہیں ہمیں محترمہ کو مولا* فرزانہ ہی کہنا چاہیے۔جس طرح مولا* فرزانہ نے اسلام کی تشریح کی ہے ویسی تو اکبرالہ* بادی کے دور کی مس صاحبہ نے بھی نہیں کی تھی جس کے لیے اکبر نے کہا تھا۔ع

وہ ریش دکھا کر بولے 'اسلام' کو دیکھو
مس زلف دکھا کر بولیں اس 'ل' کو دیکھو

۲۱رفروری ۲۰۱۰ء

فوڈفورتھوٹ (Food for thought)

کہتے ہیں سیا & کے g میں دل نہیں ہو* *. لکل ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر بھی غور کرنے میں کیا حرج۔ دیکھتے ہیں کیا واقعی سیا & کے g میں دل نہیں ہو*۔

ا۔ابن ¶K نے لکھا تھا کہ شہنشاہ اورنگزی$ نے کبھی کوئی Ú زنہیں چھوڑی نہ کوئی بھائی چھوڑا۔ واقعی دین دار *. دشاہ تھا، اتنا کہ ہماری دا a میں واحد*. دشاہ تھا جس کے* م کے ساتھ رحمت اللہ علیہ اہتمام کے ساتھ لکھا جا* ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس نے اپنے & بھائیوں کو قتل کروا* تھا اور *. پ کو* اس میں ڈالا* تھا اور بے چارے کی سیاہ سنگِ مرمر کا محل بنوانے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔

۲۔ جولیس سیزر کو قتل کرنے میں اسکے عزیز* ین دو & نے بھر پور حصہ لیا تھا اور سیزر بیچارے کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اس کا دو & ایسا کر سکتا ہے اس ہی لیئے اس کے مونہہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا تھا " et tu Brutus!!"(بروٹس تم بھی!!)۔

۳نواب سراج الدولہ بھی حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ # انہوں نے دیکھا تھا کہ ان کی پیٹھ میں خنجر مارنے والا کوئی اور نہیں انکا اپنا خادمِ خاص تھا۔ وہ بھی سیزر کی طرح ہکابکا رہ گئے اور مرتے وقت صرف اتنا ہی کہہ سکے۔ ''محمد، تم بھی''۔

۴۔شطرنج میں پیادوں کو پٹوا* یا جا* تو ہے ہی لیکن بسا اوقات *. دشاہ کو بچانے کے لیے & سے قیمتی مہرہ، یعنی وزیر کو بھی خود ہی پٹوا* یا جا* ہے۔

۵۔ اکثر لوگ اپنے مخالفین کو پھنسوانے کے لیئے خود اپنے آپ کو زخمی کر e* ہیں اور ایف آئی آر کٹوا دیتے ہیں اپنے کسی مخالف کے خلاف۔

شطرنج کے علاوہ سارے حوالے* ریخ سے لیئے ہیں* کہ کسی کو کوئی شکوہ نہ رہے۔ ورنہ آج بھی اقتدار تو*ی *. ت، معمولی جا* اد کے لیے سگی ماں اور سگے* پ کو بھی موت کے گھاٹ* ر* یا جا* ہے۔ الیکشن میں مخالفین

پر حملہ* یا قاتلانہ حملہ بھی کوئی نئی* ت نہیں۔ نئی* ت نہیں تو پھر یہ & کچھ لکھنے کی کیا ضرورت؟ ضرورت ہے! کیوè ہم لوگ & جا... ہیں لیکن غور نہیں کرتے۔ دماغ پر زور نہیں ڈالتے۔ ماضی سے سبق نہیں e۔ تجزیہ نہیں کرتے۔ کسی* ت کو ماضی حال اور مستقبل کے تناظر میں نہیں پر p۔ غور نہیں کرتے فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ فوراً نتیجہ ا* کر e* ہیں۔ اس لیے ا- سیاستداں (شیخ رشید) پر مبینہ حملے کا تجزیہ کرنے سے پہلے یہ* $. کرنے کے لیے کہ ُسیا & کے g میں دل نہیں ہو*' چند مثالیں پیش کر دی ہیں جو تجزیے کے دوران ذہن میں رہیں تو اچھا ہے۔

اس امیدوار نے حملے کے فوراً بعد اپنے & سے مضبوط مخالف پر الزام رکھ* یا۔ سوال پیدا ہو* ہے

☆ کیا مخالف اتنا بونگا تھا کہ اسے یہ نہیں معلوم الزام اس ہی کہ سر آئے گا اور ووٹ وں کی ہمدر* یں متا* ہ امیدوار کے ساتھ ہو جا N گی* یا اتنا چالاک کہ اس نے یہ سوچ لیا تھا کہ عوام تو یہ ہی سمجھیں گے کہ ُاپنے پر الزام آنے کے خوف سے میں ایسا کر ہی نہیں سکتا'۔

☆ کیا امیدوار نے خود اپنے او پر حملہ کر ا* یا* کہ ہمدر* یں حاصل کر سکے۔ سوال پیدا ہو گا کہ ایسا کر کے وہ اپنے ساتھی کیوں گنوائے گا۔ (اس سوال کے جواب میں سیا & کے g میں جھانکنا پڑے گا۔ (مندرجہ* لا مثالوں سے استفادہ کیجیے)۔ دو & اور محافظ ما* پ* یا بہن بھائی سے* دہ عزیز تو نہیں ہوتے۔ شطرنج کی مثال بھی ذہن میں رہے تو اچھا ہے۔ اب سوچ کا دا ٔ ہ کچھ اور وسیع کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے ہر دو صورتوں (یعنی کامیاب* کام حملے) میں

☆ فا* ہ کس کس کو پہنچ سکتا ہے

☆ کیا اس چھوٹے سے واقعے سے کوئی بہت* ا مقصد حاصل کر* چاہتا ہے۔

☆ کیا اس واقعے کی* و } کسی اہم چیز کی طرف سے توجہ ہٹا* تو مقصود نہیں

☆ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں کسی ایسے کا ہاتھ ہو جس کا کوئی تعلق ان امیدواروں سے C* ہی نہ ہو۔

☆ کیا اس میں وہ بیرونی ہاتھ تو نہیں، * م* ل* ل کر سکیورٹی فراہم کر* ہے۔ جس کی موجودگی بھی ظاہر کرنے سے ا* ب اقتدار کو غش* ہے ہم & کو تحمل سے کام e* ہوئے ا- دوسرے پر الزام لگانے کی

بجائے اپنے ار$ قر$ کے لوگوں کے ساتھ مل کر اصل دشمن کو تلاش کر* چاہیے۔ غور کرنے کے لیئے تو یہ بھی ہے کہ لیاقت علی خان تو اسٹیج پK نہ بن جاتے ہیں۔ بی بی بھری پی سڑک پ ہزاروں کی موجودگی میں K نہ بن جاتی ہیں لیکن پ وی مشرف پ منظّم حملے میں وہ محفوظ رہتا ہے اور شا+ دو چار ارد/ دوالے K نہ W ہیں۔ شو! عزی محفوظ !! شا+ ڈرائیوز* کوئی اور اللہ کو پیارا ہو جا* ہے۔ امیر مقام جیسے غیر اہم وزی پ خودکش حملے کے نتیجے میں بھی صرف دو تین پولس والے ہی کام آتے ہیں۔ بے چارے خودکش کے* پ س اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وزی کے* ہر آنے کا انتظار ہی کر8۔ جان پ کھیلنے نکلا او* داں چند سپاہیوں پ قتا (کرH۔ شیخ رشید پ جان لیوا حملہ کرنے والے اپنی جان داؤ پ لگا کر نکلے لیکن اتنے بُودے تھے کہ شیخ کے دھوکے میں کسی اور پ گولیاں پ سا گئے۔ اس سے ای اور* ت بھی صاف ہوتی ہے کہ ایسی* کام پلاننگ کرنے والے '9/11' جیسی کامیاب پلاننگ میں کیسے ملوث ہو h ہیں۔%* ت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جان بوجھ کر* کام پلاننگ کی گئی ہو* کہ سی۔ آئی۔ اے پ کسی کو شک ہی نہ ہو کہ وہ تو ۱۱/۹ جیسی کامیاب پلاننگ کرتے ہیں اور اپنے مقصد کے لیے اپنے ہی ہزاروں شہریوں کی جان e سے بھی/ ی نہیں کرتے ہماری قوم کے* پ س سوچنے کے لیے وقت نہیں۔ دوسری قوموں نے تھنک ٹینک بنا لیے ہیں ہم* تیں بنانے کے لیے* ک شوز کرتے ہیں۔ ۶۵ کی B. کے بعد بھارتیوں نے ہمیں شکست دینے کے لیے سوچنا شروع کر* ی اور چھ سال بعد کامیاب ہو گئے۔ ہم اس دوران دس سالہ جشن مناتے رہے دشمن نے اس دوران عصبیت کا@ بو* ی اور نتیجہ & نے دیکھ لیا۔ آج بھی کوئی گہرائی سے تجزیہ نہیں کر رہا۔ ہر ای کی سوچ سطحی ہے۔ چلیے ہم نے اردو میں دعوت فکر+ ی اور انگریزی میں فوڈ فور تھوٹ پیش کر* ی۔ àöfâü] É ¡ f Ÿ]ô ßn×Â ^Úæ

۱۰ فروری ۲۰۱۰

پیمانہ

ہمارے ذاتی غموں میں ای یہ بھی ہے کہ کوئی ہماری نہیں 7۔ اس لیے خواہش ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی کسی اعلیٰ منصب پ فا* ہوتے* دشاہ ہوتے تو اور بھی اچھا تھا۔ اب آپ خود غور فرمایئے شہنشاہ اکبر ننگے پیر حضرت سلیم چشتیؒ کے در* رمیں H تو واقعہ* ریخ میں رقم ہوا۔ فلموں میں ننگے* پ وں چلتے ہوئے دکھا* ی۔ جبکہ ہم خود کئی* رمسجد سے ننگے پیروں واپس آئے لیکن کسی نے توجہ نہ دی۔ ہاں مسجد سے روانگی پ ای دو نے اظہار افسوس ضرور کیا* دشاہ ننگے پیروں H تھا واپس نہیں* ی تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ کبھی ہم نے مسجد ننگے پیروں جانے کی جسارت کی تو لوگ سمجھیں گے جوتی% انے* ی ہے۔ شہنشاہ اکبر کو یہ خوف نہیں تھا پھر بھی وہ کبھی ننگے* پ وں مسجد نہیں H۔ ا/ جا* تو بھی* ریخ میں جگہ نہ بنا* پ*۔

اب شہنشاہ اور مسجد کا ذکر آH ہے تو ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا* سے لے کر بہادر شاہ ظفر- کسی نے حج بھی کیا تھا* ی نہیں۔ ا/ کیا ہو* تو کسی نہ کسی فلم میں اس کا+ کرہ ضرور ہو*۔ جیسے اکبر کا ننگے* پ وں چلنا۔ شہنشاہ عالمگیر تو دیندار تھا اسنے حج تو ضرور کیا ہوگا لیکن کہیں پ ڑھا نہیں۔ یہ* ت تو خوامخواہ نکل آئی ورنہ* ت تو ہمارے غم کی تھی کہ کوئی ہمیں درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔

ای* رہم نے اپنی قابلیت جتانے کے لیے چند دوستوں سے پوچھا ''بتا h ہو کتنے وزن کو ای* پ +ڈ کے پ ا سمجھا جا* ہے اور کتنی لمبی چیز کو ای فُٹ سمجھا جا* ہے''۔ اتفاق دیکھیے کسی کو علم نہیں تھا لیکن بجائے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنے کہ مذاق پ ا* آئے۔ کہنے لگے ''بھئی ای* پ +ڈ ای* پ +ڈ کے اور ای فٹ ای فٹ کے پ ا ہی ہوگا۔ اس میں پوچھنے کی کیا* ت ہے''۔ ہم نے وضا # کی کہ ہماری مراد اس پیمانے سے ہے جس سے مقابلہ کیا جا* ہے۔ ای صا # نے کہا بھئی ہمیں تو نہیں معلوم ا/ تمہیں علم ہے تو بتا دو۔

ہم نے فوراً اپنی قابلیت جھاڑنے کے لیے بتا* ی کہ پ ٹش میوزیم میں ای پلاٹینم کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔ اس ٹکڑے

کے وزن کے,, ا, وزن کو ا ی-* پ ڈ+ٹ کہتے ہیں اور اس ہی طرح پلاٹیم کے ا ی- لمبے ٹکڑے کے,, ا, لمبائی کو ا ی- فٹ کہا جا* ہے۔سن کر کسی نے بھی ہماری تعریف نہیں کی۔اس وقت ذہن میں یہ ہی * ی کہ اَ/ وز, ی مشیر ہوتے تو خوب خوب تعریف ہوتی۔دکھ تو ہوا تھا لیکن اس دکھ میں اس وقت اور اضافہ ہH ی . #* پ رٹی,* جمان محترمہ اڑ*. ب اقتدار نے مہنگائی* پنے کا ا ی- پیمانہ بتلا* ی ا اور جسے ٹی وی والوں نے خوب اچھالا۔بقول محترمہ اَ/ چینی مہنگی ہوتی تو مٹھائی کی دکا 3 بند ہو جاتیں۔یہ بھی پوچھا 'کیا کوئی دکان بند ہوئی'۔اب چوè ا ی- بھی مٹھائی کی دکان, پ* لے نہیں, پ ڑے تو* .$ ہوا ملک میں نہ چینی کی قلت ہے نہ وہ مہنگے داموں فرو* # ہو رہی ہے۔اب ہمیں یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ * پ ڈ+ٹ اور فٹ کا پیمانہ تو پلاٹینم کی صورت میں,, ٹش میوزیم میں محفوظ کر ڈ* ی H ہے لیکن مہنگائی کے اس پیمانے کو کس طرح محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ایسا ہی ا ی- پیمانہ غر.$* پنے کے لیئے, پ و ی, مشرف نے بتا* ی تھا لیکن وہ پیمانہ بھی محفوظ نہ کیا جا سکا۔مشرف کا کہنا تھا کہ ملک میں موٹ سائیکلوں کے کارخانے بند نہیں ہوئے تو* .$ ہوا ملک میں غر.$ نہیں ہے۔اب تنزا 6 اور چاڈ جیسے مما لک کو چاہیے کہ غر.$ ختم کرنے کے لیے آئی۔ایم۔ایف سے قرضے لیکر موٹ سائیکلوں کے کارخانے لگوالیں K اللہ وہاں بھی غر.$ ڈھو+ٹ ے سے نہ ملے گی۔اللہ توفیق دے تو ہمارے ا ی- اور ڈکٹیٹر کے نقش قدم, پ چلتے ہوئے دس سالہ* قی کا جشن بھی منا N* کہ ان کے حکمرانوں کی تصاو ی, بھی ٹکوں کی ز M بن سکیں اور قوم قرضے * رتے ہوئے کہے 'تیرے جانے کے بعد تیری* ی د آئی'

محترمہ اڑ*. ب اقتدار کے دیئے ہوئے پیمانے کے ذکر سے ہمیں محترمہ کے مختلف *ٹ ک شوز میں دیئے جانے والے د V, پ مغز بیا* ت بھی* ی د آ رہے ہیں جن کی+ و } ہماری بچپن کی * ی دیں* زہ ہو جاتی ہیں۔اب & کا ذکر تو ممکن نہیں لیکن ا ی- دو سے کام ` نے کی کوشش کرتے ہیں۔نہ جانے کیوں ہمیں ان کے بیا* ت* ی فرینڈلی اپوز C , پ لگائے گئے الزامات سے بچپن میں, پ ڑھی ہوئی وہ کہانی * ی د آ جاتی ہے جس میں ا ی- بھیڑ* ی بھیڑ کے بچے, پ الزام لگا* ہے کہ تو نے پچھلے سال مجھے گالی دی تھی۔بیچارہ میمنہ مفاہمت کے چکر میں صرف یہ ہی کہہ ** پ* ہے کہ جناب میری تو عمر ہی چھ ماہ کی ہے۔اس کے علاوہ ہمارے بچپن کے وہ دو & بھی* ی د آ جاتے جو آپس کے جھگڑوں میں اپنے مخالفین کے ز*. نی حملوں سے لاجواب ہونے, پ یہ ہی کہتے رہ جاتے

تھے کہ ''تو خود جھو*ٹ، تیر*. پ جھو*ٹ * ی ''تو نے بھی تو پہلے ایسا ہی کیا تھا۔اب میری*. ری آئی تو ا* ارہا ہے'* ی۔'' میری بیٹنگ آئی تو بھاگ رہا ہے۔دام د n جا''۔''ہمیشہ ہماری*. ری, پ تجھے کام* ی د آ جا* ہے'' وغیرہ وغیرہ۔ان بچپن کے دوستوں کو* ی د کروانے کا سہرا فقط محترمہ کی فراہم کردہ اطلاعات کے ہی سر نہیں بلکہ د V صا # اطلاعات کے سر بھی ہے۔ایسے ہی ا ی- صا # اطلاعات کے بمو. # اَ/ سوئس بینکوں کا ذکر ہوگا تو پھر دوسروں کے کیس بھی کھلیں گے۔دیکھا! ہوئی نہ بچوں والی*. ت کہ ''تو نے بھی تو کیا تھا''۔اب اس 'بھی' سے یہ اقرار تو ہو جا* ہے کہ ہم نے تو کیا ہے لیکن تو نے بھی تو کیا تھا* دان* دانستگی میں کہہ رہے ہیں کہ 'ہاں یہ الزامات در & ہیں 1 تم نے بھی تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے'۔۔۔اس ہی لیئے تو کہتے ہیں* دان دو & سے د* دشمن بہتر!!!

۱۱رفروری ۲۰۱۰

ہیومن رائٹس

ہمیں، ہیومن رائٹس کمیشن آف *پ کستان کی ا- کر* دھڑ سے ہمدردی ہے کیوè محترمہ کو: شات گھیرے رہتے ہیں۔انہیں آج یہ: شہ ہے کہ ملک اب عدالتی آمر$ کی جا$., ڈھ رہا ہے۔بقول ان کے اب فوجی مارشل لا تو آنہیں سکتا لیکن فوج آج بھی پس, پ دہ طاقتور ہے۔انہوں نے میٹ دی, پ لیس میں کئی : شات کا ذکر تو کیا لیکن وجہ ا- کی بھی نہیں بتائی* ہوسکتا ہے اخبار نے رپورٹ نہیں کی۔انہوں نے نئی شیروانیوں اور اچکنوں کے W کی اطلاع بھی دی لیکن یہ نہیں بتا* کہ یہ. یکنگ نیوز انہیں درزیوں سے ملی* کپڑے کے دکا+ اروں سے۔انہوں نے یہ بھی فر*ا* کہ ملک, پ. اوقت آرہا ہے(گو* محترمہ کی دا a میں اس وقت اچھا وقت ہے)اور اس. ے وقت کے آنے سے لوگ سیاسی آمر$ کو بھول جا N گے۔اب یہ علیحدہ بحث ہوگی کہ سیاسی آمر$ اچھی چیز ہے*. ی!اَ سیا & آ M کی* پ بند ہے تو یہ ہوگی آ Ž آمر$ ورنہ یہ سیاسی آمر$ نہیں ہوگی۔جیسے دورِ, پ وزِ ی میں ا- سیاسی جما (اور ا- وز, یاعظم کے ہوتے ہوئے بھی حکم آمر کا ہی چلتا تھا۔موصوفہ کے پورے بیان میں کوئی* ت بھی واضع نہیں۔ہمارا خیال ہے یہ رپور ٹ کی غلطی ہے کہ اس نے صحیح رپورٹنگ نہیں کی*۔ ہوسکتا ہے محترمہ ذہنی طور, پ الجھی ہوئی ہوں۔ا- طرف ان کا کہنا ہے،فوجی آمر$ کھلے عام نہیں آئے گی۔شا+ وہ کہنا چاہتی ہوں کہ ڈھکے چھپے آئی گی کیوں کہ پس, پ دہ فوج طاقتور ہے۔اَ ایسا ہے تو پھر عدالتی آمر$ کیونکر آئے گی (یہاں ہم پھر یہ ہی کہیں گے عدالتی آمر$ تو اچھی ہوئی* !۔حکمرانی قانون کی ہوگی اور عوام یہ ہی تو چاہتے ہیں)۔

اور پھر سیاسی آمر$ کس%* کا* م ہے جسے لوگ بھول جا N گے۔واللہ عالم کیا کہنا چاہ رہی تھیں۔ایسے میں ا ÷ اور شیروا*ں کیوں سلوائی جا رہی ہیں۔فوجی تو وردی پہنتے ہیں۔عدالتی اراکین بھی اب کوٹ* ئی میں ہوتے ہیں۔عرصہ ہوا جج صاحبان نے شیروانی* ا ÷ کا استعمال چھوڑ* ہے۔یہاں سوال اٹھتا ہے کہ ہیومن

رائیٹس کمیشن کو ان* توں سے کیا مطلب؟ ہوسکتا ہے یہ این جی اوز (N.G.Os) آزاد عدلیہ سے خوفزدہ ہوں کیوè ہمارے خیال میں (جو غلط بھی ہوسکتا ہے) یہ & امریکہ کے زیرِ سایہ M پ رہی ہیں ورنہ کارکردگی کو کا+ ارد کہہ h ہیں۔اب امریکہ کی Ã میں کون ہیومن ہے اور کون نہیں۔یہ تو اس بیان کے تناظر میں دیکھنا ہوگا جس میں ا- امریکی جنزل نے بتا* تھا ڈرون حملوں میں ہلاک ہونے والے 700 میں سے صرف 14 مطلوبہ افراد تھے بقا* معصوم تھے۔اس بیان کے بعد ہیومن رائیٹس والے نہ سڑکوں, پ آئے نہ کوئی بیان * ۔پس* $. ہوا کہ مرنے والے ہیومن نہیں تھے تو ا ê حقوق کہاں ہونگے۔ہمارے ملک میں ایسی تمام ’فلاحی‘ تنظیمیں بھارتی قیدیوں کے حق میں آواز بلند ہی نہیں کرتیں بلکہ ان کو آزاد کرانے کے بعد ان کو بحفاظت تمام ا ê ملک پہنچانے کا بھی انتظام کرتی ہیں۔ہم نے خود ٹی وی, پ دیکھا تھا کہ جناب ا « ر. نی ا- بھارتی قیدی کے وارے صدقے جا رہے تھے۔ان تنظیموں کو ڈاکٹر عافیہ دکھائی نہیں دیتی۔ہوسکتا ہے کبھی اس کے لیئے آواز اٹھائی بھی ہو تو بہت ہی غیر محسوس + از میں کہ کہیں امریکہ* راض نہ ہو جائے۔یہ* پ کستانی جیلوں میں قید مجرموں کے حقوق کے لیے کوشاں رہتے ہیں کہ ان کو جیل مینیول کے مطابق مراعات حاصل ہیں * نہیں۔انہیں اس کی فکر نہیں کہ بھارتی جیل میں بند بیگناہ* پ کستانیوں کے ساتھ کیا ہو* ہے کہ اکثر بے چارے مردہ حا) میں ہی واپس آتے ہیں۔انہیں جیل کے* ہر* پ کستانیوں کے حقوق کی بھی کبھی, پ واہ نہیں ہوئی۔ اسلام اور* پ کستان کو+* م کرنے کے لیے مختاراں مائی کو تو سڑکوں, پ اس طرح لاتے ہیں جیسے اس قسم کے واقعات صرف* پ کستان میں ہی روا ہوتے ہیں۔ڈاکٹر عافیہ کے ساتھ ہونے والی* دتیاں انہیں Ã نہیں آتیں۔انہیں وا ہگہ* رڈر, پ دیئے جلانے کا شوق بھی ہے اور بھارت سے اچھے تعلق کی خواہش بھی۔انہیں کشمیریوں کے حقوق بھی دکھائی نہیں دیتے شا+ کشمیری بھی ہیومن ہونے کی کسوٹی, پ پورے نہیں ا* تے۔ہمیں تو لگتا ہے یہ & امریکی ایجنڈے کے ماتحت ہیں۔. # عدلیہ کی بحالی میں امریکیوں کو اپنا مفاد Ã آرہا تھا تو یہ تنظیمیں فعال تھیں۔اب. # امریکیوں کو آزاد عدلیہ سے خوف آرہا ہے تو محترمہ عدالتوں کو متنازعہ بنانے کی آرزومند ہیں۔. # سے عدا) میں N.R.O کا بکس کھلا ہے۔محترمہ عجیب وغر$ بیا* ت دے رہی ہیں* سمجھ آنے والے بیا* ت سے پتہ ہی نہیں چل رہا کہ کہنا کیا چاہ رہی ہیں۔ہمارا خیال ہے کہ معاملہ

کومپلیکیٹڈ (coplicated) ہH ہے۔وہ اس طرح کہ این۔آر۔او۔تو امریکہ اور مشرف کا* جا, آرڈS تھا۔ # کہ ہر* پکستانی سوائے ان کے جنہیں اس سے فا+ ہ ہوسکتا ہے اس کا مخالف ہے۔ایسے میں امریکہ کے لئے* پلکوں کے لیے ا۔ مصیبت کھڑی ہوگئی ہے یعنی سا$ کے مونہہ میں چھچھو+ ر۔۔طرفداری کریں* مخالفت۔۔۔ # عقل کام نہ کرے تو بیا* ت میں ’عدالتی آمر$ ۔پس پ دہ فوجی طاقت۔سیاسی آمر$‘ جیسے الفاظ کا در* تعجب انگیز نہیں۔شیروانیوں کا ذکر بھی شا+, کے کے طور پ لگا* H ہے۔

۲۰/فروری ۲۰۱۰

پ ی+$ اور پ ی سی ڈ$

بظاہر پ ی+ $ (President) اور پ ی سی ڈ $ (precedent) ا۔ جیسے لگتے ہیں لیکن معنوں میں بہت فرق ہے اس کے علاوہ تلفظ میں بھی واضح فرق ہے جسے ادا کرنے میں لوگ عموماً غلطی کر جاتے ہیں۔اس لیے ہم نے اردو میں اس طرح لکھا ہے فرق واضح ہوجائے۔پ ی+ $ تو ہم & ہی جا... ہیں کہ سر اہ کو کہتے ہیں اور وہ ا/ ملک کا سر اہ ہوتو اسے کئی چیزوں سے استثنٰی بھی حاصل ہوجاتی ہے۔جبکہ پ ی سیڈ$ کے معنی ہیں مثال،سند،روا$ ،رواج وغیرہ۔آپ سے ا/ ارش ہے کہ پ ی سیڈ$ کو آپ اپنے حافظے میں اس کالم کے ختم ہونے۔ محفوظ کرلیں۔کیوè اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔فی الحال ہم ا۔ خبر کودہرا رہے ہیں جو کل ہی ٹی وی پ نشر ہوئی اور اخبارات کی زM بھی بنی۔

خبر ہے کہ کو@میں پ ی+ $ کے پ وٹوکول کی وجہ سے ا۔ خاتون سے ۹ ماہ دس دن کے انتظار کے بعد مز+ چندR ں کا انتظار نہ ہوسکا اور اس نے بچے کو رکشہ میں ہی جنم دے* ی۔اس خبر کے بعد ٹ ی لے دے ہوئی اور ا۔ کالم نویس تو اتنے% اغپا ہوئے کہ ٹی وی پ اڑ* ب اقتدار کو بے نقط سنادی۔حالاè اس خبر کا ا۔ مثبت پہلو یہ بھی تھا کہ ا۔ غری$ گھرانے کے نومولود کی خبر ٹی وی پ نشر اور اخبار میں شائع ہی نہیں ہوئی بلکہ بچے کی تصو ی بھی چھپ گئی جو کہ عام حالات میں* ممکن تھا۔رکشہ میں ولادت کی وجہ سے ڈاکٹر* ی دائی کے% اجات سے اس کے شوہر کو استثنٰی بھی مل H (ی مل گئی)۔

ہماری قوم ب* تی تو ہے ہی اور اسے سوچنے سمجھنے کی فرصت نہیں۔اس لیئے آئے دن یہ موضوع ز ی بحث رہتا ہے کہ پ وٹوکول کی وجہ سے ٹ یفک جام ہH اور ا۔ شخص ایمبولنس میں ہی اللہ کو پیارا ہH ۔ا۔ صا # کی فلائ$ مس ہوگئی اور ا۔ شخص نوکری سے محروم رH ۔لاکھوں کا ایندھن جل H ۔لوگوں کی گاڑی کا پٹرول ختم ہو H ۔سرکاری قافلے کے گذرنے کے بعد لوگوں کو گاڑیوں کو دھکا لگاتے دیکھا H وغیرہ وغیرہ۔کافی بحث مباحثہ ہوتے ہیں۔ہر کوئی حکومت پ تنقید شروع کر دیتا ہے۔کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس قسم کے پ وٹوکول کو روکنا

آسان ہے نہ حکومت کے اختیار میں ہے۔ یہ سکیوریٹی اور پ وٹوکول بلیو ۔ (Blue Book) کے عین مطابق
فراہم کیا جا* ہے۔اگر اسے ختم کر* ہے تو بلو ۔ میں ت میم کر* پڑے گی اور یہ کسی ایگزیکیٹیو آرڈر
(executive order) سے نہیں ہو سکتی۔ سوال پیدا ہو* ہے کہ پھر یہ ت میم کیوں نہیں کی جاتی۔ اس کا مجاز کون
ہے۔ اس کا تو اللہ کو ہی پتہ ہوگا لیکن ہمارے خیال میں یہ مشکل اس لیے ہے کہ شا* بلو ۔ آ M سے *دہ
مقدس ہے۔ آ M میں تو آئے دن ت میمات ہوتی رہتی ہیں اور اتنی ت امیم ہو چکی ہیں کہ اصل آ M کا پتہ ہی
نہیں چلتا کہ وہ ہے کہاں؟ لیکن ا۔ عرصہ گذ H اس بلو ۔ میں ٹ* اٹھارہ ت امیم تو در کنار ا۔ بھی ت میم نہ
ہو سکی۔ ایسا لگتا ہے کوئی یہ کر* بھی نہیں چاہتا۔ بہر حال اس* زہ واقعے کے بعد* رلوگوں کو موقع مل H اور
پ وٹوکول اور سکیوریٹی کے خلاف غم و غصے کا 5 اظہار شروع ہو H ۔ اس* رتو دو وجوہات تھیں ا۔ بچے کی
پیدائش اور دوسرے اس واقعہ کا بلوچستان جیسے حساس علاقے میں ½ر* ہو*۔ اب یہ بھی اتفاق ہے کہ اس
ہی دن وز*اعظم کی وجہ سے کراچی میں بھی ٹ یفک جام ہوا لیکن & کی توجہ کو@ پ ہی رہی۔ اب چو è ایسی کسی
بھی جلتی پ* نی ڈالنے کا کام وز*اعظم نے اپنے سر لے رکھا ہے اس لیئے انہوں نے کراچی میں اپنے پ وٹوکول
کی صفائی میں تو کچھ نہیں کہا لیکن کوئٹہ کے معاملے پ ا۔ مو* بیان دے* کہ بچے کی پیدائش تو ہوائی
جہازوں میں بھی ہو جاتی ہے تو رکشہ میں ہو* کو` انہونی ہے۔ بیچارے وز*اعظم اپنی سی کوشش کرتے ہیں کہ
کہیں کوئی معاملہ بگڑنے نہ پ* ئے اس لیئے انہوں نے فوری نوٹس e ہوئے بیان جاری کر* جس سے امید
ہے کہ لوگوں کا غم اور غصہ اگر ختم نہیں تو قدرے کم ہو جائے گا اور مخالفین کی * ن بند ہو جائے گی۔ سچ کہا ہے کسی
نے کہ مخالفت نہا$ آسان ہے جبکہ مفاہمت اور درگذر میں ٹ ی صعوبتیں ہیں۔ ہمیں بھی یہ: شہ ہے کہ لوگ
کہیں اس بیان کو بچے تو جہاز پ بھی پیدا ہوتے ہیں پ ± $ (مثال) نہ بنالیں۔ کہیں کوئی قتل ہو تو کہہ دیں
کہ بھئی موت تو برحق ہے کسی طرح بھی آ سکتی ہے* چوری ہو جائے تو کہہ دیں گے کہ مال تو کہیں بھی کھو* جا سکتا
ہے، چوری ہو H تو کیا ہوا۔ ہمارے اس کالم کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو اب* ور کر* جائے کہ حکومت پ
تنقید کرنے کی بجائے بہتر تو یہ ہوگا کہ بلو ۔ میں ت میم کروائی جائے۔ پولس اور قانون* فظ کرنے والے
دوسرے اداروں پ عوام کا غصہ بے وجہ ہو* ہے۔ وہ بے چارے ہی تو ہیں جو بلو ۔ کے مطابق اپنی ذمہ داری

پوری کرتے ہیں ورنہ یہاں تو حکومت بھی آ M کے مطابق نہیں ` ئی جاتیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جس طرح بلو
۔ پ عمل ہو* ہے، اس ہی طرح آ M پ عمل ہو تو ہماری مشکلات ختم ہو جا N گی۔۔

۲۶ فروری ۲۰۱۰ء

کراچی۔۔۔

ہمارا شہر کراچی ا یہ منفرد شہر ہے *پکستان کا & سے ,.ٹا شہر۔ دلّی تو کئی* .%Ù ی اور کئی* .ر بسائی گئی اور اس کے* .وجود اسکی را. ھانی والی حیثیت. قرار رہی لیکن کراچی کو ا یہ ہی جھٹکے میں ا یہ ڈکٹیٹر نے اس حیثیت سے محروم کر ڈ یہ۔ یہ اور* .ت کہ اس H ہ کا وہ آج -- خمیازہ بھگت رہا ہے اور* .ر. داری کے ,ٹکوں کی ز M بنا ہوا ہے اور وہ بھی بلا شرکتِ غیرے نہیں!! کیوں کہ مسرت شاہین کی تصاو یہ کو بھی یہ ہی سعادت ملی ہوئی ہے۔ دلّی تو دلّی سے دہلی اور پھر نئی دہلی بن کر مشہور ہو چکی۔ لیکن، کراچی میں، نئی کراچی ا یہ +ú داغ کے سوا کچھ نہیں۔ دوسرا ظلم یہ ہے کہ & سے ڑ یہ دہ ریونیو جینیر $ کرنے کے* .وجود C یہ دی سہولتوں سے محروم اس شہر میں لوڈ شیڈ َ- مستقل ڈ یہ ہ جمائے ہوئے ہے اور سونے پہ سہاگہ کہ سرکار ماننے کو تیار نہیں کہ یہاں لوڈ شیڈ َ- ہوتی ہے* .ت ٹھیک ہی لگتی ہے کہ ہم نے بھی بھری دوپہر میں اسٹر $ لائیٹس کو اکثر و بیشتر روشن ہی دیکھا ہے۔ یہاں ہمیں یہ بتانے میں کوئی عار نہیں کہ ا یہ* .ر ہم نے بھی سرکار کی طرح اس ہی قسم کی غلط بیانی کا مظاہرہ کیا تھا

یہ اس وقت کی* .ت ہے .# ابھی انلائٹمنٹ (enlightenment) نے پَر پُرزے نہیں نکالے تھے اور کراچی عروس البلاد اور روشنیوں کے شہر کے* موں سے پہچا* جا* تھا۔ ہم نے اپنے ا یہ لاہوری دو & کو .# کراچی کے* .رے میں بتا یہ کہ کراچی کو روشنیوں کا شہر کہا جا* ہے تو اسے کراچی دیکھنے کا شوق پیدا ہا H یہ۔ ہم نے اسے کراچی آنے کی دعوت د+ یہ ی لیکن مصروفیت کے* .) وہ کافی عرصہ -- کراچی نہ آ سکا۔ .# *یہ تو حالات +ل چکے تھے۔ اب اینلائٹمنٹ کا دور دورہ تھا۔ ہم اسے e ا یہ پورٹ پہنچے تو رات کے تقریباً آٹھ بج رہے تھے۔ ہماری کار .# شاہراہِ فیصل سے گذر رہی تو ہمارے مہمان نے کہا* یہ ر یہ کیسا روشنیوں کا شہر ہے کہ کاروں کی ہیڈ لائٹس کے علاوہ کچھ Ã ہی نہیں آ رہا۔ ہم پہلے تو 1 ئے پھر سنبھالا لیکر عرض کیا ار* یہ ر ابھی تو رات ہے*۔ کل دن میں دیکھنا۔ سمجھدار آدمی تھا، سمجھ H یہ اور ہمیں مز+ یہ شرمندہ نہیں کیا۔۔ ہمارا یہ شہر، موسمی مذاق

کا K¶ نہ بھی C رہتا ہے اور یہاں کے* .سی فخریہ کہتے ہیں۔

''صبح کو ,.نلہ، شام کو کھا ً ، ہائے کراچی ، ہائے کراچی!''

کراچی کو غر $.یہ ,پ ور شہر کے* م سے بھی جا* جا* ہے۔,.ٹا ہی (accomodative) شہر ہے جو* ہے اس ,پ اپنا حق جتا* ہے۔ یہاں آنے والے ڑ یہ دہ* اکیلے آتے ہیں، کماتے خوب ہیں,پ % چ کچھ نہیں کرتے ،ساری رقم اپنے* .ئی گاؤں بھیج کر بھی کراچی والے ہی رہتے ہیں۔ ہماری پوسٹنگ .# کوئیٹہ میں ہوئی تو ہم نے وہاں مکان کرایہ ,پ لیا اور بیوی بچوں سمیت منتقل ہو گئے اور جو کما* یہ وہیں% چ کیا پھر بھی مقامی دوستوں کے طعنے سنے کو ملتے کہ لوٹنے آ گئے ہو۔ % ا یہ دن اپنے ایسے کرمفرماؤں کو جتا* ,پ ٹا کہ مکان کا کرایہ دیتے ہیں۔ جو کچھ تنخواہ کراچی سے آتی ہے یہیں% چ کرتے ہیں۔ بچوں کی اسکول کی فیس بھی یہیں جاتی ہے۔ اس دن کے بعد ان کے طعنوں سے گلوخاصی ہوئی۔

کراچی کو ہم نے اس ہی لیئے اکوموڈیٹیو کہا ہے کہ یہاں* .ہر سے آنے والے، مقامیوں کے مقابلے میں ڑ یہ دہ طمطراق سے رہتے ہیں۔ بیوی بچوں کی غیر موجودگی میں کچھ ڑ یہ دہ ہی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لڑنے مرنے ,پ ہر دم آمادہ کیو è ,پ دیسی ہونے کے* طے آپس میں k ا جو ہو* ہے۔ کراچی میں* .ہر سے آنے والوں کا طر i ءواردات بھی خوب ہو* ہے۔ آتے ہی خود ساختہ چوکیدار بن یہ^* ہیں۔ ا یہ ڈ+ٹ الیا ا یہ ¥ پگڑی اور شروع ہو گئے۔۔ ''جاگتے رہو''۔ وہ تو بھلا ہوا ان لوگوں کا، جنہوں نے سیکیوریٹی کے ادارے جا بجا کھول لیئے اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ گارڈز کے بغیر کوئی آفس کوئی ادارہ، بشمول بنک محفوظ نہیں۔ یہ دوسری* .ت ہے کہ کئی ,.ٹی ڈکیتیوں میں ~ کمپنیوں کے گارڈز ملوث* پ ئے گئے۔ کئی گھر W خواتین کے قتل میں بھی ان کا ہاتھ H یہ** اور کیوں نہ ہو۔ اسلحہ ان کے* پ س ٹ انسپورٹ ان کے* پ س! ۔ کہاوت ہے کہ چوروں کو چوکیدار بنا دو تو اخلاقاً چوری سے* $ ہو جاتے ہیں۔ لیکن چوکیدار ہی چوری ,پ کمربستہ ہو جا N تو؟۔۔ یہ ہے سوچنے کی* .ت۔ چلتے چلتے ا یہ لطیفہ۔۔ ا یہ صا .# یہ سن کر کہ کراچی میں روزگار کے ,.ٹے مواقع ہیں، کراچی آ گئے۔ اتفاق سے کوئی کام نہ 5 تو گھومتے گھامتے ایمپریس مار ٹ پہنچ گئے۔ وہاں کی گہما گہمی دیکھ رہے تھے کہ Ã جا ٹھہری ا یہ ایسے شخص ,پ جو ا یہ طوطا لیئے کھڑا تھا۔ یہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگے، تھوڑی ہی د یہ میں ا یہ گاہک

*ـ اور طوطے کی قیمت پوچھی۔ طوطے والے نے قیمت ۵۰۰ روپے بتلائی۔ گاہک نے پوچھا کچھ بولتا بھی ہے۔ جواب 5 جی ہاں اور طوطے سے بولا کہو نبی جی چُوری بھیجو، طوطے نے فوراً یہ الفاظ دہرا دیئے۔ گاہک نے دام چکائے اور طوطا لےHـ۔ اس شخص کو بڑی حیرت ہوئی اور اس نے سوچا یہ کام ٹھیک رہیگا۔

دوسرے دن اس نے بھی کہیں سے ایک طوطا پکڑا اور آ کر اس ہی جگہ کھڑا ہوHـ۔ کافی دیر بعد ایک گاہک *ـ اور قیمت پوچھی۔ اسنے کہا ۵۰۰ روپیہ۔ گاہک نے پوچھا کیا کچھ بولتا ہے۔ اس نے جواب *ـ ہاں اور طوطے سے کہا بولو نبی جی چوری بھیجو۔ طوطا خاموش رہا اور گاہک کچھ بڑ*ا ہوا آگے بڑھ Hـ۔ اب اسے پریشانی لاحق ہوئی۔ اسی اثنا میں ایک خاتون آ گئیں اور قیمت پوچھی گھبراہٹ d+ نی تھی لیکن کمال ہوشیاری سے فوراً بولا ’۱۰۰۰ روپیہ‘۔ خاتون نے پوچھا اس میں کیا خاص *ت ہے۔ کیا بولتا ہے؟ جواب *ـ نہیں بولتا تو نہیں ہے۔ خاتون نے تعجب سے کہا پھر ہزار روپے کس *ت کے؟ اس نے اطمینان سے شہادت کی انگلی کنپٹی پہ ٹھوکتے ہوئے کہا۔ ’’جی یہ سوچتا ہے‘‘۔

۱۳ مارچ ۲۰۱۰

نوائے وقت مورخہ ۱۲ اپریل ۲۰۱۰ء

سید قاسم محمود

ایک مشہور کالم نگار نے سید قاسم محمود صا # کے انتقال پر اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی موت پر میڈ*ـ نے کوئی خاص ذکر نہیں کیا۔ نہ کوئی فلم چلی۔ نہ کوئی تعزیتی پیغام نشر ہوا۔ سولہ کروڑ مٹی کے مادھوؤں کو تو اè* رے میں علم ہی نہیں کہ وہ کون تھے اور کیا تھے؟ بہر حال خوشی ہے کالم نگار نے کچھ آگاہی تو بخشی۔ آگاہی ہوئی کہ سات سال کی عمر میں مرحوم نے اپنے ایک ہندو استاد کو اس لیے تختی کھینچ ماری تھی کہ اس نے پیغمبر ﷺ V کی شان میں کچھ* زیبا الفاظ کہے تھے اور + لے میں ہندو لڑکوں نے ٹھیک ٹھاک پٹائی کر دی تھی۔ کام تو غازی علم دین شہید جیسا ہی تھا لیکن پذیرائی وہ نہ مل سکی۔ ادب کی : مت میں جو کچھ کیا، وہ ماسوائے چند صاحبان Ã کے کسے خبر؟ پڑھنے لکھنے والے ہیں ہی کتنے؟ اب ادب کی : مت تو میڈ*ـ کی توجہ مبذول کروانے سے رہی۔ ہاں کسی کھیل میں* م پیدا کیا ہو*ـ موسیقی میں کوئی کا* مہ کیا ہو* تو کوئی* ت ہوتی۔ عوام بھی جا... کہ بھئی یہ* 6 مرزا ہے یہ شعیب ملک ہے*ـ یہ عد* ن سمیع ہے۔ ان کی شادی کی خبریں اتنی اہم ہیں کہ سید قاسم محمود کی تعزیـ$ کے لیے وقت کہاں؟ سید صا # نے بھی خوب کیا۔ بھلا یہ کیا* ت ہوئی کہ کتابیں لکھ دیں۔ کون پڑھتا ہے؟ ہم نے بھی ایک کتاب لکھی اور .A سے تیس ہزا% چ کر کے دو سو کاپیاں چھپوا دیں۔ کوئی ـ سیلرر p پہ راضی نہ ہوا۔ ہر کوئی یہ کہتا تھا بھئی اب کتابیں کوئی نہیں %+*ـ۔ رکھوا دو ـ گئی تو پیسے لے جا*۔ پچاس پرسنٹ کمیشن ہوگا یعنی سو روپیہ۔ فی کتاب ڈیڑھ سو میں چھپی تھی۔ ظاہر ہے ہر کتاب پر فقط پچاس روپے کا نقصان تھا لیکن راضی ہو گئے یہ اور* ت کہ کچھ دن بعد واپس لینی پڑ گئیں کہ ایک بھی نہ ـ سکی۔ مجبوراً دوستوں کو* پنچ پنچ دس دس دے کر تعلقات کی بنا پر بکوا دیں۔ گمان ہے کہ دوستوں نے ازراہ مروت %+ـ لیں۔ کئی دوستوں نے اس طرح مدد فرمائی کہ دس دس کتابیں لے کر دو دو ہزار پکڑا دیے۔ واللہ اعلم کتابیں ضائع کر دیں*ـ دوسروں کو تحفتہً دے دیں۔ ہر دو صورتوں میں پڑھی نہیں گئیں کیوè کہیں سے بھی کوئی تبصرہ نہیں *ـ۔ ہاں جن چند لوگوں نے پڑھی انہوں نے تعریف کی۔ کچھ بھی ہو، تیس میں سے بیس ہزار کی واپسی

ہوگئی۔اس لیئے کچھ لوگوں کو مفت بھی بھجوادیں۔جنہیں تحفے میں بھجوا N ان میں سے فقط ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی شخصیت ایسی ہے جس نے تیسرے ہی دن SMS پر اپنا تبصرہ شکریے کے ساتھ بھجوا*یا۔ڈاکٹر صا # نے جس # از سے تعریفی کلمات لکھے اس کے جواب میں ہم نے یہ ہی لکھا کہ یہ الفاظ تو ہماری کتاب سے *زیادہ ہمارے لیئے* باعث افتخار ہیں۔ڈاکٹر صا # کے SMS سے ہمیں حیرت بھی ہوئی کیو è لوگوں نے تو یہ بھی نہیں لکھا کہ ''کتاب مل گئی۔شکریہ!!''۔ڈاکٹر صا # کے علاوہ جنہوں نے تعریف کی* یا ملنے کی رسید دی،ان کے* نام ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا h ہیں۔اس سے یہ نہ سمجھیے کہ ہم نے انگلی کی پوروں پر H ہوگا۔جی نہیں ایک انگلی ایک شخص! ویسے ہمت افزائی کے لیے یہ بہت ہیں کہ* پانچوں اشخاص* یا تو کسی نہ کسی ادبی % ے کے مدیر ہیں،شاعر ہیں* یا افسانہ نگار۔اگر کوئی پوچھے کہ کتاب لکھ کر کیا* پایا تو ہمارا جواب ہوگا ڈاکٹر عبدلقدیر خان صا # کا فون نمبر اور تعریفی الفاظ۔۔

ہمارا اپنا ذکر تو برسبیل ت* کرہ نکل* یا ورنہ* بات ہورہی ہے جناب سید قاسم محمود کی جنہوں نے شا# ہی کوئی بڑا مصنف چھوڑا ہو جسکا ترجمہ نہ کیا ہو۔یہ ہی نہیں بلکہ اپنے تمام کام کو نہا$ کم قیمت پر شائع کیا۔لیکن* بات تو وہی ہے کہ قدردان ہیں ہی کتنے؟ یہاں تو وہ کالم نگار جو اہتمام سے اپنا ای میل اڈریس شائع کرتے ہیں انہیں ای میل بھیجو تو 90% ڈلیور ہی نہیں ہوتیں۔جو ہو بھی جاتی ہیں تو پڑھی نہیں جاتیں حالا è کہ تقریباً ہر کالم نگار یہ ہی لکھتا ہے کہ ایک قاری نے ای میل میں لکھا ہے۔۔۔ایک صا # رقم طراز ہیں۔۔ایک کرم فرمانے فون پر توجہ دلائی ہے۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔سید قاسم محمود صا # اب ہم میں نہیں رہے۔ہوسکتا ہے اگر موت کچھ دن اور نہ آتی اور* 6 مرزا کی شادی کا شور وغوغا نہ اٹھتا تو شا# ہمیں یہ کالم لکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔پھر بھی ہمیں خوشی ہے کہ ایک کالم نگار نے اپنا فرض نبھاتے ہوئے آج ایک کالم لکھ*یا اور دوسرے نے اپنے کالم کے % میں فقط ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ کل* یا پرسوں اس پر لکھیں گے۔اللہ کرے ایسا ہی ہو ہمیں تو مشکل ہی لگ رہا ہے کیو è* 6 مرزا اور شعیب کی شادی سے پہلے ہی* 6 کی ایک سوکن کا1/4 رہا H یا ہے۔اب اس دلچسپ سچو c میں مرحومین کا ذکر کسے پسند آئے گا۔لیکن ایسا بھی نہیں ہے کیو è ایک m کی + و) ہمیں کل ہی معلوم ہوا کہ مینا کماری کو ہم سے بچھڑے ہوئے 38 برس M گئے۔یہ بہت ہی خوش آئند

ہے کہ مرحومہ کو اڑتیس سال بعد بھی* یاد رکھا H یا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جناب سید قاسم محمود مرحوم کو بھی ہر سال* یاد کیا جائے گا۔% خوش فہمی بھی تو کوئی چیز ہے

۳اپریل ۲۰۱۰ء

او$ سستا، بلی مہنگی

اللہ کا شکر کہ ہمارے ملک کے سارے مسائل % کار حل ہو ہی گئے۔ یہ مسائل* اشوز(issues)* پ کستان W کے بعد سے حل طلب تھے۔ کچھ اشوز* پ کستان سے بھی پہلے کے تھے، کچھ بعد میں پیدا ہوئے۔ پہلے والے انگری وں کے زمانے کے تھے اس لیے انہیں اس ہی دور میں حل کروانے کے لیئے کسی بھی لیڈر کے پیٹ میں مروڑ نہیں اٹھا۔ نصف صدی کے بعد اٹھا ہے* کہ اور کچھ نہیں تو اس شعر کی لاج رہ جائے کہ ؎ نصف صدی کا قصہ کا ہے، دو چار بر س کی* بات نہیں۔

ای تماشہ اور بھی ہے کہ پیٹ میں مروڑ صرف اقتدار سے* باہر والوں کو ہی ہو* ہے۔ اقتدار میں سارے مسائل ز یر غور آتے ہی نہیں* زہ مثال ای سابق وز یر کی ہے جو دور پ و یر ی میں قلم اور نوٹ ب لے کر* ک شوز میں اس طرح آتے تھے جیسے کوئی اسٹینو/ افر، صا # کے بلاوے پر* ہے۔ اقتدار میں فرصت ہی نہیں ملی کہ *بس سے کہہ کر سرائیکی صوبہ ہی بنوا دیتے۔ کوئی مشکل بھی نہیں تھی۔ صرف ای آرڈر کی مار تھی۔ لیکن نہیں اس وقت کیا ضرورت! ہاں اب، . # حکومت سے 'آؤٹ' ہوئے تو مید* یر میں 'ان' رہنے کے لیے سرائیکیوں کے حقوق Ā آگئے۔ ہم اپنے تجربے کی روشنی میں یہ کہہ h ہیں کہ ا/ موصوف کو اس مطالبے سے دn دار کرو* ہو تو انہیں فوراً اقتدار میں شامل کر لیا جائے۔ غور فرم* یر جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ فوجی ڈکٹیٹر سے لیکر سول حکمرانوں- ہرای جس مطابے کے بل بوتے پر حکومت پر قابض ہو* ہے اس مطالبے کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اب چاہے وہ مطالبہ کرپشن کا ہو* یر مہنگائی کا۔ کالا* باغ ڈیم کا ہو* یر کشمیر کا۔ عدلیہ کی آزادی کا ہو* یر مید* یر کا۔ غریبوں کے لیئے مفت تعلیم کا ہو* یر صحت کا۔ اس صورت حال میں یہ انہونی ہوئی کہ سارے اگلے پچھلے مسائل حل ہو گئے۔ انہونی اس لیئے کہ ای دو نہیں بیسیوں مسائل ی جا کر کے انہیں سترھویں(17th.) ترمیم سے N کرد* یر بالکل اس طرح جیسے ای او$ والے نے او$ کی/ دن کے ساتھ ای بلی* + ھ دی تھی

۔ او$ کی قیمت کم رکھی اور بلی کی قیمت ز* یر دہ۔ شرط یہ تھی کہ دونوں ساتھ ہی بکیں گے ورنہ نہیں۔ اس لیئے ہم جیسے کم فہم تجزیہ نگاروں کا خیال تھا کہ بلی کی وجہ سے او$ نہیں بکے گا۔ لیکن جناب او$ ب H- اور سترھویں ترمیم بھی دفن ہو گئی۔ اب او$ والے کی قسمت کہ او$ بیٹھتا کس کروٹ ہے اور ۱۸ اویں ترمیم کیا گل کھلاتی ہے۔ جو مسائل حل ہوئے ان کی تعداد گو بہت ز* یر دہ ہے لیکن چند ای اہم ت ین مسئلوں کو ز یر بحث نہ لا* صریحاً ز* یر دتی ہو گی۔ یہ حل شدہ ایشوز اتنے ز* یر دہ ہیں کہ ہمیں ای واقعہ* یر دآ H اس لیے یہ واقعہ سنا* چاہیں گے ویسے بھی ہماری ای خامی یہ بھی ہے کہ ہم ای آدھ* بات موضوع سے ہٹ کر کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ g *پڑھنے والے اس* بات اور موضوع میں کوئی نہ کوئی ربط ضرور پیدا کر لیں گے۔

ہم یونیورسٹی میں اسٹوڈ$ لیڈر رتھے۔ اسٹرائیک کا زمانہ تھا۔ اسٹوڈنٹس ایوب خان کے خلاف ہو رہے تھے۔ حالات ز* یر دہ بگڑے تو ہماری ای میٹنگ کرنل رحیم الدین (اب ریٹائ ڈ جنرل رحیم الدین جو جنرل ضیا الحق کے سمدھی ہیں) سے ہوئی۔ کرنل صا # نے از راہ ہمدردی ہم سے کہا 'W اپنے تمام مطالبات لکھ کر دے دو، میں طلبا کے لیئے کوشش کرونگا کہ آپ لوگوں کے مطالبات منظور ہو جا N'۔ ہم نے کہا ہمارا ای ہی مطالبہ ہے کہ کو é سسٹم ختم کیا جائے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ جتنے مطابے ہیں لکھدو۔ ہمارا جواب یہ ہی رہا کہ مطالبہ ای ہی ہے۔ کرنل صا # کا فی% ہوئے۔ کرنل صا # کی ز. د & پر سینالٹی تھی۔ ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ ہم ان سے کافی مرعوب ہوئے حالا é ہم عادتاً کسی سے مرعوب نہیں ہوتے۔ لیکن یہ بھی طرفہ تماشہ رہا کہ* باوجود امپریس ہونے کہ ہم نے ان کی* بات نہیں مانی۔ ہم جا... تھے کہ دس* بارہ مطالبات کی فہر & تھما دی تو سوائے اصل کے سارے مطالبات مان لیئے جا N گے اور کہا جائے گا اسٹوڈنٹس کے ۹۰ پرسنٹ مطالبات مان لیئے گئے۔ اس واقعے کے پیش Ā ہمیں ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو سارے مسائل حل ہو جا N اور ۱۷ اویں ترمیم جوں کی توں رہ جائے۔ شکر ہے ہمارے: شات غلط* $. ہوئے اور ۱۷ اویں ترمیم کے ساتھ صوبے کا* م تبدیل ہو H ۔ ا/ یہ نہ ہو* تو عوام بھوکوں مرجاتے۔ لوگ % ت میں کیا بتاتے کہ وہ کس صوبے سے تعلق ر p ہیں۔ کتنا بڑا ایشو تھا۔ شکر ہے حل ہو H لیکن+ خواہ لوگ اب کہیں گے کہ سندھ میں رہنے والے سندھی کہلاتے ہیں۔ پنجاب میں رہنے والے پنجابی ہیں تو پختونخواہ میں رہنے والے کیا کہلا N

گے؟ پختونخواہی؟ ہمارے # رکا بغلول بھی پوچھ رہا ہے کہ بلوچستان میں رہنے والے پٹھان کیا بلوچی کہلا N گے ا ی۔ اور جان لیوا ایشو بھی حل ہو H ی۔سندھ اور بلوچستان کے * موں کی اسپیلنگ (Spelling) بھی صحیح کردی گئی۔اب ۔۔ غلط ا 5 لکھ کر نہ جانے ہم لوگوں نے کتنا نقصان کرلیا ہوگا؟ ا ی۔ اور اہم ایشو بھی ٹھکانے لگا * رٹیوں میں انتخا بت!! توبہ توبہ!! ا/ * رٹیوں کے سر ہ اہوں کو دھڑکا لگا رہے گا کہ قیادت خا# ان کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے تو خاک کام کرسکیں گے۔اس لیئے * رٹی انتخا بت کی شرط ختم کردی گئی۔اب * رٹی سر ہ اہ بجا طور پہ کہہ سکیں ے رہا کھٹکا نہ è کا۔

بہرحال ۱۰۲ ایشوز کے حل ہونے سے ا ی۔ فا# ہ بھی ہوا۔ ۱۷ ویں ترمیم ختم کرانے کے لیئے جتنا وقت اور پیسہ لگا ا/ اس میں صرف سترھویں ترمیم ہی ختم کی جاتی تو مہنگی پڑتی۔ ہوسکتا ہے آڈٹ اوبجکشن ہو جا * ۔اب سارے % پے کو ۱۰۲ پہ تقسیم کردو تو سودا مہنگا نہیں لگے گا۔شا# ایسی ہی وجہ تھی کہ کرنل صا # ہم سے ا ی مطالبے کی بجائے مطالبات کی لسٹ ما ۔ رہے تھے۔

۱۰ اپریل ۲۰۱۰

ا ی۔ ادبی محفل

ہمارے کرم فرما جناب امین جالندھری نے ا ی۔ دن ہم سے پوچھا کہ کیا ہم نے اپنی کتاب ’ا ی۔ غیر مطبوعہ کتاب‘ جناب عبدالحمید سندھی صا # کو بھی پیش کی ہے۔ہم نے عرض کیا کہ * وجود خواہش کے آج ۔ * بلمشافہ ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔وجہ یہ رہی کہ کہاں ان جیسی قد آور شخصیت اور کہاں ہم؟ ہمت ہی نہیں پڑی۔فر * ی۔’تو چلو آج ملوا دیتے ہیں‘

ہماری خوشی کی حد نہ رہی اور ہم نے فوراً ا ی۔ کتاب لی اور امین صا # کے ساتھ چل دیئے۔حمید صا # کے دو) کدہ پہ پہنچے۔ابھی ہم منتظر تھے کہ کوئی 5 زم * ی چوکیدار Ã آئے تو # ر پیغام پہنچوا دیں کہ دو تین اصحاب آئے اور بلا روک ٹوک # ر چلے گئے۔ہم کچھ سمجھ نہ * پ ئے تھے کہ ا ی۔ اور صا # تشریف لے آئے۔ہم نے فوراً ان سے حمید صا # کے لیئے پوچھا۔انہوں نے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور ہم کشاں کشاں # ر پہنچ گئے جہاں پہلے سے دس * رہ ۔ رگ حضرات موجود تھے۔سلام دعا کے بعد ہمیں ی ^ کی دعوت دی گئی اور ہم دونوں بھی بیٹھ گئے۔ & خاموش تھے۔محسوس ہوا کہ کسی کے منتظر ہیں۔اس دوران کئی اور لوگ بھی آتے گئے اور سلام دعا اور مصافحے کے بعد ی ^ گئے۔کچھ دیر بعد امین صا # نے جناب حمید صا # کے * رے میں پوچھا تو جواب 5 کہ وہ تو مورو گئے ہیں۔جتوئی مرحوم کے چہلم میں۔ہمیں افسوس ہوا کہ آج بھی 5 قات نہیں ہوسکتی۔امین صا # نے دھیرے سے کہا کہ کتاب رکھوا دیتے ہیں بعد میں فون پہ * بت کرلیں گے۔ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا تھا اس لیئے اثبات میں سر ہلا * ی۔امین صا # نے سندھی میں اپنے آنے کا مقصد بتا ی اور ہمارا ا تعارف کراتے ہوئے ہماری کتاب پیش کردی اور درخوا & کی کہ جناب حمید صا # کی : مت میں پیش کردی جائے۔کتاب کا سن کر & نے ہماری طرف دیکھا اور خوشی کا اظہار کیا۔پھر بتا ی کہ وہ & لوگ اد $ اور شاعر ہیں اور وہاں ہفتہ وار میٹنگ کے لیئے جمع ہوتے ہیں۔بس دو ا ی۔ لوگوں کا انتظار ہے پھر

تقری$ کا آغاز ہوگا۔ہم دونوں نے اجازت چاہی تو ہم لوگوں کو بھی شر٭ کی دعوت دی۔ہمیں چوè خود ای تقری$ میں جا٭ تھا اس لیئے معذرت چاہی۔افسوس کرتے ہوئے ای صا # نے & حاضرین کا تعارف کرا٭ اور فر٭ ای اچھا تو کم ازکم چائے پی لیجیئے اور کچھ دی کے لیئے ہی سہی ہماری محفل میں شری ہوجائیے۔ان کا خلوص دیکھتے ہوئے ہم دونوں نے حامی بھر لی۔ & خوش ہوئے اور 5زم کو جلد چائے لانے کے لیئے کہا۔چائے کے بعد کارروائی کا آغاز ہوا تو ای صا # نے ہم سے صدارت کے لیئے استدعا کی۔ہمیں بڑی حیرت ہوئی اور ہم نے اپنے جلد جانے کی وجہ بتاتے ہوئے معذرت چاہی۔اس پر انہوں نے کہا کوئی ٭ ت نہیں جتنی دی بھی آپ تشریف رکھ h ہیں اتنی دی- کی کاروائی آپ کی صدارت میں ہی ہوگی۔یہ ہمارے لیئے بڑے اعزاز کی ٭ ت تھی اور ساتھ ہی تعجب کی بھی۔کیوè دو ای ایسی ہی محفلوں میں صدارت کے لیے ادیبوں کو لڑتے دیکھا تھا۔روٹھنے اور منانے کی رسم سے ہم سخت٭ لاں تھے کیوè ہمارے خیال میں صدارت کے لیئے لڑ٭ ادیبوں کو زی$ نہیں دیتا۔

بہر حال تقری$ کا آغاز ہوا اور ہمیں صدارت سو$ کر جس طرح ہماری عزت افزائی کی گئی وہ ہم کبھی نہیں بھول h ۔وہاں موجود تمام ادیبوں اور شاعروں نے اپنے ادی$ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے جس ادب کا مظاہرہ کیا وہ آج کل کم کم ہی Ã٭ ہے۔یہاں پر ای قابل ذکر ٭ ت بھی تھی کہ یہ محفل سندھی ٭ ن کے ادیبوں کی تھی اور ہم سندھی ٭ ن سے ٭ لکل ٭ وقف! لیکن کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہماری جلد روانگی کے پیش Ã ہم سے اپنا کوئی افسانہ سنانے کی فرمائش کی۔ہم نے کہا کہ ہم تو کسی تیاری کے ساتھ نہیں آئے تھے اس لیئے کوئی افسانہ ٭ کلام ساتھ نہیں ہے۔اس پر ای ٭رگ نے فر٭ ای کہ اپنی اس کتاب سے ہی کچھ پڑھ دیجیئے۔حاضرین کی محبت اور دلچسپی دیکھتے ہوئے ہم نے اپنی کتاب سے ای مضمون پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔اردو ٭ ن میں ہونے کے ٭ وجود & نے غور سے سنا اور فرداً فرداً ہر شخص نے دل کھول کر تعریف کی اور ہماری کتاب میں دلچسپی ظاہر کی ہم نے انہیں بتا٭ کہ کم تعداد میں چھپوانے کے ٭ (٭ کتاب ختم ہوگئی ہے لیکن ٭ اللہ جلد ہی دوسرے اڈ c کے ساتھ آپ لوگوں کی : مت میں حاضر ہونگے۔ہماری اور ہماری کتاب کی جس طرح پذ٭ائی ہوئی وہ بیان سے ٭ ہر ہے۔اس کے علاوہ ان لوگوں کے اخلاق نے ہمیں بے حد

متا٭ کیا۔ہم سمجھتے ہیں کہ یہ & جناب عبدالحمید سندھی کی ٭M کا نتیجہ ہے۔رخصت سے پہلے جناب امین جالندھری نے سندھی ٭ ن میں حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جو کچھ بیان فر٭ ای وہ ہم تو نہ سمجھ سکے لیکن ان & نے بہت داد دی۔اس تقری$ کا نقش ہمارے دل پر محفوظ ہے جسے ہم ان چند سطور میں قار M -- پہنچا رہے ہیں۔

۲مئی ۲۰۱۰

دھوتی کا کوئی ذکرنہیں

قصہ پ* ہے اور تعلق دیہاتی معاشرے سے ہے۔اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ شا+ سارا زمانہ جا{ ہوگا۔پھر بھی مختصراً دہرانے میں کوئی حرج نہیں۔قصہ یوں ہے کہ ای- زمیندار اپنے ای- میراثی کا+ ے کے ساتھ زمینوں کی دیکھ بھال کے لیئے محوسفر تھا۔میراثی کو ساتھ ر p کی وجہ یہ تھی کہ میراثی کو تعارف کرانے میں ملکہ حاصل تھا۔وہ راستے میں ملنے والے ہر کس* کس سے تعارف کراتے ہوئے زمیندار کی تعریفوں کے پل کچھ اس طرح* + ھتا تھا کہ زمیندار کا دل خوش ہو جا* ۔اتفاقاً راستے میں زمیندار کی شفاف دھوتی پ کوئی ایسا داغ لگ H! کہ چھپانے کی کوئی سبیل نہ ہو سکتی تھی۔ایسے میں میراثی نے اپنی دھوتی سرکار کی دھوتی سے+ ل لی اور سفر جاری رہا۔ای- جگہ ای- شخص سے 5 قات ہوئی۔میراثی نے فوراً سرکار کا تعارف کراتے ہوئے بتا* کہ جناب پچاس گاؤوں کے مالک ہیں۔تین شوگر ملیں ہیں۔اسمبلی کے ممبر بھی ہیں۔چار کاریں ہیں دس ٹ یکٹر ہیں پ جناب دھوتی میری ہے۔سن کر مخاطب پ جواً ری سواً ری ہاں! زمیندار کو ٹھیک ٹھاک جھٹکا لگا۔1 ضبط سے کام e ہوئے ہلکی سی سرزنش کر دی۔میراثی معاملے کی سنگینی کو نہ سمجھ** اور تعارف کے دوسرے موقعے پ پھر یہ ہی کیا اور تمام * ثے گنوانے کے بعد اپنی دھوتی کا بھی ذکر کر* ۔زمیندار کے ضبط کا بندھن ٹوٹ H! اور موقع ملتے ہی میراثی کو بے نقط سنائی کہ دھوتی کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔خبردار اب دھوتی کا ذکر نہ ہو، ورنہ تمہاری خیر نہیں بیوی بچوں سمیت # ھے کنویں میں 5 ادونگا۔میراثی گالیاں کھا کر بے مزہ تو کیا ہو* لیکن افسردہ ضرور ہوا کہ اپنی دھوتی کے زمیندار کے ز استعمال ہونے سے جو عزت افزائی ہونی تھی اس کی تشہیر سے محروم کر* H ۔اس ہی غم میں ڈو* ہوا تھا کہ ای- دوسرے چودھری سے مڈبھیڑ ہوگئی میراثی فورا اپنے زمیندار کا تعارف کراتے ہوئے کہنے لگا' جناب ہمارے زمیندار صا # بہت ٹ ے ر K ہیں۔ا ê پچاس تو گاؤں ہیں۔اسمبلی کے ممبر بھی ہیں بیسیوں گا* یں ہیں کراچی اور لاہور میں بنگلے بھی ہیں لیکن جناب دھوتی'

ابھی اتنا ہی کہہ** تھا کہ زمیندار کی شعلہ. ساتی آنکھوں پ Ã ڑی تو بول اٹھا' بس جناب یہاں دھوتی کا کوئی ذکر نہیں۔اب ''دھوتی کے ذکر کے نہ ہونے'' نے جو قیامت ڈھائی ہوگی وہ تو زمیندار کے دل کو ہی معلوم ہوگا لیکن اس سے ملتے جلتے ای-* ز* زہ واقعے نے ہمارے دل پ جو وار کیا اس کی تفصیل بتانے کے لیئے ہی ہم نے مندرجہ* لا واقعہ دہر* یا ہے۔یہ تو آپ & ہی جا... ہیں کہ پچھلے دنوں بلکہ اب بھی ای- شادی کے سلسلے میں ہمارا الیکٹرو- میڈ* یا 'عبداللہ دیوانہ' کی تفصیر بنا ہوا ہے۔اس شادی کی ایسی کوریج ہو رہی ہے کہ ٹ ے ٹ ے واقعات گہنا گئے ہیں۔ڈاکٹر اسرارؒ کی رحلت ہو* یا صدر* پ کستان کی تقر یر، کوئی بھی واقعہ اہمیت نہ* پ سکا۔لمحہ بہ لمحہ کی خبروں نے کم از کم ہم جیسوں کو تپا کر رکھ* یا۔ہماری کیفیت اس وقت قابل د+ تھی. # ہم ای- نہا $ اہم موضوع پ * ٹ ک شو دیکھ رہے تھے کہ اچا- اسکرین پ '. یکنگ نیوز' کی سلا+ ٹ نے ہمارے اوسان خطا کر دیئے اور ہمارے موںہہ سے ابھی فقط اللہ خیر ہی نکل** تھا کہ خبر نشر ہوئی* 6 مرزا اور شعیب ملک* پ کستان آنے کے لیئے جہاز پ سوار ہو گئے ہیں'۔ g ہی پہلے تو موںہہ سے لاحول ولاقوۃ کے الفاظ نکلے پھر شکرانے کے ، کہ شکر ہے کہیں بم نہیں پھٹا ویسے یہ اور* ت کہ یہ. یکنگ نیوز خودکسی بم سے کم بھی نہ تھی کیو è اس کے بعد ہم غصے کے مارے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہے* ٹ ک شو کا رابطہ جہاں سے منقطع ہوا تھا وہیں سے جوڑ * H لیکن اب ذہن اس قابل نہ تھا کہ میز* ن اور مہمانوں کی گفتگو کو کوئی معنی پہنا سکتا، اس لیئے ٹی وی بند کرتے ہی بنی۔اب سوچتے ہیں ہمارا/ ٹ ھنا بے جا ہے۔میڈ* یا کا صرف اتنا ہی تو قصور ہے کہ اس نے ہر ہر لمحے کی خبر پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے ورنہ دیوانگی تو اس حد- پھیل چکی ہے کہ ای- خاتون وفاقی وز یر ڈھولکی بجانے اور دلہن کو سونے کا* ج پہنانے بھارت پہنچ گئیں اور یہیں بس نہیں کیا بلکہ تقر $ ولیمہ میں دلہا دلہن کے پیچھے چلتے ہوئے* لیاں بجاتے ہوئے بھی دیکھی گئیں۔کہاں کی ڈگنٹی (Dignity) اور کیسی پ سٹیج (prestige)۔بہرحال یہ سلسلہ اتنا طول پکڑ H ہے کہ اب لوگ اکتانے لگے ہیں اور دبی* ن سے تنقید بھی کر رہے ہیں۔ہمیں خوشی اس* ت کی ہے کہ اب چوٹی کے کالم نویس اور صحافی حضرات بھی اس دیوانگی کے خلاف ٹی وی پ بولنے اور اخبار میں کالم لکھنے لگے ہیں جس سے ہمیں بھی قلم اٹھانے کی تحر ی- ہوئی۔اپنے اپنے شوز میں تقریباً ہر اینکر نے میڈ* یا کی اس کوریج کے خلاف) کشائی کی لیکن* زی ای- ایسے اینکر پ سن لے

گئے جو* پکستان کے کیپٹل (Capital) اسلام آباد سے سیا & پ ,پ وا ام کرتے ہیں لیکن نہ جانے انہیں کیا سوجھی کہ ''دھوتی کا کوئی ذکر نہیں'' طرز پ چالیس پینتالیس منٹ کا ا یک ,پ وا ام M دے ڈ ی جس میں تمام شرکاء نے سیر حاصل بحث اس موضوع پ کی کہ ''کیا میڈ یا نے شعیب او* 6 کی شادی کو کچھ ز یادہ اہمیت نہیں دے دی''۔اس طرح موصوف نے مز یٍد ۴۵ منٹ* 6 اور شعیب کے لیے وقف کر دیئے۔

۲ مئی ۲۰۱۰ء

U.N.O.

نوائے وقت میں ہمارے دو کالم ۲۱ اور ۲۵ جنوری ۲۰۰۹ء کو شائع ہوئے تھے۔
ا یک (BB.BM.BC) اور دوسرا 'شرلاک ہومز اور اسکاٹ لینڈ* یارڈ'۔ پہلے میں بریگیڈ یر چیمہ (BC) نے ا یک ,پ یس کانفرنس میں* $ کیا تھا کہ BB کو M. اللہ محسود (BM) نے قتل کر د* یا تھا اور وجہ قتل گولی نہیں تھی بلکہ سن روف کا لیور تھا۔لوگ مطمئین نہیں تھے اس لیئے بریگیڈ یر چیمہ کو کور دینے کے لیے اسکاٹ لینڈ کی : مات حاصل کی گئیں اور خطیر رقم کے عیوض اسکاٹ لینڈ* یارڈ نے BC کے دعوے کی تصدیق کر دی۔مشرف نے اپنی طرف سے معاملہ ختم کر د* یا لیکن حالات پلٹا کھاتے رہے۔بی بی کے شوہر نے الزام M. اللہ محسود کی بجائے قاتل (ق) لیگ پ رکھ د* یا پھر* بات نکلی تو دور- جانے کا : شہ تھا اس لیئے آصف علی زرداری نے بحث سمیٹنے کی خاطر کہہ د* یا کہ مجھے قاتلوں کا پتہ ہے۔لیکن لوگ تو ز* بان پکڑتے ہیں بس پیچھے پڑ گئے کہ پتہ ہے تو بتاؤ ۔اب یہ تو گوئم مشکل والی کیفیت ہوگئی۔انہوں نے ہمارے خیال میں* بات ختم کرنے کے لیئے کہا تھا۔لیکن لوگ پیچھے پڑ گئے،مجبوراً کہنا پڑا میرے بچوں کی ماں اور میری بیوی شہید ہوئی آپ لوگوں کو کیا پ یشانی ہے لیکن لوگوں کو تو موقع ملنا چاہیئے* بات اتنی بڑھی کہ* % "UNO" کی : مات حاصل کرنی پڑ گئی۔اب یواین او کے* پ س کوئی کالا علم تو ہے نہیں کہ عمل کیا اور قاتل .: * ہوا یہ کہتے ہوئے آ جائے گا کہ قاتل میں ہوں : ارا مجھے بچاؤ میرا پورا جسم جل رہا ہے۔یواین او کے ماہرین بھی جا ... تھے کہ نتیجہ ڈھاک کے تین* پ ت ہی ہوگا لیکن پیٹ تو ان کے بھی لگا ہوا ہے اس لیئے کہ آتے ہوئے ڈالر کسے برے لگتے ہیں۔لوگ تو ڈالر کی خاطر ہزاروں کو غا $ کرا دیتے ہیں۔یہاں تو فقط ز* بانی جمع % چ ہی تو کر* ہوگا۔* جا* ،کھا* C مفت۔بس دو چار انٹرویو انٹیروگیشن (interogation) کے* م پ اور بس۔تحقیقات کس چیز کی کریں۔جائے واردات دھل چکی۔گاڑی کی سروس ہو چکی۔سم غا $ ۔بلیک بیری کا ر k رڈ + ارد۔بی بی کا دوپٹہ ہوا میں تحلیل

ہو چکا۔ ملے تو کیونکر۔ پو & مارٹم ہوا نہیں تو رپورٹ کہاں سے آئے گی۔ اکثر g ہیں کہ لاش کا دو* رہ پو & مارٹم بھی کیا جا* ہے لیکن یہاں بھی شا+ کوئی ٹیکنیکل ہچ آڑے آ رہی ہوگی۔ دوپٹہ بی بی کا کوئی پستار H ہوگا۔ اعلان کرا* جائے کہ وہ دوپٹہ بیشک رکھ لے لیکن یہ بتا دے کہ دوپٹے میں کوئی گولی سے پیدا ہونے والا سوراخ ہے* نہیں۔ یہ سوال بھی اٹھ رہا ہے کہ بی بی گاڑی + ل+ ل کر بیٹھتی تھیں تو اس* ر ایسا کیوں نہیں ہوا۔ بلٹ پروف گاڑی میں سن روف! چہ معنی دارد!!

بی بی کی گاڑی -- کن لوگوں کی رسائی تھی؟ پتہ نہیں۔ کیا عام آدمی گاڑی -- جا سکتا تھا؟ نہیں تو پھر دس بیس جو جا h تھے کہاں ہیں؟ قابل ممبران یو این او، ڈرائیوروں کو انٹیروگیٹ کر* بھول گئے تھے کیا؟ اگر نہیں تو معاوضے میں سے کٹوتی کی گنجائش Z ہے۔ اس طرح کم از کم قوم% انے پر سے بوجھ کم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی ای- مسئلہ ہے اگر یو این او کو یہ تفتیشی ٹھیکہ دینے پر کسی نے کوئی کمیشن لیا ہوگا تو لو* ٹی جانے وال رقم میں سے وہ بھی منہا کیا جائے گا۔ جو بہر صورت کوئی پسند نہیں کرے گا۔ یو این او کی ساری کارروائی سے ہمیں تو کوئی فا+ ہ Ā نہیں* ۔ اسکاٹ لینڈ* یارڈ والوں نے تو بیگیڈ* چیمہ کی پریس کا Đنس میں کہی گئی اس* بات کی تصدیق کر دی تھی کہ شہادت گولی سے نہیں لیور سے ہوئی تھی۔ لیکن یہاں تو ایسا کوئی کور بھی نہیں ہے ہاں ای- پینڈورا بکس کھل H ہے کہ یہ نہیں ہوا۔۔ وہ ہوا۔۔۔ لوگوں نے عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ عجیب عجیب سوال اٹھ رہے ہیں۔ جائے حادثہ کس نے اور کیوں دھلوائی۔ گاڑی کو فٹافٹ کیوں دھلوا کر قابل استعمال بنوا* کیا استعمال کے لیئے کوئی اور گاڑی نہیں تھی۔ سیکیورٹی والے کیوں پہلے چلے گئے۔ سیکیوریٹی والے الزام لگا رہے ہیں کہ فوٹیج میں کوئی پولس والا کیوں Ā نہیں* ۔ محترمہ نے اپنی ول (WILL) کسی ایسے آدمی کو کیوں دی جسے کوئی جا{ ہی نہیں بلکہ اس کا* م بھی کسی کو نہیں معلوم۔ بس* اور شوہر کو پکڑا کر ` H ۔ کئی اور سوالات بھی اٹھ رہے ہیں جو معاملے کو اور بھی الجھا رہے ہیں لیکن اعتزاز احسن کا خیال مختلف ہے وہ کہتے ہیں معا5ت سلجھ رہے ہیں۔ زرداری صا # نے ای- اور خوŸی دی کے ۹۰% قاتل پکڑے جا چکے ہیں یعنی اگر دس اشخاص ملوث تھے تو اب صرف ای- رہ H ہے۔ لیکن یو این او۔ کی رپورٹ کا تجزیہ کرتے ہیں تو ابھی بہت سے لوگ* ہر Ā آ رہے ہیں۔ اس سے تو معلوم ہو* ہے کہ قتل میں ہزار ہا لوگ ملوث رہے ہونگے کیو è نوے

پرسنٹ پکڑے جانے کے بعد بھی پچاس* رہ رہے ہیں۔ عقل کام نہیں کر رہی۔ ایسے میں صدر مملکت نے معاملے کو سلجھانے کے لیئے بتلا* کہ جن لوگوں کو ہم نے تیس پینتیس سال پہلے مہمان بنا* وہ ہی قاتل ہیں۔ لیجئے افغانیوں کا کام ہے تو پھر M. اللہ کا کیا ہوگا۔ جس کا مو* بائل چیمہ نے ٹیپ کروالیا تھا اور* $. کر* تھا کہ یہ اس ہی کا کیا دھرا ہے۔ اب اگر افغانیوں کا کام ہے تو M. اللہ کو کیسے افغانی* $. کیا جائے۔ بس یہاں آ کر ہمارا مائینڈ کام نہیں کر رہا۔ ویسے ما ð پر* د* کہ ہماری پولس ہر واقعے کے بعد ماسٹر ما ð کو پکڑ لیتی ہے بلکہ کئی دفعہ تو ای- ہی واقعے میں وقفے وقفے سے کئی ماسٹر مائنڈ بھی پکڑے گئے۔ اس* ر نہ جانے کیوں نوے پرسنٹ پکڑے جانے والوں میں ای- بھی ماسٹر ما ð نہیں۔ اس ہی لیئے کہا جا* ہے کہ موت کو نہیں* لا جا سکتا۔ رہ گئے اگر 1، کیوں، کیسے تو اس کے لیئے یہ کہہ h ہیں

وقت کر* ہے پرورش برسوں
حاد* ث ت ای- دم نہیں ہوتے

۷ مئی ۲۰۱۰

نوائے وقت مورخہ ۲۵ مئی ۲۰۱۰ء

SEQUEL

اکثر دیکھا H یا ہے کہ کسی کامیاب *ناول، داستان یا فلم کے کرداروں کی شہرت سے متاثر ہو کر ان ہی کرداروں پر F ایک اور کہانی تخلیق کر لی جاتی ہے۔ جسے گذشتہ تخلیق کا سیکوئل (sequel) کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ واضع کرنا ضروری ہے کہ ایسی کہا*نیاں جو قسط وار پیش کی جاتی ہوں انہیں سیریل کہا جاتا ہے اور ایسی کہا*نیاں جو کسی ایک* یا چند مرکزی کرداروں کے گرد گھومتی ہوں سیریز کہلاتی ہیں۔ سیریز میں ہر *بار کہانی نئی ہوتی ہے لیکن کردار وہی ہوتے ہیں۔ سیکوئل کا تعلق نہ سیریل سے ہے نہ سیریز سے۔ لیکن سیا & میں معاملہ *بالکل الگ ہوتا ہے کیو è نکہ کبھی کبھار یہ طرفہ تماشہ ہوتا ہے کہ نئی حکومت اگرچہ پچھلی حکومت کی مخالفت یا ضد میں تشکیل *پاتی ہے لیکن عمل پیرا سابقہ حکومت کی *پالیسیوں پر ہی رہتی ہیں اور اس ہی لیئے تنقید کرنے والے اسے پچھلی حکومت کا تسلسل گردانتے ... ہیں۔ اب یہ تو کوئی ادیب $* یا دانشور ہی بتا سکتا ہے کہ کیا ایسی حکومت کو پچھلی حکومت کا سیکوئل (sequel) کہا جا سکتا ہے* یا کچھ اور لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری جمہوری حکومت اکثر معاملات میں پچھلی حکومت کا پرتو Ã آتی ہے۔ اور تو اور وزرا بھی اپنے آپ کو پچھلے وزرا کا Ì البدل* $. کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے۔ ایک عام آدمی کی حیثیت سے ہمارا واسطہ وزرا سے صرف* ٹاک شوز میں ہی پڑتا ہے اور ان کی کارکردگی ان کے بیانات کی ہی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ ویسے Ã نہیں آتی۔ قطع Ã جنس کے ہمارے وزرا اپنے بیانات کی روشنی میں پچھلے وزرا کی úنمائندگی احسن طر j سے نبھا رہے ہیں۔ کوئی غلط بیانی میں محمد علی درانی کی ترجمانی کر رہا/ کر رہی ہے تو کوئی عظیم طارق W کی کوشش کر رہا ہے۔ اب آپ کو شیر افگن، کشمائلہ، ہیراج، ملک قیوم، سمیرا ملک* یا نیلوفر بختیار کے بیانات نئے کرداروں کے منہ سے g کو ملتے ہیں۔ یہ عجیب* بات ہے کہ پچھلے دور کا ہر کردار آج بھی موجود ہے۔ بس شکل+ بدل لی ہے۔ بلکہ کچھ نے تو جنس بھی +بدل لی ہے۔ اگر پہلے کوئی وزیر گالی گلوچ سے کام 8 لیتا تھا تو اب یہ کام کسی میڈم وزیر سے لیا جا رہا ہے۔ پچھلے دور میں ایک خاتون شعلہ بیان تھی تو اب ایک سینیٹر شعلہ بیان مقرر کی حیثیت سے بلوایا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ خاتون شعلہ بیانی زبان سے فرماتی تھیں اور چہرے پر مسکراہٹ کھیلتی تھی . # کہ ان صا # کے منہ *اور ناک اور کان سے دھواں نکلتا رہتا ہے۔ آنکھیں بھی شعلہ *بار رہتیں ہیں۔ شعلہ بیانی یا بے دھیانی میں (اس کے منہ میں خاک) اپنے ممدوح کو ان لوگوں کے برابر لانے کی کوشش کرتا ہے جن کے پیروں کی خاک بھی ہم & سے افضل ہے۔ مخالفین کو منافقین کہتا ہے اور گھما پھرا کر $. یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ قرآن میں جو آیات منافقین کے *بارے میں اتری تھیں وہ ان منافقین کے *بارے میں تھیں۔ ایک اور قابل ذکر *بات یہ کہ ہر واقعہ کو کھینچ *تان کر کربلا تک لیجانے کی کوشش کرتا ہے کہ کربلا سے منسوب رٹی *رٹائی تقریر کر کے اپنی شعلہ بیانی کی دھاک بٹھا سکے۔ ہم بھی طالب علمی کے زمانے میں یہ ہی کرتے تھے۔ اپنی سپر ہٹ تقریر کا کوئی سپر ہٹ پیراگراف دہرانے کا ہر تقریر میں جواز پیدا کر e اور پھر محفل لوٹنے میں کیا دیر لگتی۔

یہ تو تھی کرداروں کی حد تک حقیقت۔ اب *پالیسیوں کی بھی سن لیجیے۔ اسٹیل مل ہو یا نجکاری۔ بینکاری ہو یا بے کاری۔ وہی تسلسل ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ *نان اشوز کو اشو بنانے میں بھی وہی دم خم ہے۔ پچھلی حکومت عوام کا دھیان بٹانے کے لیئے یہ کرتی تھی۔ بلاوجہ کوئی اشو کھڑا کر دیا شور مچا۔ وقت گزرا تو پھر یوٹرن لے لیا۔ مخالفین کو برا بھلا کہا۔ کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا۔ قیمت قوم %o نے سے چکائی۔ اللہ اللہ خیر سلا!! اس کے لیئے *پاسپورٹ فارم سے مذہب کا خانہ نکالنے اور اسلامی جمہوریہ کی بجائے صرف* پاکستان لکھنے والی مثال کافی ہے۔۔ ظاہر ہے جمہوری حکومت کیونکر پیچھے رہ سکتی ہے اس لیئے اس نے بھی کئی یوٹرن (U-turn) لیئے اور کھائے W بغیر (ہماری مراد گلاس ٹوٹنے والے واقعے سے ہے) گلاس کی قیمت قوم %o نے سے چکائی۔ آج کل پھر کچھ ایسی طغیانی آئی ہوئی ہے کہ قوم کا دھیان بٹانا* گزیر ہے اس لیے ایک عدد *نان اشو کا سہارا لیا H یا اور *نالہ حیدر* آباد پر گرا۔ یہ اشو بھی اتنا اہم ٹھہرا جتنا صوبے کا *نام تبدیل کرنا یا صوبوں کے بٹے در & کرنا۔ ظاہر ہے ہر طرف شور و غوغا تھا۔ لوگ سڑکوں پر تھے کہ حیدر* آباد کو پچھلی پوز c پر بحال کرو ورنہ قیامت آئی کہ آئی۔ اب ہمیں کچھ اور: شات نے گھیر لیا ہے کیو è نکہ ایک صا # کے والد کا انتقال ہوا تو وہ بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے 'والد کے مرنے کا غم نہیں۔ غم یہ ہے کہ ملک الموت نے گھر دیکھ لیا ہے'۔ ہمیں بھی یہ: شہ ہے کہ اس کے

بعدنواب شاہ ڈسٹر ٹ ،نوشہروفیروز ڈسٹر ٹ ،لاڑکانہ ڈویژن وغیرہ کے علاوہ کراچی کے* پنچ ڈسٹرکٹوں کو بھی پچھلی پوزیشنوں پر بحال کرنے کا سلسلہ نہ شروع ہوجائے۔یہ بھی کچھ نہیں!! *زیدہ خوف یہ ہے کہ کہیں کوئی جیالا کچھ آگے بڑھ کر بھارت کو ۱۹۴۷ء کی پوز c پر بحال کرنے کا مطالبہ نہ کردے اور ساتھ ہی Èہ لگادے"QUIT INDIA"* یـ "Divide and QUIT"۔ویسے ہماری حا } اس سکھ سے مختلف بھی نہیں جس کے Wبیٹا کو ہر سال فیل ہونے پر تیسری سے دوسری اور دوسری سے پہلی کلاس میں بھیجاHیا تو گھبرا Hیا اور بیوی کو بھی ہوشیار کرد*یا کہ بیگم ہوشیارCی الٹی چال چل رہا ہے۔

۱۰مئی ۲۰۱۰ء

ذمہ داری

فلاں بلڈنگ پر دہشت گردوں کا حملہ۔۔طالبان نے ذمہ داری قبول کرلی۔۔جہاز اغوا۔۔فلاں گروپ نے ذمہ داری قبول کرلی۔لیڈر شہید۔۔القاعدہ نے ذمہ داری قبول کرلی۔ایسے بیا*ت وقتاً فوقتاً Ãوں سے گذرتے رہتے ہیں۔ہم سوچتے ہیں کہ ایسی وارداتوں کے بعد بتا* کیا ضروری ہو* ہے۔اگر اس سے کوئی فائدہ ہو* ہے تو پھر کچھ کیا ہو*یا نہ کیا ہو ہر ایسی تنظیم*یا گروپ ذمہ داری کیوں نہیں قبول کر8۔ہمارے خیال سے ایسی کوئی سچو c کبھی نہیں ابھری جس میں ایک سے زائد لوگوں نے ذمہ داری قبول کی ہو۔ہر*بار کوئی ایک گروپ ہی ذمہ داری قبول کر* ہے۔اس کے بعد اس گروپ کے خلاف کریک ڈاؤن ہو* ہے اور اس گروپ کے* نام پر کچھ لوگ پکڑے جاتے ہیں۔اس آپریشن c پر کوئی ردعمل نہیں ہو*۔لگتا ہے یہ ہی تو وہ چاہتے تھے۔ذمہ داری قبول کرنے کا مقصد پورا ہوHیا۔آپریشن c کا جواز پیدا ہوHیا اور کچھ لوگ پکڑے گئے۔یہ ہی 9/11 کے بعد ہوا۔عراق میں خطر*ناک ہتھیاروں کی موجودگی وجہ بنی اور لاکھوں جانوں کا ضیاع ہوا۔اب کس میں ہمت ہے کہ خطر*ناک ہتھیاروں کے* بارے میں پوچھ سکے۔

ہر دہشت گردی کے واقعہ کے بعد* پاکستان،افغانستان*یا عراق کے کسی علاقے پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔اس کی کوئی مذمت نہیں کر*۔طالبان،القاعدہ،Mلا اللہ،5عمر*یا اسامہ لادن بھی کچھ نہیں کہتے۔امریکہ میں 9/11 پر جو جانی نقصان ہوا سو ہوا اس کے بعد ایسے دہشت گردی کے واقعات صرف* پاکستان کا مقدر بن کر رہ گئے۔امریکہ*یا یورپ میں بھی ہوئے لیکن نقصا*ت* پاکستان میں ہونے والے نقصا*ت کا , عشیر بھی نہیں۔ہاں امریکہ*یا یورپی واقعات کے بعد پکڑ دھکڑ ز*یادہ ہوتی ہے اور خمیازہ بھی* پاکستان کو ہی اٹھا* پڑ* ہے۔یورپ میں ہونے والے کسی واقعے کے نتیجے میں کبھی ویزا کا حصول مشکل ہوجا* ہے۔کبھی اG c قوا 2 سخت ہوجاتے ہیں تو کبھی تلاشی کے بہانے۔ ہنگی مقدر ٹھہرتی ہے۔کچھ نہیں تو اسکارف پر* پابندی تو ہے ہی۔ان* باتوں سے ہماری تشویش جاگ* ہے کہ پھر کیوں ذمہ داری قبول کی جاتی ہے۔سوال پیدا ہو* ہے کہ کہیں

ایسا تو نہیں کہ کرٹ* کوئی اور ہے اور قبولیت کسی اور کے کھاتے میں ڈال دی جاتی ہو۔ کوئی آئی ڈینٹی فائینگ (Identifying) مشین بھی نہیں ہے کہ بتا دے کہ کس نے کیا ہے کیوè یہ ساری تنظیمیں رجسٹرڈ بھی نہیں ہیں۔ کوئی بھی کہہ دے یہ میں نے کیا ہے تو حقیقت کیسے واضع ہوگی۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ۔ ع

. #کہہ کے ڈ*ِ ظٔ اس نے سر. م پکارا

بن بن کے کئی لوگ میرے* م سے اٹھے

ہمیں تو خودکش حملوں, پ بھی شک ہے۔ کوئی ا ی- آدھ ہی ایسا* پ گل ہوگا جو مرنے کے لیئے تیار ہو جائے۔ آپ لاکھ. ین واشنگ کرلیجیئے۔ کوئی بم* + ھنے کو تیار نہ ہوگا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے اسے یہ بتا* ی ہی نہ جائے کہ جو جیکٹ پہنے کو دی جارہی ہے اس کی اہمیت کیا ہے۔ سعادت حسن منٹو نے ا ی- افسانہ لکھا تھا جس میں ا ی- شخص نے یہ جاننے کے بعد کہ شہید ہونے والے .A میں جا N گے یہ نیک کام اپنے سر لے لیا کہ لوگوں کو شہادت کے درجے, پ فا, ٔ کرائے۔ بہت کوشش کرٹ* ہے لیکن شہید ہونے کے لیے کوئی راضی نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ بوڑھے سے بوڑھا، قبر میں پیرd ئے بیٹھا بھی راضی نہ ہوا۔ بیمار سے بیمار، جان سے بیزار بھی شہید ہونے, پ تیار نہ تھا* . ٥%اس نے ایسی بلڈ- اور ایسے پل بنائے جو* . آسانی/ جاتے اور سینکڑوں کو بغیر بتائے جام شہادت نوش کروا دیتے تھے۔ ہمیں تو یہاں بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ کسی ہیروئن چی کو ہیروئن کا لالچ* ڈ ی اور کہہ* ڈ ی یہ پیکٹ فلاں کو دے آؤ۔ ادھر یہ ` ادھر ریموٹ پکڑ لیا اور منا & وقت اور جگہ دیکھ کر اڑا* ڈ ی۔ خودکش حملے سے تفتیش کے گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بس ا ی- عدد سر کی ضرورت رہتی ہے۔ جیسے ہی پولس کو سر ملنے کی خوشی نصیب ہوئی۔ اسکا میک اپ وغیرہ کیا اور فوٹو شائع کرا* ڈ ی۔ آج -- تو کوئی دعو+ ی ار* ی نہیں۔ ایسے ہیروئن چیوں کو سردیوں میں کوئی جیکٹ مفت مل جائے تو بخوشی پہن کر کہیں بھی جانے کو تیار ہو جا N گے۔ اس کے بعد ا ی- فون کال کہ یہ کام ہمارا تھا۔ کیوں تھا؟ کس لیئے تھا۔ یہ نہیں بتا* ی جائیگا۔ ارے بھئی کوئی مطالبہ* ی کوئی دھمکی کہ ہمارا مطالبہ نہیں ٹا* H ی تو ایسی وارداتوں کے لیئے تیار رہو۔ بغض امریکہ سے ہے مار* پ کستانیوں کو رہے ہیں۔ ایسے ہر حملے کے بعد ذمہ داری قبول کرنے والا مطالبہ کرے* ی نہ کرے۔ امریکہ ضرور کرٹ* ہے۔ ''ڈو مور* ی''فلاں جگہ آ, پ C ضروری ہے''۔ ارے بم* پ کستان میں پھٹا ہے مرنے والے مسلمان

ہیں۔ مارنے والے: اجانے کون ہیں۔ مروڑ امریکہ کو اٹھ رہا ہے۔ ہمارے دانشور بھی اپنے کانوں کو ہاتھ نہیں لگا رہے، کوّے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں 'یہ کیسے مسلمان ہیں؟ اپنوں کو مار رہے ہیں'۔ یہ مسلمان نہیں ہو h'۔ ارے یہ کیوں نہیں کہتے یہ را، موساد* ی سی آئی اے کا کیا دھرا ہے۔ کسی کو بھی طالبان* ی القا+ ہ کہا جاسکتا ہے۔ کیا ایسی کسی فون کال, پ یقین کرلیا جائے گا جس میں دعویٰ ہو کہ یہ کام جارج بش نے کیا ہے۔ اب تو ایسی وڈیو بھی موصول ہوسکتی ہے جس میں جارج بش کو یہ کہتے ہوئے بتا* ی جاسکتا ہے۔ ہماری Ã میں ذمہ داری قبول کرٹ*; ی بکواس ہے۔ لغو ہے۔ اتنی لمبی چوڑی تمہید ہم نے اس لیئے* + ھی ہے کہ حال ہی میں ا ی- * ڈرامہ بہ عنوان فیصل شہزاد شروع ہوا ہے۔ فیصل شہزاد* می ا ی- شخص دہشت/ دی کے الزام میں/ فتار ہوا۔ واقعہ امریکہ کا ہے۔ فیصل امریکن ہے لیکن رپورٹ ہو رہا ہے* پ کستانی, ادامریکن کے* م سے۔ عجیب نہیں لگ رہا؟ ہاں اَ/ کوئی ایسی رپورٹ آجائے جس میں کہا H ی ہو کہ 'کینیا, ادامریکن او* . ما' نے صدارت کا حلف اٹھا لیا تو بہت ہی عجیب لگے گا۔ اس ہی لیئے ایسی رپورٹ نہیں آتی۔ ہم نے فیصل شہزاد کے واقعے کو ڈرامہ لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یکم مئی کو نیو* ی رک میں* ٹائم اسکوئر کے سامنے ا ی- مشکوک گاڑی رپورٹ ہوئی۔ چند منٹوں میں گاڑی میں بم دز* ی فت ہوا اور* کارہ بھی بنا* ڈ H ی۔ کیمروں کی مدد سے گاڑی کے مالک کا پتہ چل H ی اور میڈ* ی, پ تشہیر ہوتے ہی ا ی- نوجوان پکڑا H ی جو دبئی جانے کے لیئے فرار ہو رہا تھا۔ معلوم ہوا وہ امریکن تو ہے لیکن* پ کستانی, اد!! اگلے جھٹکے میں فیصل نے اعتراف%م بھی کر لیا اور یہ بھی بتا* ڈ ی کہ اس نے* پ کستانی قبائیلی علاقے جنوبی وزیستان سے .M ی حاصل کی ہے*. $ ہو* ہے کہ اس نے واقعی وزیستان میں .M ی حاصل کی تھی اس ہی لیئے* کام رہا۔ بم پھٹا نہیں۔ خود/ فتار ہوا، اور فوراً اعتراف بھی کر لیا۔ ا/ امریکن C.I.A سینٹر میں .M ی 8 تو 9/11 کی طرح ہسٹری میں 5/1 (یکم مئی) اور* ٹائم اسکوائر دونوں جگہ بنا e۔ اس ہی اثنا میں حکیم اللہ محسود نے ا ی- وڈیو کے ذریعے ذمہ داری قبول کر لی اور انکشاف کیا کہ ایسے اور لوگ بھی ہیں جو آئندہ ایسی وارداتیں کریں گے۔ اب امریکیوں کو موقع مل H ی اور* پ کستانی, ادامریکیوں کے لیئے, پ یشان کن لمحات کا آغاز ہو H ی۔ امریکیوں نے* پ کستان کے خلاف زہر اگلنا شروع کر* ڈ ی۔ ہماری حکومت میں یہ دم نہیں کہ کہہ سکے اب یہ ڈرامہ نہیں چلے گا۔ امریکی اتنے ہوشیار کیسے ہو گئے کہ منٹوں میں فیصل شہزاد

گرفتار بھی ہوا اور وزیرستان کا نام بھی لے لیا۔

ہمارے خیال میں اس ڈرامہ کا ڈرامہ پاکستانی نژاد امریکیوں کے لیے ہے۔ آناً فاناً & کچھ ہوا ہے پاکستانی طالبان نے ذمہ داری بھی قبول کر لی۔ اب جنوبی وزیرستان میں ڈومور کے مطالبے کو کون رد کرے گا۔ شاید کچھ دانشوروں کو اسے ڈرامہ ماننے میں تامل ہو تو ان کے لیئے ایک اور واقعے کی تمثیل پیش خدمت ہے۔ مقام لال مسجد۔ فوجی محاصرہ۔ محصورین طلبا وطالبات۔ تعداد ہزاروں میں۔ فوجی ایکشن کی وجہ اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ۔ اس ڈرامے کا آغاز ایک حکمت آنٹی کے اغوا سے ہوا۔ اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والوں کی نظر میں اس آنٹی کے ختم ہونے اور دو چار وڈیو شاپس کے بند ہونے سے تمام برائیوں کا خاتمہ لازمی تھا۔ اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والوں نے عوام کو متحرک کرنا ضروری نہ سمجھا اس لیئے کوئی راہ بھی ہموار نہیں کی گئی۔ اسکرپٹ مضبوط نہ تھا۔ لیکن جلدی بہت تھی۔ لال مسجد کے مولانا رشید سے مذاکرات جاری تھے۔ کیونکہ مولانا کے بڑے بھائی مولانا عزیز خود ٹی وی پر نہیں آتے تھے۔ معاملہ طول پکڑنے لگا تو گمان گذرا کہ کہیں مذاکرات کامیاب نہ ہو جائیں۔ اور اس ڈرامے کا مقصد ہی نہ فوت ہو جائے۔ اس لیئے ایک اہم اور بڑے فوجی افسر شہید کر دیئے گئے اور آپریشن کا جواز پیدا کر لیا گیا۔ ڈرامے کو کلائمکس پر پہنچانے کے لیئے اعلان ہوا کہ جو خواتین باہر آنا چاہتی ہیں ان کو تحفظ دیا جائے گا۔ اب ہزاروں طلبا وطالبات میں & ہی تو ریڈیکل (Radical) نہیں ہوتے۔ انخلا شروع ہوا۔ اب ڈرامے میں ایک ٹرننگ پوائنٹ بھی ضروری تھا اس لیئے اغلب ہے کہ مولانا عزیز سے بالمشافہ مذاکرات کی بات ہوئی ہوگی۔ راضی ہونے پر پیشکش ہوئی ہوگی کہ آپ باہر آجائیں طریقہ کار یہ ہوگا کہ آپ برقعہ استعمال کریں اور نکل آئیں کہ کسی کو خبر ہی نہ ہو کہ آپ سے مذاکرات ہو رہے ہیں دنیا کو دکھانے کے لیئے مولانا رشید سے بات چیت جاری رہے گی۔ مولانا باہر آ گئے ہوئے اور برقعے میں مونہہ دکھانے کے قابل نہیں رہے لیکن اب بھی جو ٹی وی پر نہ دکھائی دیتے تھے اب اس طرح جلوہ گر ہوئے کہ چہرہ غائب اتری ہوئی لیکن سارا جسم برقعے میں ملفوف۔ اینلا ئٹنڈ اسلام کے حامیوں نے ایک بزرگ شخصیت کی جس طرح تذلیل کی شاید کوئی کافر بھی نہیں کرے گا۔ اینٹی کلائمکس (Anti Climax) کے بعد سب لوگ محو حیرت تھے، خواہشات کی تکمیل ہو گئی اور ہزاروں اساتذہ وطالبات کا سرمہ بنا

دیا گیا۔ مولانا کے فرار کا کام بنا اپنے سپاہیوں کی مہارت ٹھہری۔ مولانا کے طرفدار شش و پنج میں پڑ گئے اور ان سے ہمدردی کا اگر اف بھی نیچے آ گیا۔ ایسے ڈرامے ہوتے رہتے ہیں جو کسی حصول مقصد کے لیئے اسٹیج کیئے جاتے ہیں۔ ان مقاصد میں کسی پلاٹ کو خالی کرنا۔ کسی بڑے آپریشن کے لیئے جواز پیدا کرنا۔ کسی بڑی طاقت کو خوش کرنا تو ہوتا ہی ہے لیکن کبھی کبھی حصول زر بھی ہوتا ہے۔ سیکیوریٹی کے نام پر قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کا سودا بھی وجہ ہے۔ ورنہ کیا حکومت کے لیئے مسنگ پرسن (Missing Persons) کا پتہ لگانا مشکل کام ہے۔ ارے ساری جیلوں، ساری ایجنسیوں میں سرچ آپریشن کیا مشکل ہے۔ دو دن میں پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ پاکستان میں ہیں یا باہر۔ ہر جانے والی ہر چیز کا رکارڈ ہوتا ہے۔ لین دین کے بھی کچھ ضابطے ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت کے سربراہ کا بازو مروڑا جائے تو & کچھ اگل دے گا۔ ایک ڈرامہ محسن پاکستان کے ساتھ بھی کھیلا گیا تھا۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ ایٹمی سینٹری فیوج وغیرہ ڈاکٹر صاحب نے کتنے میں بیچے تھے۔ لاکھوں میں تو ہونہیں سکتے۔ اربوں میں ہونگے، تو رقم کہاں ہے۔ وہ سلیمانی ٹوپی کہاں ہے جس کو پہن کر وہ (C-130) استعمال کرتے رہے تھے اور بالفرض وہ فوجی جہاز استعمال کرتے رہے تھے تو اس وقت کے آرمی چیف کا اس غفلت پر کورٹ مارشل کیوں نہیں۔ اس ڈرامے کے اسکرپٹ رائٹر کو داد دینا چاہیئے کہ اس نے اسکرپٹ اس طرح لکھا کہ ڈاکٹر صاحب بھی بڑے ہوئے اور ذمہ داری قبول کر لی۔

۷ مئی ۲۰۱۰ء

نیo%ی سے لندن کا مسافر

بھلا کس کو جانوں ,. ا کس کو مانوں۔ سمجھ سے* ہر ہے۔ میڈ* یا اڈوانس ہی نہیں آزاد بھی ہے۔ ا آ رمیشن ٹیکنولاجی ہرا ایک کی دہلیز پر بیٹھی ہے ا آ رمیشن ہی نہیں ڈس ا آ رمیشن کا بھی بول* بالا ہے۔ کہتے ہیں ز* یادہ مٹھاس بھی / ڑواہٹ میں تبدیل ہوجاتی ہے اس ہی لیے حد سے بڑھی ہوئی معلومات نقصان دہ* .$ ہورہی ہے۔ جھوٹ اور سچ آپس میں اتنے مدغم ہیں کہ الگ کر* دشوار ہے۔ جھوٹ کہاں ختم ہو* ہے اور سچ کہاں سے شروع ہو* ہے پتہ ہی نہیں چلتا* ٹ ک شوز بھی کنفیوژن پھیلانے میں پیش پیش ہیں۔ ہم g والے جو جاننا چاہتے ہیں وہ سوال کیا ہی نہیں جا* ۔* زہ مثال آج ایک ,. یکنگ نیوز کی ہے جو تقریباً ایک گھنٹے سے آن ائیر تھی۔ جس میں بتا* یا جارہا تھا کہ نیo%ی سے لندن جانے والے جہاز میں بم کی اطلاع کی وجہ سے جہاز کو روک لیاH ہے۔ جہاز میں* پ کستان کا سابق غیر جمہوری صدر بھی سوار ہے۔ پوری خبر میں یہ واضع نہیں کہ بم کی اطلاع ملنے کے ذرائع کیا تھے۔ بتا* یاH کہ ایک مسافر* لکل o%لمحات میں * یوہ بھی کیش ٹکٹ لیکر جسے شبہے میں / فتار کرلیاH ۔ اب اس سے بم کی موجودگی کی اطلاع کیسے ہوئی۔ یہ کوئی نہیں بتارہا۔ کیا کوئی فون کال تھی۔ کسی کا مشکوک ہو* اور* بت ہے اور بم کی اطلاع ملنا* لکل ہی دوسری* بت! ہم گھنٹے بھر سے منتظر تھے کہ یہ نیوز. یہ ہو کہ بم کی اطلاع کا سورس (source) کیا ہے لیکن یہ ہی خبر* ز* رد ہرائی جاتی رہی کہ ''جہاز میں بم کی اطلاع''۔ . # صورت حال یہ ہو تو کیا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیئے ہمارا خیال ہے کہ بجائے اپنا تبصرہ پیش کرنے کے چند ملتے جلتے واقعات دہرا دیئے جا N* کہ قارM خود ہی دو اور دو چار کرلیں۔ اس کے لیئے ہم کچھ واقعات کی طرف توجہ مبذول کرانے کے علاوہ ایک آدھ لطیفے کا بھی سہارا لینگے جس سے ایک عام قاری کو نتیجہ ا: کرنے میں آسانی ہوگی۔ لطیفہ یہ ہے کہ رWے کے افسران کی میٹنگ میں مسئلہ درپیش تھا کہ ٹرین کی

o%ی بوگی میں جھٹکے ز* یادہ لگتے ہیں۔ اس کا حل یہ نکالاH کہ آئندہ ٹرینوں میں o%ی بوگی ہی نہ لگائی جائے۔ نہ o%ی بوگی ہوگی نہ جھٹکے لگیں گے۔ واقعہ ہے۔ مبینہ دہشت / فیصل شہزاد اس وجہ سے پکڑاH کہ اس نے o%ی لمحات میں کیش پر ٹکٹ o%یا اور وہ بھی یک طرفہ۔ اس وجہ سے شبہ ہوا اور دھرلیاH ۔ اس ہی کو مثال* یا (precedent) بناتے ہوئے ایک مسافر کو نیo%ی سے لندن جانے والی فلا$ ئٹ جس پر پرویز مشرف بھی سوار تھا، سے / فتار کرلیاH کیوè موصوف نے بھی o%ی لمحات میں یکطرفہ ٹکٹ اور وہ بھی کیش پر o%یا تھا۔ اب تمام ہوائی اڈوں کے لیئے لازمی قرار دی* یا جا* چاہیئے کہ آئندہ سے ہر o%ی لمحات میں بکنگ کروانے والے* یکطرفہ ٹکٹ* یا کیش پر ٹکٹ e والے کو / فتا کرلیا جائے۔ اس صورت میں ہمارے لیئے مسئلہ ہوسکتا ہے کیوè ہم نے اب تک کریڈٹ کارڈ نہیں بنوا* یا اور سارا لین دین کیش کرتے ہیں۔ ان کے لیئے بھی مسئلہ ہوسکتا ہے جنہیں ایمرجنسی میں مثلاً کسی+ فین میں شر ! کے لیئے o%ی لمحات میں جہاز سے سفر کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور جو بچت کی خاطر واپسی ٹرین* یا فیری سے کر* چاہتے ہیں (عموماً لندن، پیرس* یا ڈ—کے* بسی ایسا ہی کرتے ہیں)۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہو* ہے کہ اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیئے بھی کچھ اقدامات* / ,. یہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ:۔۔

(الف)۔ پرویز مشرف پر حملہ۔ دو اہلکار کام آئے۔ موصوف بچ گئے۔ آئندہ کے لیئے سیکیوریٹی بڑھادی گئی۔ نئی بلٹ پروف گاڑیوں کا آرڈر پلیس کرد* یاH ۔

(ب) شو ! عزیز پر حملہ دو تین اہلکار مارے گئے۔ خود بچ گئے۔ شو ! عزیز کی سیکیوریٹی* ڑ$ کردی گئی۔ لیجئے VVIP موومنٹ پر ٹریفک Rں بندر p کا جواز پیدا ہH ۔

(ج) ایک غیر اہم وزیر پر حملہ ہوا اور وہ وزیر اہم ہH ۔ ایک خودکش بمبار وزیر کے گھر کے دراوزے پر کھڑے دو تین سپاہیوں کو شہید کر کے خود جہنم واصل ہوا۔ جان ہتھیلی پر لے کر نکلا لیکن وزیر موصوف کے* بہر آنے کا انتظار نہ کرسکا۔ وقت کی تنگی نے اسے صرف سپاہیوں کی جان e پر اکتفا کرنے پر مجبور کرد* یا۔ وزیر موصوف بچ گئے اور بلٹ پروف کار کا مطالبہ کرد* یا۔ کار ملی* یا نہیں۔ اہمیت مل گئی۔

(د) ایک سابق وزیر الیکشن ہارنے کے بعد ضمنی الیکشن میں کھڑے ہوئے۔ مقبولیت کا / اف / رہا تھا کہ

موصوف پر حملہ ہواH ۔موصوف کے دھوکے میں دوسرے مارے گئے انہیں%0اش بھی نہیں آئی۔یہ سمجھے تھے کہ بی بی کی شہادت پی پی کو جتا سکتی ہے تو مجھ پر حملہ بھی معاون*. $ ہو گا لیکن اسکر$ بھو+ اتھا۔ڈرامہ فلاپ ہوا۔اب ان واقعات کے تناظر میں سوچیئے کہ پرویز مشرف کی سیکیوریٹی ختم کرنے کی* تیں ہونگی تو پھر جس جہاز میں وہ سوار ہوگا اس میں ایسا ڈرامہ تو ہوگا ہی۔ہوسکتا ہے اب امریکہ اور* پکستان مل کر اسے بلٹ پروف جہاز دے دیں* کہ وہ بلاخوف بیچے گئے* پکستانیوں کی قیمت بصورت لیکچر فیس وصول کر* پھرے۔

۲۶ مئی ۲۰۱۰ء

نوائے وقت مورخہ ۱۰ اگست ۲۰۱۰ء

مجرم ,ڈ ین

کہتے ہیں کہ مجرم کو سزا دے دی جائے اور وہ بھی. وقت تو دوسروں کو کان ہو جاتے ہیں۔یہ ہماری +قسمتی ہے کہ ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہو* ۔اگر ہو* تو اب --%0ائم ختم ہو چکے ہوتے۔پولس، تھانہ، کورٹ کچہری ختم ہو چکے ہوتے۔شا+ لاء(LAW) کالجز کی ضرورت بھی نہ رہتی۔اس ہی طرح اگر غلطیوں پر خود احتسابی کے تحت محکمے کے سر. اہ اور وزارت کے وزیر/مشیر کے مستعفی ہونے کی روا$ عام ہو جاتی تو خالی آسامیاں* دہ ہوتیں اور امیدوار کم۔وزیروں کے استعفے، ضمنی انتخا* ت کا* (W اور ملک میں روزانہ کہیں نہ کہیں انتخا* ت ہو رہے ہوتے لیکن +قسمتی سے ایسا نہیں ہو* ۔مثالیں ہیں کہ اگر ریل کا حادثہ ہو جائے تو دوسرے مما لک میں وزیر مستعفی ہو جا* ہے۔ہمارے یہاں ریلیں ٹکراتی بھی ہیں اور پٹری سے بھی ا* جاتی ہیں لیکن وزیر شیخ رشید ہو* جنرل جاو+ قاضی* بلور یہ حماقت نہیں کرتے کہ اس میں ان کا کیا دوش۔ہاں ا- آدھ مثال ملتی بھی ہے تو شا+ استعفاء پیش کرنے والے ایسا اس یقین دہانی کے بعد ہی کرتے ہیں کہ ان کا استعفا* منظور ہو جائے گا۔مثلاً پچھلی حکومت میں ڈاکٹر نسیم اشرف کا استعفاء بوجہ%0اب کارکردگی ء کر ٹیم۔ موجودہ دور میں بھی ا- دو مثالیں ملتی ہیں جن میں وزیر مشیر قسم کے لوگوں کو استعفاء واپس e پر بمشکل راضی کیاH ۔یہ تو اللہ ہی جا{ ہے کہ حکومت کو اس کے لیئے کتنے* پاپڑ بیلنے پڑے ہونگے $ جا کر استعفاء واپس لیا ہوگا۔بہر حال ہر دو صورتوں میں یعنی استعفاء* ہی نہ جائے* جائے 1 منظور نہ ہو، جگ ہنسائی تو ہوتی ہے۔اس لیئے اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور ہمارے ار* ب اقتدار نے حل تلاش کرلیا ہے۔اب کسی وزیر مشیر* سر. اہ محکمہ جات کو شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی اور نہ ہی میڈ* کو انگلی اٹھانے کا موقع ملے گا نہ ہی جگ ہنسائی ہوگی۔ہمیں کیا کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہوتی۔وہ تو بھلا ہو کہ محکمہ ر W ے کا، جس نے اوپر تلے ڈ ینوں کو بند کر* شروع کر* ۔اس پر لے دے ہوئی تو پہلے پہل یہ جواز بتا* H کہ چند ڈ ینوں

کے بند کرنے سے ڈیڑھ ارب کا خسارہ پورا ہو جائیگا۔اس پر شور ہوا کہ اگر چند ٹرینوں کے بند کرنے سے اتنا فائدہ ہے تو ساری ٹرینیں بند کرنے سے کیا کیا فوائد نہ ہونگے اور پھر اس فارمولے کے تحت اگر پورا محکمہ ہی بند کردیا جائے تو کیا ہم آئی۔ایم۔ایف کی غلامی سے نہ نکل آئیں گے۔اس بے جا تنقید نے ارباب اقتدار کو سوچنے پر مجبور کردیا اور پھر اس نے فول پروف حل تلاش کرلیا اس کے لیئے جو اصول اپنایا گیا ہے وہ اس محاورے کی غمازی کرتا ہے کہ 'سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے' ویسے ہمارا خیال ہے کہ اس میں ''قربانی کا بکرا'' یا "Escape Goat" کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ان دونوں محاروں میں ایک بات تو مشترکہ (common) ہے کہ کسی نقصان کا ذکر نہیں۔یہ ہم اس لیئے کہہ رہے ہیں کہ آج محکمہء ریلوے کے جنرل مینیجر نے شالیمار ایکسپریس بند کرنے کی نوید سناتے ہوئے بتایا ہے کہ شالیمار ایکسپریس اپنا مقصد کھو چکی تھی اور بارہ بارہ گھنٹے لیٹ پہنچ رہی تھی اس لیئے اسے جمعرات سے بند کردیا گیا ہے۔دیکھا آپ نے!۔ایسی ملعون ٹرین کے ساتھ یہ ہی ہونا تھا جو بارہ بارہ گھنٹے لیٹ پہنچتی تھی۔اب ایسی کارکردگی پر کوئی کیسے استعفاء دے سکتا ہے۔قصور ٹرین کا۔تو ہم کیوں دیں؟۔اگر اس ٹرین کو اگر بہ کشتن روز اول کے تحت بہت پہلے بند کردیا گیا ہوتا تو قراقرم۔چلتن،عباس ایکسپریس کے علاوہ دیگر ٹرینوں کے بھی کان ہوتے اور وہ آج بھی پٹڑی پر چل رہی ہوتیں۔اب اگر ایک آدھ ٹرین کو پٹڑی سے اترنے پر پہیئے توڑنے کی سزا سنادی جائے تو پٹڑی سے اترنے کا سلسلہ بھی بند ہوسکتا ہے۔مزید یہ کہ ٹرینوں کے ٹکرانے کی صورت میں پھانسی سے ملتی جلتی کوئی سخت سزا تجویز کردی جائے تو ریلوے کا سفر محفوظ ترین ہوسکتا ہے۔

ہماری تجویز ہے کہ دوسرے محکموں مثلاً فضائیہ اور ٹرانسپورٹس کو بھی ریلوے سے سبق سیکھنا چاہیے لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوتی بارہ بارہ گھنٹے لیٹ آنے پر بندش کی سزا کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری حکومت کو قانون سازی کرنی پڑے گی کیونکہ فضائی حادثے میں جہاز کے تباہ ہونے یا ٹرینوں کے ٹکرانے کے بعد تباہ ہونے کی صورت میں سزا کیا ہوگی کیونکہ انسانوں کے لیئے تو کہا جاتا ہے کہ سزا خودکشی میں ناکام ہونے والے کو ملتی ہے۔تباہ ہونے کے بعد کسے سزا دی جائے گی۔ہاں ٹکرانے میں ناکامی کی بات اور ہوگی۔

یہاں ہم ان بدخواہوں کا بھی ذکر کریں گے جو ٹرینوں کی بندش پر کہہ رہے ہیں کہ یہ بسوں کے مالکان کو فائدہ

پہنچانے کے لیے کیا جار ہا ہے۔پہلے ٹرینوں کا ٹائم ٹیبل ایسا بناتے تھے کہ لوگ بس پر جانے پر مجبور ہوجاتے تھے۔سروس اتنی بری دیتے تھے کہ لوگ بسوں کو بہتر سمجھنے لگے۔اب ٹرینیں ہی بند کی جارہی ہیں۔ہمیں اس سے اختلاف ہے کیونکہ ہماری ریلوے کے کرتا دھرتا اتنے بے وقوف نہیں ہوسکتے کہ سونے کا انڈہ دینے والی مرغی کو ہی ذبح کردیں۔۔

۳۰ جولائی ۲۰۱۰ء

بلیک*. کس

ہماری ز+ گی میں ۶۵ بہاریں اوراتنی ہی%ا N آ N لیکن ہم نے محسوس اس تعداد سے کہیں کم کی ہیں کیوè ز+ گی کی شروعات میں ہم*. سمجھ تھے۔ہم نے اس دوران کئی فضائی حا*ثہ ت کی خبریں بھی سنیں لیکن جہاز کے بلیک*. کس کے ملنے کی کبھی کوئی خبر نہیں سنی۔ہوسکتا ہے کبھی 5 بھی ہو لیکن خبر نہیں ملی۔ہم . # یہ کہہ رہے ہیں تو ہمارا روئے سخن غیر فوجی واقعات کی طرف ہے۔یہاں یہ واضع کر*. ضروری ہے کہ جنرل ضیاالحق کے حادثے کو ہم غیر فوجی ہی سمجھتے ہیں۔سنا ہے کہ طیاروں کی تباہی کے بعد اس کے پ، دم اور دم میں موجود بلیک*. کس محفوظ رہتے ہیں۔ وللہ عالم!! اب 'استثنا' بھی ا یہ حقیقت ہے جسے انگر ی میں ایکسپشنز آر آلو ز د ی(Exceptions are always there) کہتے ہیں اوراس*. ت کو 9/11 پ پینٹا گون سے ٹکرانے والے طیارے کے پ وں، دُم اور پورے ملبے نے ہوا میں تحلیل ہو کر*. $ کر د ی۔خیر 9/11 کی تو ہر*. ت میں ہی ' exception ' ũ یں تھے اس لیئے ان کا ذکر فضول ہے لیکن یہ سچ ہے کہ* پ کستان میں اَ نے والے کسی بھی جہاز کے بلیک*. کس کے ملنے کی اطلاع کم از کم ہمیں تو نہیں ملی۔

ہاں یہ دعوے ضرور رسنے کہ بلیک*. کس کے ملتے ہی دودھ کا دودھ اور* پ نی کا* پ نی ہو جائے گا۔ & معلوم ہو جائیگا کہ حادثہ کیوں کر ہوا، کیسے ہوا، غلطی کس کی تھی؟ لیکن۔نہ کبھی بلیک*. کس 5 نہ راز کھلا۔رکارڈ در & ر p کے لیئے ہم کہہ h ہیں ہوسکتا ہے بلیک*. کس 5 بھی ہو لیکن تحقیقات کے { ئج سامنے نہیں آئے۔بلیک*. کس نہ ملنے پ جتنے مونہہ اتنی*. تیں۔کوئی کہتا ہے کہ خود غا ئ $ کر دیتے ہیں*. کہ پ دہ نشیں بے پ دہ نہ ہوں۔کچھ سمجھتے ہیں کہ انہیں جو معلوم کر*. ہو*. ہے کر e ہیں۔عوام سے کیا مطلب؟ اس لیئے عوام کے لیئے بلیک*. کس گمشدہ ہی رہتا ہے۔کچھ ایسے بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ انشورنس کے چکر ہیں۔اکثر و بیشتر امریکی کہانیوں میں ہم نے بھی پ ڑھا ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کی ز+ گی کا بیمہ کرو* ی اور پھر کچھ ہی عرصے بعد بیوی کسی حادثے کا شکار ہوگئی۔شوہر نے Õ کی رقم وصول کی لیکن% چ کرنے کی نو. $ نہ آئی کیوè سراغ رسانوں نے معلوم کر لیا کہ

بیوی کی موت کا L قدرتی حادثہ نہیں بلکہ قتل عمد تھا۔حالاè بیوی کے ساتھ کوئی بلیک*. کس بھی نہیں لگا ہو*. ۔ہوسکتا ہے یہ ہی وجہ ہوتی ہو۔سراغ رساں بلیک*. کس کے چکر میں پ ڑنے کے بجائے اپنی توجہ تحقیقات پ ر p ہوں۔جہاز کے حادثے کی طرح نہیں کہ بلیک*. کس پ انحصار کیئے بیٹھے رہتے ہیں۔پہلے کی*. ت اور تھی۔لوگوں کو بلیک*. کس کے*. رے میں کچھ پتہ ہی نہ تھا۔میڈ* ی بلکہ الیکٹرک میڈ* ی اتنا فعال نہ تھا کہ ا ہی خبر کے کلپس اتنی*. ر دکھا*. ہے کہ حفظ ہو جاتے ہیں۔کبھی کبھی تو اکتاہٹ ہونے لگتی۔میڈ* ی کے ا*. ب اختیار شا+ دکھاتے ہیں خود نہیں دیکھتے کیوè انہیں+ ازہ ہی نہیں کہ*. ظرین پ کیا اَ. رتی ہے، . # خبریں چل رہی ہوتی ہیں اور ا حاشیے میں 'دوسری طرف ' کے عنوان سے کسی کی پ لیس کا Ðنس کی گونگی فلم چل رہی ہوتی ہے۔سونے پ سہاگہ کہ نیچے ا پٹی بھی چل رہی ہوتی ہے جس پ کسی خبر کا ٹو* مسلسل ذہن پ ہتھوڑے ., سا رہا ہو*. ہے۔اس ٹوٹے سے اصل خبر کا پتہ ہی نہیں چلتا۔مثلاً پچھلے دنوں یہ سلا+ تیس سے چالیس*. ر پ ڑھی کہ ''جاو+ ی ہاشمی کو وز ی اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر میں لاہور لے جا* ی H'' لیکن یہ پتہ نہیں ` کہ کیوں؟۔اللہ اللہ کر کے کافی د ی بعد بقیہ خبر ریلیز ہوئی تو معلوم ہوا کہ. ین ہیمر تج ہوا ہے۔خیر میڈ* ی کار*. پھر کبھی! اس وقت تو یہ بتا*. مقصود ہے کہ مارگلہ سے ٹکرانے والے جہاز کے بلیک*. کس کے ساتھ بھی یہ ہوا کہ مختلف خبریں آتی رہیں۔کبھی کہا کہ بلیک*. کس مل H ی تو کبھی اطلاع ملی کہ نہیں 5۔پھر خبر آئی کہ مل H ی اور . ڑی حفاظت کے ساتھ لے جا* ی H ۔ابھی اس. آمد گی پ خوش ہونے بھی نہ* پ ئے تھے کہ وزرا کے بیا*. ت آئے کہ ابھی نہیں 5۔سوال پیدا ہوا کہ پھر وہ کیا چیز تھی جو بحفاظت تمام لے جائی گئی تھی۔اس ملنے نہ ملنے کی وجہ ہماری جو سمجھ میں آتی ہے وہ اس بلیک*. کس کا رَ- ہوسکتا۔جس پ کسی نے توجہ نہیں دی۔تلاش کرنے والے کسی سیاہ ڈبے کے متلاشی ہوتے ہیں اور ڈھو+ ڈھ نہیں* پ تے۔یہ ہم اس لیئے کہہ رہے ہیں کہ پچھلے دنوں ہمارا واسطہ ایسے پندرہ سوالوں سے پ ڑا جن کے*. رے میں دعویٰ تھا کہ کوئی بھی چار صحیح جواب نہیں دے سکتا۔واقعی سوالات ایسے ہی تھے۔مثلاً مشہور سو سالہ . B کتنے سال چلی تھیں (جواب سو سال نہیں ہے*) ی پنامہ ; کہاں Ŵ ہیں (جواب پنامہ نہیں*) ی کیٹ گٹس کس سے Ŵ ہیں (اب یہاں بھی جواب بلی "CAT" نہیں) تو ظاہر ہے اس سوال کا کہ بلیک*. کس کس رَ- کا ہو*. ہے جواب 'بلیک' تو ہو نہیں سکتا۔اس ہی لیئے* ی رلوگ بلیک ڈبہ ڈھو+ ڈھتے رہ

جاتے ہیں اور ہم تحقیقات کے { ئج سے محروم رہتے ہیں۔قاہرہ میں اَ نے والا پی آئی اے کا جمبو ہوٴ ۔
*پکستان میں اَ نے والے فوکر ضیاالحق کا C-130۔آج -- ان کے اَ نے کی وجوہات سامنے نہیں
آ N ۔ہمارا مشورہ ہے کہ بلیک* کس کے رنگ کے رے میں کنفیوژن دور ہو* چاہیئے۔شا اس سے تلاش
میں آسانی ہو جائے اور لوگ # ھیرے میں سیاہ بکس کی بجائے رنگین بکس کو ڈھو ھنے میں کامیاب ہو
سکیں۔قار M ہم یہاں -- ہی لکھ* پے تھے کہ انہونی ہوگئی۔ابھی ابھی اطلاع ملی کہ بلیک* کس مل H
ہے۔ساتھ میں یہ مژدہ بھی کہ بلیک* کس فرانس جائے گا اور تحقیقات وہیں ہونگی اور یہ پیش بندی بھی کردی گئی
کہ بلیک* کس کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہوگا تو اس ہی صورت میں اس سے ااستفادہ کیا جاسکے گا۔ورنہ۔۔ایسا تو
ہو* ہی ہے۔قار M اَ واقعی* کس مل H ہے تو استدعا ہے کہ اس کالم کو Ã # از کرتے ہوئے # رآتش کر*
جائے۔۔۔شکریہ

۳۱ جولائی ۲۰۱۰ء

ادارے کا اس کالم سے متفق ہو* ضروری نہیں

ہم شا ساتویں آٹھویں کلاس میں پڑھتے تھے۔ یہ ۱۹۵۸ء کی ت ہے۔دور وہ تھا جسے آج کے دور کے لوگ* د کرتے ہیں کہ بھئی کیا دور تھا۔یعنی اچھا دور تھا۔ہم اسکول سے لوٹ رہے تھے۔ا- بھرے پرے زار سے اَ رتے ہوئے ہمارے کانوں میں بچاؤ بچاؤ کی چیخیں گونجیں۔چیخوں کی سمت Ã یں اٹھیں تو دیکھا ا- اسکول کی طالبہ کو تین چار لوگ ا- کار میں دھکیل رہے ہیں۔لڑکی اچھل کود رہی تھی۔ہم اس وقت ویسے نہیں تھے جیسے تین چار سال بعد ہوگئے تھے۔کاش ہم اس وقت ویسے ہو چکے ہوتے۔اَ ہوگئے ہوتے تو یہ واقعہ سنانے کی نو$ ہی نہ آتی ہم سنانے کے لیئے # ہی نہ ہوتے۔قصہ مختصر یہ کہ لڑکی کو کار میں ڈال کر وہ لوگ فرار ہوگئے۔دکا # ار دیکھتے رہے۔مکانوں کی بلکنیوں اور کھڑکیوں میں خواتین اور بچوں کے سر ہی سر Ã آرہے تھے۔ہم معاملے کی سنگینی سے واقف نہ تھے اس لیئے گھر چلے گئے۔دوسرے دن اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ ا- کے ا- محلے سے ا- ''خوبرو دوشیزہ اپنے آشنا'' کے ساتھ فرار ہوگئی۔ہمارے لیئے یہ تینوں الفاظ (خوبرو، دوشیزہ اور آشنا) سمجھ سے* لا تو تھے ہی لیکن یہ* ت* لا تھی کہ سمجھنے کے لیئے # والدصا # سے رجوع کیا تو ڈا$ کیوں پڑی؟ خیر! تیسرے دن ا- اور خبر سنی کہ لڑکی کے والد نے اس خبر کے پڑھنے کے بعد خودکشی کرلی* ت ختم ہوگئی۔ہم بھی بھول گئے لیکن کئی سال بعد # ہم کالج میں پڑھتے تھے اور ویسے نہیں رہے تھے،$ یہ واقعہ ہمیں اکثر پریشان کر* تھا۔

اس کے بعد بہت سا* نی پلوں کے نیچے سے بہ H اور ہم کالج، یونیورسٹی، 5 زمت، شادی وگھر داری سے ہوتے ہوئے ڑ* ہوگئے۔اب ظاہر ہے یہ ''نصف صدی سے* دہ کا قصہ ہے'' اس لیئے ا æ واقعات نے جنم تو لیا ہی ہوگا لیکن ہم اَ سارے دہرانے بیٹھ گئے تو کالم ہی نہیں ہمارا اپنا کام تمام ہو جائے گا۔اس لیئے

معدودے چند واقعات پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور وہ بھی اس* بات کا خیال کرتے ہوئے کہ موضوع میڈیا -- ہی رہے کیوè اس دوران اخبارات، پھر شام کے اخبارات کے ساتھ ساتھ ر+یڈیو اور ٹیلی وژن نے بھی اپنا جادو جگا* شروع کرد*یا اور ا یـ نئے* م سے کان آشنا ہوئے۔''میڈ*یا''۔ پھر کچھ عرصے -- میڈ*یا (ٹی وی کے علاوہ کیوè ٹی وی صرف سرکاری تھا) پر* پابندی، سینسر شپ & اور اخبارات ہی کی نہیں مالکان اور مدیران کی بندش بھی گل کھلاتی رہی۔لیکن ! -- ؟ %سائنس کی ترقی اور پھر کمپیوٹر، موبائل فون اور پرائیوٹ چینلوں کی بھر مارنے میڈ*یا کو آزادی دلا دی 1 اتفاق دیکھئے، اب بھی اکثر و بیشتر ، لڑکی کا اغوا، کسی نہ کسی صورت میں،''خوبرو دوشیزہ کا آشنا کے ساتھ فرار''ہی ٹھہر* ہے۔اس دوران عدلیہ پر لگائی گئی قدغن نے میڈ*یا کے لیئے نئ نئ راہیں کھولدیں اور کم% پچ* لانشیں کے تحت* ک شوز مقبول ہو* شروع ہوئے۔بس ا یـ اینکر پرسن اور تین چار مہمان ۔ا یـ جیسا فارمیٹ۔اتنے* ک شوز کے* یاد ہی نہیں رہتا کہ کس m سے K شو* ہے۔چینلز کی بہتات بھی* یدا شت & کو متاثر کرتی ہے۔اس بہتات کی وجہ سے ہماری دا a میں چینلز کو قابل انکر پرسن نہیں ملتے۔ # مہمان ا یـ ساتھ بولنا شروع کرتے ہیں تو بجائے کو اورڈی M (coordinate) کرنے کے، یہ بھی اپنی آواز، ان کی آوازوں میں 5 کرڈو $ (دوگانوں) کو قوالی* کورس میں+ لنے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔کوشش اس لیئے کہ قوالی اور کورس میں الفاظ ا یـ ہی ہوتے ہیں اس لیے سمجھ میں آتے ہیں . # کہ یہاں اپنی دفلی اپنا راگ، میز*بان بے بس اور سماں ''کچھ نہ سمجھے: اکرے کوئی''والا ہو* ہے۔یہاں ا یـ* بات اور کہ ہر پروگرام میں سوالات بھی تقریباً ا یـ سے ہوتے ہیں۔بس ایسا لگتا ہے سوال نہیں تکیہ کلام ہے۔مثلاً۔''اس کو آپ کیسا دیکھتے ہیں*یا ''کیا کہیں گے آپ''ہم نے تو یہ بھی نوٹس کیا ہے کہ میز*بان اپنے الفاظ مہمان کے موہنہ میں ڈالنے کی کوشش سے بھی* باز نہیں آ* ۔اگر جواب D منشا نہیں تو جواب پورا ہونے سے پہلے دوسرے مہمان سے سوال ورنہ شارٹ بر یـ تو ہے ہی۔یہ بھی دیکھا H ہے کہ مہمان کی آدھی* بات مثلاً''مت جاؤ U ز کی طرف''کو قطع کلامی کر کے اسکا حتمی بیان بنا* یا جا* ہے۔ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر کوئی لیڈر جائے وقوعہ پر نہیں H تو پوچھتے ہیں آپ وہاں کیوں نہیں گئے۔ا یـ کنڈیشنڈ میں بیٹھے رہے۔اور+ قسمتی سے ` H تو سوال ہو* ہے آپ کیوں گئے؟ کیا بہتر نہیں ہو* کہ آپ کنٹرول روم میں موجود

رہتے۔آپ کی موومنٹ کی وجہ سے % چہ بھی ہو* ہے اور انتظامیہ کو بھی پریشانی ہو جاتی ہے۔بس، کیا تو کیوں کیا اور نہیں کیا تو کیوں نہیں کیا، والی کیفیت ہوتی ہے۔یہ بھی قابل غور ہے کہ & سے پہلے خبر کے نشر کرنے کے چکر میں پڑ کر صحیح اور غلط کی تصدیق بھی نہیں کرتے۔حال ہی میں ایئر بلو کے حادثے کے بعد* پانچ لوگوں کے بچنے کی خبر نشر کر دی بعد میں یہ تعداد نو ہوگئی اور پھر کوئی نہیں بچا۔اگر اس بھاگم بھاگ خبروں کا+ ارک ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔مزے کی* بات یہ کہ کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ 5/9 کے بچنے اور پھر کسی کے نہ بچنے کی تشریح ہی کر دیئے* یا کم از کم معذرت ہی کر دیتے۔یہ اعلان تو روز کا معمول ہے کہ ہم نے & سے پہلے نیوز بر یـ کی۔(اب غلط ہو* یا صحیح یہ آپ کی قسمت)۔

سیالکوٹ کے واقعے کے* بارے میں ر* ثنا اللہ نے بجا طور پر K+ ہی کی کہ اب ہمارا کلچر یہ ہی ہو H ہے کہ ڈاکوؤں کو مارو اور پھر لاشوں کو گھسیٹو، پولس کے حق میں È ے لگواؤ اور پولس پر پھولوں کی C یں نچھاور کرو۔اس میں وہاں کے ا یـ بڑے پولس افسر کا ہاتھ ہے جو ایسے اقدام کو بڑھاوا دیتا ہے۔اس سے تو یہ ہی ہوا کہ لوگ اسے کار ثواب سمجھ کر کرنے لگے ہیں۔پولس بھی تماشائی بن جاتی ہے کہ % میں ہمارے لیئے Å م و اکرام کی *بارش تو ہو گی ہی!!! یہاں ہم یہ اضافہ ضرور کریں گے کہ ایسی ہی ا یـ حماقت چینلز کی بھی ہے جس نے تصاویر حاصل کرنے کہ لیئے نوجوانوں کو اکسا* شروع کرد* یا ہے کہ آپ تصاویر بھیجیں ہم آپ کا* م شائع کریں گے اور آپ m کے دو & کے طور پر جانے جا N گے۔چلیئے چھٹی ہوئی۔ہر نوجوان اپنا موبائل فون اٹھائے پھر رہا ہے کہ تصویر کھینچ کر m کا دو & ہونے کا شرف حاصل کرلوں۔اب ایسے میں وہ بیچارے تصویر E* یا ظلم کو روکیں۔ہم سے تو وہ تصویر ذہن سے نہیں بھلائی جاتی جس میں ا یـ بچے کو 4 مردہ حا } میں دکھا* یا H ہے جو بھوک اور* پانی نہ ملنے سے اس حا } کو پہنچ H ہے۔ستم یہ کہ ا یـ گدھ اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور فوٹو گرافر گدھ کو بھگانے اور بچے کے موہنہ میں* پانی کی بو+ ڈالنے کی بجائے تصویر بنانے میں محو تھا اور کیوں نہ ہو* کیوè اس کی تصویر کو پورے سال کی چھ بہترین تصاویر میں سے ا یـ قرار** تھا۔۔یہ مقابلہ ا یـ بین الاقوامی ادارے کی طرف سے تھا۔ظاہر ہے . # ان سنی، ان دیکھی اور انہونی پر Å مات ہو نگے تو بچے کو گدھ سے بچانے کون آئے گا۔ . # سیالکوٹ میں بیدردی سے ڈ+ ے چل رہے ہوں تو ظلم کی تصویر بنا N* یا

مظلوم کو بچا N ۔ پولس کو اÅم کی امید ہو تو کیا عقلمندی کا تقاضہ یہ نہیں کہ مظلوم کو مرنے *ڈ جائے ۔0%آزادی بھی کوئی چیز ہے ۔ یہاں ا ی- وضا # ضروری ہے کہ ہمارا روئے سخن کسی خاص میز*ن کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ بلا استثنا سارے میز*ن (ٹی وی کے) کے لیئے ہے ۔ بحثیت ا ی- کالم نگار کے تو ہم یہ ہی کہہ h ہیں لیکن ہم ا ی- قاری بھی ہیں ا ی-*ظر بھی ہیں اور ہماری عوامی حیثیت کا تقاضہ ہے کہ ہم کچھ اور بھی کہیں ۔ مثلاً یہ میز*ن حضرات ایسے سوالات کیوں نہیں کرتے جس سے کنفیوژن دور ہو جائے ۔ کبھی کبھی تو محسوس ہو* ہے کہ یہ لوگ سوالات کرتے ہیں پھر جواب g کی بجائے دوسرے سوال کی تیاری میں لگ جاتے ہیں ۔ مہمان جواب دیتا ہے ۔ لگتا ہے معاملہ ختم ہH لیکن پھر کسی دن اس ہی* پ رٹی کے کسی اور رکن سے وہی سوال کیا جا* ہے ۔ اس کی مثال دور مشرفؒ دور پ وی ی سے دیکھتے آ رہے ہیں کہ پوچھا جا* ہے آپ کی* پ رٹی نے بھی تو سپریم کورٹ پ حملہ کیا تھا ۔ جواب میں کئی* روضا # کردی گئی 1 سوال اب بھی ہو* ہے ۔ کچھ لوگ الزام لگاتے ہیں سارے سیاستداں مارشل لاء کی پیداوار ہیں جواب میں کوئی نہیں بتا* کہ آپ کے قا+ بھی تو مادر ملت، محترمہ فاطمہ جناح کے مقابلے میں ڈکٹیٹر کے ہمنوا تھے ۔ محترمہ کو ہروانے کےH ہ میں کون کون شامل نہیں تھا ۔ ا ی- کھری* ت کرنے کے دعو+ ارمیز*ن نے حال ہی میں مشرف کا انٹرویو کیا 1 مشرف کے اس دعوے پ کہ وہ ہو* تو سیالکوٹ کے واقعے پ مقتولین کے گھر ضرور جا* ، یہ کھرے صا # پوچھنے کی ہمت نہ کر سکے کہ کیا وہ مدرسے کے ان 80 بچوں کے گھرH تھا جو* جوڑ میں ڈروں حملے میں شہید ہوئے تھے ۔ کیا وہ ان طالبات کے لواحقین سے 5 تھا جو لال مسجد میں+ رِفاسفورس ہو گئی تھیں ۔ کیا امریکی جنرل کے اس اعتراف کے بعد کہ ڈرون حملوں میں 700 مرنے والوں میں 14 کے علاوہ* قی & بH ہ تھے، اس نے بقا* 686 شہیدوں کی دادرسائی کی تھی ۔

ان صا # میں اتنا بھی مورل کرج (moral courrage) نہیں کہ پوچھ h کہ* پ کستان آنے میں کیا چیز مانع ہے کہ دوبئی-- آ کر بھی اپنے گھر نہیں آتے ۔ ہوائی کمپنیوں-- کا اصول ہے کہ دوران سفر اپنے ملک کی سرزمین کو ٹچ کیئے بغیر کوئی طیارہ اپنا سفر جاری نہیں رr ۔ اگر آپ امریکہ سے بھی آ رہے ہوں تو ٹ کش ا ی لاM استنبول پ ، اور امارات کا جہاز دبئی پ ضرور ا* ے گا ۔ اس ہی طرح ہر طیارہ اپنے ملک ضرور جا* ہے لیکن

ہمارا *ڑ ' ڈ جنرل عرف غاصب صدر لندن سے دبئی اور وہیں سے واپس ہو جا* ہے اور جاتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں کسی کے کہنے پ تو نہیں آؤنگا ۔ اپنی مرضی سے آؤں گا ۔ اب ہماری قوم کو چاہیے کہ اس سے کہنا چھوڑ دیں* کہ وہ اپنی مرضی سے آ سکے ۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھو- کر پیتا ہے ۔ بیچارے نے اتنے ڈکٹیشن لیئے ہیں کہ اب درخوا & بھی اسے ڈکٹیشن لگتی ہے ۔

۲۴ اگست ۲۰۱۰ء

بڑا آدمی

آدمی کو کیا چیز بڑا بناتی ہے؟ دولت، اقتدار، رعونت $* علم، تقویٰ، عجز وانکساری۔ اس پر کوئی حتمی فیصلہ دینے کی بجائے کیوں نہ آپ کو اپنے ساتھ گذرے ہوئے دوتین واقعات میں شامل کرلیا جائے۔ ہم اکثر اپنے شاگردوں کو لیکچرز کے دوران تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں 'جج۔ ڈونٹ $ گیو ججمنٹ' (judge, Don't give Judgment). اس ہی لیئے بجائے فیصلہ دینے کے، ان واقعات پر غور کرتے ہیں۔ نتیجہ آپ خود اخذ کرلیجئے گا۔

☆ یہ ان دنوں کی بات ہے۔ # محسن پاکستان ڈاکٹر اے۔ کیو۔ خان بہر 3 تھے تو بڑے رینک کا کوئی افسر ان کا بریف کیس اٹھانے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ ہم اسلام آباد سے آرہے تھے۔ کراچی ائیرپورٹ پر ہم جہاز کی اکانومی کلاس سے نکل رہے تھے کہ ہمارا سامنا ڈاکٹر خان صا # سے ہوا جو فر & کلاس سے نکل رہے تھے۔ پیچھے ایک فوجی افسر بھی تھا۔

ہم نے اضطراری طور پر سلام کے لیئے ہاتھ اٹھا* اور ایک طرف ہو گئے۔ ڈاکٹر صا # نے سلام کا جواب ہی نہیں* بلکہ ہماری طرف بڑھے اور مصافحے کے لیئے ہاتھ بڑھا *۔

☆ ہمیں یہ معلوم کرنے کی جستجو ہے کہ کیا وجہ تھی کہ ق+ کو e وزیر اعظم* کوئی اہم شخصیت موجود نہ تھی اور کیا وجہ تھی ق+ کی گاڑی %اب ہوئی* اسکا پٹرول ختم ہ H۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ* بات ا/ کوئی بتا سکتا ہے تو وہ سید ہاشم رضا ہی ہو h ہیں جو اس زمانے میں شا+ کراچی کے کمشنر* a تھے (ٹھیک سے* دنہیں)۔ ان سے توقع ر p کی وجہ یہ تھی کہ سید صا # ہماری کمپنی کی ڈسٹری بیوشن کے 'M.D.' تھے۔ ہم ملنے کا سوچتے ہی رہ گئے اور وہ *ڑ،ٔ ہو گئے۔ ظاہر ہے ۸۰ برس سے * دہ کے ہو چکے تھے۔ اب اسے اتفاق کہیئے کہ کڈنی سینٹر (Kidney Centre) کی ایک تقریب$ میں چائے کے وقفے میں ہاشم صا # Âآئے جو کسی خاتون سے محو گفتگو تھے۔ ہم نے دوسرے لوازمات کی قربانی دیتے ہوئے فقط چائے کی پیالی سنبھالی اور قریب$ پہنچ کر سلام

کیا۔ انہوں نے ہماری طرف ایک نگاہ غلط+ از ڈالی اور پھر مصروف گفتگو ہو گئے۔ ہم نے چند لمحے ان کے متوجہ ہونے کا انتظار کیا لیکن انہوں نے اپنے مخصوص اسٹائل میں آنکھیں بند کر لیں اور ان کا مونولاگ (Monologue) جاری رہا۔ خاتون کی پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی لیکن گلوخاصی مشکل تھی۔ ہم بھی %0 سمجھدار ہیں اس لیئے علم کی پیاس بجھائے بغیر بھوک مٹانے اس میز پر دوڑ* رہ پہنچ گئے جہاں چند پیسٹر* یں اب بھی محو انتظار تھیں۔ ا/ ہاشم صا # اس دن ہمیں دو منٹ د+ یتے تو ہمیں اپنے سوال کا جواب مل جا* جو، اب شا+ کبھی نہ ملے۔ بہرحال ہاشم صا # نے ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ سلام کا جواب ہی د+ یتے۔

☆ ہم نے . # کچھ مضامین انگریزی میں اور کچھ اردو میں لکھ لیئے تو شوق ہوا کہ ان کو اپنے لیئے وجہ شہرت بنا N۔ ہم نے اخبارات سے کالم نویسوں اور اڈیٹروں کے ای میل اڈریس لیئے اور اپنے مضامین ارسال کردیئے *۔ م لکھنا مقصو نہیں لیکن سارے ہی* می ا/ امی کالم نویس اپنے کالموں میں لکھتے رہتے ہیں کہ "فلاں نے ای میل لکھا ہے۔ * یہ بتا* یا ہے * ایک صا # رقم طراز ہیں۔" لیکن افسوس کسی نے کوئی جواب نہیں* بلکہ اکثر و بیشتر تو ای میل ڈلیور ہی نہیں ہوئی۔ اللہ جانے یہ لوگ اپنا ای میل اڈریس ہر کالم کے ساتھ کیوں چھپواتے ہیں۔ ان میں سے کئی تو اب اینکر پرسن بھی ہیں اور وہاں بھی خطوں، ای میلوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جیسے یہ ساری چیزیں پڑھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ کالم نویس بڑے آدمی ہوں اور چھوٹوں کو مونہہ لگا* پسند نہ کرتے ہوں* یہ ہوسکتا ہے عدیم الفرصت ہوں۔

☆ ہم نے اپنے تین چار مضامین نوائے وقت کے جناب مجید Âمی صا # کو بھجوائے۔ تیسرے ہی دن انہوں نے جواب* تعریف بھی کی اور مضامین اپنے ر+ $ اڈیٹر کو بھجوادیئے* کہ شائع ہو جاسکیں۔ شا+ کئی اخبارات کے چیف کے* پاس فرصت ہی فرصت تھی۔

☆ ہماری . # پہلی کتاب شائع ہوئی تو کئی دوستوں اور کرمفرماؤں کو بھجوادی۔ کتاب بھیجنے کے تین چار دن بعد ڈاکٹر اے کیو خان صا # نے + ریعہ 'SMS' کتاب کا شکریہ ادا کیا۔ # کہ کئی دوستوں نے یہ بھی نہیں بتا* یا کہ کتاب مل گئی ہے۔ چند ایک ہم عصروں سے خود ہی پوچھا تو جواب تھا* رفرصت ہی نہیں ملتی'

☆ ہم نے اپنی دوسری کتاب کی تیاری شروع کی تو ڈاکٹر صا # کا ای میل اخبار سے لیا اور ڈرتے ڈرتے اپنے چند کالم اس درخوا & کے ساتھ بھجوا دیئے کہ ان پر اپنا تبصرہ مرحمت فرما دیں۔ جواب نہ 5تو ایس ایم ایس کیا۔ ایک منٹ بعد جواب میں اپنا ای میل اڈریس بھجوا دیا۔ اس اڈریس پر بھجوانے کے کچھ دن بعد جواب آیا کہ آپ کے مضامین مل گئے ہیں انشاء اللہ جلد جواب دونگا۔ # کافی وقت ہو گیا تو ہم نے یاد دہانی کے لیئے ایک ایس ایم ایس کیا جس کا جواب فوراً ہی آیا کہ ناسازی طبیعت کی وجہ سے دیر ہوئی انشاء اللہ دو ایک دن میں بھجوا دونگا۔ طبیعت کا سن کر ہمیں بے چینی ہوئی اور ہم نے پہلی بار (حالانکہ ایک سال سے ان کا نمبر ہمارے پاس ہے) انہیں فون کیا۔ معلوم ہوا اللہ کے فضل سے اب بہتر ہیں اور ان کے معالج بھی وہیں بیٹھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جلد ہی تبصرہ بھجوا دونگا۔ یقین جانیئے کہ ان سے بات کر کے جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔

ریٹائر ہونے سے پہلے ہم اکثر اپنے ساتھیوں سے اور اب اپنے شاگردوں سے کہتے ہیں کہ & سے زیادہ عدیم الفرصت وہ ہوتا ہے جسے کوئی کام نہ ہو۔ واقعی ایسا ہے بھی کیونکہ # ہم ریٹائر نہیں ہوئے تھے تو اپنا کام بھی کرتے تھے اور دوسروں کا بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔ اکثر لوگ کبھی کوئی پرابلم لیکر آ جاتے۔ اب ہم چاہے کتنا ہی اہم کام کیوں نہ کر رہے ہوں انکار نہیں کرتے۔ انگریزی میں ہم ہاتھوں میں کانے راجہ تھے اس لیئے اکثر اصحاب اپنے ڈرا[D] کے لیئے ہم سے ضرور رجوع کرتے تھے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ بعد ریٹائرمنٹ کی زندگی کے دوران ہم اتنے عدیم الفرصت ہوئے کہ کوئی کام ہی نہیں کرتے تھے سوائے سونے کے۔ اخبار پڑھنے کی بھی فرصت نہیں تھی۔ وہ تو بھلا ہو کہ یونیورسٹی نے کچھ پیریڈز [e] کے لیئے بلوا لیا تو کام شروع ہوا اور پھر اخبار ہی نہیں دوسرے مشاغل کی بھی فرصت مل گئی۔ لوگ # وقت کی کمی کا رونا روتے ہیں تو ہمارا کہنا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے پاس 24 [R] ں سے زیادہ نہیں ہوتے۔ لیکن بڑے لوگ وہ وہ کام کر جاتے ہیں جو ہم اس سے دگنے وقت میں بھی نہیں کر [h]۔ مولانا مودودی کو ہم نے اپنے ایک دو & کے گھر دیکھا تھا کسی جلسے کے لیئے حیدرآباد تشریف لائے تھے۔ جلسہ اٹینڈ کیا، پارٹی میٹنگ کی صدارت کی۔ [ú]زیں بھی پڑھتے رہے۔ رات کو دیکھا تو لکھنے پڑھنے میں مشغول تھے۔ نہ جانے کتنی کتابیں لکھی۔

'تفہیم القرآن' کے چھ جلدیں بھی دیں۔ مجرد بھی نہیں تھے۔ بیوی بچوں کا بھی خیال ر[p] تھے۔ گھنٹے چوبیس ہی تھے۔ اور کتابوں کا ذکر چھوڑ یئے۔ قرآن کی تفسیر کوئی آسان کام نہیں۔ نہ جانے کتنے علماء کو پڑھا ہوگا۔ نہ جانے کتنی ر[^]چ کی ہوگی۔ تو کیا دوسرے کام چھوڑ دیئے تھے۔ مولانا کی مثال ہم نے اس لیئے دی کہ ہم ان کی قابلیت سے تو متاثر ہیں لیکن سیاسی اختلاف ہمیشہ سے ہی رہا ہے۔ اس لیئے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جماعتی ہونے کی وجہ سے مولانا کی تعریف کر رہے ہیں۔ ہم نے چند مثالیں پیش کر دی ہیں۔ ویسے آپ کے ارد گرد چھوٹے بڑے دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں بس پہچان کی بات ہے۔ ہماری [Ã] میں بڑا وہ ہے جس کے پاس علم، عمل، اخلاق، انکساری ہے۔ چھوٹا ہونے کے لیئے اخلاق کا فقدان، رعونت کی بھرمار، علم کی کمی اور عمل سے دوری کافی ہے۔

۱۰ اگست ۲۰۱۰ء

ان ٹولرنس

کل رات ہم اپنے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ا ی- صا # نے نہ جانے کیوں ا ی- عجیب سوال کرڈ* ی۔ ہمیں ایسے کسی سوال کا قطعی گمان نہ تھا۔ تعجب خیز* ب ت یہ تھی کہ یہ سوال اٹھانے والے صا # نہا $ سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں اور اختلافی مسائل میں ا2/1 سے پ ہیز کرتے ہیں جبکہ ہم ہر مسئلے پ گفتگو کر* پسند کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم گفتگو کو علم -- محدود ر p ہیں۔ ب * تی نہیں ہوتے۔ اس لیئے غصے میں بھی نہیں آتے۔ دلائل دینا اور 7 پسند کرتے ہیں۔ مذہب پ * ب ت ہو رہی ہوتی ہے تو اللہ کے حکم کو جو اس نے قرآن میں فرماڈ* ی ہے، اولیت دیتے ہیں۔ وہاں سے اَ/ کچھ سمجھ نہیں آتی تو احادی $ کا سہارا e ہیں لیکن کسوٹی قرآن کو ہی ر p ہیں کوئی بھی چیز قران کے منافی نہیں ہونی چاہیئے۔

اَ/ کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جسے علماء نے الجھاڈ* ی ہو تو ہم وہ حل قبول کرتے ہیں جس میں K ₼ کی بھلائی ہو اور جو اللہ کی وحدا ₼ اور رسول ﷺ V کی عظمت سے متصادم نہ ہو۔ اپنے اس مختصر سے تعارف کے بعد اس سوال کی طرف آتے ہیں جو ہمارے دو & نے کل پوچھا تھا کہ آپ کا کس مسلک سے تعلق ہے۔ ہم نے فوراً جواب ڈ* ی کسی سے بھی نہیں پھر قا+ اعظم کا وہ جواب دہراڈ* ی جو انہوں نے ایسے ہی ا ی- سوال کے جواب میں کسی صحافی کو ڈ* ی تھا کہ میں ویسا ہی مسلمان ہوں جیسے خلفہء راشدین کے زمانے میں ہوتے تھے۔ سن کر کہنے لگے میں تو فلاں مدرسے کا حامی ہوں۔ آپ دیو بندی ہیں* ی ب W ی؟ ہمارا جواب تھا ہم نہ دیو بند میں پ ڑھے ہیں نہ ب ~ میں۔ ہم ا ی- کونو ₼ اسکول 'سینٹ ب* ونچر' میں پ ڑھے ہیں اس لیئے آپ کے حساب سے تو ب* ونچرین ہوئے۔ بحث آگے ب ڑھی تو ہم نے محسوس کیا دوسرے حضرات کا، جو کسی نہ کسی مسلک کے حامی تھے، ب دا ش & کا لیول کم ہو رہا ہے۔ اس لیئے ہم نے موضوع + لتے ہوئے پوچھا۔ آپ کو علم ہے کہ ہم کیوں ایسے مباحثوں سے* راض نہیں ہوتے؟ وجہ یہ ہے کہ اتفاق سے ہمارے کلاس فیلوز میں مسلم، ہندو، عیسائی تو تھے ہی لیکن ا ی-* پ رسی ا ی- قاڈ* ی نی کے علاوہ دو یہودی بھی تھے۔ مسلمانوں کے تقریباً سارے ہی مسلک کے لڑکے تھے۔ شیعہ، سنی، بوہری، آغا خانی، اسماعیلی خوجوں کے علاوہ، عیسائیوں کے دو ب ڑے فرقے پ وٹسٹنٹ

اور رومن Å لک بھی تھے۔ ا ی- ہندو ب ہمن تھا اور ا ی- کمتر ذات کا۔ یہ اتفاق تھا پ رسی اور یہودیوں کے فقط ا ی- ا ی- ہی فرقے سے واسطہ رہا۔ جبکہ یہ بھی فرقوں کے معاملے میں خود کفیل ہیں۔ قاڈ* ی نیوں کا ہمیں علم نہیں کہ وہ ہم سے کتراتے تھے اور ایسے مباحثوں سے بھاگتے تھے۔ ب # کہ دوسرے تمام لوگ ہم سے ا2/1 اور مونہہ کی کھاتے رہے۔ ہم اَ/ چہ نہ روزہ ú ز کے* پ بند تھے نہ کوئی خاص مذہبی لیکن مباحثوں میں & کو زچ کرنے میں +ی طولیٰ ر p تھے۔ چو è عیسائی ہمارا خاص K¶ نہ تھے اس لیئے آئے دن اسکول کے پ نسپل کے سامنے پیشی رہتی جو خود رومن Å لک تھے۔ اس لیئے سزا 4· رہتے۔ ان مباحثوں سے ہماری د V مذاہب کے* ب رے میں معلومات میں اَ/ اس قدر اضافہ تو ہوا ہی لیکن قوت ب دا ش & میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ ہم کبھی غصے میں نہیں آئے لیکن مخالف کو اتنا زچ کرتے کہ وہ 4 دیوانے ہو جاتے اور وہی ہماری ب A ی ہوتی۔

ہمیں یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ہمارے کلاس فیلوز میں* پ کستان کی تقریباً ہر ڈ* ب ن بولنے والا موجود تھا۔ اردو، سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو، گجراتی، انگر ی ی، کاٹھیاواڑی وغیرہ لیکن کبھی بھی ڈ* ب ن کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ اسکول میں کوئی بنگالی نہ تھا لیکن یونیورسٹی میں ان کا بھی ساتھ رہا۔ بھائی چارے کی جو فضا ہم نے اسکول میں دیکھی وہ پھر ہمیں نصیب نہ ہوئی کہ کالج اور یونیورسٹی میں لسا ₼ اہم ٹھہری۔ وہاں دو 7 ی ں اور الیکشن ڈ* ب ن کی C ی د پ ہوتے۔ کالج اور یونیورسٹی میں مذہب کی اہمیت گھٹ گئی وہاں ہم ڈ* ب ن غیر مذہب کا بندہ ڈ* ی دہ قر R تھا۔ اس لیئے وہ نوک جھو- جو ہم اسکول میں کرتے آئے تھے اب عنقا ہوئی۔ اسکول میں عیسائیوں سے یہ بحث رہتی کہ مسلمان جلد طیش میں آجاتے ہیں جبکہ ہم یہ* ب $ کر دیتے تھے کہ ہم تو کبھی بھی طیش میں نہیں آئے۔ ب # کہ آئے دن وہی لوگ شکا $ لے کر* پ دری کے* پ س پہنچ جاتے تھے۔ خاص کر اس وقت ان لوگوں کی حا) +ی نی ہوتی۔ ب # ہم سوال اٹھاتے کہ وہ کوئی ا ی- واقعہ ایسا بتا دیں جس میں کسی مسلمان نے کسی عیسائی* ی ہندوؤں کے خلاف کوئی سازش کی ہو، جیسا کہ لارنس آف عربیا نے کیا تھا* ی ان دو یہودیوں کی طرح حضور ﷺ V کے روضہ مبارک -- پہنچنے کی کوشش کی تھی* ی اس ہندو کی طرح حضور ﷺ V کی شان میں گستاخی کی تھی جسے علم دین نے قتل کر ڈ* ی تھا۔ کیا کبھی کسی مسلمان نے پوپ کی بے عزتی کی کوشش کی؟ کیا کبھی کسی ہندوؤں کے او* رکا کارٹون بنا* ی۔ کیا کبھی کسی کے ب ·· رگ کے خلاف کوئی کتاب لکھی۔ جبکہ یہ کام عیسائی ہندو اور یہودی

کرتے رہتے ہیں۔ . # مسلمان ری ایکشن میں کچھ کرتے ہیں تو انہیں ان ٹولرنس کا طعنہ سہنا پڑ* رہے۔گالی دینے والے کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔گالی دینے والے کو. اکھ%م ٹھہر* ہے۔مارنے والے کو آزادی ہے لیکن ہاتھ پکڑنے والا خطاوار۔۔

افسوس تو اس وقت ہو* ہے. # ہمارے* م نہاد دانشور حضرات بھی یہ ہی راگ الاپتے ہیں۔ان کی دانشوری کسی تحقیق پر نہیں بلکہ غیروں کی ہاں میں ہاں 5 نے میں ہے۔اگر & کو چھوڑ کر صرف بھارت پر ہی تحقیق کر لیں تو پتا چل جائے گا ہندوؤں نے کتنے منظّم حملے مسلمانوں پر کیئے، کتنے سکھوں پر اور کتنے عیسائیوں کے علاوہ کتنے نچلی ذات کے ہندوؤں پر کیے۔جبکہ* پ کستان میں ا یـ بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا، جس میں کسی نے کسی %* یـ مندر پر بلا وجہ کوئی حملہ کیا ہو۔ہاں کسی اشتعال کے ری ایکشن میں ضرور ایسا ہوا ہے لیکن وہاں بھی حکومت نے حفاظت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جبکہ بھارت میں بھارتی وز یوں کے اشتعال انگیز بیا* ت گواہی دیں گے کہ وہاں & کچھ حکومت کی* ک کے نیچے ہی ہو* ہے۔مثال کے لیئے* . ی مسجد کے علاوہ گجرات کے واقعات کافی ہیں* پ کستان W سے پہلے بنارس میں مسلمانوں کے قتل عام پر اگر گا* ھی کا کوئی مذمتی بیان کسی* م نہاد دانشور کے رکارڈ میں ہو تو اسے پہلی فرصت میں شائع کروا کر ثواب دارین حاصل کرلے ورنہ گا* ھی کی منافقت کا بھا* اپھوڑ کر اپنے H ہوں کا کفارہ تو ادا کر ہی دے۔۔۔۔

۴ ستمبر ۲۰۱۰

کوئیک (QUACK)

کہتے ہیں* بات سے بات نکلتی ہے۔شروع کہیں سے ہوتی ہے اور اختتام پز. کہیں اور ہوتی ہے۔درمیان میں کئی شگوفے کھلتے ہیں اور ان تمام* . توں کا تجزیہ کیا جائے تو عموماً ان* . توں میں کوئی ربط نہیں ملے گا۔سنی سنائی پر یقین کرنے کا دل نہیں ما{ اس لیئے ہم نے سوچا کہ کیوں نہ تجربہ کرلیا جائے اور اگر کہیں اس کو غلط* $. کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ا یـ مقالہ لکھ لیں گے اور داؤ لگ H تو پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرلیں گے پھر حقیقتاً ''ڈاکٹر کیفی'' کہلوانے میں کیا چیز مانع ہو سکے گی۔ابھی کچھ لوگ ہمارے فارماسیوٹیکل کیریئر (دوا N کی کمپنی میں 5 زمت) کی وجہ سے ہمیں ڈاکٹر کہہ کر پکارتے ہیں تو ہمیں غصے کے ساتھ ساتھ شرمندگی بھی ہوتی ہے کہ* حق یہ اعزاز گلے پڑ رہا ہے۔ظاہر ہے کوئی وزیر مشیر تو ہیں نہیں کہ شرمندگی بھی محسوس نہ کرسکیں اور غصہ اس لیے آ* ہے کہ اس نقلی ڈاکٹری کے القاب میں ہماری اصلی ڈگری (جو ڈاکٹری سے کسی طور کم نہیں) گہنا جاتی ہے۔

خیر ہم نے تجربے کے لیئے قدرت اللہ شہاب کی 'شہاب* مہٗ سے ا یـ واقعہ لیا اور پھر واقعی* بات سے بات نکلتی گئی اور اختتام تک پہنچتے پہنچتے ہم اس کالم کے عنوان تک پہنچ گئے۔درمیان میں جو کچھ (بقول ہمارے) شگوفے کھلے وہ تو آپ پڑھ ہی لیں گے۔منتخب واقعہ شہاب صا # کی جوانی کا ہے. # وہ محترم حسین شہید سہروردی مرحوم سے اپنے ا یـ کام کے سلسلے میں ملے تھے* پ کستان ابھی بنا نہیں تھا۔انگریز کی عملداری میں خواجہ* ظم الدین وزیر اعلیٰ اور سہروردی صو* بائی وزیر تھے* پ کستان W کے بعد دونوں وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز رہے* ظم الدین صا # سازش کا شکار ہو کر . طرف اور سہروردی صا # مستعفی ہوئے۔سہروردی کے مستعفی ہونے کی کہانی بھی خوب تھی۔کہتے ہیں حیدر آ* باد کے دورے پر آئے تھے۔تقریر کے دوران عوام نے مخالفانہ È نعرے* بازی کی۔واپسی میں ا یـ جگہ بھینسوں کا ریوڑ سڑک سے گذر رہا تھا (اس زمانے میں ایسے ریوڑ عام تھے)۔وزیر اعظم کے کارواں کو رکنا پڑا۔کچھ منچلوں کو موقع 5 اور انہوں نے گاڑی کو

گھیر کر Èے* زی شروع کردی۔ وزیر اعظم نے غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاH دوسرے دن ہی استعفا پیش کر دیا۔ اب شکر ہے ایسا نہیں ہوتا۔ شہاب صا # کے واقعے سے پہلے سہروردی کے کردار کا بتا* ضروری سمجھتے ہوئے ای اور* بات بتادیں۔ ای دفعہ سہروردی بیمار تھے ان کی* پارٹی کے ای نوجوان کارکن، شیخ مجیب الرحمٰن، جو بعد میں بنگلہ دیش کی علیحدگی میں ای موثر کردار بنا، سہروردی کے* پاؤں *دبا رہا تھا۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ مشرقی* پاکستان کو الگ کرنے کی* بات کر بیٹھا۔ بیمار سہروردی نے یہ g ہی ایسی لات جمائی کہ مجیب نیچے H/ا۔ افسوس ایسے محبّ وطنوں کی* پاکستانیوں نے قدر نہیں کی۔ ہمارے نئی پود تو ان* موں سے ہی واقف نہیں۔ لطف یہ کہ اکثر ٹی وی پ g ہیں کہ آج مینا کماری کو ہم سے بچھڑے اڑتیس سال ہو گئے ہیں* فلاں بھارتی اداکار کو گذرے اتنے سال ہو گئے ہیں لیکن کوئی یہ نہیں بتا* کہ خان عبدالقیوم خان کو بچھڑے کتنے برس ہو چکے ہیں* مولا* اشرف تھانوی، مولا* n شبیر احمد عثمانی، فیروز خان نون* محترمہ مریم (رتی) جناح کو گذرے کتنے سال ہو چکے ہیں* م تو بہت ہیں لیکن کالم کو ہم کالم ہی رکھنا چاہتے ہیں، جواب مضمون نہیں، اس لیئے اس مختصر جائزے کے بعد بتاتے چلیں کہ۔ # شہاب صا # سہرودی سے ملنے پہنچے تو انہوں نے کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے شہاب صا # سے* م پوچھا۔ شہاب صا # نے بتا* تو فرما* بھئی ایسے نہیں ہجّے کر کے بتاؤ۔ شہاب صا # نے انگریزی میں بولنا شروع کیا Q,U,D,R,A,T ۔قدرت۔ سن کر لکھنا چھوڑ کر کہا غلط۔ کیو (Q) کے بعد ہمیشہ دو حروف علت (VOWEL) *ضروری ہیں۔ تم کیو (Q) کی بجائے کے (K) سے لکھا کرو۔ ہم نے یہ پڑھا تو ہماری انگریزی دانی کو جھٹکا لگا اور ہم نے ڈکشنری نکال لی۔ پوری کیو (Q) کی فہر & دیکھی تو معلوم ہوا واقعی ای بھی لفظ ایسا نہ تھا جس میں 'کیو' کے بعد دو حروف علت نہ آتے ہوں۔ مز+ غور کیا تو معلوم ہوا 'کیو' کسی بھی طور 'ق' کا Ì البدل نہیں۔ مثلاً کو M 'کیو' سے لکھا جا* ہے لیکن آواز 'ک' کی ہی *ہے۔ مز+ چھان پھٹک میں ای اور لفظ ''کوئیک'' (QUACK) سے ہوئی جس کے معنی ہیں 4 حکیم* ئی یعنی جعلی ڈاکٹر۔ یعنی وہ لوگ جن کے* پاس ایم بی بی ایس کی ڈا/ ی نہیں ہوتی لیکن وہ مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ یہاں ای اور سوال ذہن میں اٹھ رہا ہے کہ جعلی ڈاکٹر کو کوئیک کہا جا* ہے تو کیا جعلی پی ایچ ڈی کو بھی کوئیک کہہ h ہیں۔ اس کا صحیح جواب تو کوئی M.B.B.S* Ph.D. ہی

دے سکتا ہے۔ اس کے لیئے میڈ* کو چاہیئے ای مناظرے کا انتظام کرے۔ شرکاء کے لیئے ہم چند* م گنوا دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ شر ! سے پہلے ان کی ڈا/ یوں کی تصدیق ہائیر ایجوکیشن سے کروالی جائے * کہ دوران گفتگو کوئی بھی کسی کو جعلی ڈا/ ی ہولڈر کا طعنہ دے کر محفل کو+ مزہ نہ کر سکے۔ ایسا ہم صرف حفظ ما تقدم کے لیئے کہہ رہے ہیں ورنہ ڈاکٹر مبارک علی، ڈاکٹر عامر لیاقت، ڈاکٹر* اعوان کی پی ایچ ڈی اور ڈاکٹر شیر افگن و ڈاکٹر فردوس اعوان کی ایم بی بی ایس پر کس کو شبہ ہو سکتا ہے* م تو اور بھی ہیں لیکن ہم ان* پانچ کو اس لیئے پیش کر رہے کہ ان & کو دلائل کو اپنے حق میں کرنے کا فن خوب آ* ہے۔ ا/ یہ مناظرہ کامیاب ہوا تو یہ طے ہو جائے گا کہ جعلی پی ایچ ڈی کو کوئیک کہہ h ہیں* نہیں۔ پھر K¶ اللہ ہم بھی ڈاکٹر آف فلاسفی ہو جا N گے

۲ ستمبر ۲۰۱۰ء

زیرِ حکمرانی سے ز ِیتعلیم ۔۔

ہمارے کالموں کا مجموعہ، کتاب کی شکل میں ڈھلنے کے لیے پریس میں ہے۔ ہم نے سوچا اب مز ِی کالم نہ لکھے جا N کیو è ۔ # کالم لکھ e ہیں تو خواہش ہوتی ہے کہ اسے بھی کتاب میں شامل کر لیا جائے۔ ارادہ تھا کہ سو کالم شامل کریں گے لیکن اب سو سے اوپر ہو چکے ہیں اس لیئے تہیہ کر لیا کہ اب کچھ دن کے لیئے وقفہ!! لیکن ۔۔ اہو کہ کوئی نہ کوئی ایسی* ۔ت ہو جاتی ہے جو لکھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ آج بھی ایسا ہی ہوا۔ آج لکھنے کی محرک دو خبریں ہیں۔ پہلی خبر* ی & فلور ِیڈا کی انتظامیہ سے متعلق ہے جس نے ملعون* پ دری کی شیطانی حر ۔ پر* پابندی لگا دی ہے۔ امریکی صدر نے بھی* پ دری Ú شیطان ٹیری جو ۔ کے ارادوں کی مذمت کی ہے۔ بظاہر یہ مستحسن قدم ہے اور ہمیں، ا ِی کمزور حکومت کے زیرِ حکمرانی قوم ہونے کے* طے فلور ِیڈا کی انتظامیہ کا ہی نہیں امریکی صدر کا بھی مشکور ہو* چاہیئے کہ انہوں نے* پ دری Ú شیطان کو مقدس کتاب کے نسخوں کو جلانے سے روک* ی۔ اگر ہماری حکومت مضبوط ہوتی تو ہم امریکہ کی* ک میں نکیل ڈال کر اسے Ö ٹ u یا پر مجبور کر دیتے* ۔ لکل اس طرح جیسے ا ِی چھوٹے سے ملک نے اپنے ا ِی H ہ شہری کو ، ٹ ین میں گولی مارنے پر ۔ طا 6 کو معافی مانگنے پر مجبور کر* ی تھا۔ جبکہ ہم، امریکی جنرل کے اس اعتراف کے بعد کہ ڈرون حملوں کے نتیجے میں مرنے والے ۷۰۰ افراد میں سے فقط ۱۴ دہشت گرد تھے، امریکہ کو اب ۔۔ معافی مانگنے پر مجبور نہ کر سکے۔ امریکی صدر اور فلور ِیڈا کی انتظامیہ کے ان اقدامات پر ہمارے مجبوراً مشکور ہونے کی وجہ نہا $ واضع ہے۔ فلور ِیڈا کی انتظامیہ نے شیطان* پ دری کے قران* پ ک کے مقدس نسخوں کو جلانے کے* پ ک منصوبے پر* پابندی اس لیئے لگائی ہے کہ وہاں فا ئر آرڈیننس کے تحت کسی بھی عام مقام پر آگ جلانے کی مما Æ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے کسی آرڈ S کی غیر موجودگی میں شیطان* پ دری کے منصوبے کی تکمیل میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ فلور ِیڈا کی* ی & نے مسلمانوں کے* ۔ت کا نہیں اپنے آرڈیننس کا احترام کیا امریکی صدر نے بھی اپنے بیان میں قران کی حرمت اور مسلمانوں کے* ۔ت کا احترام نہیں کیا بلکہ اس مذمتی بیان کی وجہ یہ خوف بتا ی کہ ایسے کسی واقعے کے بعد القا ہ کے لیئے بھرتیوں میں آسانی پیدا ہو جائے گی جس سے خود کش حملوں میں شدت پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا خوف دامن گیر نہ ہو* تو شا امریکی صدر شیطان* پ دری کی پیٹھ تھپ تھپاتے ہوئے کہتا۔ ع ۔

'ہم شیطان کے چیلے ہیں، کرو مشقِ سخن اور'

دوسری خبر زیرِ حکمرانی سے متعلق تو نہیں لیکن آدابِ حکمرانی سے ضرور ہے۔ یہ خبر ہماری توجہ مبذول نہ کراتی لیکن یہ ہمارے ا ِی کلاس فیلو طارق لغاری کے چھوٹے بھائی جاو ِی لغاری چیرمین، ہائیر ایجوکشن کمیشن سے متعلق ہے اس لیئے چونکنا پڑا۔ اس خبر کے بمو ۔ # چیرمین اور وفاقی وز ِی تعلیم کے درمیان اختیارات کی ۔B مز ِی شدت اختیار کر گئی۔ تعجب ہوا!! جاو ِی اور ۔B !! جاو ِی تو بہت ہی پڑھا لکھا ہے۔ قانون سے بھی واقف ہے۔ والد جج تھے۔ والدہ نے .M میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تین بھائی اور ا ِی بہن، & اعلیٰ تعلیم * ی فتہ۔ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی* ۔ت خلاف قانون کر جائے۔ پوری خبر پڑھی تو فریقین کا موقف سامنے* ی۔ وز ِی تعلیم بضد کہ انہیں ۔ یفنگ ملنی چاہیئے کیو è ماضی میں ایسا ہو* ی ہے جبکہ چیرمین کا کہنا ہے کہ و ہ ۔ یفنگ دینے کے* پابند نہیں اور نہ ہی دیں گے۔ چیرمین کا کہنا ہے وہ وز ِی اعظم کو جو ہ ہیں جبکہ وز ِی تعلیم کہتے ہیں ہائیر ایجوکیشن وزارت تعلیم کے تحت ہے۔ اب اس میں جھگڑا کیا ہے۔ اگر آ M وضا # نہیں کر* تو وز ِی اعظم کو چاہیئے کہ طے کر دیں۔ قانونی* ۔ت کرنے کی بجائے وز ِی تعلیم ماضی کے حوالے دے رہے ہیں تو کیا ماضی میں کی گئی تمام* ۔ توں کو پری سی ڈ M (precedent) بنا ی جا سکتا ہے۔

کیا ماضی میں & کچھ قانون کے تحت ہو* تھا۔ اگر ہو* تو آج یہ مسئلہ پیدا ہی کیوں ہو* ؟ ۔ اہو جعلی ڈگر یوں کا، جن کو تحفظ دینے میں عزت سادات بھی جا رہی ہے لیکن کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔ وز ِی تعلیم کو جمشید دستی کے علاوہ چند اور جعلی ڈگر ی ہولڈروں کے طشت از* ۔م ہونے کے بعد اختیارات کیوں* ی د آئے ۔ ۔ یفنگ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ جعلی ڈگر یوں کے معاملے میں مسلم لیگ نون نے صحیح راہ اختیار کی کہ ے

''گر تی ہوئی دیواروں کو ا ِی دھکا اور دو''

جبکہ وزیر تعلیم ان دیواروں کے ساتھ چمٹ کر وزیر تعلیم کی بجائے اپنے زیرِ تعلیم ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔ دیوار تو اَ نے سے بچے گی نہیں لیکن زیرِ دیوار جو بھی ہوگا اس کا حشر & کو معلوم ہو٭ چاہیئے۔

۱۰ستمبر۲۰۱۰ء



جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان، محسن پاکستان

جب جناب فخرالدین کیفی کے چند کالم پڑھے تو میں ان سے بہت متاثر ہوا۔ یہ نہایت سلیس، سادہ اور شستہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ کوزہ میں دریا بند کر دیتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں پاکستان اور پاکستانی عوام سے بے انتہا محبت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ زہر ہلاہل کو کسی قیمت پر بھی قند نہیں کہتے اور اپنا ضمیر صاف رکھتے ہیں۔ عموماً کالم نگار کسی چھوٹی بات کو دم چھلے لگا کر پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ فخرالدین کیفی صاحب بڑی بات کو مختصر الفاظ میں بیان کر کے آپ کی توجہ کو اس طرح مبذول کر لیتے ہیں کہ کالم ختم کیے بغیر آپ کی تسکین نہیں ہوتی۔



مصنف کا تعارف

(غیر معروف کے لیے ضروری ہے)

نام	فخرالدین صدیقی
قلمی نام	فخرالدین کیفی
جائے پیدائش	بمبئی، برٹش انڈیا
تاریخ پیدائش	۱۵ جون ۱۹۴۴
تصدیق شدہ تعلیم	بی ایس سی (آنرز)۔ ایم ایس سی۔ ڈی بی اے (حلفیہ اصلی ڈگریاں)
کیفیت	ریٹائرڈ
سروست	بحیثیت وزٹنگ فیکلٹی یونیورسٹی میں لیکچرر شپ
مشاغل	پڑھنا۔ لکھنا اور پڑھانا
پہلی کتاب	ایک 'غیر مطبوعہ' کتاب
زیر نظر کتاب	ا۔ تلخ نوائی (مطبوعہ و غیر مطبوعہ کالموں کا مجموعہ)
منتظر اشاعت	۲۔ تحریر مسودہ (ہلکے پھلکے مضامین اور بیتے ہوئے لمحات کی یادیں)

RAJAB PRINTING PRES
Bhai Khan Chari Hyd. Cell: 0333-2